بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللّٰہ ﷺ:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.

(صحيح البخاري ١/١٦ رقم: ٧١، صحيح مسلم ١/٣٣٣ رقم: ١٠٣٧)

کتابُ النوازل

منتخب فتاویٰ: مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری

نائب مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

(جلدِ ثامن)

کتاب النکاح

ترتیب وتحقیق:

(مفتی) محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

ناشر

المركز العلمي للنشر والتحقيق

لال باغ مرادآباد

○ نام کتاب : کتاب النوازل (جلد ثامن)

○ منتخب فتاویٰ : مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری

○ ترتیب وتحقیق : مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

○ کمپیوٹر کتابت : محمد اسجد قاسمی مظفر نگری

○ ناشر : **المرکز العلمی للنشر والتحقیق، لال باغ مرادآباد**

09412635154 - 09058602750

○ تقسیم کار : فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ دریا گنج دہلی

011-23289786 - 23289159

○ اشاعتِ اول : شوال المکرّم ۱۴۳۶ھ مطابق اگست ۲۰۱۵ء

○ صفحات : ۵۷۶

○ قیمت : ۳۵۰/ روپئے

ملنے کے پتے:

○ مرکز نشر وتحقیق لال باغ مرادآباد **09058602750**

○ مکتبہ صدیق اینڈ کلاتھ ہاؤس لال باغ مرادآباد **09997747293**

○ کتب خانہ یحیوی محلہ مفتی سہارن پور

○ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

○

مسائل کی پوچھ تاچھ

قَالَ اللّٰهُ تبَارَکَ وَتَعَالیٰ:

فَسْئَلُوْآ أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

[الأنبيآء: ٧]

ترجمہ: پس پوچھ لو جانکار لوگوں سے اگر تم نہ جانتے ہو۔

○

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ.

(سنن أبي داؤد ٤٩/١ رقم: ٣٣٦، سنن ابن ماجة ٤٣/١ قم: ٥٧٢)

ترجمہ: عاجز (ناواقف) شخص کے لئے اطمینانِ قلب کا ذریعہ (معتبر اور جانکار لوگوں سے مسئلہ کے بارے میں) سوال کر لینا ہے۔

○

اجمالی فہرست

کتاب النکاح

تفصیلی فہرست

کتاب النکاح

نکاح کی اَہمیت وضرورت ۳۰

رشتہ ناطہ اور مخطوبہ کو دیکھنے کے مسائل ۴۱

عقدِ نکاح سے متعلق مسائل ۵۷

ایجاب وقبول سے متعلق مسائل ۱۰۱

نکاح میں گواہوں کی شہادت کا بیان ۱۳۳

کن عورتوں سے نکاح جائز ہے؟ ۱۴۹

زانیہ اور حاملہ سے نکاح کے مسائل ۱۶۸

تعددِ نکاح سے متعلق مسائل ۱۸۴

نکاحِ فاسد سے متعلق مسائل ۲۰۸

منکوحۃ الغیر سے نکاح ۲۱۴

محرماتِ نسبیہ ۲۴۶

محرماتِ رضاعت ۲۵۴

حرمتِ مصاہرت کے مسائل ۲۸۳

محرمات بسببِ جمع

جبریہ نکاح سے متعلق مسائل ۳۶۳

کفاءت سے متعلق مسائل ۳۷۳

مہر سے متعلق مسائل ۳۹۲

جہیز سے متعلق مسائل ۴۳۲

بارات اور ولیمہ وغیرہ کے مسائل ۴۵۶

رسوماتِ نکاح ۴۷۸

میاں بیوی کے حقوق ۵۲۷

آدابِ مباشرت ۵۵۰

متفرقات

❑❖❑

کتابُ النکاح

نکاح کی اَہمیت وضرورت

نکاح کا مقصد اور اُس کی شرعی حیثیت؟

سوال (۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح کا کیا مقصد ہے؟ نکاح کیوں مشروع کیا گیا ہے؟ اسلام میں نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کا مقصد عفت وپاک دامنی اور اولاد کا حصول ہے، اور نکاح حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، اور احادیثِ شریفہ میں نکاح کو نصفِ دین قرار دیا گیا ہے، اِس کے ذریعہ نکاح اور نفس کی حفاظت میں بہت مدد ملتی ہے، اِس اعتبار سے نکاح میں عبادت کا پہلو غالب ہے، اور اُس کو نوافل سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إذا تزوج العبد فقد كَمُل نصف الدين، فليتق اللّٰه في النصف الباقي. (شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٣/٤ رقم: ٥٤٨٦ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال: من رزقه اللّٰه امرأةً صالحةً فقد أعانه على شطر دينه، فليتق اللّٰه في الشطر الباقي. (شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٣/٤ رقم: ٥٤٨٧ دار الكتب العلمية بيروت)

عن معقل بن يسار رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: تزوجوا الودود الولود؛ فإني مكاثر بكم الأمم. (سنن ابي داؤد رقم: ٢٠٥٠ دار

الفكر بيروت، سنن النسائي رقم: ٣٢٢٧ دار الفكر بيروت)

وهو سنة من سنن الرسول صلى الله عليه وسلم، قال رسول الله ﷺ: "النكاح سنتي فمن رغب عن سنتي فليس مني" بل هو سنة من سنن الأنبياء السابقين، قال الله تعالى: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾ وقد كان الأنبياء عليهم الصلاة والسلام أعظم قدوة للخلق في الزواج كما في غيره من الأفعال المحمودة، فأكثروا من الزواج وأوصوا به، ولم يذكر المؤرخون أن أحداً من الأنبياء عاش بلا زواج سوى يحيىٰ وعيسىٰ عليهما وعلى نبينا أفضل السلام. (حاشية: الدر المختار / كتاب النكاح ٥٨/٤-٥٩ زكريا، للشيخ عادل أحمد عبد الموجود)

ليس لنا عبادة شُرعت من عهد آدم إلى الآن، ثم تستمر في الجنة إلا النكاح والإيمان. (الدر المختار) حتى قالوا: إن الاشتغال به أفضل من التخلي لنوافل العبادات، أي الاشتغال به وما يشتمل عليه من القيام بمصالحه وإعفاف النفس عن الحرام، وتربية الولد ونحو ذٰلك. (شامي / كتاب النكاح ٥٧/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۲/۲۲ھ

نکاح کرنا کب فرض ہے اور کب واجب اور سنت؟

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فرض، واجب، سنن، حرام اور مکروہ ہونے کے اعتبار سے نکاح کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور کس شخص کے لئے کس حالت پر پہنچ کر نکاح فرض، واجب، یا سنت ہوتا ہے اور کب حرام اور مکروہ ہوتا ہے؟ وضاحت کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر کوئی شخص بیوی کے حقوق اَدا کرنے پر قدرت

رکھتا ہو، اورصورتِ حال ایسی ہو کہ اگر وہ نکاح نہ کرے،تو معصیتِ زنا میں پڑنے کا یقین یا غالب گمان ہے،تو ایسے شخص پرنکاح کرنا فرض ہے۔

فإن تيقن الزنا إلا به فرض "نهاية" أي: بأن كان لا يمكنه الاحتراز عن الزنا إلا به؛ لأن ما لا يتوصل إلى ترك الحرام إلا به يكون فرضاً، وهٰذا إن ملك المهر والنفقة. (شامي ٦٣/٤ زكريا)

(۲) اگر کسی شخص کونکاح کی شدید خواہش ہواور وہ بیوی کے نان ونفقہ کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہو، اورنکاح نہ کرنے کی صورت میں معصیت میں پڑنے کا اندیشہ ہو،تو ایسے شخص پرنکاح کرنا واجب ہے۔

ويكون واجباً عند التوقان ...... وفي الشامية: وهو بالفتحات الثلاث كالميلان والسَّيَلان، والمراد شدة الاشتياق، كما في الزيلعي، أي: بحيث يخاف الوقوع في الزنا لولم يتزوج، إذ لا يلزم من الاشتياق إلى الجماع الخوف المذكور. (شامي ٦٣/٤ زكريا)

(۳) اور جوشخص اعتدال کی حالت میں ہو،یعنی نہ تو نکاح کا اسے شدید تقاضہ ہو،اور نہ ایسی کیفیت ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں ابتلاءِ معصیت کا خطرہ ہو،تو اس حالت میں نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ ہے،اورمجرد رہنے سے افضل ہے۔

النكاح حالة الاعتدال سنة مؤكدة مرغوبة. (كتاب الاختيار ١٠٢/٢)

ويكون سنة مؤكدة في الأصح ...... حال الاعتدال، أي القدرة على وطء ومهر ونفقة (درمختار) قوله: أي القدرة على الوطء، أي الاعتدال في التوقان ...... وأن لا يكون غاية الفتور ...... ولذا فسّره في شرحه على الملتقى بأن يكون بين الفتور والشوق ...... وفي البحر: والمراد: حالة القدرة على الوطء والمهر والنفقة مع عدم الخوف من الزنا والجور وترك الفرائض والسنن. فلو لم يقدر

علـى واحد من الثلاثة أو خاف واحدًا من الثلاثة: أي الأخيرة، فليس معتدلاً فلا يكون سنة في حقه، كما أفاده في البدائع. (الدر المختار مع الشامي / كتاب النكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة ٤/٦٥ زكريا، كذا في البحر الرائق / كتاب النكاح ٣/٧٩ كراچی، بدائع الصنائع / أول كتاب النكاح ٢/٢٢٨ كراچی، فتح القدير / كتاب النكاح ٣/١٨٧ دار الفكر بيروت، المبسوط للسرخسي / كتاب النكاح الجزء الرابع ٢/٩٣ دار الفكر بيروت)

(۴) اوراگر کوئی شخص اپنے جسمانی ضعف یا مالی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے اس بات کا اندیشہ کرے کہ وہ ہونے والی بیوی کے حقوق ادا نہ کرسکے گا، تو ایسے شخص کیلئے نکاح کرنا مکروہ ہے۔

ومكروهًا لخوف الجور. (شامي / كتاب النكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة ٤/٦٦ زكريا، كذا في البحر الرائق / كتاب النكاح ٣/٧٩ كراچی)

(۵) اور جس شخص کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ بیوی کے حقوق بالکل ادا نہیں کرپائے گا، تو ایسے شخص کے لئے نکاح کرنا حرام ہے۔

فإن تيقنه حرم ذٰلک (درمختار) وفي الشامية: أي: تيقن الجور للحرم؛ لأن النكاح إنما شُرع لمصلحة تحصين النفس، وتحصيل الثواب، وبالجور يأثم ويرتكب المحرمات فتنعدم المصالح لرجحان هٰذه المفاسد. (الدر المختار مع الشامي / كتاب النكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة ٤/٦٦ زكريا، كذا في البحر الرائق / كتاب النكاح ٣/٧٩ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس کو نکاح کی سخت ضرورت ہو؛ لیکن نان نفقہ کا انتظام نہ ہو؟

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کو نکاح کی سخت ضرورت ہو، اور شرعاً اس پر نکاح اس حد تک واجب ہو چکا ہو کہ اس

کے گناہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو؛ لیکن اس کے پاس شادی کے انتظامات نہ ہوں، تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا بھی حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص کو نکاح کی سخت ضرورت ہو؛ لیکن نان ونفقہ وغیرہ کا انتظام نہ ہوسکے، تو اس کو چاہئے کہ وہ لگاتار روزے رکھے؛ تاکہ نفس پر قابو رہے، اور شہوت انگیز باتوں سے پوری طرح بچتا رہے، نیز نان ونفقہ کے اسباب اختیار کرنے کی بھی فکر کرے؛ تاکہ نکاح پر قدرت حاصل ہوجائے۔

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضي اللّٰہ عنہ قال: کنا مع النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم شبابًا لا نجدُ شیئًا، فقال لنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: یا معشر الشباب! من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج؛ فإنہ أغض للبصر وأحصن للفَرَجِ، ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم؛ فإنہ لہ وجاء. (صحیح البخاري، کتاب النکاح / باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم رقم: ٥٠٦٦ دار الفکر بیروت، صحیح مسلم، کتاب النکاح / باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ إلیہ الخ رقم: ١٤٠٠ بیت الأفکار الدولیۃ، مشکاۃ المصابیح ٢٦٧/٢)

من تزوج امرأۃ بوأھا منزلا، وفیہ حذف مضاف أي مؤونۃ الباءۃ من المھر والنفقۃ ...... لا یقال للعاجز ھٰذا وإنما یستقیم إذا قیل: أیھا القادر المتمکن من الشھوۃ إن حصلت لک مؤن النکاح تزوج وإلا فصم. (مرقاۃ المفاتیح ١٨٦/٦ المکتبۃ الأشرفیۃ دیوبند) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

شہوت توڑنے کے لئے روزہ رکھنے سے والد کا منع کرنا؟

سوال (۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک شخص کے پاس شادی کا انتظام نہیں ہے اور اس کے نکاح نہ ہونے کی صورت میں گناہ کا اندیشہ ہے، اس لئے اس نے روزہ رکھنا شروع کیا؛ لیکن جب اس کے والد کو معلوم ہوا، تو اس نے سختی سے منع کیا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ایسا شخص کیا کرے؟ روزہ نہ رکھے تو معصیت کا اندیشہ ہے اور روزہ رکھے، تو والد کی نافرمانی لازم آتی ہے، شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: والدین کی اطاعت وفرماں برداری شرعی حدود کے اندر واجب اور لازم ہے، صورتِ مسئولہ میں پوری کوشش کی جائے کہ والد صاحب روزہ رکھنے کی اجازت دے دیں؛ لیکن اگر وہ کسی بھی صورت میں راضی نہ ہوں اور صراحۃً منع کر دیں، تو ان کا حکم مانیں؛ اس لئے کہ ایسی حالت میں روزہ رکھنے کا حکم وجوبی نہیں ہے؛ بلکہ اس کا اصل مقصد کم کھانے اور بھوکا رہنے کے ذریعہ غلبہ شہوت کو توڑنا ہے، اور یہ مقصد بغیر روزہ کے بھی غذا کی کمی سے حاصل ہوسکتا ہے، چناں چہ اسی حدیث سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ ادویہ کے ذریعہ شہوت کو توڑنا جائز ہے؛ لہٰذا والد صاحب کا حکم مان کر غذاؤں میں کمی کریں، انشاء اللہ مقصد حاصل ہوگا۔

واحتج من قال من أصحابنا أنه مندوب إليه ومستحب بما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: من استطاع منكم الباءة فليتزوج، ومن لم يستطع فليصم، فإن الصوم له وِجاءٌ، أقام الصوم مقام النكاح والصوم ليس بواجب، فدل أن النكاح ليس بواجب أيضًا؛ لأن غير الواجب لا يقوم مقام الواجب. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح / بيان صفته ۴۸۳/۲ زكريا)

المطلوب من الصوم هو الجوع وإلا فكم من صائم يملأ وعائه، واستدل به الخطابي على جواز المعالجة لقطع شهوة النكاح بالأدوية. (فتح الملهم ۴۳۳/۳ مكتبة دار العلوم كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۶/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ کم عمری میں شادی کرنے سے صحت خراب ہوجاتی ہے

سوال (۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اس زمانے کے حاذق ڈاکٹروں کی ایک بڑی جماعت اس بات کا دعویٰ کرتی ہے کہ کم عمری میں شادی کرنے سے صحت خراب ہوجاتی ہے، تو کیا ''**الضرورات تبیح المحظورات**'' کے قاعدے سے ڈاکٹروں کے متعین کردہ عمروں میں شادی کے جواز کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے، اور اس عمر سے کم میں عدمِ جواز ثابت کیا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر طبی مصالح کی رعایت رکھتے ہوئے ڈاکٹروں کی مقرر کردہ عمر تک نکاح میں تاخیر کی جائے، اور طرفین میں حرام میں مبتلا ہونے کا خطرہ بھی نہ ہو، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں؛ لیکن یہ طے کردینا کہ مقررہ عمر سے کم میں نکاح ہی جائز نہ ہوگا، یہ ایک حلال امر کو حرام کردینا ہے، جس کا ہرگز کسی کو حق نہیں ہے۔

کما استفید من قولہ تعالیٰ: ﴿يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ [التحریم: ۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۹/۷/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی نہ کرنے کی وجہ سے والدین کی شکایت کرنا؟

سوال (۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد اس زمانے کے خوب محنت سے پڑھے لکھے لوگوں میں سے تھے جب کوئی اور سرکاری میں ایک یا دو ہوتا تھا، ایسے حالات میں والد صاحب نے بی اے کیا، اور سرکاری ٹیچر منتخب

ہوئے، اللہ نے میرے والدین کو ۴؍بیٹوں اور ۲؍بیٹیوں سے نوازا، سب سے بڑی بیٹی ہوئی، اس کے بعد میری پیدائش ہوئی، جب میری عمر ۱۷؍سال تھی، ۱۹۹۰ء میں ہائی اسکول کرنے کے بعد مجھے سہارنپور طبیہ کالج میں چھوڑ آئے، ہائی اسکول کرنے کے بعد مجھے اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ میں اپنا مستقبل کیا اختیار کروں، ۱۹۹۴ء میں ڈی یو ایم کرنے کے بعد نجیب آباد آیا، یہ چار سال کا عرصہ بہت تکلیف اور پریشانی میں گذرا، میں کم عمری کی وجہ سے نہیں لگتا تھا کہ ڈاکٹر ہوں، اسی وجہ سے مجھے کمپاؤنڈری کرنے اور نوکری کرنے کا فیصلہ کرنا پڑا، پھر کلینک کر لی اور آج تک کلینک کر رہا ہوں، میرے چھوٹے دو بھائی محمد شاداب، محمد ارشد، محمد جاوید کی پڑھائی کو میرے والدین نے مسلسل جاری رکھا اور ان تینوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی، محمد جاوید، محمد شاداب سرکاری ٹیچر ہو گئے، محمد ارشد کی اب بھی تعلیم جاری ہے، جب کہ میری تعلیم ہائی اسکول پر روک دی۔

اس تفصیل کو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ مجھے اپنے والدین سے زبردست شکایت ہے، دوسری سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ میری عمر ۳۵؍سال ہو چکی ہے میری شادی نہیں کرتے، جہاں جہاں سے رشتے کئے وہاں سختی سے منع کر دیا، میں نے علماء سے سنا ہے بالغ ہونے کے بعد والدین کو اولاد کی شادی کر دینی چاہئے؛ لیکن انہوں نے ابھی تک شادی نہیں کی، تو کیا میری شکایت جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تعلیم کا تعلق زیادہ تر خود آدمی کے شوق سے ہے، آپ ماشاءاللہ عاقل بالغ ہیں، اگر والدین نے آپ کو بقول آپ کے مکمل تعلیم نہیں دلائی، تو خود آپ نے اپنی مرضی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کیوں نہیں کی؟ اِسی طرح ۳۵؍سال عمر ہو جانے کے باوجود آپ اپنی شادی خود کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ والدین کی امید پر اپنی عمر کیوں ضائع کر رہے ہیں؟ کوئی والدین اپنی اولاد کا برا نہیں چاہتے، آپ کے ساتھ کیا حالات پیش آئے ہیں، اس کا صحیح اندازہ والدین سے تحقیق کے بعد ہی ہو سکتا ہے، سعادت مند بیٹے ہونے کی حیثیت سے آپ کو بہر حال اپنے والدین کو خوش رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور ان کو ناراض کر کے اپنی آخرت خراب نہیں کرنی چاہئے۔

قال اللّٰه تبارک وتعالی: ﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ [الأسراء: ٢٣]

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا﴾ [احقاف: ١٥]

عن ابن أبي نجيح رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من كان موسرًا لأن ينكح فلم ينكح، فليس منا. (المصنف لا بن أبي شيبة ٤٣٩/٣ رقم: ١٥٨٩٨ دار الكتب العلمية بيروت)

الابن البالغ يعمل عملاً لا ضرر فيه دنيا ولا دينا لوالديه، وهما يكرهانه فلا بد من الاستيئذان فيه إذا كان له منه بدٌّ إذا تعذر عليه جمع مراعاة حق الوالدين. (الفتاویٰ الهندية ٣٦٥/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے والوں کی طرف سے رشتہ میں پہل ہونے تک لڑکی کی شادی نہ کرنا؟

سوال (۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عموماً لڑکیوں کی شادی کے معاملہ میں اس کا انتظار کیا جاتا ہے کہ دوسری طرف سے نسبت کے پیغام میں پہل ہو، چناں چہ اسی انتظار میں بعض اوقات لڑکیاں جوانی سے بڑھاپے کی سرحد میں داخل ہوتی ہیں، اور کنواری رہ جاتی ہیں، اس معاملہ میں اسلام کیا اِجازت دیتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکیوں کے رشتہ کے لئے لڑکے والوں کی طرف سے پہل کرنے کو ضروری سمجھنا بے اصل ہے، اگر مناسب رشتہ سامنے ہو تو لڑکی والوں کی طرف سے بھی پیش کش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی صاحب زادیوں کے

بارے میں مناسب رشتوں کے لئے پیش قدمی فرمائی ہے۔

عبد اللّٰہ بن عمر یحدث ...... حین تأیمت حفصة بنت عمر من خنیس، فقال عمر بن الخطاب: أتیت عثمان بن عفان فعرضت علیه حفصة، فقال: سأنظر في أمري فلبثت لیالي ...... فلقیت أبابکر الصدیق، فقلت: إن شئت زوجتک حفصة بنت عمر فصمت أبوبکر، فلم یرجع إلی شیئا ...... فلبثت لیالي، ثم خطبها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فأنکحتها إیاہ. (صحیح البخاري ۷۶۷/۲-۷۶۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳؍۴؍۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کی شادی میں تاخیر کرنے اور رُکاوٹ ڈالنے والے کی کیا سزا ہے؟

سوال (۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی کی شادی بالغ ہونے کے بعد جلدی ہی کردینی چاہئے، مگر کوئی بلا وجہ تاخیر کرے تو از روئے شرع اس کو کیا سزا ہوگی، یعنی شریعت میں ایسے شخص کی کیا سزا بیان کی گئی ہے؟ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کی شادی میں رکاوٹ ڈالے تو اس کو کیا سزا ہوگی؟ مذکورہ دونوں قسم کے مجرم کی سزا سے آگاہ فرماکر ممنون ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بالغ ہونے اور مناسب رشتہ ملنے پر اولاد کی جلد از جلد شادی کردینی چاہئے، حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص مناسب رشتہ آنے کے باوجود اولاد کے نکاح میں تاخیر کرے جس کی وجہ سے اولاد سے بدکاری کا صدور ہوجائے، تو اس کا گناہ باپ کے سر بھی ہوگا، نیز نکاح عفت مآبی اور عصمت کی حفاظت کا ذریعہ ہے، اس عملِ خیر میں رکاوٹ ڈالنے والا

شخص بھی شرعاً سخت گنہگار ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۴۲/۷)

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى، وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آیت: ۲]

عن أبي سعيد وابن عباس رضي اللّٰه عنهما قالا: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من ولد له ولد، فليحسن اسمه وأدبه، فإذا بلغ فليزوّجه، فإن بلغ ولم يزوجه، فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه. (مشكاة المصابيح ۲۷۱/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۲۳ھ

رشتہ ناطہ اور مخطوبہ کو دیکھنے کے مسائل

رشتہ سے پہلے گھریلو ماحول اور دین داری دیکھنے کا نظریہ

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا نظریہ یہ ہے کہ جہاں بھی رشتہ طے کیا جائے، پہلے لڑکی کے بارے میں تفتیش کر لی جائے کہ پڑھی لکھی ہے یا نہیں؟ اور اس کے حالات کیسے ہیں؟ اور اس کے گھر میں دینی ماحول کیسا ہے؟ اس کے بعد بات پکی کی جائے؛ تاکہ بعد میں چھوڑ چھڑاؤ کا کوئی معاملہ پیدا نہ ہو، جس پر دوسرے لوگوں کو ہنسنے کا موقع ملے، تو زید کا یہ نظریہ عین شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رشتہ کی تحقیق کے سلسلہ میں زید کا نظریہ درست ہے، اور اس کی تائید احادیثِ شریفہ سے ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: تنكح المرأة لأربع: لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك. (صحيح البخاري، النكاح / باب الإكفاء في الدين ٧٦٢/٢ رقم: ٥٠٩٠)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه؛ إن لا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد عريض. (سنن الترمذي رقم: ١٠٨٤، سنن ابن ماجة رقم: ١٩٦٧)

قال الشيخ عبد الحق محدث الدهلوي في اللمعات: قوله: ''إن لا تفعلوا أي لم تُزوجوا من هٰذه صفته ورغبتهم في مجرد الحسب والمال تكن فتنة في

الأرض وفساد؛ لأن المال والحسب يوجبان الطغيان والفساد، أو لبقي أكثر النساء بلا زوج، والرجال بلا زوجة، فيكثر الزنا وتقع الفتنة وهٰذا أوجه. (لمعات التنقيح / كتاب النكاح ۱۵/٦ دار النوادر، حاشية: مشكاة المصابيح ۲٦۷/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۴/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے لڑکی کا نکاح سے قبل ایک دوسرے کو دیکھنا؟

سوال (۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی لڑکے کا نکاح سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھنا کیا سنت ہے؟ اس کا بہتر طریقہ کیا ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس سے نکاح کا واقعی اِرادہ ہو، اسے کسی بہانے سے ایک نظر دیکھنے کی شرعاً گنجائش ہے؛ بلکہ ایسا کرنا مستحسن ہے؛ تاکہ نکاح کے بعد کسی ناگواری کا اندیشہ نہ رہے؛ لیکن اس میں اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ تنہائی اور بے تکلفی کا مظاہرہ نہ ہو؛ کیوں کہ عقد سے قبل اَجنبی مرد وعورت کے مابین یہ چیزیں جائز نہیں ہیں۔ اِسی طرح لڑکی کو باقاعدہ سجا سنوار کر لڑکے کو دکھانا بھی شرفاء کے معاشرہ میں پسندیدہ نہیں سمجھا جاتا، اور بہتر یہ ہے کہ لڑکے کے گھر کی عورتیں لڑکی کو دیکھ کر پسند کرلیں؛ تاکہ بعد میں کوئی ناپسندیدہ صورت پیش نہ آنے پائے۔

عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا خطب أحدكم المرأة، فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل.

(سنن أبي داؤد، كتاب النكاح / باب الرجل ينظر إلى المرأة وهو يريد تزويجها ۲۸٤/۱)

عن المغيرة بن شعبة رضي اللّٰه عنه أنه خطب امرأة، فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: أنظر إليها فإنه أحرىٰ أن يؤدم بينكما. (سنن الترمذي ۲۰۷/۱)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم،

فقال: إني تزوجت امرأة من الأنصار، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: هل نظرت إليها؟ فإن في عيون الأنصار شيئًا، قال: قد نظرت إليها الخ. (صحيح مسلم / باب ندب من أراد نكاح امرأة، بحواله: فتح الملهم ٤٧٦/٣ رشيدية)

قال الشيخ ولي الله الدهلوي قدس الله روحه: السبب في استحباب النظر إلى المخطوبة أن يكون التزوج على رَوِيَّةٍ وأن يكون أبعد من الندم الذي يلزمه إن اقتحم في النكاح ولم يوافقه فلم يردَّه، وأسهل للتلافي إن رَدَّ، وأن يكون تزوجها على شوق ونشاط إن وافقه، والرجل الحكيم لا يلج مولجًا حتى يتبين خيره وشره قبل ولوجه. (حجة الله البالغة مع شرح رحمة الله الواسعة / من أبواب تدبير المنزل ٣٨/٥ حجاز ديوبند)

وإذا لم يمكنه النظر استحب أن يبعث امرأة يثق بها تنظر إليها وتستخبره. (فتح الملهم ٤٧٦/٣ رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح سے قبل مخطوبہ کو آمنے سامنے دیکھنا؟

سوال (۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کوئی شخص اپنی مخطوبہ کو آمنے سامنے دیکھ سکتا ہے، اگر نہیں تو ترمذی شریف کی اس روایت کا کیا جواب ہوگا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھنے کا حکم دیا تھا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: نکاح سے پہلے مخطوبہ کو کسی بھی طرح ایک جھلک دیکھنے کی خاطب کے لئے اجازت حدیث سے ثابت ہے؛ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باقاعدہ دونوں کو آمنے سامنے بٹھا کر دکھایا جائے؛ کیوں کہ یہ صورت نہ صرف یہ کہ لڑکی کے خاندان والوں کے لئے ناپسندیدہ ہے؛ بلکہ حیا اور غیرت کے بھی خلاف ہے، اور اس کا دروازہ کھولنے سے بہت سے مفاسد کا اندیشہ ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۴۸۱/۱۰ ڈابھیل، احسن الفتاوی ۵۲/۸)

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطعت أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها، فليفعل. (سنن أبي داؤد ٢٨٤/١ المكتبة الأشرفية ديوبند)

قال الحافظ في الفتح، قال الجمهور: لا بأس أن ينظر الخاطب إلى المخطوبة قالوا: ولا ينظر إلى غير وجهها وكفيها …… وقال الجمهور أيضًا: يجوز أن ينظر إليها إذا أراد ذٰلک بغير إذنها. (فتح الملهم ٤٧٦/٣ رشيدية)

عن الحارث بن هشام قال: كل شيء من المرأة عورة حتى ظفرها.

(المصنف لابن أبي شيبة ٥٤/٤ رقم: ١٧٧٠٦ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عمار بن ياسر رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثة لايدخلون الجنة أبداً: الديّوث من الرجال والرجلة من النساء ومد من الخمر، فقالوا: يا رسول الله! أما مدمن الخمر فقد عرفناه، فما الديوث من الرجال؟ قال: الذي لايبالي من دخل على أهله، قلنا: فالرجلة من النساء، قال: التي تشبه بالرجال. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٤١٢/٧ رقم: ١٠٨٠٠)

لا خير فيمن لا غيرة له فمن كان هٰكذا فهو الديوث. (نضرة النعيم ٤٠٥٠٠/١٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۷/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رشتہ کی تکمیل سے قبل مخطوبہ سے فون پر بات کرنا؟

سوال (۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا رشتہ سلمیٰ سے ہونے والا ہے، رشتہ کی تکمیل سے قبل زید سلمیٰ کو دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ مزید اگر ٹیلی فون پر بات ہوئی، تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: رشتہ کی تکمیل سے قبل مخطوبہ کو ایک نظر دیکھنے کی شرعاً گنجائش ہے؛ لیکن اس سے زیادہ اس سے کوئی راہ ورسم یعنی ٹیلی فون پر بالقصد بات چیت وغیرہ نہ رکھی جائے؛ کیوں کہ عقد سے پہلے بہرحال وہ اَجنبیہ ہے، اور اَجنبیہ سے بلاضرورت بات چیت کی اِجازت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۶/۲۵۵، آپ کے مسائل اور اُن کا حل ۵/۳۴)

عن الحسن قال: لا بأس أن ينظر إليها قبل أن يتزوجها، وقال الزهري: لأن اللّٰه عزوجل يقول: ﴿وَلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ﴾ (المصنف لابن أبي شيبة ٢٢/٤ رقم: ١٧٣٨٦-١٧٣٨٧ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي الشامية: ولو أراد أن يتزوج امرأة فلا بأس أن ينظر إليها. (شامي ٥٣٠/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی سے قبل لڑکی کو دیکھنا اور ہدیہ وتحفہ دینا؟

سوال (۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: راشد کی شادی ہونے والی ہے، اس کی سسرال سے کچھ لوگ راشد کو دیکھنے کے لئے آئے، دیکھنے کے بعد راشد کو کچھ روپیہ اور انگوٹھی اور گھڑی وغیرہ دیا، آیا شرعاً یہ صحیح ہے یا نہیں؟ پھر راشد کے گھر کی عورتیں مثلاً ماں، بہن، بھابھی اور دوسرے رشتہ کی عورتیں مثلاً ممانی، پھوپھی وغیرہ راشد کی بیوی کو دیکھنے گئیں؛ تاکہ دیکھیں کہ لڑکی راشد کے لئے مناسب ہے یا نہیں؛ اس لئے کہ آج کل لوگ لڑکیوں کے متعلق خوب بڑھا چڑھا کر اَوصاف بیان کرتے ہیں؛ تاکہ لڑکے والے سنتے ہی فوراً قبول کرلیں، حالاں کہ حقیقت میں وہ اوصاف اس کے اندر نہیں ہیں؛ بلکہ کچھ کمیاں ہی ہیں، مثلاً بتایا گوری اور ہے کالی وغیرہ، جس کا نتیجہ نکلتا ہے کہ میاں بیوی میں تعلقات خوش گوار نہیں رہ پاتے، تو کیا یہ دیکھنا اور لڑکی کو دیکھنے کے بعد گھڑی، روپیہ وغیرہ دینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح سے قبل لڑکے والوں کا لڑکی کو دیکھنا اور لڑکی والوں کا لڑکا دیکھنا اور اظہارِ تعلق کے لئے ایک دوسرے کو ہدیہ دینا شرعاً جائز ہے۔

مستفاد: وفي المحيط: الرشوة على أنواع: نوع منها أن يهدي الرجل إلى رجل مالاً لابتغاء التودد والتحبب، وهٰذا حلال من جانب المهدي والمهدیٰ إليه، قلت: وفي الباب قوله عليه السلام: "تهادوا تحابوا". (رواه البخاري في الأدب المفرد، والنسائي في الكنى وأبو يعلى في مسنده) (تفسير مظهري ١٤٥/٣ زكريا)

قلت: ومن ذٰلک ما يبعثه إليها قبل الزفاف في الأعياد والمواسم من نحو ثياب وحلي. (شامي ١٥٣/٣ كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۳/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منگیتر کے چہرے کے علاوہ اَعضاء دیکھنا؟

سوال (۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا گھر کی روزمرہ زندگی میں آپ سے آپ ظاہر ہونے والے اَعضاء یعنی ہاتھ اور چہرہ کے علاوہ منگیتر کے باقی حصہ کو دیکھنا یا دکھانا منع ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس لڑکی سے نکاح کا اِرادہ ہو تو کسی بہانہ سے اس کا چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنے کی گنجائش ہے؛ لیکن دیگر اَعضاء کو بلا حائل دیکھنے کی قطعاً اِجازت نہیں ہے۔

أكثر أهل العلم على أنه لا يجوز للخاطب أن ينظر لمن أراد خطبتها لما سوى الوجه والكفين وهو مذهب الشافعي وأحمد في رواية ...... وقال الشافعي: وإذا أراد أن يتزوج المرأة فليس له أن ينظر إليها حاسرة، وينظر إلى وجهها وكفيها

وهي متغطية. (مسائل الجمهور ٦٨٧/٢ رقم المسئلة: ١١٩٧ دار السلام) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۵/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رشتہ کے لئے زوجین کے فوٹو کا تبادلہ

سوال (۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل رشتوں کے لئے لڑکے، لڑکی کی تصویر (فوٹو) بھجوانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، یہ کیسا ہے؟ نیز اس کا احسن طریقہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس لڑکی سے رشتہ کرنے کا اِرادہ ہے، اس کو کسی طرح ایک نظر دیکھ لینا رشتہ دینے والے (لڑکے) کے لئے درست ہے؛ لیکن اِس مقصد سے اگر فوٹو کھینچا جائے تو یہ صرف خاطب تک ہی محدود نہ رہے گا؛ بلکہ ہر شخص اُسے دیکھ سکتا ہے، اور یہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ لڑکی کو سجا کر کسی عمومی جگہ بٹھا دیا جائے کہ جو چاہے اُسے آکر دیکھے، تو ظاہر ہے اسے کوئی باغیرت شخص برداشت نہیں کرسکتا۔ بریں بنا رشتے کے مقصد سے تصاویر کے تبادلے کی صورت مناسب نہیں ہے، اِس سے فتنوں کے دروازے کھلنے کا سخت اندیشہ ہے؛ بلکہ یقین ہے۔

عن المغيرة بن شعبة رضي اللّٰه عنه أنه خطب امرأة فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: أنظر إليها فإنها أحرى أن يؤدم بينكما. (سنن الترمذي ٢٠١/٢)

نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن الصورة في البيت ونهى أن يصنع ذلک. (سنن الترمذي ٣٠١/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من صور عذبه اللّٰه حتى ينفخ فيها يعني الروح، وليس بنافخ فيها، ومن استمع إلى حديث قوم يفرون منه صُب في أذنه الآنک يوم القيامة. (سنن الترمذي ٣٠٥/١)

عن عمار بن ياسر رضي اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

قال: ثلاثة لايدخلون الجنة أبداً: الديّوث من الرجال والرجلة من النساء ومد من الخمر، فقالوا: يا رسول اللّٰه! أما مدمن الخمر فقد عرفناه، فما الديوث من الرجال؟ قال: الذي لايبالي من دخل على أهله، قلنا: فالرجلة من النساء، قال: التي تشبه بالرجال. (بيهقي ٤١٢/٧، رقم: ١٠٨٠٠)

لا خير فيمن لا غيرة له فمن كان هٰكذا فهو الديوث. (نضرة النعيم ٤٠٥٠٠/١٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۳۴/۱/۷ھ

شادی سے پہلے دولہن کو دولہا کے علاوہ کون کون دیکھ سکتا ہے؟

سوال (۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی سے پہلے دولہن کو دولہا کے علاوہ کون کون دیکھ سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس لڑکی سے شادی کا اِرادہ ہو، اُس کو شادی کرنے والے کے لئے ایک نظر دیکھنے کی گنجائش ہے؛ تاکہ بعد میں کسی ناگواری سے بچا جاسکے؛ لیکن لڑکے کے علاوہ اس کے کسی اور مرد نامحرم رشتہ دار کے لئے اس اَجنبی لڑکی کو دیکھنے کی اِجازت نہیں، اور شرفاء کے عرف میں خود لڑکے کا دیکھنا بھی معیوب سمجھا جاتا ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ لڑکے کی رشتہ دار عورتیں دیکھ کر شادی کی بات طے کرلیں۔

عن حارثة بن مضرب قال: قال عمر رضي اللّٰه عنه: استعينوا على النساء بالعري، إن إحداهن إذا كثرت ثيابها وحسنت زينتها أعجبها الخروج. (المصنف لابن أبي شيبة ٥٤/٤ رقم: ١٧٧٠٥ دار الكتب العلمية بيروت)

عن الأحوص قال: قال عبد اللّٰه: احبسوا النساء في البيوت؛ فإن النساء

عورة الخ. (المصنف لابن أبي شيبة ٥٤/٤ رقم: ١٧٧٠٤ دار الكتب العلمية بيروت)

فأمر الله سبحانه وتعالىٰ المؤمنين والمؤمنات بغضّ الأبصار عما لا يحل فلا يحل للرجل أن ينظر إلى المرأة ولا المرأة إلى الرجل. (تفسير القرطبي ١٥١/١٢)

النظر إلى وجه المرأة الأجنبية الحرة ليس بحرام ولكنه يكره بغير حاجة. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٩٥/١٨ رقم: ٢٨١٤٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا سسر ہونے والی بہو کو نکاح سے پہلے دیکھ سکتا ہے؟

سوال (۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آدمی اپنی ہونے والی بہو کو دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اکثر دیکھا گیا کہ لڑکے والے رشتہ کے لئے لڑکی دیکھتے ہیں، اس میں لڑکے کے والد بہنوئی وغیرہ ہوتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح سے پہلے کسی شخص کو اپنی ہونے والی بہو کو دیکھنا جائز نہیں ہے، اِسی طرح بہنوئی کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ اپنے سالے کی ہونے والی بیوی کو دیکھے، صرف لڑکے کے لئے گنجائش ہے کہ اُس نے جس لڑکی کو پیغام نکاح بھیجا ہے اُس کو کسی طرح ایک جھلک دیکھ لے؛ لہٰذا حسبِ تحریر سوال لڑکے کے گھر والے مردوں کا باقاعدہ لڑکی کو دیکھنا شرعاً درست نہیں ہے۔ (احسن الفتاوی ۵۱/۸، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳۵/۵)

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل، قال: فخطبت جارية فكنت أتخبّأُ لها حتى رأيت منها ما دعاني إلى نكاحها، وتزوجها، فتزوجتها. (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح / باب في الرجل ينظر إلى المرأة وهو يريد

تزویجها ۲۸٤/۱ رقم: ۲۰۸۲ المکتبة الأشرفیة دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴؍۷؍۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایسی بچی سے نکاح کرنا جس کے والدین موجود نہ ہوں

سوال (۱۸) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والدین نے میرا نکاح ایک ایسی لڑکی کے ساتھ کیا جن کے والدین نہیں تھے، لڑکی کے ماموں نے اُن کی پرورش کی اور ذمہ داری سے نکاح کرادیا اور بس، نکاح ہوکر بہت عرصہ ہورہا ہے اور اولاد بھی ہوئی، اَب دل کے اندر ایک اُمید اور خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کاش میرا سسرال ہوتو میں ایک دن یا دو دن جاکر رہوں، سسرال میں جو محبتیں اور چاہتیں ہوتی ہیں وہ حاصل کروں اور میری اُولاد نانا نانی اور ماموں کے پیار ومحبت سے محروم ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ جو میرے ساتھ معاملہ ہوا ہے کہ اس کو اپنی تقدیر یا قسمت جان کر صبر کروں یا اپنے بڑوں کو ذمہ دار ٹھہراؤں کہ آپ کوشش کرکے اچھا سا رشتہ تلاش کرسکتے تھے، میرے اَرمانوں کو پورا کرنے کی کوشش کرسکتے تھے، جیسا کہ حدیث میں یہ بات ملتی ہے کہ نکاح کے لئے اچھی لڑکی تلاش کرو:

(۱) تلاش سے کیا مراد ہے؟

(۲) تقدیر اور قسمت سے کیا مراد ہے؟

(۳) تلاش کے اندر یہ ضروری ہے کہ ان کے والدین زندہ ہوں یا نہیں؟

نوٹ:- مقصد تحریر فقط معلوم کرنا ہے؛ تاکہ میں اپنی اولاد کے لئے اچھا رشتہ تلاش کروں، نہ کہ گھر کے اندر فتنہ اور لڑائی کا ماحول پیدا کروں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اچھی لڑکی تلاش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لڑکی دین دار ہو اور اچھے اَخلاق والی ہو، اُس کے والدین موجود ہوں یا نہ ہوں، اِس طرح کی شریعت میں کوئی

شرط نہیں ہے؛ بلکہ مختلف وجوہ سے ایسی دین دار بچی سے نکاح کرنا افضل ہوگا جو والدین کے سایہ سے محروم ہو کیوں کہ اس میں صلہ رحمی اور شفقت کے معنی زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ میں سسرال کی چاہتوں سے یا میری اولاد ننہال کی محبتوں سے محروم ہوں، تو اس کی شریعت میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔

اور تقدیر وقسمت کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، ہمیں دنیوی اَسباب کو اختیار کرنے کا حکم ہے؛ تاہم یقین رکھنا ضروری ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوا یا جو کچھ ہوگا، وہ سب اللہ کے فیصلہ کے مطابق ہے؛ اسی کا نام تقدیر ہے، اس پر بلا کسی تفصیل کے ایمان لانا واجب ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: تنكح المرأة لأربع: لمالها، ولحسبها، وجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك. (صحيح البخاري، كتاب النكاح / باب الأكفاء في الدين ٧٦٢/٢ رقم: ٤٨٩٩، صحيح مسلم، كتاب الرضاع / باب استحباب نكاح ذات الدين ٤٧٤/١ رقم: ١٤٦٦)

ويستحب ما يلي المرأة: دينة للحديث ...... فعليك بذات الدين أن تكون ولودا، بكرا، حسيبة جميلة، أجنبية، غير ذات قرابة قريبة. (الفقه الإسلامي وأدلته ٢٧/٧-٢٨، كذا في البحر الرائق / كتاب النكاح ٨١/٣ كراچی)

وفي حديث جبرئيل قال: ما الإيمان؟ قال: أن تؤمن باللّٰه ...... وتؤمن بالقدر خيره وشره. (صحيح مسلم ٢٧/١ المكتبة الأشرفية ديوبند)

قال في المرقاة: أي نفعه وضرره، وزيد في رواية حلوه ومره – إلى قوله – والمعنى تعتقد أن اللّٰه قدر الخير والشر قبل خلق الخلائق، وأن جميع الكائنات متعلق بقضاء اللّٰه، مرتبط بقلده، قال تعالىٰ: ﴿قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ (مرقاة المفاتيح ٥٨/١ ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳/۴/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح میں لڑکے کی رائے کا بھی خیال رکھنا چاہئے

سوال (۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا لڑکا بکر بالغ ہے، زید اس کی شادی کرنا چاہتا ہے اور بکر اس جگہ شادی کرنے سے انکار کرتا ہے؛ یہاں تک کہ اقدام خودکشی بھی اسی وجہ سے کرچکا ہے۔ تو کیا زید ان حالات میں بکر کی مرضی کے خلاف نکاح کرسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح میں بالغ لڑکے کی رائے کا بھی خیال رکھنا چاہئے؛ اس لئے کہ زوجین کے درمیان جو اُنس ومحبت شرعاً مطلوب ہے، وہ اس کے بغیر حاصل نہیں ہوگی؛ لہٰذا بکر کی رضامندی کے بغیر نکاح نہ کیا جائے؛ تاہم اگر مجلس نکاح میں بالغ لڑکے نے گواہوں کے سامنے نکاح کو قبول کرلیا تو یہ نکاح بہرحال منعقد ہوجائے گا، اور اُس کے دل کی ناگواری کا اعتبار نہ ہوگا۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: خيركم خيركم لأهله، وأنا خيركم لأهلي. (مشكاة المصابيح / باب عشرة النساء ۲۸۱/۲)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن من أكمل المؤمنين إيمانًا أحسنهم خلقًا، وألطفهم بأهله. (سنن الترمذي، كتاب الإيمان / باب في إستكمال الإيمان رقم: ۲٦۱۲ دار الفكر بيروت)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أكمل المؤمنين إيمانًا أحسنهم خلقًا، وخياركم خياركم لنسائكم. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ٤٧٢/٢ دار الحديث القاهرة)

وينعقد ملتبسًا بإيجاب أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار ٦٩/٤ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۲/۳ھ

قسم کھانے کے بعد اگر متعینہ لڑکے سے شادی نہ ہوئی اور لڑکی نے خودکشی کرلی تو گناہ کس پر ہوگا؟

سوال (۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکی زید سے محبت کرتی ہے اور زید سے شادی کرنے کے لئے اس لڑکی نے ماں کی قسم کھاکر اور قرآنِ پاک ہاتھ میں لے کر وعدہ کیا ہے کہ میں شادی کروں گی تو تم سے، ورنہ میں زہر کھاکر مرجاؤں گی، زید اس لڑکی سے شادی نہ کرے اور لڑکی زہر کھاکر مرجائے یا کسی طریقہ سے خودکشی کرلے تو اس صورت میں زید گنہگار تو نہیں ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی سے قبل اجنبی لڑکے لڑکی کا بے تکلفی کے ساتھ ملنا جلنا بات چیت کرنا اور عشق ومحبت کی قسمیں کھانا ناجائز ہے۔

عن عمر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثها الشيطان. (مشكوٰة المصابيح ٢٦٩/٢)

مسئولہ صورت میں لڑکی نے زید کے سامنے اس سے شادی کرنے کی جو قسم کھائی ہے یہ بھی نہایت بے غیرتی کی بات ہے؛ تاہم اس قسم کھانے سے زید پر اس سے شادی کرنا لازم نہیں ہوگا اس کو اختیار ہے چاہے شادی کرے یا نہ کرے، پس اگر وہ شادی نہ کرے جس کی بناپر لڑکی خودکشی کرلے تو اس کا وبال زید پر نہ ہوگا؛ بلکہ خود لڑکی ہی اپنے فعل کی ذمہ دار ہوگی، زید پر ذمہ داری عائد نہ ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۴۸۷/۱۷)

قوله تعالىٰ: ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰى﴾ [النجم: ٣٧]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قتل نفسه بحديدة فحديدته في يده يتوجأ بها في بطنه في نار جهنم خالداً مخلداً فيها أبداً، ومن شرب سماً فقتل نفسه فهو يتحساه في نار جهنم خالداً

مخلداً فيها أبداً. (صحيح مسلم ۷۲/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رشتہ کے لئے رہنمائی کرنا؟

سوال (۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی کے بیٹے یا بیٹی کے لئے رشتہ بنانا اور رہنمائی کرنا، کیا یہ دین کا کام ہے؟ یا اس سے احتیاط برتنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: خیر خواہی کے طور پر کسی شخص کے لڑکے یا لڑکی کے لئے مناسب رشتے کی رہنائی کرنا ایک نیک عمل ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی دھوکہ اور فریب نہ ہو، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر اچھے رشتوں کی رہنمائی فرمائی ہے، اور مناسب مشورے دیئے ہیں؛ لیکن جہاں یہ اندازہ ہو کہ رشتوں میں دخل دینے سے بعد میں فتنہ کا اندیشہ ہے، تو اس بارے میں احتیاط برتنی چاہئے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الدين النصيحة ثلاث مرار، قالوا يا رسول الله! لمن؟ قال: لله ولكتابه ولأئمة المسلمين وعامتهم. (سنن الترمذي ۱۴/۲)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المستشار مؤتمن، فإذا استشير فليشر بما هو صانع لنفسه، رواه الطبراني في الأوسط عن شيخ أحمد بن زهير. (مجمع الزوائد ۹۶/۸)

حديث فاطمة بنت قيس: حيث جاءت النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت له أن أبا جهم بن حذيفة ومعاوية بن أبي سفيان خطباها، فقال: أما أبو جهم فرجل لا يرفع عصاه عن النساء، وأما معاوية فصعلوك لا مال له، ولكن

أنكحي أسامة. (سنن الترمذي ۲۱۵/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِستخارہ میں اطمینان کے باوجود دوسری جگہ رشتہ کرنا؟

سوال (۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فریقین نے رشتہ کے لئے استخارہ کرلیا اور اس کی روشنی میں مطمئن بھی ہوگئے اور رشتہ کے لئے زبان دے دی، پھر دوسرا بہتر رشتہ آ گیا، ایسے میں کیا کرنا چاہئے؟

(۲) کیا زبان دینے سے پہلے استخارہ کے بعد استخارہ کے خلاف دوسری جگہ رشتہ طے کرنے کی گنجائش ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جب رشتہ پختہ ہو چکا ہے، تو اب بلا کسی معقول وجہ کے رشتہ کو فسخ کرنا بے مروتی اور بداخلاقی کی بات ہے؛ البتہ اگر کوئی واقعی معقول وجہ ہو، مثلاً یہ اندازہ ہونے لگے کہ زوجین میں نبھاؤ نہ ہوسکے گا، تو ایسی صورت میں خوش اُسلوبی کے ساتھ پہلا وعدہ ختم کر کے دوسری بہتر جگہ رشتہ کرنے کی گنجائش ہے۔

الخلف في الوعد حرام ...... إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفی فلم يف، فلا إثم عليه انتهى. (شرح الأشباه والنظائر / كتاب الحظر والإباحة ۲۳٦/۳ إدارة القرآن كراچی)

(۲) صورت مسئولہ میں چوں کہ پختہ وعدہ نہیں ہوا ہے، اس لئے استخارہ کے بعد دوسری جگہ رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا کسی لڑکی سے محبت کرنا منع ہے؟

سوال (۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک لڑکی ہے جس سے میری ایک مرتبہ ملاقات ہوئی، میں اس سے محبت کرنے لگا، وہ مجھے بہت زیادہ پسند ہے، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے پیار کرنا چاہتی ہے، اور میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں؛ لیکن میں اور وہ ابھی چھوٹے ہیں، اس لئے میں پیغام دینا نہیں چاہتا، میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں اور وہ بڑے ہوجائیں تو کچھ عرصہ کے بعد پیغام بھیجوں، میں آپ سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میں اس سے محبت کروں یا نہ کروں؟ اور اسلام میں کسی لڑکی سے محبت کرنی جائز ہے یا نہیں؟ اور میری نیت اُسے دھوکہ دینے کی نہیں؛ بلکہ اُسے اپنانے کی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی عورت سے نکاح کا اِرادہ کرنا برا نہیں، اور دل میں محبت ہونا بھی غیر اختیاری ہے؛ لیکن اس سلسلہ میں حدودِ شرع کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے، مثلاً نکاح ہونے سے پہلے اُس سے تعلق کا خیال دل میں نہ جمایا جائے، اُس کے ساتھ تنہائی میں ملاقات نہ ہو، اُس سے راز و نیاز کی باتیں اور خط وغیرہ بھیجنے کا سلسلہ نہ ہو؛ کیوں کہ یہ سب چیزیں اَجنبیہ کے ساتھ ناجائز اور موجبِ فتنہ ہیں، اِن امور کی رعایت رکھتے ہوئے آپ دلی محبت کرسکتے ہیں، ورنہ اجنبی عورت سے محبت کی اجازت نہیں ہے۔

عن عبد اللّٰه رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (سنن الترمذي رقم: ١١٧٣، مسند بزار–البحر الذخار رقم: ٢٠٦١، صحيح ابن خزيمة / باب اختيار صلاة المرأة في بيتها رقم: ١٦٨٥، صحيح ابن حبان / ذكر الأخبار عما يجب على المرأة رقم: ٥٥٩٨)

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا يبيتن رجل عند امرأة مثيب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم. (مرقاة المفاتيح ٤٠٩/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۲/۴ھ

عقدِ نکاح سے متعلق مسائل

شادی کی کیا کیا شرائط ہیں؟

سوال (۲۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی کی شرائط کیا کیا ہے؟ ایجاب وقبول کتنی مرتبہ کرنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی کے صحیح ہونے کے لئے مجلس نکاح میں دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں لڑکا اور لڑکی کی طرف سے ایجاب وقبول کا ہونا شرط ہے، اس کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوگا، اور یہ ایجاب وقبول صرف ایک مرتبہ کافی ہے، ایک سے زائد مرتبہ ایجاب وقبول کے الفاظ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۰۸/۳، فتاویٰ دارالعلوم ۵۶/۷)

وینعقد بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر – کزوجت نفسي منک، ویقول الآخر تزوجت – وشرط حضور شاهدین حرین مکلفین سامعین قولهما علی الأصح. (الدر المختار علی رد المحتار ۶۹/۴ - ۹۲ زکریا)

وینعقد النکاح بلفظ واحد ویکون اللفظ الواحد إیجاباً وقبولاً. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۵۸۰/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کس طرح کریں؟

سوال (۲۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: شادی کا شروع سے آخر تک کیا طریقہ ہے؟ شادی کس طرح کی جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کی اولین سنت یہ ہے کہ رشتہ کرتے وقت دین داری کو بنیاد بنایا جائے، اس کے بعد تقریب سادگی کے ساتھ کی جائے، منکرات ومعاصی، فضول خرچی اور نام ونمود سے مکمل احتراز کیا جائے۔ اور بہتر ہے کہ نکاح کی مجلس مسجد میں منعقد ہو اور اس کا باقاعدہ اعلان کیا جائے وغیرہ۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: تنكح المرأة لأربع: لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك. (صحيح البخاري، النكاح / باب الإكفاء في الدين ٧٦٢/٢ رقم: ٥٠٩٠)

ويندب إعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد. (شامي ٦٦/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۳/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کی سنتیں آداب اور مستحبات کیا ہیں؟

سوال (۲۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی کی سنتیں اور مستحبات اور آداب جو فقہاء نے لکھے ہیں، وہ حوالہ کے ساتھ مطلوب ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی کرتے وقت اَولین حکم یہ ہے کہ رشتہ میں دین داری کو ترجیح دی جائے، پھر تقریب کے وقت سادگی ملحوظ رہے اور نکاح کا عام اعلان کیا جائے، اور بہتر یہ ہے کہ مسجد میں مجلسِ نکاح منعقد ہو، اور جمعہ کا دن ہو اور نکاح پڑھانے والا سمجھدار اور دین دار ہو، اور عقد سے قبل خطبۂ مسنونہ پڑھا جائے اور رخصتی کے بعد لڑکے کی طرف سے حسبِ استطاعت شکرانہ میں ولیمہ کا اہتمام کیا جائے، وغیرہ۔ (مشکوۃ المصابیح ۲۶۸/۲)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ﴾ [بنی اسرائیل: ۲۷]

وقال تعالیٰ: ﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾ [بنی اسرائیل، جزءآیت: ٢٦]

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: سأل النبي صلی اللّٰه علیه وسلم عبد الرحمٰن بن عوف، وتزوّج امرأةً من الأنصار کم أصدقتَها؟ قال: وزن نواةٍ من ذهب ......، وفي روایة: قال النبي صلی اللّٰه علیه وسلم: ...... أولم ولو بشاة. (صحیح البخاري، کتاب النکاح / باب الولیمة ولو بشاة ٧٧٧/٢ رقم: ٦٧٥١)

عن بریدة رضي اللّٰه عنه قال: لما خطب علي رضي اللّٰه عنه فاطمة رضي اللّٰه عنها قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إنه لا بد للعروس من ولیمة. رواه أحمد وسنده لا بأس به. (فتح الباري ١٩٨/٩)

عن أبي هریرة رضي اللّٰه عنه رفعه: الولیمة حق وسنة الخ. (فتح الباري ١٩٨/٩، إعلاء السنن ١١/٤ ١-١٥ دار الکتب العلمیة بیروت)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إعلنوا هٰذا النکاح واجعلوه في المساجد الخ. (سنن الترمذي ١٣٨/١ رقم: ١٠٨٩ وقال: مرسل حسن، سنن ابن ماجة رقم: ١٨٩٥، إعلاء السنن ٧/١١، السنن الکبریٰ للبیهقي ٢٩٠/٧)

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: علمنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم التشهد في الصلاة، والتشهد في الحاجة وذکر تشهد الصلاة قال: والتشهد في الحاجة أن الحمد للّٰه نستعینه ونستغفره ...... الخ. (رواه الترمذي وصححه) وفي روایة البیهقي: إذا أراد أحدکم أن یخطب لحاجة من النکاح أو غیره فلیقل: الحمد للّٰه نحمه ونستعینه ...... الخ. (إعلاء السنن ٨/١١-٩ دار الکتب العلمیة بیروت)

ویندب إعلانه وتقدیم خطبته، وکونه في مسجد یوم جمعة بعاقد رشید وشهود عدول. (الدر المختار ٦٦/٤-٦٧ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کا طریقہ

سوال (۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل نکاح کا جو طریقہ رائج ہے، کیا اس صورت میں بھی نکاح درست ہو جاتا ہے؟ حالانکہ بظاہر اس میں کوئی ایجاب کرنے والا نہیں ہوتا۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ مجلس نکاح میں لڑکی کا وکیل اور دو گواہ حاضر ہوتے ہیں، تو اولاً قاضی وکیل سے دریافت کرتا ہے کہ کیا لڑکی نے اجازت دی ہے، تو وکیل جواب دیتا ہے کہ: ''ہاں اِجازت دی ہے''۔ اس کے بعد قاضی گواہوں سے دریافت کرتا ہے کہ کیا تم دونوں اس بات کے گواہ ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ''جی ہاں' 'اس کے بعد قاضی خطبۂ نکاح پڑھ کر یہ الفاظ ادا کرتا ہے کہ '' فلاں بنت فلاں بعوض اتنے مہر ایک وکیل دو گواہوں کی موجودگی میں تمہارے نکاح میں زوجہ بنا کر دی جارہی ہے، کیا تم نے قبول کی''؟ لڑکا جواب دیتا ہے کہ ''ہاں قبول کی'' تو یہ نکاح ہوگا یا نہیں؟

نوٹ:- اس مسئلہ میں تردد یہ ہے کہ یہاں پر نہ تو وکیل نے ایجاب کیا ہے؛ بلکہ قاضی نے صرف اس سے لڑکی کی اجازت کے متعلق معلوم کیا ہے، اور نہ ہی وکیل نے قاضی کو وکیل علی الوکیل بنایا ہے، نیز قاضی نے الفاظ کی ادائیگی بھی مجہول الفاظ (دی جارہی ہے) میں کی ہے، دینے والے کا کوئی ذکر نہیں ہے، تو یہاں پر بظاہر ایجاب نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کی صحت کے متعلق کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کا جو مروجہ طریقہ ہے اس میں قاضی صاحب کا خطبہ کے بعد یہ کہنا کہ میں فلاں کی لڑکی تمہارے نکاح میں دے رہا ہوں، یہی ایجاب ہے، جس کو لڑکے کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے، اور عموماً یہ کارروائی وکیل کی موجودگی میں اور اس کی اجازت سے انجام پاتی ہے؛ اس لئے اس نکاح کے انعقاد میں کوئی شبہ نہیں، اور قاضی کا یہ کہنا '' فلاں بنت فلاں تمہارے نکاح میں زوجہ بنا کر دی جارہی ہے''، یہ حال کا صیغہ ہے اور صیغہ حال سے بھی نکاح

منعقد ہوجاتا ہے؛ تاہم بہتر یہ ہے کہ قاضی ماضی کا صیغہ استعمال کرلے، یعنی یہ کہے کہ ’’میں نے فلاں کی لڑکی کا نکاح تم سے بعوض اتنے مہر کے کردیا‘‘ تاکہ کوئی شبہ نہ رہے۔

الوكيل بالتزويج ليس له أن يوكل غيره، فإن فعل فزوج الثاني بحضرة الأول جاز. (الفتاویٰ الهندية ٢٩٨/١، خانية ٤٦/٣)

وينعقد ملتبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضي؛ لأن الماضي أدل على التحقيق، واختيار لفظ الماضي لدلالته على التحقيق والثبوت دون المستقبل، وينعقد أيضا بما أي بلفظين وضع أحدهما للماضي والآخر للاستقبال أو للحال. (الدر المختار مع الشامي ٦٩/٤ زكريا)

وذهب صاحب الهداية والمجمع إلى أن الأمر ليس بإيجاب، وإنما هو توكيل، وقوله: زوجتک قائم مقام اللفظين لما عرف أن الواحد في النكاح يتولى الطرفين. (كذا في البحر الرائق / كتاب النكاح ١٤٤/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۸/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خفیہ طور پر نکاح کرنا؟

سوال (۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: **الف**:- ایک رشتہ دار نے اَب سے ڈیڑھ سال قبل (بقول اُنہی کے) نکاح کیا؛ لیکن وہ بھی اس طرح کہ اُسے راز رکھا، اور بنا کسی کی مرضی یا کسی کو بتائے گھر میں (سبھی رشتہ داروں کے ہمراہ) اس طرح رہتے رہے جس طرح عام حالات میں کوئی فیملی رہتی ہے، اور دوسروں کو یہ محسوس تک نہ ہونے دیا کہ ان کا نکاح ہو چکا ہے، جب اس کی بھنک گھر کے ذمہ داران کو ہوئی، تو ناگوار طور پر اُن سے پوچھ تاچھ کی گئی، (کیوں کہ معاملہ عزت کا تھا) لہٰذا کچھ گہما گہمی کی صورتِ حال ہوگئی، تو اُن حضرت نے قبول کرلیا کہ وہ اور اس گھر کی ایک خاتون سے ازدواجی رشتہ قائم کئے ہوئے ہیں، اس

پر نکاح کی رسید دکھلانے کو کہا گیا، تو انہوں نے کوئی یقینی سند نہیں دکھائی؛ بلکہ ایک عام طرز کا چھپا ہوا نکاح نامہ دکھایا، جس پر کسی مفتی یا قاضی صاحب کی سند یافتہ تحریر ہی تھی، اور نہ ہی کوئی سند یافتہ اِدارے یا قاضی کے دستخط یا مہر۔ اُن کی منکوحہ سے دریافت کیا گیا کہ گواہان کون تھے؟ وکیل کس کو بنایا گیا تھا؟ تو اُنہوں نے اِس پر لاعلمی ظاہر کی کہ وہ اس بارے میں نہیں جانتی ہیں؟

ب:- اب گھر کے ذمہ دار افراد نے یہ کہا کہ آپ اس رشتہ کو عام کیجئے؛ تاکہ سب کو معلوم ہوجائے اور دین سماج میں اس رشتہ کا لحاظ قائم کیا جاسکے، تو ان صاحب نے تین ماہ کی مہلت مانگی جسے گھر والوں نے قبول نہیں کیا کہ اس طرح بنا کسی کو اُجاگر کئے عورت و مرد ایک ڈیڑھ سال سے ایک ہی گھر میں جو رہ رہے ہیں، نہیں رہ سکتے؟

ج:- محترم! کیا اس طرح بنا بتائے گھر والوں عزیزوں اور رشتہ داروں میں بات ہضم نہیں ہورہی ہے کہ یہ رشتہ کس طرح کا ہے، اور عزت کی معراج پر جو ضرب پڑ رہی ہے، کیا یہ ان مرد وعورت کے لئے اور گھر کے ذمہ داران کے لئے صحیح ہے؟ حدیث وسنت کی روشنی میں اس کا جواب دینے کی زحمت فرمادیں، اور یہ بھی کہ اِن حالات کے معلوم ہونے کے بعد گھر والوں کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ اور انہیں کیا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں نکاح کو علانیہ کرنے کا حکم ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''نکاح کا اعلان کرو''۔ (مشکوۃ المصابیح ۲/۲۶۸)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أعلنوا هٰذا النكاح واجعلوه في المساجد الخ. (سنن الترمذي ۱/۱۳۸ رقم: ۱۰۸۹ وقال: مرسل حسن، سنن ابن ماجة رقم: ۱۸۹۵، إعلاء السنن ۱۱/۷، السنن الكبرىٰ للبيهقي ۷/۲۹۰)

قال عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه: أعلنوا النكاح وحصنوا هٰذه الفروج. (المصنف لابن أبي شيبة ۳/۴۸۵ رقم: ۱۶۳۹۱ بيروت)

عن نافع مولى ابن عمر رضي اللّٰه عنهما يقول: ليس في الإسلام نكاح السرِّ. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٨٥/٣ رقم: ١٦٣٩٣ بيروت)

ويندب إعلانه وتقديم خطبته، وكونه في مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد وشهود عدول. (الدر المختار ٦٦/٤-٦٧ زكريا)

لہٰذا ایسا خفیہ نکاح جس کی خبر عام لوگوں کو نہ ہو شریعت کی روح کے خلاف اور مختلف مفاسد پر مشتمل ہے۔ (اصلاح انقلاب امت ۵۲/۲)

بریں بنا سوال میں جو صورت تحریر کی گئی ہے وہ ہرگز مناسب نہیں ہے، مذکورہ شخص پر لازم ہے کہ اگر اس نے نکاح کیا ہے، تو گواہوں وغیرہ کو برسرِ عام ظاہر کرے اور اس کا اظہار کئے بغیر مذکورہ خاتون سے راہ ورسم نہ رکھے یا اگر فریقین راضی ہوں، اور کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو، تو اب نکاح برسرِ عام کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۸/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے لڑکی کا گھر والوں سے چھپ کر نکاح کرنا؟

سوال (۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص شادی شدہ ہے، اس نے ایک لڑکی سے اس کے اور اپنے گھر والوں سے پوشیدہ نکاح کرلیا ہے، لڑکی کی طرف سے گواہ بھی انجان اور غیر لوگ تھے، ایک گواہ نے اپنا نام و پتہ بھی غلط تحریر کیا، دونوں کے درمیان یہ طے پایا کہ لڑکی اپنے گھر والوں کو راضی کرکے باقاعدہ نکاح دوبارہ ہوجائے گا، نکاح کی رسید میں تاریخ بھی ایک سال قبل کی تحریر کی ہے؛ لیکن تقریباً دس ماہ گذرنے پر بھی صحبت نہیں ہوئی، خلوتِ صحیحہ بھی نہیں ہوئی، تو کیا دونوں کا نکاح صحیح ہوا یا غلط؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقعی دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول پایا گیا ہے تو یہ نکاح شرعاً صحیح ہوگیا ہے۔

وينعقد ملتبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار مع الشامي ۹/۳ كراچی، ٤/٦٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۱/۹/۱۴۱۷ھ

گھر والوں سے مخفی کر کے بیوہ سے نکاح کرنا؟

سوال (۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک شادی کر چکا ہے، اس کے بڑے بڑے بچے بھی ہیں، زید کے پاس جو جائیداد ہے وہ پہلی بیوی کے نام ہے، مزید اور جو بھی جائیداد خریدتا ہے، اس میں دوسری بیوی کا نام نہیں رکھنا چاہتا ہے، زید دوسرا نکاح کسی بیوہ سے کرنا چاہتا ہے، بیوہ اس بات پر رضامند ہے کہ اسے کسی قسم کی جائیداد یا پیسے کی خواہش نہیں ہے، چوں کہ اگر زید اپنی دوسری بیوی کے نام جائیداد کر دیتا ہے تو گھر میں انتشار ہو جائے گا اور گھر کے سبھی لوگ دوسری بیوی کو طلاق دلوا دیں گے، ایسی صورت میں کیا نکاح کرنا اور اس کو مخفی رکھنا جائز ہے؟ زید اس بات پر نکاح کرنے پر رضامند ہے کہ نکاحِ ثانی کو بالکل مخفی رکھا جائے اور اگر نکاح کے بارے میں گھر کے لوگوں کو علم ہو جائے گا تو طلاق دے دوں گا، اِن شرائط کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے؟ اور زید گناہ کا مرتکب تو نہیں ہوگا؟ جواب سے نوازیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دو گواہوں کی موجودگی میں بیوہ سے باقاعدہ نکاح کرے تو وہ شرعاً منعقد ہو جائے گا۔ اور اس کے نکاح میں رہتے ہوئے اگر شوہر زید کا انتقال ہو گیا تو زید کے ترکہ میں سے وہ بیوی بھی حسبِ حصصِ شرعیہ اپنے حصہ کی مستحق ہوگی اور نکاح کے وقت جو شرطیں لگائی ہیں اُن سے نکاح کی صحت پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ اور آپ نے سوال میں نکاحِ ثانی کو مخفی رکھنے کی جو بات لکھی ہے یہ بجائے خود فتنہ ہے، نکاح تو بہر حال علانیہ کرنا چاہئے اور اگر آپ کو فتنہ کا ایسا ہی اندیشہ ہے تو بہتر ہے یہ اقدام ہی نہ کریں؛ کیوں کہ ایسے نکاح میں بیوی کی حق تلفی کا قوی اندیشہ ہے۔

عن عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لا نكاح إلا بولي وشاهدي عدل، وما كان من نكاح على غير ذٰلك فهو باطل الخ. (أخرجه ابن حبان في صحيحه رقم: ٧٥، والدار قطني في سننه ٢٢٦/٣، والبيهقي في السنن الكبریٰ ١٢٥/٧، إعلاء السنن ١٢٥/١١)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قوله: لا نكاح إلا ببينة. (سنن الترمذي ١٤٠/١ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عن أبي الزبير أن عمر رضي اللّٰه عنه أتي برجل في نكاح لم يشهد عليه إلا رجل وامرأة، فقال عمر: هٰذا نكاح السرّ ولا نجيزه، ولو كنت تقدمت فيه لرجمت. (رواه محمد في المؤطا ٢٤١/١ وهو مرسل صحيح)

وأما الرابع: فبأن يخاف الجور بحيث لا يمكنه الاحتراز عنه؛ لأنه إنما شرع لمصلحة من تحصين النفس وتحصيل الثواب وبالجور يأثم ويرتكب المحرمات فتنعدم المصالح لرجحان هٰذه المفاسد. (البحر الرائق ١٤٠/٣ زكريا)

ومكروها لخوف الجور فإن تيقنه حرم ذلك ويندب إعلانه. (الدر المختار مع الشامي ٦٦/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغ لڑکا لڑکی کا کورٹ میرج کرانا؟

سوال (۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر بالغ لڑکا لڑکی اپنے ولی کی رضامندی کے بغیر کورٹ میرج کرالیں بذریعہ کورٹ میرج، تو وہ نکاح شریعت کی نظر میں ہوجاتا ہے یا باطل ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عموماً کورٹ میں نکاح کرتے وقت شرعی شرائطِ نکاح کا

خیال نہیں رکھا جاتا، مثلاً با قاعدہ اِیجاب وقبول نہیں ہوتا؛ بلکہ صرف لکھی ہوئی تحریر پر وکیل دستخط کرالیتا ہے، اسی طرح مسلمان گواہ بھی حاضر نہیں ہوتے؛ بلکہ فرضی کارروائی کردی جاتی ہے؛ لہٰذا کورٹ میں اس طرح سے کیا ہوا نکاح شرعاً منعقد نہ ہوگا؛ البتہ اگر کورٹ میں جاکر لڑکا لڑکی باقاعدہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول کریں، تو یہ نکاح منعقد ہوجائے گا، اوراس میں کورٹ کی کوئی تخصیص نہیں، اس طرح کا نکاح کسی بھی جگہ ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۲۴۲/۵، نظام الفتاویٰ ۳۹۸)

مستفاد: عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: البغايا اللاتي ينكحن أنفسهن بغير بينة. (سنن الترمذي ۲۱۰/۱ رقم: ۱۱۰۹، السنن الکبریٰ للبيهقي ۳۲۹/۱۰ رقم: ۱٤٠۲۲)

عن أبي الزبير أن عمر رضي اللّٰه عنه أتى برجل في نكاح لم يشهد عليه إلا رجل وامرأة، فقال عمر: هٰذا نكاح السرّ ولا نجيزه، ولو كنت تقدمت فيه لرجمت. (رواه محمد في المؤطا ۲٤۱/۱ وهو مرسل صحيح)

وفي الكافي: ركن النكاح: الإيجاب والقبول ...... وقبول النكاح في المجلس. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳/٤ رقم: ٥۳٦۱ زكريا)

من شرائط النكاح الشهادة عندنا. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳٦/٤ رقم: ٥٤٥۳ زكريا)

إنما قلنا هٰذا؛ لأن الشرع يعتبر الإيجاب والقبول أركان عقد النكاح. (شامي ٦۸/٤ زكريا)

وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الأخر وشرط حضور شاهدين الحرين مسلمين. (الدر المختار مع الشامي ۸٦/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۷/۶/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہندولڑکی کواسلام قبول کرا کے مسلمان لڑکے کا ہندو مذہب پرشادی کرنا؟

سوال (۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک ہندولڑکی کو اسلام قبول کرانے کے بعد اس کے ساتھ ۱۶/۱۱/۲۰۰۱ء کو نکاح مسنون کرلیا ہے، مگراس کے عزیز واقارب نے ہندو مسلم تفرقہ کے باعث کورٹ میں دعویٰ کردیا، جس کی وجہ سے زید نے کورٹ کی پریشانیوں سے نجات پانے کے لئے ہندورسم وریت پر ۹/ستمبر ۲۰۰۱ء کو بھاوریں ڈلوائیں، زید مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا ہے اور مستقل مسلم رسم ورواج کا ہمنوا ہے، اور روزہ نماز کا پابند ہے، اوراس کا بیان ہے کہ ''ہم نے اپنا مذہب کبھی نہیں بدلا صرف ہندوؤں اورلڑکی کے والدین وغیرہ کو دکھانے کے لئے پھیرے ڈلوائے تھے، اس کے بعد ہم دونوں نماز اور کلمہ وغیرہ پڑھتے ہیں''۔ تو اس سلسلہ میں مطلع فرمائیں، اس وقت زید کس پوزیشن میں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ہندوؤں کے طریقہ پر پھیرے دینے کا عمل شرعاً انتہائی بدترین گناہ ہے؛ کیوں کہ یہ غیر مسلموں کا شعار ہے؛ لہٰذا اس عمل پر توبہ واستغفار لازم ہے، تاہم جو نکاح لڑکی کے اسلام لانے کے بعد گواہوں کی موجودگی میں کیا جاچکا، وہ منعقد ہوگیا ہے، بہتر یہ ہے کہ دونوں میاں بیوی اب تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرلیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۲/۱۰۰، ۲/۱۰۴، ۳/۱۳۶)

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، كتاب الباس / باب لبس الشهرة ٢/ ٢٥١ رقم: ٤٠٣١، مشكاة المصابيح ٣٧٥)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد. (سنن الترمذي ١/ ١٣٨ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر وشرط حضور شاهدين

الحرين مسلمين. (الدر المختار مع الشامي ٨٦/٤ زكريا)

من شرائط النكاح الشهادة عندنا. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣٦/٤)

يستحب أن يكون النكاح ظاهرًا وأن يكون قبله خطبة وأن يكون عقده في يوم الجمعة وأن يتولى عقده ولي رشيد وأن يكون بشهود عدول منها. (البحر الرائق ١٤٤/٣ زكريا)

ويؤمر بالتوبة والاستغفار. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٥٨/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱۱/۲۰ھ

اجتماعی شادی

سوال (۳۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل اجتماعی شادی کا رواج خصوصا ریاست مدھیہ پردیش (الہند) میں روز افزوں ہے، یہ اجتماعی شادی برادری وار بھی ہوتی ہے اور غیر برادری وار بھی، ہمارے یہاں اس کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ:

قوم کے چند سر کردہ حضرات ذمہ دار بن کر جگہ جگہ اس کا علان کرواتے ہیں اور اس کی تاریخ متعین کرتے ہیں، پھر لڑکے اور لڑکی والے اپنے اپنے جوڑے رجسٹریشن ان کے پاس کرواتے ہیں، یہ ذمہ داران ان سے فیس وصول کرتے ہیں، مثلاً لڑکی والوں سے ۵۰/ ہزار اور لڑکے والوں سے بھی ۵۰/ ہزار اور بعض جگہوں پر صرف ایک روپیہ رجسٹریشن فیس ہوتی ہے، اور کہیں مفت میں بھی یہ سمیلن کرائے جاتے ہیں اور وہ اس رقم کو لڑکی کے لئے سامانِ جہیز اور بارات (لڑکے اور لڑکی ہر دو طرف سے ۱۰۰-۱۰۰ یا ۵۰-۵۰/ لوگوں) کے کھانے وغیرہ پر خرچ کرتے ہیں اور جن کا عقد اس اجتماع میں ہوتا ہے، ان تمام لڑکیوں کو یکساں جہیز دیا جاتا ہے۔

ابتداء میں اس اجتماعی شادی کو اس لئے رواج دیا گیا تھا کہ اس کے ذریعہ سے قوم کے غریب ونادار لوگوں کی شادیاں کم خرچ میں ہوسکیں، اور جو ماں باپ اپنی اولاد کی شادی کرنے کی

استطاعت نہ رکھتے ہوں وہ اپنی عظیم ذمہ داری کو اس طرح سے پورا کرسکیں؛ لیکن رفتہ رفتہ جاہل عوام میں یہ بات چل پڑی یا چلائی گئی کہ اس طرح شادی کرنا سنت ہے؛ جس کی وجہ سے لوگ اس اجتماعی شادی کو سنت سمجھنے لگے، حالاں کہ اگر اس کی ایجاد کو دیکھا جائے تو ریاست مدھیہ پردیش میں سب سے پہلے اس کو غیر اقوام میں رواج دیا گیا تھا اور وہ بھی بنیوں میں کہ ان کے یہاں لڑکی کی شادی گھر کی بربادی کے مرادف ہے؛ کیوں کہ لڑکی کو وافر مقدار میں سامان جہیز دینے کے ساتھ ساتھ لڑکے کو بھی ایک بڑی رقم نقدی کی شکل میں دینی ہوتی ہے، اور برادری کے رسوم ورواج کا خرچ اسی طرح بارات کے کھانے وغیرہ کا خرچ مستزاد، جس کی وجہ سے لوگوں نے خودکشی کرنی شروع کردی، تب قوم کے سربراہوں نے غریبوں کی شادی کم خرچ میں ہو اس کے لئے ''اجتماعی شادی'' (سمیلن) کا طریقہ رائج کیا۔

حالاں کہ ہمارے اپنے ناقص علم کے مطابق شریعتِ مطہرہ نے کم خرچ میں شادی کرنے کو باعث اَجر وثواب بتایا ہے اور زیادہ خرچ کرنے والوں پر لعنت کی ہے؛ جس کے لئے کسی اجتماع کی ضرورت نہیں ہوتی، اور دورِ رسالت میں بھی اس کا کہیں پتہ نہیں چلتا کہ ہجرت کے بعد مدنی دور میں ایک معتد بہ تعداد بے نکاحے صحابہ وصحابیات کی موجود تھی اور زمانہ عام غربت وتنگ دستی کا تھا؛ لیکن پھر بھی اجتماعی نکاح کا پتہ ان حضرات کے دور میں نہیں چلتا؛ کیوں کہ نکاح کو شریعت میں عبادتی پہلو دیا گیا ہے اور آپسی معاہدہ بنایا گیا ہے، اس لئے ہر ایک کی ضرورت واستعداد کے بقدر اس میں انفرادیت رکھی گئی ہے کہ ہر ایک اپنی ضرورت اور استطاعت (نکاح کی قدرت) کا لحاظ کرتے ہوئے نکاح کرے...... ان سب باتوں کے باوجود اس موجودہ اجتماعی شادی کو سنت کیسے کہا جاسکتا ہے؟

ابتداء اجتماعی شادی کو قوم کے غریب ونادار اور گرے پڑے لوگوں کے لئے وضع کیا گیا؛ جس کی وجہ سے لوگوں میں اس اجتماع کی حقارت پیدا ہوگئی اور مال دار لوگ اس سے کترانے لگے اور ایک عام ذہن یہ بن گیا کہ یہ غریبوں کی شادی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ متمول حضرات اس میں اپنے

بچوں کی شادی کروانا تو علیحدہ رہا، اس میں شرکت بھی پسند نہیں کرتے؛ حتی کہ جو منتظمین ہوتے ہیں وہ بھی عام طور سے اپنے بچوں کی شادی اس اجتماع میں نہیں کرواتے ......البتہ جو اجتماعی شادیاں برادری وار ہوتی ہیں، ان میں یہ تصور موجود نہیں ہے؛ بلکہ بلا تفریق حیثیت امیر وغریب سبھی حضرات اس میں اپنے بچوں کی شادیاں انجام دے لیتے ہیں۔

اجتماعی شادی کم خرچ کے نام پر کی جاتی ہے؛ لیکن ایک آدمی اپنے گھر کی شادی میں جتنی رقم خرچ کرتا ہے، اس سے کئی گنا زیادہ اس اجتماعی شادی میں خرچ کر دیا جاتا ہے کہ ۴۰-۵۰/ جوڑوں کا اور کہیں کہیں ۱۰۰-۱۰۰۱ جوڑوں کا نکاح ہوتا ہے اور ہر ایک کی طرف سے ۱۰۰-۱۰۰۱ یا ۵۰-۵۰/ باراتی بلائے جاتے ہیں، جن کے لئے شامیانے اور کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے اس کے علاوہ اور بھی کئی قسم کے اخراجات ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے ایک خطیر رقم صرف ہوتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اجتماعی شادی سے بہت سے غریب لوگوں کی شادی آسانی سے انجام پذیر ہو جاتی ہے؛ لیکن ہونے یہ لگا ہے کہ جن غریبوں کی شادی کی جاتی ہے وہ ساری خرافات (گانا بجانا اور تمام رسوم ورواج) پورے کرنے کے بعد اجتماعی شادی میں پہنچتے ہیں، حالاں کہ شادی بیاہ کا جو خرچ بڑھا ہے وہ اسی گانے بجانے اور رسوم ورواج کی وجہ سے، پتہ چلا کہ صرف کھانا کھلانے اور جہیز دینے کی جھنجھٹ سے بچنے کے لئے غریب بھی اس میں شادی کرتے ہیں اور بہت سے لوگ تو یہ بھی کرنے لگے ہیں کہ اجتماعی شادی میں نکاح ہونے کے بعد لڑکی والے دولہن کو اپنے گھر اور لڑکے والے دولہا کو اپنے گھر لے جاتے ہیں اور پھر دوسرے دن بارات کی شکل میں ڈی جے ساؤنڈ یا باجے اور گھوڑے پر لڑکی کے گھر پہنچتے ہیں اور پھر رخصتی ہوتی ہے۔

اجتماعی شادی میں تمام مردوں اور عورتوں کو ایک ہی میدان میں ایک ہی شامیانے میں ٹھہرایا جاتا ہے، جہاں درمیان میں برائے نام قناطیں لگا کر فصل کیا جاتا ہے؛ لیکن اس کے باوجود ایک دوسرے کیمپس میں مردوں وعورتوں کا آنا جانا جاری رہتا ہے، جس سے ناقابلِ ذکر اختلاط پوری بے حیائی وبے پردگی اور بے تکلفی کے ساتھ ہوتا ہے، بعض دفعہ تو آتے جاتے ہوئے راستوں پر اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ مرد وعورت کاندھے سے کاندھا ملا کر چلتے ہیں۔

ایسے موقع پر پریس والوں کی بھیڑ بھی ہوتی ہے اور وہ ہر زاویہ سے دولہا اور دولہن کا فوٹو لینے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر آئے دن اخبارات میں مسلم دولہے اور دولہنوں کی تصویریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

اجتماعی شادی میں اکثر دولہنوں کا حالت حیض میں ہونا بھی یقینی امر ہے اور اسی حال میں رخصتی ہوتی ہے جب یہ دولہنیں اپنے شوہروں سے ملتی ہیں، تو کیا ضروری ہے کہ سارے نوجوان باوجود جہالت وناواقفیت اور جوش جوانی کے اپنے آپ پر قابو پالیں، نتیجۃً حالتِ حیض میں صحبت کرکے اُن کی ازدواجی زندگی کی شروعات ہی ارتکاب حرام سے ہونا یقینی ہے۔

چند سالوں سے حکومت مدھیہ پردیش نے لاڈلی لکشمی کے نام سے ایک اسکیم چلائی ہے جس کے تحت ہر قوم و برادری میں اجتماعی شادی کرائی جاتی ہے، اس میں تمام اخراجات کے ساتھ ساتھ ہر جوڑے یا دولہا دلہن کو حکومت کی طرف سے پانچ ہزار روپے دیئے جاتے ہیں، آج کل مدھیہ پردیش میں اکثر شادیاں اِسی اسکیم کے تحت ہورہی ہیں، بسا اوقات یہ شادی ہندو مسلمان ساتھ مل کر کرتے ہیں کہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی شامیانہ میں ہندو مسلم سب جمع ہوتے ہیں، اور ان کے نکاح اپنے اپنے مذہب کے مطابق ہوتے ہیں، اس کے منتظمین مال کے لالچ میں آکر یہ انتظام کرواتے ہیں، اور فرضی دولہا و دولہن کے نام لکھ کر حکومت کو بھیج کر مال حاصل کرتے ہیں۔

اِن سب تفصیلات کے بعد جواب طلب امور یہ ہیں:

(۱) کیا اجتماعی شادی سنت ہے اور دورِ رسالت، زمانۂ صحابہ یا سلف میں کہیں اِس کا ثبوت ملتا ہے؟ اور شریعت کے اتنے پاکیزہ نظام کے باوجود جس کو اپنا کر کوئی بھی شخص بغیر مال خرچ کیے بھی آسانی سے نکاح کرسکتا ہے؟ غیروں کی بنائی ہوئی اسکیم اور طریقہ کے مطابق اس کے کرنے کی کہاں تک گنجائش ہے؟

(۲) مال داروں کا اس سے کٹنا اور اس کو صرف غریبوں کے لئے سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ لوگوں کے قلوب میں اس کی حقارت پیدا ہوگئی ہے۔

(۳) ایسی صورت میں کیااس کے ذمہ داروں اور مال داروں کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے بچوں کی شادی اس اجتماع میں کرائیں، جب کہ یہ ذمہ داران اس بات کا ڈھنڈھورا پیٹتے رہتے ہیں کہ ہماری قوم میں سدھار کیسے آئے گا، اوران کی اصلاح کیسے ہوگی؟

(۴) کیا ہزاروں لوگوں کا انتظام کر کے کھانے وغیرہ پر لاکھوں روپۓ خرچ کرنا اسراف میں داخل ہے یا نہیں؟

(۵) کیا کم خرچ میں شادی کروانے کے نام پر اتنی بڑی رقم خرچ کرنے کی گنجائش نکل سکتی ہے؟

(٦) ذمہ داران کو یہ علم ہونے کے باوجود کہ اس اجتماع میں شرکت کرنے والے تمام خرافات کوانجام دے کر یہاں پہنچتے ہیں اور بہت سے جوڑوں کی رخصتی یہاں سے نہیں؛ بلکہ اپنے اپنے گھروں سے ہوگی، اِس اجتماع کے کرنے پر اصرار کرنا اوراس کی مخالفت کرنے والوں کو موردِ الزام ٹھہرانا کہاں تک درست ہے؟

(۷) تمام مرد وعورتوں کے ایک جگہ ٹھہرانے اور تمام تر بے پردگی و بے حیائی کے باوجود اس اجتماعی شادی کو جائز کہا جاسکتا ہے؟

(۸) پریس والوں کو کھلی چھوٹ دینے اور اخبارات میں مسلم عورتوں کی تصاویر چھپوانے کی کیا گنجائش ہوسکتی ہے؟

(۹) اکثر دلہن ودولہا مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں اگر وہ حالتِ حیض میں صحبت کرلیں، تو کیا اس کا گناہ اجتماعی شادی کے ذمہ داران پر ہوگا کہ وہی اس کا سبب ہوتے ہیں، اور اُنہوں نے ہی یہ موقع فراہم کیا، یا یہ لوگ اس سے بری شمار ہوں گے؟

(۱۰) حکومت مدھیہ پردیش کی اسکیم ’’لاڈلی لکشمی‘‘ کے تحت شادی کروانے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

(۱۱) اگر ہندو و مسلم کی اجتماعی شادی ہو تو اس میں قباحت تو نہیں؟

(۱۲) ذمہ داران کا دولہا دولہن کے فرضی نام لکھ کر حکومت سے مال حاصل کرنے کی کہاں تک گنجائش ہے؟

(۱۳) جس اجتماع میں مذکورہ بالا تمام باتیں پائی جاتی ہوں کیا اس کو جائز کہا جاسکتا ہے اور اس کے کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

(۱۴) اب جب کہ اجتماعی شادی میں شریعت کے خلاف اُمور انجام پانے لگے ہیں، کیا علماء کا خاموش بیٹھنا جائز ہے اور جو عالم جاننے کے باوجود اس کی حمایت و پشت پناہی کرے اور اس میں شرکت کرے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۱۵) اس اجتماعی شادی میں نکاح پڑھانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال چوں کہ اجتماعی شادیوں کی تقریبات میں مختلف قسم کے منکرات شامل ہو گئے ہیں، اس لئے مسلمانوں کی طرف سے ایسی منکرات والی تقریبات کا انعقاد درست نہ ہوگا، اور اگر اجتماعی شادی میں منکرات اور بے حیائی اور بے پردگی نہ ہو تو جائز اور درست ہے، حکومت کی طرف سے غریب بچیوں کے تعاون کی اسکیم سے غریبوں کو فائدہ اٹھانا فی نفسہٖ درست ہے؛ مگر دھوکہ دے کر حکومت سے رقم حاصل کرنا جائز نہیں، اور بہر حال منکرات سے بچنے کا اہتمام لازم ہے۔

عن علي رضي اللّٰہ عنہ عن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: لا طاعة لمخلوق في معصية اللّٰہ عز وجل. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ۱/۱۳۱ قديم، ۲/۶۷ رقم: ۱۰۹۵ دار الحديث القاهرة)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰہ عنه قال: سمعت رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم: من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، ومن لم يستطع فبلسانه، ومن لم يستطع فبقلبه، وذٰلک أضعف الإيمان. هذا حديث حسن صحيح. (سنن الترمذي، أبواب الفتن / باب ما جاء في تغيير المنكر باليد أو باللسان أو بالقلب ۲/۴۰ رقم: ۲۱۷۲)

عن عائشة رضي اللّٰہ عنها قالت: قال النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم: إن

أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة. (رواه البيهقي في شعب الايمان ٢٥٤/٥ رقم: ٦٥٦٦، مشكاة المصابيح ٢٦٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۳/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فضول خرچی سے بچنے کے لئے اجتماعی شادیاں

سوال (۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں عوام الناس کی فضول خرچیوں کو مدنظر رکھکر تنظیم اصلاح معاشرہ کی جانب سے اجتماعی شادی کا انتظام کیا جاتا ہے، جس میں دولہا اور دولہن دونوں کی جانب سے چار چار ہزار کل آٹھ ہزار روپیہ جمع کرائے جاتے ہیں، اور تنظیم کل اخراجات اسی رقم کے اندر پورے کرتی ہے، بعض علماء سے سنا ہے کہ اس طرح دولہا سے رقم جمع کرانا صحیح نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر فریقین بخوشی راضی ہوں تو فضول خرچی سے بچنے کے لئے مذکورہ رقومات جمع کر کے شادی کی تقریب کا انعقاد درست ہے؛ البتہ جبر کسی پر درست نہ ہوگا؛ البتہ منکرات ورسومات سے بچنا بہرحال لازم ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ٣٥٠/٣، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٧٦٩/٢ رقم: ٥٤٩٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۸/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرمایہ داروں کا اجتماعی شادی کے اِخراجات سنبھالنا؟

سوال (۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اجتماعی شادی کی کمیٹی میں مال دار طبقے شامل ہوکر اس کے پورے اخراجات سنبھالتے ہیں، ان کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر منکرات سے بچتے ہوئے سرمایہ دار لوگ اس طرح کی اجتماعی شادیوں میں غریبوں کے تعاون کی غرض سے اپنی جیب سے خرچ کریں گے، تو اُن کے لئے یہ باعثِ اَجر وثواب اور ایک اہم ترین کارِ خیر میں تعاون ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ، وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ [البقرة: ۲۷۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اجتماعی شادی کے لئے حکومت سے ملی ہوئی بقیہ رقم کو منتظمین کا استعمال کرنا؟

سوال (۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اجتماعی شادی کے نام پر کچھ رقم بطورِ امداد حکومت بھی دیتی ہے، جو ایک کثیر رقم ہوتی ہے، شادی مکمل ہونے کے بعد جو روپئے اس میں سے بچتے ہیں، وہ کمیٹی کے ممبران اگر آپس میں بانٹ لیتے ہیں، تو منتظمین کا روپیہ تقسیم کرنا جائز ہے یا پھر اس رقم کا کیا کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اجتماعی شادی کے نام پر جو رقم حکومت بطور امداد دیتی ہے، اس میں سے بچی ہوئی رقم کا منتظمین کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے، یہ ایک قسم کی خیانت ہے؛ بلکہ جن کی شادی ہورہی ہے وہ رقم انہی کو بانٹ دینا ضروری ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾

[الآية] يعني لا يأكل أحد منكم مال غيره من المسلمين و من تبعهم من أهل الذمة بالباطل أي بوجه ممنوع شرعًا كالغصب والسرقة والخيانة والقمار والربا والعقود الفاسدة. (تفسير مظهري / تفسير سورة النساء ۲۹۸/۲ زكريا)

من أخذ مال غيره لا على وجه إذن الشرع فقد أكله بالباطل. (تفسير القرطبي ۳۳۸/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فون پر نکاح کرنا؟

سوال (۳۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص اپنا نکاح موبائل فون کے ذریعہ دو گواہوں کی موجودگی میں کرے، تو اس آدمی کا نکاح درست ہوجائے گا یا نہیں؟ دو گواہوں میں ایک گواہ تو لڑکی کی والدہ ہے اور دوسرا گواہ لڑکے کا دوست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح میں فون کے ذریعہ ایجاب وقبول معتبر نہیں ہے، نکاح اُسی وقت منعقد ہوتا ہے، جب کہ عاقدین اصالۃً یا وکالۃً ایک مجلس میں موجود ہوں، اور اسی مجلس میں دو گواہوں (یا ایک مرد اور دو عورتوں) نے ایک ساتھ اُن کا ایجاب وقبول سنا ہو، اور مسئولہ صورت میں یہ شرائط نہیں پائی گئیں؛ اس لئے نکاح منعقد نہیں ہوگا؛ البتہ فون پر کسی کو وکیل بنادیا جائے اور وہ عاقد کی طرف سے حسبِ شرائط قبول یا ایجاب کرے، تو نکاح درست ہوجائے گا۔

ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرين الخ. (الدر المختار ٧٦/٤ زكريا)

وشرط حضور شاهدين حرين، أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً. (الدر المختار ٨٧/٤- ٩١ زكريا)

ومنها أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد حتى لو اختلف المجلس بأن كانا حاضرين فأوجب أحدهما فقام الآخر عن المجلس قبل القبول أو اشتغل بعمل يوجب اختلاف المجلس لا ينعقد، وكذا إذا كان أحدهما غائبًا لم ينعقد. (الفتاویٰ الهندية ٢٦٩/١ زكريا)

ومنها سماع الشاهدين كلامهما معًا، هٰكذا في فتح القدير ...... ولو سمعا كلام أحدهما دون الآخر أو سمع أحدهما كلام أحدهما والآخر كلام الآخر لا يجوز النكاح، هٰكذا في البدائع. (الفتاویٰ الهندية ٢٦٨/١ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب النكاح / عدالة الشاهدين ٥٢٧/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹیلی فون پر نکاح کے اَقسام واَحکام

سوال (۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ٹیلی فون کے نکاح کو نکاح فضولی کا درجہ دیا جاسکتا ہے، یا یہ نکاح قطعاً معتبر ہی نہیں رہے گا؟ بہرصورت دوبارہ نکاح کرنا ہی ضروری ہوگا، اگر اس طرح سے لاعلمی میں کوئی نکاح ہوگیا ہو اور ایک مدت کے بعد معلوم ہوا ہو کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا تھا، تو زوجین کے تعلقات اور اولاد وغیرہ کا کیا حکم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹیلی فون پر نکاح کی تین صورتیں ہیں:

(۱) مجلس عقد میں لڑکا حاضر نہیں ہے؛ لیکن لڑکے نے فون پر مجلس میں موجود کسی شخص کو نکاح کا وکیل بنادیا اور اس وکیل نے لڑکے کی طرف سے مجلس میں گواہوں کے سامنے ایجاب یا قبول کیا، تو یہ نکاح شرعاً درست ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ لڑکی ٹیلی فون کے ذریعہ مجلس میں موجود کسی شخص کو اپنا وکیل بنادے اور وہ وکیل اسی مجلس میں لڑکی کی طرف سے ایجاب یا قبول کرے، تو یہ عقد بھی شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۶۸۰ ڈابھیل)

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ براہِ راست ایجاب یا قبول ٹیلی فون پر ہو، تو یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا، اس پر نکاحِ فضولی کا اطلاق بھی نہیں کیا جا سکتا؛ کیوں کہ نکاح کی صحت کے شرائط میں سے یہ بات ہے کہ ایجاب وقبول کرنے والے دونوں فریق (اِصالۃً وکالۃً) کی مجلس ایک ہو اور دونوں کے کلام کو اسی مجلس میں کم از کم دو گواہوں نے ایک ساتھ سنا ہو، اگر لاعلمی میں ایسا نکاح ہوگیا، تو دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے؛ تاہم اس طرح کے نکاح میں عقد صحیح سمجھ کر جو وطی کی گئی ہے، وہ کم از کم وطی بالشبہ کے درجہ میں ہے؛ اس لئے اس سے جو اَولاد ہوئی وہ احتیاطاً ثابت النسب ہوگی۔

ویصح التوکیل بالنکاح. (الفتاویٰ التاتارخانیة ٦٩/٣)

ومن شرائط الإیجاب والقبول اتحاد المجلس. (الدر المختار مع الشامي ٧٦/٤ زکریا)

وشرط حضور شاهدین حرین مکلفین سامعین قولهما معاً. (شامي ٨٧/٤ زکریا)

قوله اتحاد المجلس: قال في البحر: فلو اختلف المجلس لم ینعقد.
(شامي ٧٦/٤ زکریا، بدائع الصنائع ٤٩٠/٢ زکریا)

إلا أن یقال: إن انعقاد الفراش بنفس العقد إنما هو بالنسبة إلی النسب؛ لأنه یحتاط في إثباته إحیاء للولد. (شامي ١٩٧/٥ زکریا)

ومنه أي من قسم الوطء بشبهة، قال في النهر: وأدخل في شرح السمرقندي منکوحة الغیر تحت الموطوءة بشبهة. حیث قال: أي بشبهة الملک أو العقد، بأن زفت إلیه غیر امرأته فوطئها أو تزوج منکوحة الغیر ولم یعلم بحالها وأنت خبیر بأن هذا یقتضي الاستغناء عن المنکوحة فاسدا، إذ لا شک أنها موطوءة بشبهة العقد أیضاً، بل هي أولی بذلک من منکوحة الغیر، إذ اشتراط الشهادة في النکاح مختلف فیه بین العلماء، بخلاف الفراغ عن

نكـاح الغيـر، إذا عـلـمـت ذٰلک ظهـر لک أن الشـارح متابع لمـا في شرح السـمـرقـنـدي لا مـخـالف لـه، ويـمـكـن الـجواب عن السمرقندي بأنـه حمل الـمـنـكـوحة نـكـاحاً فاسداً على ما سقط منه شرط الصحة بقدر وجود المحلية كـالـنـكـاح الـمؤقت أو بغير شهود، أما منكوحة الغير فهي غير محل إذ لا يمكن اجتـمـاع ملكين في أن واحد على شيء واحد، فالعقد لم يؤثر ملكا فاسداً، وإنما أثر في وجود الشبهة. (شامي ۱۹۸/۵-۱۹۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۴/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انٹرنیٹ پر ویڈیو کالنگ کے ذریعہ نکاح کرنا؟

سوال (۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: انٹرنیٹ ویڈیو کالنگ کے ذریعہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ میرا بھائی امریکہ میں ہے اور اس کی جہاں شادی کی بات چل رہی تھی، تو لڑکی والوں نے اَچانک جلدی کرنا شروع کردی، لڑکا اتنی جلدی نہیں آسکتا اس لئے فوری طور پر ویڈیو کالنگ کے ذریعہ نکاح کرنا پڑا، اَبھی رخصتی نہیں ہوئی ہے بہت لوگ کہتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا؟ کیا آنے کے بعد نکاح دوبارہ کرنا پڑے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: انٹرنیٹ پر ویڈیو کالنگ کے ذریعہ نکاح شرعاً معتبر نہیں ہے؛ لہٰذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، اَب یا تو یہ شکل ممکن ہے کہ لڑکی ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعہ لڑکے کو اپنے سے نکاح کرنے کا وکیل بنادے اور پھر لڑکا امریکہ ہی میں ایک ہی مجلس میں دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح فلاں مؤکلہ لڑکی سے کرلیا، اور دوسری شکل یہ ہے کہ لڑکا جب امریکہ سے ہندوستان آئے تو باقاعدہ دستور کے مطابق مجلس نکاح منعقد کی جائے گی، اور بہرحال انٹرنیٹ والا نکاح کالعدم ہے۔

شرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر ...... وشرط حضور شاهدين، أصيلا يشهدان على العقد حرين ...... مكلفين سامعين قولهما معا. (المغرب ۴۵۹/۱ کراچی)

من شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس. (الدرالمختار ۷۶/٤ زكريا)

ويتولى طرفي النكاح واحد بإيجاب يقوم مقام القبول في خمس صور: كأن كان ...... أصيلا من جانب ووكيلا من آخر (درمختار) وتحته في الشامية: كقوله مثلا: زوجت فلانة من نفسي، فإنه يتضمن الشطرين، فلا يحتاج إلى القبول بعده. – إلى قوله – كما لو وكلته امرأة أن يزوجها من نفسه، فقال: تزوجت مؤكلتي. (الدر المختار مع الشامي / باب الكفاءة ۲۲٤/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۴/۴/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انٹرنیٹ کے ذریعہ وکالۃً نکاح کے جواز کی صورت

سوال (۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موجودہ دور کے نوایجاد انٹرنیٹ کے ذریعہ دولہا اور دولہن کی غیر موجودگی میں نکاح جائز ہونے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اُس کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیں؛ تاکہ اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی ہوسکے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: انٹرنیٹ یا ٹیلی فون پر براہِ راست نکاح جائز نہیں؛ البتہ اگر فریقین دونوں انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ کسی تیسرے کو وکیل بنادیں اور وہ مجلس نکاح میں دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلے، تو یہ نکاح منعقد ہوسکتا ہے۔

قال في الدر المختار: ويتولى طرفي النكاح واحد بإيجاب يقوم مقام القبول في خمس صور: كأن كان وليا، أو وكيلاً من الجانبين الخ، قال الشامي: قوله:

ولیا أو وکیلاً من الجانبین کزوجت ابنی بنت أخي، أو زوجت مؤکلي فلاناً مؤکلتي فلانة، قال ط: یکفي شاهدان علی وکالته ووکالتها وعلی العقد؛ لأن الشاهد یتحمل الشهادات العدیدة. (الدر المختار مع الشامي ٢٢٤/٤ زکریا، ٩٦/٣ کراچی)

وفي الفتح: ویجوز للواحد أن ینفرد بعقد النکاح عند الشهود علی اثنین إذا کان ولیا لهما، أو وکیلاً عنهما. (فتح القدیر ٢٩٩/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۲/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قاضی کا براہِ راست فون پر لڑکی سے وکالتِ نکاح کی تصدیق کرنا؟

سوال (۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فاطمہ نامی خاتون نے اپنے نکاح کے لئے ایک شخص کو اپنا وکیل بنایا، وکیل نے نکاح پڑھانے والے کے سامنے مسماۃ مذکورہ کی بات رکھی، تو نکاح پڑھانے والے نے موصوفہ سے براہِ راست ٹیلیفون پر رابطہ کر کے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے نکاح کے لئے فلاں شخص کو اپنا وکیل بناتے ہوئے کہا ہے کہ میرا نکاح توفیق نامی شخص کے ساتھ کردیں؟ تو فاطمہ نامی خاتون نے اقرار کرتے ہوئے کہا کہ ہاں میں نے فلاں کو نکاح کرانے کا ذمہ دار بنایا ہے، چناں چہ نکاح پڑھانے والے نے اس اقرار کے بعد اس وکیل کی موجودگی میں توفیق کا نکاح فاطمہ نامی خاتون کے ساتھ کردیا، شرعاً یہ نکاح درست ہے یا غلط؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں لڑکی کی طرف سے وکالۃً نکاح درست ہو چکا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵۳۲/۱۱ کراچی)

وینعقد بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر، کزوجت نفسي أو بنتي أو موکلتي منک، ویقول الآخر: تزوجت، وفي الشامي تحت قوله (کزوجت

نـفسـي أو بـنـتـي أو مـو كلتي منک) أشار إلى عدم الفرق بين أن يكون المجيب أصيلاً أو وليا أو وكيلاً. (الدر المختار مع الشامي ٦٩/٤ زكريا، ٩/٣ كراچی)

إذا وكلت المرأة رجلاً أن يزوجها على مهر صحيح – إلى قوله – أما إذا زوجها على مهر صحيح فظاهر. (المحيط البرهاني ١٥٣/٣ رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کے لئے بہترین دن اور جگہ کیا ہے؟

سوال (۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی کے لئے بہترین دن اور بہتر جگہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شادی کے لئے بہترین دن جمعہ کا ہے، اور بہتر جگہ مسجد ہے۔

عـن عـائشة رضـي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أعـلـنوا هٰذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف. (سنن الترمذي، أبواب النكاح / باب ما جاء في إعلان النكاح ٢٠٧/١ المكتبة الأشرفية ديوبند)

قـد نـقـل الـعـلامة الـمـناوي في كنوز الحقائق (١٧٩/٢) حـديث: "يوم الـجـمـعة يـوم خِطبة ونكاحٍ" وعزاه إلى أبي يعلى الموصلي. (إعلاء السنن ٩/١١ دار الـكتب العلمية بيروت) قال المحشي (حازم القاضي): إسناده ضعيفٌ جدا. (رواه أبو يعلىٰ رقم: ٢٦١٢) وأورده الهيثـمـي في مجمع الزوائد ٢٨٥/٤، وقال: رواه أبو يعلىٰ، وفيه يحيىٰ بن العلاء، وهو متروك، قلت: وفيه أيضًا عمر بن الحصين متروك. (حاشية: إعلاء السنن ٩/١١)

قال الحافظ بن الحجر: ويستحب عقد النكاح في المسجد؛ لأنه عبادةٌ، وكونه يوم الجمعة. (فتح الباري ١٠٢/٣، بحواله: إعلاء السنن ٩/١١ دار الكتب العلمية بيروت)

ويندب إعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد وشهود عادل. (الدر المختار ۸/۳ کراچی، كذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق ٤٤٧/٢ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ١٤٤/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کے لئے اَفضل جگہ اور اَفضل شخص کون ہے؟

سوال (۴۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی کے نکاح کے لئے افضل جگہ اور نکاح پڑھانے والا اَفضل فرد کون ہوسکتا ہے؟ باپ زیادہ حق دار ہے یا عالم دین یا محلے کی مسجد کا امام؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکی کے نکاح کے لئے اَفضل جگہ مسجد ہے اور نکاح پڑھانے کا زیادہ حق دار سمجھدار عالم دین ہے، خواہ وہ باپ ہو یا محلے کا امام یا اور کوئی شخص۔

ويندب إعلانه، وتقديم خطبته، وكونه في مسجد يوم جمعة، بعاقد رشيد (درمختار) وتحية في الشامية: ولحديث الترمذي أعلنوا هٰذا النكاح، و اجعلوه في المساجد. (الدر المختار مع الشامي / كتاب النكاح ٦٦/٤-٦٧ زكريا، كذا في البحر الرائق ١٤٤/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۱/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں نکاح پڑھانا مستحب ہے

سوال (۴۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بذریعہ علماء اور کتبِ دینیہ معلوم ہوتا ہے کہ مستحب یہی ہے کہ نکاح مسجد میں ہو، کیا مستحب

مذکورہ پر ضد کرنا مسجد یا بیرونِ مسجد کسی دینی اجتماع میں کیا بدعت میں داخل نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں نکاح کی مجلس منعقد کرنا مسنون ہے، اور لوگوں کو اس کی ترغیب دینی چاہئے، اس طرح بہت سی رسوم خود بخود ختم ہوسکتی ہیں؛ تاہم اِس میں اتنا تشدد نہ کیا جائے کہ عوام یہ سمجھنے لگیں کہ مسجد ہی میں نکاح ضروری ہے، کسی اور جگہ نکاح ہی نہیں ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۷/۱۶۶)

ويندب إعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد. (الدر المختار مع الشامي ۸/۳ كراچي، شامي ٦٦/٤ زكريا)

وكل مباح يؤدي إليه (أي الوجوب) فمكروه. (الدر المختار مع الشامي ۱۲۰/۲ كراچي، شامي ۵۹۸/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہٗ ۱/۷/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کے موقع پر چھوہارے تقسیم کرنا؟

سوال (۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح کے موقع پر چھوہارے وغیرہ تقسیم کرنا واجب ہے یا سنت ہے یا صرف مستحب؟ اور کس کی طرف سے ہونا چاہئے؟ لڑکے کی طرف سے یا لڑکی کے اولیاء کی طرف سے، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر حضور نے چھوہارا تقسیم فرمایا تھا، وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے ولی ہونے کی وجہ سے تھا یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سرپرست ہونے کی وجہ سے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کے موقع پر چھوہارے وغیرہ تقسیم کرنا سنت یا واجب نہیں؛ بلکہ مستحب ہے۔ اب رہی یہ بات کہ یہ عمل کس کی طرف سے ہونا چاہئے؟ تو اس

سلسلہ میں ہماری نظر سے کوئی نقلی دلیل نہیں گذری ہے، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوہارے تقسیم کرنا بھی کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے، بالفرض اگر یہ واقعہ صحیح بھی ہو تو اس سے کسی ایک جانب استدلال مشکل ہے؛ اس لئے کہ سیدتنا حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے آپ بذات خود ولی بھی تھے؛ البتہ عقلی اور ذوقی اعتبار سے یہ عمل لڑکے والوں کی طرف سے مناسب معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ لڑکے والوں کو لڑکی والے کے بالمقابل زیادہ خوشی ہوتی ہے، اور ایسا عمل بھی عام طور پر خوشی ہی کے موقع پر انجام دیا جاتا ہے۔ (اسوۂ رسول اکرم ۶۱۲)

عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم تزوج بعض نساءه فنشر عليه التمر، وفي رواية عنها قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا زوج أو تزوج نثر تمراً. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ۲۸۷/۷-۲۸۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱۱/۲۸ھ

تبلیغی اجتماع میں نکاح؟

سوال (۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فی زمانہ از راہِ شوق کچھ لوگ تبلیغی اجتماع میں نکاح کی ترغیب دیگر لوگوں کو آمادہ کرتے ہیں، چناں چہ حسبِ ترغیب لوگ آمادہ ہوکر اپنی لڑکی اور لڑکے کا نکاح تو تبلیغی اجتماع میں کرتے ہیں؛ لیکن بعدہٗ سب رواج علاقائی کھانا پینا، جہیز کا لین دین اور بقیہ تمام رسومات وخرافات برابر ادا کرتے ہیں، تبلیغی اجتماع میں نکاح کی ترغیب سنت سمجھ کر تو دلائی جاتی ہے؛ لیکن بقیہ خرافات ورسومات کے روکنے کی کوشش نہیں کی جاتی؛ بلکہ سنت کی ترغیب دلانے والے بھی تمام خرافات ورسومات میں برابر کے شریک رہتے ہیں، بالعموم نکاح کے بعد فوراً رخصتی بھی نہیں ہوتی؛ بلکہ کسی کی رخصتی ایک ہفتہ بعد اور کسی کی ایک مہینہ بعد یا چند مہینہ بعد کی جاتی ہے، نیز بوقتِ رخصتی رسومات

وخرافات تقریباً تمام کے تمام اسی طرح ادا کی جاتی ہیں، جیسا کہ غیر تبلیغی اجتماع وغیرہ کے نکاح اور رخصتی میں ہوتا ہے، کیا یہ تمام لوگ اس سنت کی توہین میں برابر کے شریک ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اصل نکاح میں اعلان کا حکم ہے؛ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس کا علم ہوجائے، جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا:

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أعلنوا هٰذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف. (سنن الترمذي، أبواب النكاح / باب ما جاء في إعلان النكاح ۱/۲۰۷)

اور تبلیغی اجتماع میں مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے یہ مقصد پورے طور پر حاصل ہو جاتا ہے؛ لیکن وہاں نکاح کرنے کو ضروری نہ سمجھنا چاہئے اور نکاح کے بعد جو رسومات وخرافات ہوتی ہیں جن کا ناجائز ہونا ظاہر ہے، وہ کسی کے لئے بھی درست نہیں، خواہ نکاح کسی بھی مقام پر کیا جاتا ہو، ان سے سب کو احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۱۴۰، فتاویٰ رحیمیہ ۵/۲۶۶، بہشتی زیور ۶/۲۲-۴۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہٗ ۱/۷/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تبلیغی اجتماع میں نکاح کرا کے رخصتی دھوم دھام سے کرنا؟

سوال (۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جماعت کے جوڑ میں اکثر اجتماعی نکاح ہوتے ہیں، کیا اس کی کوئی فضیلت ہے؟ اگر نہیں تو ہمیشہ ہی ایسے مواقع پر اجتماعی نکاح دیکھنے میں آتے ہیں، جب کہ رخصتی اسی دھوم دھام سے اپنی مقررہ تاریخ میں ہوتی ہے، تو پھر اس میں سادگی کہاں رہی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تبلیغی اجتماعات میں نکاح کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ

لوگوں کوتقریباتِ نکاح کی بے جارسومات اورفضول خرچیوں سے بچایا جائے، اور بڑے مجمع میں ان نکاحوں میں خیر وبرکت کی دعائیں مانگی جائیں، اب اگرکوئی شخص اجتماعوں میں نکاح کرا کے رخصتی اورولیمہ میں دھوم دھام کرتا ہے، اور شریعت کی حدود کی خلاف ورزی کرتا ہے، تو یہ بات یقیناً قابلِ مذمت ہے، ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ جس طرح اجتماع میں سادگی کے ساتھ نکاح کرایا ہے، اسی طرح سنت کے مطابق رخصتی اورولیمہ بھی ہونا چاہئے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ﴾ [بنی اسرائیل: ۲۷]

وقال القرطبي: من أنفق ماله في الشهوات زائداً على قدر الحاجات وعرّضه بذٰلک للنفاد فهو مبذر. (تفسير القرطبي ٢٢٤/٥ بيروت)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة. (رواه البيهقي في شعب الايمان ٢٥٤/٥ رقم: ٦٥٦٦، مشكاة المصابيح ٢٦٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح پڑھانے کا حق دار کون ہے؟

سوال (۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح پڑھانے کا حق کن کن لوگوں کو ہے؟ یا نکاح پڑھانے والا کیسا ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح پڑھانا کسی متعین شخص کا حق نہیں ہے؛ بلکہ آدمی کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح پڑھوالے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۵۹۴ ڈابھیل)

ويندب إعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد.

(الدر المختار ٨/٣ كراچي، ٦٦/٤-٦٧ زكريا، كذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق ٤٤٧/٢ دار

الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ۱٤٤/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۸/۱/۱۴۳۳ھ

قاضی کا خود وکیل بن کر نکاح پڑھانا؟

سوال (۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک نکاح میں امام صاحب خود قاضی بھی تھے اور بغیر کسی کی اجازت کے خود ہی وکیل بن کر نکاح پڑھادیا، جب کہ وہاں دیگر بہت سارے لوگ بھی موجود تھے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ نکاح اولاً فضولی کے طور پر ہوا، پھر بعد میں جب فریقین راضی ہوگئے تو نکاح درست اور نافذ ہوگیا؛ تاہم بہتر بات یہی ہے کہ باقاعدہ مؤکلہ یا اُس کے وکیل سے اِجازت لےکر نکاح پڑھاجائے۔

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ؛ فإن استأذنها هو أي الولي وهو السنة أو وكيله أو رسوله أو زوجها وليها فسكتت أو ضحكت فهو إذن. (درمختار) قوله: وهو السنة بأن يقول لها قبل النكاح: فلان يخطبک أو يذكرک فسكتت، وإن زوجها بغير استئمار فقط أخطأ السنة وتوقف على رضاها، واستحسن الرحمتي ما ذكره الشافعية من أن السنة في الاستئذان أن يرسل إليها نسوة ثقات ينظرن ما في نفسها، والأم بذٰلک أولیٰ؛ لأنها تطلع على ما لا يطلع عليه غيرها. (الدر المختار مع الشامي / باب الولي ١٥٩/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۴/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح پڑھانے کیلئے عالم یا قاضی کا ہونا ضروری نہیں

سوال (۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میں ایک شادی شدہ عورت ہوں، میرے ۵؍ بچے تھے جس میں دو لڑکوں کا انتقال ہوگیا، دو لڑکیاں ایک لڑکا ہے، میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، تقریباً گیارہ مہینے ہوگئے ہیں، اَب میں نکاح کرنا چاہتی ہوں، مگر آپ یہ بتائے کہ کیسے کرنا ہے؛ کیوں کہ جس آدمی سے نکاح کرنا ہے وہ بھی بچے والا ہے، میں یہ چاہتی ہوں چپکے سے نکاح ہوجائے؛ اس لئے کہ جوان بچے ہیں، لڑکی کی منگنی ہوگئی ہے، کوئی مسئلہ ہوتو بتائیں، کیا نکاح کے لئے نکاح پڑھانے کے لئے مولانا کا ہونا یا گواہ ہونا ضروری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کے انعقاد کے لئے کسی مولوی اور قاضی کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ اگر دو شرعی گواہوں کے سامنے مرد وعورت خود ہی ایجاب وقبول کرلیں تو بھی نکاح شرعاً منعقد ہوجاتا ہے۔

النکاح ینعقد بالإیجاب والقبول ...... ولا ینعقد نکاح المسلمین إلا بحضور شاهدین. (الهداية ۲/۳۰۵، البحر الرائق ۳/۱۵۵ رشيدية، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ۱/۳۲۰ دار إحياء التراث العربي)

وینعقد متلبسًا بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار / كتاب النكاح ۳/۹ كراچی)

وأما رکنه فالإیجاب والقبول، کذا في الکافي. (الفتاوىٰ الهندية ۱/۲۶۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر قانونی دھندا کرنے والے قاضی سے نکاح پڑھوانے پر کمپنی والوں کا مجبور کرنا؟

سوال (۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: نکاح خواں قاضی شہر گیس کی ٹنکیوں کو بلیک میں خرید وفروخت کرتا ہے، جب کہ ٹنکیوں کا بلیک کرنا حکومت کی طرف سے ممنوع اور غیر قانونی ہے، ایسے غیر قانونی دھندا کرنے والے قاضی سے نکاح پڑھوایا جا سکتا ہے، اس میں شرعاً قباحت تو نہیں ہے؟

(۲) زید اپنے بچوں کا نکاح ایسے غیر قانونی دھندا کرنے والے قاضی سے نہ پڑھوانے پر بضد ہے، اس کا کہنا ہے کہ نکاح ایک پاک رشتہ کے منعقد ہونے کا ذریعہ ہے؛ لہٰذا ایسے قاضی سے نکاح پڑھوانا قطعاً درست نہیں ہے، زید از روئے شرع حق بجانب ہے؟

زید کو ایسے غیر قانونی دھندا کرنے والے قاضی سے اپنے بچوں کا نکاح پڑھوانے میں اطمینان قلب نہیں ہے، تو کیا اجتماعی شادی کمیٹی اپنے طے کئے ہوئے ایسے قاضی سے نکاح پڑھوانے کے لئے زید کو مجبور کرسکتی ہے، دباؤ ڈال سکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح دین دار عالم سے پڑھوانا مستحب اور افضل ہے، فاسق سے نکاح نہیں پڑھوانا چاہئے؛ البتہ اگر کسی نے فاسق سے نکاح پڑھوالیا تو نکاح درست ہوجائے گا، زید کو اگر مذکورہ قاضی سے نکاح پڑھوانے میں قلبی اطمینان نہیں ہے، اس لئے وہ اس سے نکاح نہیں پڑھوا رہا ہے، تو اس کے اوپر دباؤ ڈالنا جائز نہیں ہے، اس کو اس کی مرضی پر چھوڑ دینا ضروری ہے، وہ جس سے چاہے اپنے بچوں کا نکاح پڑھوائے۔

ویندب إعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد وشهود عدول. (الدر المختار ۸/۳ کراچي، ٤/٦٦-٦٧ زکریا، کذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق ٤٧/٢ ٤ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ١٤٤/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرقہ مہدویہ کے ماننے والے کا پڑھایا ہوا نکاح

سوال (۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فرقہ مہدویہ کے ماننے والے کا پڑھایا ہوا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اس فرقہ کے میاں بیوی تھے، جو بعد میں تائب ہوکر مسلمان ہوگئے، تو کیا اب ان کے نکاح کی تجدید ضروری ہے یا وہی نکاح بدستور قائم رہے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: افضل اور مستحب یہی ہے کہ نکاح مسلمان دین دار نیک صالح آدمی سے پڑھوایا جائے اور کافر سے ہرگز نہ پڑھوایا جائے؛ البتہ اگر غیر مسلم سے نکاح پڑھوالیا تو نکاح حقیقۃً منعقد ہوجائے گا؛ کیوں کہ نکاح پڑھانے والا صرف ایجاب وقبول کی تعبیر کرتا ہے، ورنہ اصل عاقدین میاں بیوی ہوتے ہیں، مگر ایسا کرنا سخت بے عزتی اور سنتِ متواترہ کے خلاف ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۱۹۹ میرٹھ)

ويندب إعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد وشهود عدول. (الدر المختار ۸/۳ كراچي، ٤/٦٦-٦٧ زكريا، كذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق ٤٧/٢ ٤ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ١٤٤/٣ زكريا)

اور فرقۂ مہدویہ کے جو میاں بیوی ایک ساتھ مسلمان ہوئے ہیں، ان کا نکاح بدستور قائم رہے گا، بشرطیکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو، اگر مانع شرعی موجود ہو مثلاً محرم سے نکاح کر رکھا تھا، تو پھر ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔

أسلم المتزوجان بلا سماع شهود أو في عدة كافر معتقدين ذلك أقرا عليه، لو كانا أي المتزوجان اللذان أسلما محرمين أو أسلم أحد المحرمين أو ترافعا إلينا فرق القاضي أو الذي حكماه بينهما لعدم المحلية. (الدر المختار مع الشامي ٣٥٢/٤ زكريا)

تزوج كافر بلا شهود أو في عدة كافر وذا في دينهم جائز ثم أسلما أقرا

عليه. (البحر الرائق ٣/٣٦٠، الفتاویٰ التاتارخانية ٤/٢٥٩ زكريا)

عـن إبراهيم قال: كتب عمر بن عبد العزيز إلى حبد الحميد (هو عامله على الكوفة) إذا أسلمت المرأة قبل زوجها عرض على زوجها الإسلام، فإن أسلم فهما على نكاحهما الأول، وإن أبى أن يسلم فرق بينهما. رواه محمد في الحج له ٤ ٣٥ وسنده حسن. (إعلاء السنن ١١/١٢٣ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۲/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مقلد سے نکاح؟

سوال (۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) کیا غیر مقلد سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) آج سے پہلے مذکورہ قریہ میں جن جن حضرات نے اپنی بچیوں اور بچوں کے نکاح وغیرہ کرائے ہیں، اور نکاح آج بھی موجود ہیں، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) ایسے لوگوں کے یہاں شادی بیاہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) غیر مقلدین سے رشتہ مناکحت گوکہ جائز ہے؛ لیکن تجربہ سے اس کے مفاسد روز بروز سامنے آرہے ہیں؛ کیوں کہ:

الف: - روز بروز غیر مقلد کی بدزبانی کی وجہ سے میاں بیوی میں مذہبی مسائل میں جھگڑا کھڑا رہتا ہے۔

ب: - اس جھگڑے کے اثرات خاندانوں تک پہنچتے ہیں۔

ج: - سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ غیر مقلد شوہر طلاق پر طلاق دیتا رہتا ہے، اور پھر بھی اُلٹی سیدھی تاویل کرکے بیوی سے ازدواجی تعلق ختم نہیں کرتا، اِن جیسی وجوہات کی بنا پر

متعصب غیر مقلدوں سے رشتہ مناکحت نہ کرنے ہی میں عافیت ہے۔

(۲) جو نکاح پہلے ہو چکے ہیں وہ بہرحال منعقد ہو چکے، ان کو توڑنے کی ضرورت نہیں؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو اپنے مسلک پر مضبوطی سے ثابت قدم رہنے کی تاکید کی جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم ۷/۱۷۵، فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۱۱۹)

وفي النهر: تجوز مناكحة المعتزلة؛ لأنا لا نكفر أحداً من أهل القبلة.

(شامي ٣/٤٥ كراچي)

(۳) متعصب غیر مقلدین سے رشتہ ناطہ مناسب نہیں ہے؛ لیکن چوں کہ وہ اہلِ ایمان ہیں، اس لئے فی نفسہ ان کے یہاں شادی بیاہ درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۴/۳۳۳ میرٹھ، کفایت المفتی ۱/۳۲۵، فتاویٰ رحیمیہ ۸/۲۰۵، فتاویٰ دار العلوم ۷/۱۷۵)

وفي النهد: تجوز مناكحة المعتزلة؛ لأنا لا نكفر أحداً من أهل القبلة، وإن وقع إلزاماً في المباحث. (شامي ٤/١٣٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۳۳/۲/۱۷ھ

مودودی جماعت سے تعلق رکھنے والی عورت سے نکاح کرنا؟

سوال (۵۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا نکاح جماعتِ اِسلامی سے وابستہ ایک شخص کی لڑکی سے منسلک ہے، میرے خسر صاحب ہمہ تن اس تحریک کے احیاء میں مشغول رہتے ہیں، اور عقائد مودودی کو مانتے ہیں، اُن کے لٹریچر کو پڑھتے ہیں اور دوسروں کو پڑھاتے ہیں، نیز علاقے کے خاص رکن بھی ہیں۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء سے (جو اِس تحریک سے وابستہ نہیں) بدظن ہیں، سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جو غلطیاں پکڑی ہیں، اس کے بیان کرنے کو قباحت نہیں سمجھتے ہیں، میری بیوی بھی خسر والے عقائد کے ہم خیال ہیں اور مستقبل قریب میں اس جماعت

کے خیالات سے رجوع کا کوئی قصد دکھائی نہیں دے رہا ہے، میرے دو بچے بھی ہیں، اس بارے میں اپنے چند علماء ودوستوں سے مشورہ کیا، بعض نے تو کہا کہ ان کے ساتھ رشتہ مناکحت میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے؛ کیوں کہ ہمارے اکابرین ومفتیان دینی مدارس نے ناجائز کا فتویٰ دیا ہوتو لوگوں کی نظر سے نہیں گذرا، دوسرے بعض نے کہا کہ ان کے ساتھ رشتہ مناکحت بالکل جائز نہیں ہے اور انہوں نے یہ دلیل پیش کی:

عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إن اللّٰه اختارني واختار أصحابي وأمتهاری وجعلهم أنصاري وأنه سیجئ في اٰخر الزمان قوم ینقصونهم ویسبرونهم ألا فلا تناکحوهم، ألا فلا تنکحوا إلیهم، ألا فلا تصلوا معهم، فإن أدرکتموهم فلا ترعوالهم فإن علیهم لعنة اللّٰه. (کنز العمال، دار قطنی، غنیة الطالبین ۱٤۱ لاهور)

اِن دونوں باتوں سے جو پیچیدگیاں پیدا ہوگئی ہیں، از روئے شرع حل فرما کر صحیح رہنمائی فرمائیں اور مجھ کو اس الجھن سے نجات کا سامان مہیا فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: علماءِ دیوبند نے مودودی جماعت کی تکفیر نہیں کی؛ بلکہ اُنہیں بعض عقائدِ ضالہ کی بنیاد پر گمراہ قرار دیا ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ۲/۴۰۶)

لہٰذا مودودی جماعت سے تعلق رکھنے والی عورت سے نکاح کرنا درست ہوگا۔ اگرچہ بہتر یہ ہے کہ ابتدا ہی میں نکاح کے وقت عورت کی دینی روش کی درستگی معلوم کرلی جائے، سوال میں مذکورہ حدیث یا تو اس جماعت کے بارے میں ہے جو اپنے عقائدِ فاسدہ کی بناء پر کفر کی حدود میں داخل ہوگئی ہو، یا پھر یہ امر استحبابی اور احتیاطی ہے، صورتِ مسئولہ بالا میں آپ کو اپنے بچوں کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہئے، کہیں اُن کے عقائد بھی ماں کی طرح نہ ہوجائیں۔

وفي النهر: تجوز مناکحة المعتزلة؛ لأنا لا نکفر أحداً من أهل القبلة. (در

مختار ۴۰۵/۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۷/۱۲/۱۴۱۰ھ

دیوبندی لڑکے کا بریلوی لڑکی سے نکاح؟

سوال (۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اہلِ دیوبند مسلک پر عامل لڑکے سے ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی کردی جو اہلِ بریلوی مسلک سے تعلق رکھتی ہے، تو کیا یہ نکاح درست ہے، اب شادی کے بعد لڑکا اس لڑکی سے مسلکِ اہلِ دیوبند پر عمل کرنے کو کہتا ہے، تو کیا اس لڑکی کو اپنے شوہر کی بات مانتے ہوئے اہلِ دیوبند کے مسلک کو اختیار کرلینا چاہئے؟ اگر لڑکی اس سلسلہ میں اپنے شوہر کی بات نہ مانے تو وہ شوہر کی نافرمان اور گنہگار تو نہیں ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دیوبندی مسلک کے لڑکے سے بریلوی مسلک کی لڑکی کا نکاح شرعاً درست ہے، اور چوں کہ مسلکِ دیوبند برحق ہے؛ اس لئے لڑکی پر لازم ہے کہ وہ شوہر کی اِطاعت کرتے ہوئے اپنی زندگی مسلک دیوبند ہی کے مطابق گذارے، اور بریلوی مسلک کی بدعات وخرافات کو چھوڑ دے، ورنہ گنہگار ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۵۸/۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۴/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دیوبندی کو کافر کہہ کر بریلوی لڑکی کا دیوبندی لڑکے سے نکاح کو ختم کرنا؟

سوال (۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسلکِ دیوبند سے تعلق رکھتا ہوں، ماشاء اللہ کوئی بھی بدعت کا کام میرے گھر میں نہیں ہوتا

ہے؛ لیکن میرے بھائی کی شادی ایسے شخص کے گھر ہوئی ہے جو مسلکِ بریلوی سے تعلق رکھتے ہیں، اُن کے مفتی صاحب دیوبندی سے نکاح ہونے کو حرام کہتے ہیں؛ کیوں کہ دیوبندی کافر و مرتد ہے، کیا میاں بیوی کے مابین تفریق کردی جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: علماءِ دیوبند پکے موحد، پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کے شیدائی اور شریعتِ اسلامیہ کے ہر جزو پر کامل یقین رکھنے والے ہیں، اُن کو یا اُن کے ماننے والوں کو کافر اور مرتد قرار دینا بہت بڑی جسارت اور جرأت کی بات ہے، جو لوگ بھی جاننے اور بوجھنے کے باوجود محض عناد اور دشمنی میں دیوبندیوں کو کافر اور مرتد کہتے ہیں، اُنہیں خود اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے؛ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہہ کر پکارے اور وہ اس کا مصداق نہ ہو، تو یہ لفظ کہنے والے کی طرف لوٹ آتا ہے''۔

بریں بنا مذکورہ بریلوی لڑکی کا نکاح دیوبندی لڑکے سے شرعی طور پر درست ہوچکا ہے، اور میاں بیوی میں تفریق کی کوئی ضرورت نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۷/۱۵۸)

عن عبد اللّٰه بن دينار أنه سمع ابن عمر رضي اللّٰه عنه يقول: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أيما المرأ قال لأخيه المسلم كافر فقد باء بها، أحدهما إن كان كما قال، وإلا رجعت عليه. (صحيح مسلم ۲/۲۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بدعات والے گھر میں لڑکی کی شادی کرنا؟

سوال (۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا لڑکی کی شادی ایسے گھرانے میں کرسکتے ہیں یا نہیں؟ جس کے سب اہلِ خانہ اس کو تمام رسومات پر یعنی شبِ برأت پر حلوہ بنانا اور مزارات وغیرہ پر چادر چڑھانے کے لئے بھیجتے ہیں، وہ

جانے سے اِنکار کرتی ہے آخرکار شوہر کی نافرمانی اور دوسرے لوگوں کی وجہ سے حلوہ بنانا پڑتا ہے اور زیارت وغیرہ پر بھی جانا پڑتا ہے، تو کیا بغیر دل کے صرف شوہر اور دوسرے اہلِ خانہ کی اِطاعت کی وجہ سے حلوہ بنانا اور زیارت وغیرہ پر جاسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بدعات والے گھرانے میں لڑکی کی شادی کرنا قطعاً مناسب نہیں ہے؛ لیکن اگر ایسی جگہ شادی ہوگئی ہو، تو جہاں تک ممکن ہو، مذکورہ لڑکی کے لئے بدعات ورسومات سے بچنے کی کوشش کرنا لازم ہے، اور ایسے ناجائز کاموں میں شوہر یا کسی کے بھی حکم کی تعمیل جائز نہیں۔

قال اللّٰہ تعالی: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ …… یأمر تعالیٰ عبادہ المؤمنین علی فعل الخیرات وینهاهم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم. (تفسیر ابن کثیر ۱۰/۶، روح المعاني ۵۷/۷، تفسیر مظهري ۴۸/۳، تفسیر قرطبي ۴۷/۶)

عن علي رضي اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لا طاعة في معصیة اللّٰہ تبارک وتعالیٰ، إنما الطاعة في المعروف. (صحیح مسلم ۱۲۵/۲)

عن عمران بن حصین رضي اللّٰہ عنه سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: لا طاعة لأحد في معصیة اللّٰہ تبارک وتعالیٰ. (مسند أحمد ۵۹/۶-۶۰ رقم: ۲۱۰۳۰)

وحق الزوج علی الزوجة إن تطیعه في کل مباح یأمرها به. (البحر الرائق ۳۸۵/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷؍۱۰؍۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خطبۂ نکاح سے متعلق مسائل

خطبۂ نکاح میں آیات کی ترتیب

سوال (۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مشکوٰۃ شریف میں خطبۂ نکاح اس طرح مرقوم ہے: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُم مُسْلِمُوْنَ﴾ جب کہ یہ آیت حصنِ حصین میں ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ﴾ کے بعد مرقوم ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مشکوۃ شریف میں خطبۂ نکاح میں جو آیات نقل ہوئی ہیں، اُن کی ترتیب تو نظم قرآنی کے مطابق اور درست ہے؛ البتہ بظاہر اُن میں دوسری آیت نقل کرنے میں حضرت سفیان ثوریؒ کو سہو ہوگیا ہے، انہوں نے ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا﴾ کے بجائے ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ الخ﴾ نقل فرمادیا ہے، جب کہ یہ الفاظ، قرآنی آیات کے نہیں ہیں، اور حصین حصین میں یہ آیت ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ الخ﴾ کے الفاظ کے ساتھ صحیح طور پر نقل ہوئی ہے۔

وفي جامع الترمذي: فسر الآيات الثلاث سفيان الثوريؒ أقول: فيمكن الغلط سهوًا منه، فالأولى أن تقرأ الآية على القراء ة المتواترة كما في نسخة من الحصن وهو ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَنِسَآءً، وَاتَّقُوْا اللّٰهَ﴾ الآية، فهو في غاية المناسبة

لحال النكاح وغيره من كل حاجة. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح / باب إعلان النكاح والخطبة ٦/٢٨٤ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۶/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خطبۂ نکاح میں ''رَبُّکُمُ الَّذِیْ'' ب کے پیش کے ساتھ پڑھنا؟

سوال (۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر خطبۂ نکاح میں ﴿رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ﴾ کی جگہ ﴿رَبُّکُمُ الَّذِیْ﴾ ''بٌ'' کے پیش کے ساتھ پڑھے (ترکیبی اعتبار سے کیا خرابی آتی ہے) تو اس نکاح کا کیا حکم ہوگا؟ اور اگر اس کو نماز میں پڑھ لیا تو کیا حکم ہوگا؟ بہر دونوں صورت تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خطبۂ نکاح میں ﴿رَبَّکُمْ﴾ کی جگہ ﴿رَبُّکُمْ﴾ پڑھنے سے نکاح میں کوئی خرابی نہیں آتی، اسی طرح اگر نماز میں بھی یہ غلطی ہوجائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی؛ کیوں کہ معنی میں کوئی خاص فرق نہیں آتا۔

وأما المتأخرون فاتفقوا على أن الخطأ في الإعراب لايفسد مطلقا، ولو اعتقاده كفراً؛ لأن أكثر الناس لا يميزون بين وجوه الإعراب. (شامي ٢/٣٩٣ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خطبۂ نکاح دیکھ کر پڑھنا؟

سوال (۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خطبۂ نکاح زبانی یاد نہ ہو تو کتاب دیکھ کر خطبہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ تو نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عقدِ نکاح میں اصل مقصود زبان سے کلماتِ خطبہ ادا کرنا ہے، اس کی بہتر شکل اگر چہ یہی ہے کہ زبانی ادا کہا جائے، جیسا کہ عام معمول ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص لکھے ہوئے خطبہ کو بھی پڑھ دے، تب بھی مقصود حاصل ہو جائے گا، جیسا کہ جمعہ کے خطبہ کو پڑھنے کا رواج ہے۔

(**یندب تقدیم خطبة**) (**درمختار**) **فأفاد أنها لا تتعین بألفاظ مخصوصة، وإن خطب بما ورد فهو أحسن**. (الدر المختار مع الشامي ٤/٦٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۶/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خطبۂ نکاح بیٹھ کر پڑھنا مسنون ہے یا کھڑے ہوکر؟

سوال (۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح کا خطبہ کھڑے ہوکر پڑھنا مسنون ہے یا بیٹھ کر؟ شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہی عبارات میں اس بات کی صراحت نہیں ملی کہ خطبۂ نکاح بیٹھ کر دیا جائے یا کھڑے ہوکر؟ ہم نے اپنے اکثر اکابر کو بیٹھ کر خطبۂ نکاح پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اور بعض اکابر کا معمول کھڑے ہوکر بھی رہا ہے، اُردو فتاویٰ میں بھی دونوں طرح کی باتیں لکھی ہیں، اس لئے اس معاملہ میں بحث ومباحثہ کی ضرورت نہیں، جو جیسا مناسب سمجھے اس پر عمل کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۹۲ ۵ ڈابھیل) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِیجاب وقبول سے متعلق مسائل

شادی کے لئے زوجین کی رضامندی شرط ہے

سوال (٦٢):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا انتقال ہوگیا، اور اس کی بیوی کی عدت بھی چار مہینہ دس دن گذر گئی، اب زید کی بیوی زید کے چھوٹے بھائی سے شادی کرنے کو تیار ہے؛ لیکن زید کا چھوٹا بھائی شادی کرنے کو تیار نہیں ہے، اس صورت میں کیا کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید کا بھائی زید کی بیوہ سے شادی کرنے سے انکار کرتا ہے، تو اُسے مجبور نہیں کیا جائے گا۔

مستفاد: عن ابن طاؤس عن أبیه قال: لا یکره الرجل ابنته الثیب علی نکاح هي تکرهه. (المصنف لابن أبي شیبة ٣/٤٤٦ رقم: ١٥٩٦٩ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ١١/٤/١٤١٧ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی سے عقد کی اِجازت کے وقت کن کن باتوں کا تذکرہ ضروری ہے؟

سوال (٦٣):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: لڑکی سے عقد کی اِجازت لیتے وقت کن کن باتوں کا تذکرہ ضروری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکی سے اِجازت لیتے وقت اَولاً اس کے ہونے والے شوہر کا تعارف کرایا جائے، پھر مہر کا تذکرہ کرکے اُس پر اُس کی رضامندی معلوم کی جائے، اَب اگر وہ ثیبہ ہے تو صریح الفاظ میں رضامندی ضروری ہے، اور اگر کنواری ہے تو محض خاموشی بھی رضا کے درجہ میں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تنكح الأيم حتى تستأمر ولا تنكح البكر حتى تستأذن، قالوا يا رسول اللّٰه! وكيف إذنها؟ قال: إن تسكت. (صحيح البخاري ۷۷۱/۲ رقم: ٤٩٤٣)

عن عدي الكندي رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الثيب تعرب عن نفسها والبكر رضاها صماتها. (سنن ابن ماجة ١٣٦ رقم: ١٨٧٢، مسند أحمد ١٩٢/٤، إعلاء السنن ٨٤/١١-٨٥ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۱/۶/۲۳ھ

عاقلہ بالغہ کی اِجازت کے بغیر نکاح پڑھا کر بعد میں لڑکی سے اِجازت لینا؟

سوال (۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک قاضی (جوکہ مسجد میں اِمامت بھی کرتے ہیں) نے ایک عاقل وبالغ لڑکی کی باقاعدہ اِجازت لئے بغیر نکاح مکمل کردیا، جب کہ لڑکی کے والد محترم سے بھی اِجازت نہیں لی گئی، نکاح کی رسید میں گواہان اور وکیل کے نام بھی درج ہیں، بعد میں لڑکی سے نکاح کی رسید پر انگوٹھا نشان لگوایا گیا، کیا یہ نکاح درست ہوگیا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر یہ تھا کہ نکاح سے قبل لڑکی سے اِجازت لی جاتی؛ لیکن جب کہ بلا اجازت قاضی نے نکاح پڑھایا اور بعد میں لڑکی نے راضی خوشی انگوٹھا لگا کر اِس عقد کی اِجازت دے دی، تو بھی یہ نکاح درست ہوگیا، اگر لڑکی اجازت نہ دیتی تو نکاح صحیح نہ ہوتا۔

عن أبي سلمة: جاء ت امرأة إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقالت: إن أبي أنكحني رجلاً وأنا كارهة، فقال لأبيها: لا نكاح لک، إذهبي فانكحي من شئت. (أخرجه سعيد بن منصور، إعلاء السنن ۷۷/۱۱ دار الكتب العلمية بيروت)

وإن قال أخر أشهدوا أني زوجتها منه فبلغها الخبر فأجازت جاز. (هداية ۳۲۲/۲)

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ، فإن استأذنها هو أي الولي وهو السنة (در مختار) وإن زوجها بغير استيمار فقد أخطأ السنة وتوقف على رضاها. (الرد المحتار / باب الأولياء ۵۸/۳ کراچی، كذا في البحر الرائق ۱۹۴/۳ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۲/۲۵ھ

نامحرم لڑکی سے براہِ راست نکاح کی اِجازت لینا؟

سوال (۶۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے محلّہ کی مسجد کے امام صاحب جب کہیں نکاح پڑھانے جاتے ہیں، تو وکیل اور گواہوں کے ساتھ دولہن کے کمرہ تک خود بھی جاتے ہیں، اور لڑکی سے وہ براہِ راست اِجازت لیتے ہیں، جب کہ وہ لڑکی کے لئے نامحرم ہیں، امام صاحب کو لڑکی کے کمرہ تک جانا اور کلمہ پڑھوانا یا اقرار کرانا صحیح ہے؟ جب کہ وکیل اور گواہ قابلِ احترام اور باعزت ذمہ دار شخص ہوں، کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ ایک نکاح کے وقت امام صاحب، وکیل اور گواہوں کے ساتھ خود بھی گئے، جس میں وکیل اور گواہوں میں ایک حاجی صاحب ذمہ دار اور پڑھے لکھے تھے، اُن کو یہ بات اچھی نہیں لگی، وہاں پر

موجود لوگوں نے بتایا کہ یہ امام صاحب تو ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں، جس لڑکی کا نکاح ہو رہا تھا وہ خود پڑھی لکھی اور صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے، کیا امام صاحب کو ایسا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سنت یہ ہے کہ لڑکی کا ولی اور ذی رحم محرم ہی اس سے اِجازت لے، اور کسی بھی نامحرم شخص کا وکیل بن کر براہِ راست لڑکی سے نکاح کی اِجازت لینا شریعت میں جائز نہیں ہے؛ بلکہ یہ بڑی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے۔ پس امام صاحب کو نامحرم عورت سے اِجازت لینے خود جانا درست نہ ہوگا، اُنہیں یہ طریقہ ترک کردینا لازم ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۵۷۴ ڈابھیل)

عن عطاء قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خطب أحدًا من بناته جلس إلى جنب خدرها فقال: إن فلاناً يخطب فلانةً فإن سكتت زوجها، وإن طعنت بيدها، وأشار حفص بيده السبابة، أي تطعن في الخدر لم يزوجها.

(المصنف لابن أبي شيبة ٣/٤٤٥ رقم: ١٥٩٦٤ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يجبر البالغة البكر على النكاح، فإن استأذنها هو الولي، وهو السنة، أو وكيله فسكتت أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت، فهو إذن. (شامي ٤/١٥٩ زكريا)

واستحسن الرحمتي ما ذكره الشافعية: من أن السنة في الاستيذان أن يرسل إليها نسوة ثقات ينظرن ما في نفسها، والأم بذٰلك أولى؛ لأنها تطلع على ما لا يطلع عليه غيرها. (الدر المختار / باب الولي ٤/١٥٩ زكريا)

وينظر من الأجنبية إلى وجهها وكفيها فقط للضرورة، وهٰذا في زمانهم، أما في زمانا فمنع من الشابة. (شامي ٩/٥٣٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۲/۶/۱۷ھ

اِجازتِ نکاح کے بعد لڑکی کا دستخط سے انکار کرنا؟

سوال (٦٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری لڑکی کے لئے ایک جانے پہچانے شخص نے ایک لڑکے کے رشتہ کی درخواست رکھی، جو معتبر اشخاص کی فہرست میں شامل تھے، انہوں نے لڑکے کی جو خصوصیات بیان کیں، اُس میں سرفہرست یہ جملہ تھا کہ: ''وہ بس تمہارے بڑے لڑکے کی کاپی ہے، رنگ روپ، ادائیں، عمر، تعلیم ومشاغل میں تم کوئی فرق نہیں پاؤگے''۔ مماثلت میں یہ بات ہوتے وقت میری لڑکی نماز میں مشغول تھی، اسی حالت میں یہ جملے اس کے ذہن نشیں ہوگئے، اس بارے میں ہمارا جواب جانے تک ہم نے یہ محسوس کیا کہ ہماری لڑکی کو عذر نہیں ہے اور ہماری کوئی بات اس موضوع پر لڑکی سے ہوئی بھی نہیں، یعنی بالمشافہ گفتگو نہیں ہوئی۔ مندرجہ بالا خصوصیات کی اصل حقیقت سے ہم واقف نہ تھے، اور اِسی بنا پر ہمیں زیادہ تردد بھی نہیں ہوا کہ پیغام لانے والے صاحب معتبر اشخاص میں شامل تھے، پھر بعد میں ایسے کئی مواقع آئے کہ ہم اس لڑکے کو دیکھنا اور ملنا چاہتے تھے، مگر وہ کسی نہ کسی مصروفیت کے سبب مواقع پر موجود نہ پایا گیا، اور دیگر ہمارے اعزہ واحباب اس لڑکے کے دوسرے بھائی کو اس کی جگہ سمجھتے ہوئے غلط فہمی میں رہے، اور اخیر وقت تک ہم سے یہ نہ کہہ سکے کہ یہ وہ لڑکا نہیں ہے، یہاں تک کہ طے شدہ وقت سے بہت پہلے ایک فرمائش کے نتیجہ میں خطبۂ نکاح پڑھ دیا گیا، اور اس وقت وکیل گواہان اور دیگر تمام رشتہ دار اور اَحباب نے لڑکے کو دیکھا اور سمجھنے کی کوشش کی، اور خود میں نے بھی یہ محسوس کیا کہ بھاری غلطی ہونے جارہی ہے، اِس دوران نکاح میں شرکت کے لئے جانے والے اشخاص سے لڑکی کو سن گن مل گئی کہ لڑکا اِن خصوصیات سے بالکل مختلف ہے، جو ایجاب وقبول سے پہلے اُسے گوش گذار کی گئیں؛ لہٰذا اس نے رجسٹر نکاح کی رسید پر دستخط کرنے سے انکار کردیا۔ اَب کیفیت یہ ہے کہ خاندانی رتبہ حسب ونسب کے اور دینی اعتبار سے تو ٹھیک، مگر صورت، شانِ عمر، تعلیم، قد وقامت، پیشہ وارانہ صلاحیت میں وہ بے جوڑ ہے، جب کہ شریعت کا مشورہ ہے کہ جوڑ دیکھو، دوئم تمام کے مشورہ کے خلاف ہے، جب کہ شریعت سے مشورہ میں خیر بتائی

جاتی ہے، سوئم غلطی کو نبھائے جانے کے برخلاف غلطی کو سدھارنے کے لئے صلحاء حضرات فرماتے ہیں، اور ہمیں واضح طور پر محسوس ہونے لگا ہے۔ صحیح طور پر ہم نے تحقیقات نہ کرنے اور محض اگلے کے بیان پر بھروسہ کرتے ہوئے اتنا آگے تک بڑھ گئے، تو اب ہم مزید قدم اٹھانے پر اور زیادہ گنہگار ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ نکاح کسی طرح فسخ ہوجائے، فسخ نکاح کی کیا کیا صورتیں ہیں؟ کیا لڑکے کا تحریر کرنا کافی ہے یا مجلس میں طلاق کہنا ضروری ہے؟ ابھی لڑکی کی رخصتی نہیں ہوئی ہے، اور کیا نکاح نامہ پر لڑکی کے دستخط نہ کرنا خود نکاح کو فاسد میں شمار کرنا ہے۔

نوٹ:- لڑکی نے زبانی اجازت دے دی تھی؛ البتہ نکاح ہونے کے بعد رجسٹر پر دستخط کرتے وقت دستخط کرنے سے انکار کردیا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگرچہ فریقین کی طرف سے دانستہ یا نادانستہ یہ کوتاہی ہوئی کہ نکاح سے قبل لڑکے کو صورت سے پہچانا نہیں گیا، ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا؛ لیکن نکاح کے وقت جب نام ونسب کے ساتھ لڑکی والے نکاح پر راضی ہوگئے اور لڑکی نے زبانی اجازت بھی دے دی، اس لئے یہ نکاح شرعاً منعقد ہو چکا ہے۔ اب لڑکے سے طلاق یا شرعی تفریق کے بغیر اس لڑکی کا کسی دوسرے لڑکے سے نکاح جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۸/۴۱، امداد المفتیین ۵۲۴)

وينعقد بايجاب وقبول من الأخر. (الدر المختار ٣٨/٤ زكريا)

ركن النكاح: الإيجاب والقبول. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٣/٤ رقم: ٥٣٦١ زكريا، البحر الرائق ١٤٤/٣ زكريا)

أما منكوحة الغير لم يقل أحد بجوازه ولم ينعقد أصلاً. (الفتاوىٰ الهندية ٢٨٠/١، بدائع الصنائع ٥٤٨/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۲/۶/۱۷ھ

نشہ میں انعقادِ نکاح

سوال (۶۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حالتِ نشہ میں انعقاد نکاح ہوتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شراب پی کر اگر نشہ آیا ہے، تو اس حالت میں نکاح کا انعقاد صحیح ہے؛ البتہ اگر دوا وغیرہ پینے سے نشہ آ گیا، تو اس حالت میں نکاح صحیح نہ ہوگا۔

قال في التاتارخانية: نكاح المكره والسكران صحيح. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱۰/۳)

إن كان سكره بطريق محرم لا يبطل تكليفه، فتلزمه الأحكام وتصح عباراته من الطلاق والعتاق والبيع والإقرار وتزويج الصغار من كفؤ. (شامي ۲۳۹/۳ كراچی)

أو بمباح كما إذا سكر من ورق الرمان؛ فإنه لا يقع طلاقه ولا عتاقه. (شامي ۲۴۰/۳ كراچي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۴/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نیم بے ہوشی کی حالت میں کیا ہوا نکاح؟

سوال (۶۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) میں نے اپنی بیٹی زینب بی بی کا نکاح غلام محمد ابن یعقوب خاں عرف کالو خاں کے ساتھ بتاریخ ۷/ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ کو شرعی وکیل و گواہوں اور ہمارے گھر والے اور دولہا کے گھر سے بہنوئی اور ان کے بھانجے بالغ اور دیگر حاضرینِ مجلس مردوں اور عورتوں کے سامنے بخیریت مکمل کر دیا تھا، جس میں دولہا نے کہا: ''میں نے اپنے نکاح میں قبول کیا'' بعد ازاں لڑکی کو دولہا کے ساتھ اس کے گھر بھیج دیا تھا، اس کے بعد دولہا کے بہنوئی سلیم خاں اور دولہا کے ساتھ شاید کسی لین

دین میں یا کسی دیگر گھریلو مسئلہ میں تنازعہ پیش آیا؛ لہٰذا سلیم خاں نے کہا ''آپ کا نکاح نہیں ہوا؛ کیوں کہ غلام محمد نشہ میں تھا'' غلام محمد سے پوچھنے پر معلوم ہوا میں ہوش میں تھا، اور میں نے ہوش میں نکاح قبول کیا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر زوج نشہ کی حالت میں بھی ہوا اور وہ کہے کہ میں نے نکاح قبول کیا ہے، تو یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر نشہ کی حالت کو سلیم نے اِرادۃً چھپایا ہوا ور لڑکی والوں کو آگاہ نہ کیا ہو، اور چشم پوشی کی ہو، تو نشہ کی حالت میں ہوش مکمل سلامت ہو، تو کیا یہ نکاح درست ہوگا، یا دوبارہ نکاح کی رسم ادا کرنی ہوگی؟

(۳) اس سالے بہنوئی میں آپسی لین دین کے معاملہ میں بہت زیادہ فون پر تو تو میں میں ہوتی تھی، اور بیرونی ملک سے واپس آنے پر دونوں میں تنازعہ بھڑک اٹھا۔

(۴) غلام محمد اور زینت دونوں ایک ماہ ساتھ بھی رہے ہیں، فی الحال سمندری جہاز پر نوکری ہونے کی وجہ سے دو ماہ بعد آنے کا اندیشہ ہے، آپ حضرات اس بارے میں شرعی فیصلہ تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مسئولہ صورت میں جب کہ غلام محمد خود اس بات کا دعویٰ کرر ہا ہے کہ اس نے بحالتِ ہوش وحواس نکاح قبول کیا ہے، اور قاضی کے ایجاب پر اُس کا صحیح طرح قبول کرنا اُس کے لئے مؤید بھی ہے؛ لہٰذا یہ نکاح یقیناً منعقد ہوگیا، کسی دوسرے شخص کی طرف سے اسے بلا دلیل مدہوش قرار دینے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

(۲) اور ایسا معمولی نشہ جس سے آدمی کے ہوش وحواس مختل نہ ہوں، وہ نکاح کے لئے مانع نہیں ہیں؛ لہٰذا دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔

(۳) سالے بہنوئی کو اس معاملہ میں بلا وجہ تنازع نہ کرنا چاہئے۔

(۴) مسئولہ صورت میں غلام محمد اور زینب کا ایک ساتھ رہنا بلاشبہ درست ہے۔

وينعقد ملتبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار مع الشامي ٤/٦٨-٦٩ زکریا، الفتاویٰ الهندية ١/٢٦٧، مجمع الأنهر ١/٣١٧)

امرأة قالت لرجل: زوجت نفسي منک، فقال الرجل: بخداوندگارے پزیر فتمّ یصح النکاح. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۵۸۲/۲ کراچی)

والسکران من لا یفرق بین الرجل والمرأة والسماء والأرض، وقالا: من یختلط کلامه غالباً فلو نصفه مستقیما، فلیس بسکران. (الدر المختار مع الشامي ۷٤/٦ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ۱۵۹/۲)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلاَ تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ [الانفال: ٤٦]

عن أبي هریرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا، وکونوا عباد اللّٰه إخوانا. (صحیح البخاري ۸۹٦/۲، مشکاة المصابیح ٤۲۷)

وأما أحکامه: فحل استمتاع کل منهما بالآخر علی الوجه الماذون فیه شرعاً، کذا في فتح القدیر. (الفتاویٰ الهندیة ۲۷۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۷/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مذاق میں لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ’’میں شادی کرنا چاہتا ہوں‘‘؟

سوال (۶۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بالغ لڑکی ایک لڑکا (جس کی عمر پندرہ سال ہے) اس کا ہاتھ پکڑ کر کہتی ہے کہ میں اس کے ساتھ شادی کروں گی، ایک تیسرا شخص لڑکی سے معلوم کرتا ہے کہ کیا تو واقعی اس سے شادی کرنا چاہتی ہے؟ وہ کہتی ہے کہ: ’’اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں‘‘، دوسری طرف جب لڑکے سے معلوم کیا جاتا ہے کہ کیا تجھ کو یہ لڑکی قبول ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہاں! میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور مجھ کو یہ لڑکی قبول ہے۔ ان دونوں کے اس بیان کو ایجاب وقبول مان کر تیسرا شخص یہ کہتا ہے کہ تمہارا نکاح ہوگیا، تو کیا واقعی یہ نکاح ہوگیا؟ جب کہ اس وقت ایک بالغ مرد اور دو بالغ عورتیں موجود تھیں، اور لڑکے سے بار بار قبول کرنے کی تکرار ہوئی، بعد کو لڑکی یہ کہتی ہے کہ یہ سب مزاق میں کہہ رہی تھی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں لڑکی کا یہ کہنا کہ: ''میں شادی کرنا چاہتی ہوں یا شادی کروں گی'' ایجاب نہیں ہے؛ بلکہ محض رضا مندی کا اظہار ہے، اسی طرح لڑکے کا یہ کہنا کہ: ''میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں یا مجھ کو یہ لڑکی قبول ہے''، یہ محض وعدہ اور تمنا کا اظہار ہے، اسے قبول نہیں کیا جاسکتا؛ کیوں کہ یہ مجلس بظاہر عقد نکاح کے لئے منعقد نہیں کی گئی ہے اور الفاظ بھی فی الحال انعقاد پر دال نہیں ہیں۔

وإنما یصح بلفظ تزویج ونکاح؛ لأنهما صریح، وما عداهما کنایة، وهو کل لفظ وضع لتملیک عین کاملة في الحال. (تنویر الأبصار مع الدر المختار / کتاب النکاح ٤/٧٨-٧٩ زکریا، کذا في الفتاویٰ الهندیة ١/ ٢٧٠)

وکذا أنا متزوجک أو جئتک خاطباً لعدم جریان المساویة في النکاح، أو هل أعطیتنیها أن المجلس للنکاح وإن للوعد فوعد. (کذا في الدر المختار مع الشامي ٤/ ٧٢-٧٣ زکریا، ۳/ ۱۲ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِیجاب وقبول کتنی بار کرانا چاہئے؟

سوال (٧٠): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایجاب وقبول کتنی بار کرانا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک بار ایجاب وقبول کرانا کافی ہے، دو یا تین بار کرانے کی ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۰/ ۶۰ ڈابھیل)

وینعقد بالإیجاب والقبول، فإذا قال لها: أتزوجک بکذا فقالت: قبلت،

یتم النکاح. (الفتاویٰ الهندیة ۱/ ۲۷۰، کذا في الهدایة ۲/ ۳۰۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۱/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نوشہ سے قبول کرانے کے لئے کیا کہنا چاہئے؟

سوال (۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مجلسِ نکاح میں خطبہ کے بعد نوشہ سے قبول کرانے کے لئے کیا کہنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خطبہ کے بعد نوشہ سے کہا جائے کہ مثلاً فلانہ بنت فلاں کا نکاح بعوض اتنے مہر تم سے کر دیا گیا، تمہیں قبول ہے؟ اس کے جواب میں اگر وہ قبول کرلے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، اور قبول کرانے کے لئے کوئی الفاظ متعین نہیں ہے، جن لفظوں سے بھی پورا مضمون ادا ہو جائے، اُنہیں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

فإذا قال لآخر: زوجتک ابنتي علی ألف درهم فقال الزوج قبلت النکاح وسکت عن المهر ینعقد النکاح بینهما. (الفتاویٰ الهندیة ۱/ ۲۶۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایجابِ نکاح کے جواب میں صرف ’’جی قبول کیا‘‘ کہنا؟

سوال (۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح پڑھانے والا نکاح کے خطبہ سے فارغ ہوکر جب لڑکے سے پوچھتا ہے کہ اتنے مہر کے عوض فلاں بنت فلاں کو آپ کی زوجیت میں دیا جارہا ہے، آپ نے قبول کیا، تو اس کے جواب میں بجائے یہ کہنے کے کہ ’’میں نے قبول کیا‘‘، میں نے چھوڑ کر صرف یہ کہہ دیا کہ ’’جی قبول کیا‘‘، تو اتنا کہہ دینے سے نکاح منعقد ہوگیا یا نہیں؟ نکاح کی صحت پر کوئی اثر تو نہیں پڑا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِیجابِ نکاح کے جواب میں ’’جی قبول کیا‘‘ کہنے سے بھی بلاشبہ نکاح منعقد ہو چکا ہے، کسی شک وشبہ کی ضرورت نہیں ہے۔

وینعقد ملتبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر، وضعاً للمضی. (شامي ٦٩/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کے وقت ’’قبول کی میں نے انشاء اللہ‘‘ کہنا؟

سوال (۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح کے وقت قبول کرتے ہوئے یوں کہنا: ’’قبول کی میں نے انشاء اللہ‘‘ کیا قبولیت کے بعد فوراً انشاء اللہ کہنے سے قبولیت اور نکاح پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا؟ جیسے طلاق میں فوراً انشاء اللہ کہنے سے طلاق نہیں ہوتی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں لکھا ہے کہ ایجاب وقبول میں انشاء اللہ کہنے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۷/ ۶۲)

كل مايختص باللسان يبطله الإستثناء. (شامي ٦٢٣/٤ زكريا)

لیکن یہ حکم اُسی وقت ہے جب کہ کہنے والا انشاء اللہ کا مطلب بھی سمجھتا ہو، اور اگر اس کا منشاء انشاء اللہ کہنے سے اپنی بات مؤکد کرنے کا ہو، جیسا کہ بہت سے ناواقف لوگوں کا معمول ہے کہ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، تو وہ انشاء اللہ لگاتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں انشاء اللہ ضرور آؤں گا، تو ایسی صورت میں نکاح منعقد ہو جانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۱/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے کا اِیجاب کے جواب میں ''أقبلُ'' کہنا؟

سوال (۷۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید بالغ اور بااختیار شخص ہے، اب زید کے باپ کو لڑکی والے کے یہاں لے کر گئے اور نکاح کی مجلس جمی، جس میں تقریباً پچاس آدمی شریک ہوئے، خطبہ پڑھانے والے نے جب کہا کہ میں فلاں کی لڑکی فلاں کو آپ کے نکاح میں دیتا ہوں، تو زید نے کہا ''أَقْبَلُ'' پھر زید ایک سال کے بعد اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے، تو کیا نکاح معتبر مانا جائے گا؟ اگر نکاح معتبر نہیں مانا جائے گا تو پھر گواہوں کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر زید نے قبول کرنے کی نیت سے ''أَقْبَلُ'' کا لفظ استعمال کیا ہے، تو یہ نکاح منعقد ہوگیا، چاہے ''أَقْبَلُ'' کے معنی اسے معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ بریں بناء اس کے لئے اپنی منکوحہ سے ازدواجی تعلق قائم کرنا درست ہے۔

قال في الفتح: لو لقنت المرأة ''زوجت نفسي'' بالعربية ولا تعلم معناه، وقيل: والشهود يعلمون ذلك، أو لا يعلمون صح، ومثل هٰذا في جانب الرجل إذا لقنه ولا يعلم معناه. (شامي ٤/٧٨ زكريا)

لقنت المرأة زوجت نفسي من فلان بالعربية، وهي لا تعرف أيش؟ قيل: صح النكاح بينهما، وقيل: ينقعد. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٤/٨ رقم: ٥٣٦٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لفظ ''ہبہ'' سے نکاح کے لئے نیت شرط ہے

سوال (۷۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کتاب ''احسن المسائل'' میں لکھا ہے کہ نکاح لفظِ ہبہ سے اور لفظ ''تزویج'' سے بھی ہوجاتا ہے،

اس تحریر کو پڑھ کر زید نے دو آدمیوں کے سامنے ہندہ کو کہا: **هب لي نفسک.** (تم اپنے کو مجھے ہبہ کردو) اس پر ہندہ نے کہا: **وهبت لک نفسي** (میں نے اپنے کو آپ کو ہبہ کیا) مگر اس مکالمے میں زید نے نکاح کی نیت کی اور ہندہ نے نکاح کی نیت نہیں کی، اور اب تک زید کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی کرتی ہے، تو اس صورت میں نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ ہندہ ایک جوان غیر شادی شدہ عورت ہے اور زید نے ہندہ کو دو سو روپیہ دین مہر کی نیت سے دیا اور دین مہر کہہ کر نہیں دیا اور ہندہ نے اسے لے لیا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: لفظ ''ہبہ'' نکاح کے کنائی الفاظ میں ہے، یعنی اگر ان الفاظ کی ادائیگی کے وقت نکاح کی نیت کی ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ صورتِ مسئولہ میں چوں کہ ہندہ نے ''**وهبت لک نفسي**'' کہتے وقت نکاح کی نیت نہیں کی ہے؛ لہٰذا قبول صحیح نہیں ہوا، اور نکاح منعقد نہیں ہوا؛ لہٰذا زید و ہندہ پر ازسرِ نو نکاح کرنا لازم ہے۔

وإنما يصح بلفظ ''تزويج ونكاح''؛ لأنهما صريح، وما عداهما كناية، هو كل لفظ وضع لتمليک عين كاملة، كهبة أي إذا كانت على وجه النكاح، وكل ما تملک به الرقاب بشرط نية أو قرينة، وفهم الشهود المقصود. (الدر المختار مع الشامي ۱۷/۳ کراچی، ۷۹/٤ زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار ۹۰۸/۲ دار المعرفة بيروت، النهر الفائق ۱۷۲/۲ إمدادية، بحواله: تعليقات: فتاویٰ محموديه ۱۰/ ٦٦٤ ڈابھیل)

اور چوں کہ نکاح صحیح نہیں ہوا ہے؛ لہٰذا زید نے جو دو سو روپیہ مہر کے نام پر دیا ہے، وہ اسے واپس لے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہٗ ۱۴۱۵/۸/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی سے اِجازت لیتے وقت دولہا کے بھائی کا نام لینا؟

سوال (۷٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: وکیل نے لڑکی سے اِجازت لیتے وقت دولہا کے نام کے بجائے دولہا کے بھائی کا نام لیا؛ لیکن ذہن میں دولہا ہی تھا؟ نام میں غلطی کردی، تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکے یعنی اصل دولہا سے قبول کراتے وقت اگر مذکورہ لڑکی کا نام صحیح طریقہ پر لیا گیا، تو یہ نکاح فضولی کے بطور موقوفاً منعقد ہوگیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر لڑکی بعد میں اس نکاح کی اطلاع ملنے پر راضی رہی، یا رخصت ہوکر بخوشی دولہا کے گھر چلی گئی وغیرہ، تو یہ نکاح انجام کار درست اور نافذ ہوجائے گا، اور نکاح سے پہلے لڑکی سے جو دولہا کے بھائی کے لئے اِجازت لی گئی تھی وہ خود بخود کالعدم ہوگئی۔

وکذلک لو زوّج رجل امرأۃ بغیر رضاھا أو رجلاً بغیر رضاہ، وھٰذا عندنا، فإن کل عقد صور من الفضولي، ولہ مجیز انعقد موقوفاً علی الإجازۃ.

(الھدایۃ ۲/ ۳۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۸/۴/ ۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے کی طرف سے ایجاب کے بعد لڑکی کے وکیل کا اعراض کرنا؟

سوال (۷۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی سے نکاح کی اجازت لی گئی، لڑکے نے لڑکی کے وکیل سے ایجاب کیا، مگر وکیل نے ایسا عمل کیا جو اس کے اعراض کو ظاہر کرتا ہو، اس طرح ایجاب باطل ہوگیا، تو کیا لڑکی کی اجازت وتوکیل باقی رہے گی؟ اور دوبارہ لڑکا ایجاب کرے تو لڑکی کے وکیل کا قبول کرنا معتبر ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح میں چوں کہ حقوقِ عقد آمر کی طرف لوٹتے ہیں؛

اس لئے اِس خاص صورت میں محض لڑکی کے وکیل کے اعراض کرنے سے توکیل میں کچھ فرق نہیں پڑے گا، اور دوبارہ ایجاب کے بعد لڑکی کے وکیل کے قبول کرنے سے نکاح درست ہوجائے گا۔

وكل عقد يضيفه إلى مؤكله كالنكاح والخلع والصلح عن دم العمد، فإن حقوقه يتعلق بالمؤكل دون الوكيل – إلى قوله – لأن الوكيل فيها سفير محض ألا ترى! أنه لا يستغنى عن إضافة العقد إلى المؤكل. (الهداية ۱۸۰/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نوشہ کے قبول کرنے سے پہلے ایجاب کرنے والے کا مجلس سے اُٹھ جانا یا اعراض کرنا؟

سوال (۷۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ایک شخص نے نکاح کا ایجاب کیا اور دوسرے فریق کے قبول کرنے سے پہلے خود ایجاب کرنے والا مجلس سے اٹھ گیا، یا اس نے ایسا کام کیا جس سے اعراض ظاہر ہوتا ہو، تو ایجاب باقی رہے گا یا ختم ہوجائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح فی الجملہ ان عقود میں سے ہے جن کی تکمیل اِیجاب وقبول کے ذریعہ ہوتی ہے؛ لہٰذا جو حکم دیگر عقود میں ایجاب وقبول کا ہے وہی حکم نکاح میں بھی ہوگا، اور وہ یہ ہے کہ اگر قبول کرنے سے پہلے اِیجاب کرنے والا شخص مجلس عقد سے اٹھ جائے یا اعراض کرے تو اِیجاب باطل ہوجاتا ہے۔

ومن شرائط الإيجاب والقبول: اتحاد المجلس لو حاضرين، وإن طال كمخيرة الخ. (الدر المختار) (قوله: اتحاد المجلس) قال في البحر: فلو اختلف المجلس لم ينعقد، فلو أوجب أحدهما فقام الآخر أو اشتغل بعمل آخر

بطل الإيجاب الخ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / مطلب: التزوج بإرسال كتاب ٧٦/٤ زكريا، ١٤/٣ كراچی، كذا فی البحر الرائق / كتاب النكاح ١٤٨/٣ زكريا، الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب الأول ٢٦٩/١ زكريا)

وأيهما قام عن المجلس قبل القبول بطل الإيجاب؛ لأن القيام دليل الإعراض والرجوع. (الهداية ٢٠/٣)

فلو أوجب أحدهما فقام الآخر أو اشتغل بعمل آخر بطل الإيجاب؛ لأن شرط الارتباط اتحاد الزمان فجعل المجلس جامعًا تيسيرًا. (البحر الرائق / كتاب النكاح ١٤٨/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے لڑکیوں کے نام میں تبدیلی آجانے کی وجہ سے نکاح کا حکم

سوال (۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی دولڑکیوں کا نکاح تھا، وکیل گواہ دونوں لڑکیوں سے اجازت لینے گئے واپس آ کر نکاح خواں نے غلطی سے ایک دوسرے کے نام سے ایجاب وقبول کرادیا، مثلاً زید کا ہندہ سے اور خالد کا حفصہ سے جب کہ زید کا حفصہ سے اور خالد کا ہندہ سے ہونا تھا، کیا یہ نکاح ہوگئے؟ کیا صرف نام بدل جانے سے نکاح پر اثر پڑجاتا ہے، جب کہ دونوں طرف سے دولہن کو معلوم ہے میرا نکاح فلاں لڑکے سے ہونا ہے، اور اسی کی اجازت دی ہے؛ لیکن نکاح خواں نے یا وکیل گواہوں نے بھول سے نام بدل دیا، ایسے ہی دولہا کو معلوم ہے میرا نکاح فلاں لڑکی سے ہونا ہے، اسی لڑکی کو قبول کیا ہے، کیا بھول کر نام بدل دینے سے نکاح پر اثر پڑے گا؟ بھول چاہے لڑکی والوں کی طرف سے ہو یا وکیل گواہوں کی طرف سے ہو، یا ناکح کی طرف سے ہو؟ شرعاً جو فیصلہ ہو۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس صورت میں چوں کہ ہر ایک لڑکی سے متعین لڑکے

کے بارے میں اِجازت لی گئی ہے، اور نکاح خواں نے ہر ایک کا نکاح غیر کے ساتھ کردیا ہے؛ اس لئے یہ نکاح نکاحِ فضولی کہلائے گا، اور ہر ایک لڑکی کی ازسرِنو اجازت پر موقوف رہے گا، اگر لڑکی اس نکاح کو رخصتی سے قبل رد کردے تو نکاح باطل ہوجائے گا، اور اگر نئی صورتِ حال معلوم ہونے کے بعد ازسرِنو اجازت دیدے یا بخوشی اُسی لڑکے کے ساتھ رخصت ہوجائے جس سے نکاح پڑھایا گیا ہے، تو یہ نکاح نافذ ہوجائے گا؛ لہٰذا اگر پہلے سے متعینہ رشتہ کے مطابق عقد کرنا ہے، تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ دونوں لڑکیاں غلط نام والے نکاح کو نامنظور کردیں، اور پھر ازسرِنو صحیح نام کے ساتھ نکاح پڑھایا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۵۹/۱۶ میرٹھ)

ووقف أي جعله موقوفاً تزويج فضولي من أحد الجانبين الخ، على الإجازة أي إجازة من له العقد بالقبول، أو الفعل، فإن أجاز ينفذ وإلا لا. (مجمع الأنهر ۳٤۳/۱، الفتاویٰ الهندية ۲۹۹/۱ زكريا)

غلط وكيلها بالنكاح في اسم أبيها بغير حضورها، لم يصح للجهالة، وكذا لو غلط في اسم بنته إلا إذا كانت حاضرةً وأشار إليها فيصح. (در مختار) قوله: إلا إذا كانت حاضرةً، راجع إلى المسئلتين: أي فإنها لو كانت مشاراً إليها وغلط في اسم أبيها أو اسمها، لا يضر؛ لأن تعريف الإشارة الحسية أقویٰ من التسمية، لما في التسمية من الاشتراك العارض، فتلغو التسمية عندها كما لو قال: اقتديت بزيد هٰذا، فإذا هو عمرو، فإنه يصح. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / مطلب في عطف الخاص على العام ۹٦/٤-۹۷ زكريا، ۲٦/۳ كراچی، الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر ۳۲۲/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت، كذا في البحر الرائق مع منحة الخالق ۱۵۰/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کا نام اور پتہ غلط بتا کر نکاح کرنا؟

سوال (۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: لڑکے سے نکاح سے پہلے لڑکی کے بارے میں بتایا گیا کہ تعلیم یافتہ ہے، خوبصورت ہے اور نام عائشہ ہے، جب کہ یہ تینوں باتیں نہیں ہیں، اور نکاح کی رسید پر لڑکی نے اپنا نام شیلہ نسرین لکھا، بعد میں اس سے عائشہ لکھوالیا گیا، تو کیا اس صورت میں لڑکے نے جو نکاح عائشہ سے منظور کیا ہے وہ نکاح صحیح ہوگیا یا نہیں؟ اورلڑکی کا پتہ مٹورہ مانی لکھا گیا، جب کہ اصل پتہ دوسرا ہے، وہ ضلع ہریدوار کی رہنے والی ہے، وہیں رہائش آج بھی ہے، اور پہلے بھی وہیں رہائش تھی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کہ لڑکے نے عائشہ سے نکاح منظور کیا اور واقع میں لڑکی کا نام عائشہ نہیں ہے، اور دیگر معلومات بھی واقع کے خلاف ہیں، تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، اگر لڑکا اسی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو از سرنو دوبارہ نکاح پڑھایا جائے۔

وكذا يقال فيما لو غلط في اسمها. (شامي ٤/٩٧ زكريا)

غلط وكيلها بالنكاح في اسم أبيها بغير حضورها، لم يصح للجهالة، وكذا لو غلط في اسم بنته إلا إذا كانت حاضرةً وأشار إليها فيصح. (الدر المختار) **قوله: إلا إذا كانت حاضرةً، راجع إلى المسئلتين: أي فإنها لو كانت مشاراً إليها وغلط في اسم أبيها أو اسمها، لا يضر؛ لأن تعريف الإشارة الحسية أقوىٰ من التسمية، لما في التسمية من الاشتراك العارض، فتلغو التسمية عندها كما لو قال: اقتديت بزيد هٰذا، فإذا هو عمرو، فإنه يصح.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / مطلب في عطف الخاص على العام ٩٦-٩٧ زكريا، ٣/٢٦ كراچی، الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر ١/٣٢٢ دار إحياء التراث العربي بيروت، كذا في البحر الرائق مع منحة الخالق ٣/١٥٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سسر نے دھوکہ دے کر دوسری بیٹی کے نام سے نکاح پڑھوادیا؟

سوال (۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا رشتہ ایک جگہ گیا اور وہاں پر رشتہ منظور ہوگیا، میرے خسر کا نام منشی سعید ہے، ان کی چار لڑکیاں ہیں، اس میں بڑی لڑکی شادی شدہ ہے، اور تین لڑکیاں غیر شادی شدہ ہیں، اس گھر میں جب میرا رشتہ گیا، تو میرے گھر والوں کو جو لڑکی دکھائی گئی تھی وہ لڑکی بہت خوبصورت اور قرآن شریف بھی پڑھی لکھی تھی، اور دین دار بھی تھی، لڑکا ان تمام باتوں سے لاعلم تھا، لڑکا اپنے بھائی بھاوج کے بھروسہ پر تھا کہ جو وہ لوگ کریں گے میرے لئے بہتر کریں گے؛ لیکن شادی والے دن میرے ساتھ لڑکی کے ماں باپ وغیرہ نے بہت بڑا دھوکہ کیا، جو لڑکی ہمارے گھر والوں کو دکھائی گئی تھی اس لڑکی کو چھپا کر دوسری لڑکی جو کہ بالکل جاہل، اَن پڑھ اور دین سے بالکل واقف نہیں ہے، نیز قرآن شریف بھی پڑھی ہوئی نہیں ہے، چہرہ پر بھی داغ دھبہ وغیرہ ہیں، داغ دھبے والی لڑکی سے لاعلمی میں میرا رشتہ ہوگیا ہے، اپنے گھر والوں سے جس طرح میں نے اس لڑکی کی تعریف سنی تھی، ویسا بالکل نہیں پایا، ہمارے گھر پر لڑکی تقریباً ۲۵/دن رہی، اُس سے ہم بستری بھی ہوئی، کچھ دنوں کے بعد جب لڑکی بدلنے کی حقیقت میرے علم میں آئی، تو میرا دل اس لڑکی کی طرف سے پھر گیا، اب مجھے اس لڑکی اور لڑکی کے گھر والوں سے کافی نفرت ہوگئی ہے، اب میں یہ چاہتا ہوں کہ شریعت اس معاملہ میں کیا حکم دیتی ہے اور لڑکی والوں کو امام بنا کر اُن کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور لڑکے والوں نے جو سامان لڑکی وغیرہ کو دیا جیسے زیور، ہنسلی، کپڑے وغیرہ، تو یہ سب سامان کیا لڑکے والوں کو واپس آئے گا، اور لڑکی والوں نے جو سامان لڑکے کو دیا جیسے پہننے کے کپڑے اور گھڑی سائیکل اور پلنگ برتن وغیرہ، کیا یہ سب سامان لڑکی والوں کو واپس جائے گا۔ قانونِ شریعت سامان کے لین دین کے متعلق کیا ہے؟ واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کے وقت جس لڑکی کا نام آپ کے سامنے لیا گیا

ہےاور آپ نے اس کو قبول کیا ہے، اسی لڑکی سے آپ کا نکاح صحیح طور پر منعقد ہو چکا ہے، اگر واقعی لڑکی والوں نے وعدہ کا خیال نہ کرتے ہوئے دوسری لڑکی سے نکاح کرا دیا ہے تو وہ دھوکہ دہی کی وجہ سے سخت گنہگار ہیں، انہیں اپنے اس فعل شنیع سے توبہ کرنی چاہئے، دھوکہ دینے والا شخص شرعاً فاسق ہے جب تک وہ اپنے فعل سے توبہ نہ کرلے، اس کی امامت مکروہ ہوتی ہے۔ لڑکی والوں نے جو سامان لڑکے کے استعمال کے لئے دیا ہے وہ لڑکے کی ملک ہے، اور لڑکے والوں کی طرف سے جو کپڑے وغیرہ لڑکی کو دئے گئے ہیں ان کی لڑکی مالک ہے، علیحدگی کی صورت میں یہ سامان ایک دوسرے کو جبراً واپس نہیں کیا جائے گا، بہرحال جب کہ آپ کا نکاح منعقد ہو چکا ہے، تو بہتر یہ ہے کہ آپ پچھلی باتوں کو نظر انداز کر کے آئندہ بشاشت کے ساتھ اسی اپنی منکوحہ کے ہمراہ زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں، شاید انجام کار اسی میں خیر ہو۔

ولو له بنتان أراد تزويج الكبرىٰ فغلط فسماها باسم الصغرىٰ صح للصغرىٰ، خانية. (الدرالمختار مع الشامي ٣/٢٦ كراچی، ٤/٩٧ زكريا)

ولو كان لرجل بنتان كبرىٰ اسمها عائشة وصغرىٰ اسمها فاطمة، وأراد أن يزوج الكبرىٰ وعقد باسم فاطمة ينعقد على الصغرىٰ. (الفتاویٰ الهندية ١/٢٧٠ زكريا، البحر الرائق / كتاب النكاح ٣/١٥٠ زكريا)

ولو بعث إلى امرأته شيئاً ولم يذكر جهة عن الدفع غير جهة المهر كقوله شمع أو حناء، ثم قال إنه من المهر لم يقبل لوقوعه هدية فلا ينقلب مهراً. (الدر المختار مع الشامي ٣/١٥١ كراچی)

وينبغي اعتبار العرف فيما يقصد به التفويض. (شامي ٣/١٥٦ كراچی)

ويكره إمامة ...... الفاسق. (شامي مع الدر المختار ١/٥٦٠ كراچی، ٢/٢٩٤ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۱/۲/۱۱ھ

وکیل اور گواہوں نے غلط فہمی سے قاضی کو ''سلمٰی'' کے بجائے ''صبا'' نام بتادیا؟

سوال (۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وکیل گواہ جب نکاح کی اجازت لینے دولہن سے گئے، اجازت کے بعد دولہن والوں نے لڑکی کا نام ''سلمٰی'' بتایا، گواہوں اور وکیل کی سمجھ میں ''صبا'' آیا، وکیل گواہوں نے نکاح خواں سے ''صبا'' نام بتایا، ناکح نے اسی نام پر ایجاب وقبول کرادیا، بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکی کا نام ''سلمٰی'' ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا وکیل گواہوں کی غلطی سے ناکح سے دوسرے نام پر ایجاب وقبول کرایا، یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں نام کی تبدیلی کی وجہ سے ''سلمٰی'' کا نکاح شرعاً درست نہیں ہوا؛ اس لئے کہ جب لڑکی مجلس عقد میں موجود نہ ہو، تو محض اِشارہ یا ذہنی طور پر تعیین کافی نہیں ہوتی؛ بلکہ نام پر ہی نکاح ہوتا ہے جس میں مسئولہ واقعہ میں غلطی ہوگئی؛ لہٰذا ازسرنو صحیح نام کے ساتھ نکاح پڑھنا ضروری ہوگا۔

قوله: وغلط وكيلها بالنكاح في اسم أبيها بغير حضورها، لم يصح للجهالة، وكذا لو غلط في اسم بنته إلا إذا كانت حاضرةً وأشار إليها فيصح.

(الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / مطلب في عطف الخاص على العام ٩٦-٩٧ زكريا، ٢٦/٣ كراچى، الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر ٣٢٢/١ دار إحياء التراث العربي بيروت، كذا في البحر الرائق مع منحة الخالق ١٥٠/٣ زكريا)

ومنها أن لا تكون المنكوحة مجهولة فلو زوجه بنته ولم يسمها وله بنتان لم يصح للجهالة، بخلاف ما إذا كان له بنت واحدة إلا إذا سماها بغير اسمها ولم يشر إليها؛ فإنها لا يصح، كما في التجنيس. (البحر الرائق / كتاب النكاح ١٥٠/٣ زكريا)

رجل له ابنة واحدة واسمها عائشة، فقال الأب وقت العقد: زوجت منک ابنتي فاطمة لاينعقد النكاح بينهما. (خانية على الفتاویٰ الهندية ۱/ ۳۲٤)

إذا سماها بغير اسمها ولم يشر إليها، فإنه لايصح. (البحر الرائق / كتاب النكاح ۳/ ۱۵۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/ ۱۱/ ۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غلط فہمی سے نکاح پڑھاتے وقت ''شبینہ'' کے بجائے ''ثمینہ'' نام لے لیا؟

سوال (۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح کے وقت لڑکی کے وکیل نے قاضی کو لڑکی کا نام ''شبینہ'' بتایا، قاضی کو آواز آئی ''ثمینہ'' کی، چناں چہ قاضی نے ایجاب وقبول کراتے وقت ''ثمینہ'' ہی نام لیا، اسی نام سے قبولیت کرادی، رجسٹر میں بھی یہی نام لکھ دیا، رخصتی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہن کا نام تو ''شبینہ'' ہے اور وکیل نے ''شبینہ'' ہی بتایا تھا، مگر قاضی نے ''ثمینہ'' نام سے قبولیت کرائی، کیا یہ نکاح صحیح ہوگا؟ اگر صحیح نہیں ہوا تو اب جب کہ رخصتی بھی ہوچکی ہے تو کیا شکل ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مسئولہ صورت میں ''شبینہ'' کے بجائے ''ثمینہ'' کے نام سے پڑھایا گیا نکاح درست نہیں ہوا، دوبارہ صحیح نام سے نکاح پڑھانا ضروری ہے، اور رخصتی ہونے سے مسئلہ پر کوئی فرق نہ پڑے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۱/ ۴۲ ڈابھیل)

وغلط وكيلها بالنكاح في اسم أبيها بغير حضورها، لم يصح للجهالة، وكذا لو غلط في اسم بنته. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / مطلب في عطف الخاص على العام ٤/ ٩٦ زكريا، ۳/ ۲٦ كراچی، الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر ۱/ ۳۲۲ دار إحياء التراث

العربي بيروت، كذا في البحر الرائق مع منحة الخالق ١٥٠/٣ زكريا)

والحاصل أن الغائبة لابد من ذكر اسمها واسم أبيها وجدها وإن كانت معروفة عند الشهود. (شامي / كتاب النكاح ٩٠/٤ زكريا)

إذا كان له بنت واحدة إلا إذا سمها بغير اسمها ولم يشر إليها فإنه لا يصح، كما في التنجيس. (البحر الرائق / كتاب النكاح ١٥٠/٣ زكريا)

وكذا يقال فيما لو غلط في اسمها. (شامي ٩٧/٤ زكريا)

رجل له ابنة واحدة واسمها عائشة، فقال الأب وقت العقد: زوجت منك ابنتي فاطمة لا ينعقد النكاح بينهما. (قاضي خان على هامش الهندية ٣٢٤/١، الفتاویٰ الهندية ٢٧٠/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ علم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

’’صالحہ‘‘ کے بجائے ’’عالیہ‘‘ کے نام سے نکاح پڑھا دیا؟

سوال (۸۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی لڑکی ’’صالحہ‘‘ کا نکاح راشد سے ہو رہا تھا، وکیل اور گواہ ’’صالحہ‘‘ ہی سے اِجازت لے کر آئے تھے، مگر بھول سے قاضی کو ’’عالیہ‘‘ نام بتا دیا، جب کہ ’’عالیہ‘‘ زید کی دوسری لڑکی کا نام ہے، جس کا فی الحال نکاح نہیں ہو رہا ہے، قاضی نے بھی ’’عالیہ‘‘ کے نام سے ہی دولہا راشد کو قبولیت کرادی، اور نکاح کی رسید میں بھی ’’عالیہ‘‘ نام ہی لکھا ہے، رخصتی کے بعد گھر جا کر نکاح کی رسید میں جب ’’عالیہ‘‘ نام دیکھا تب اس غلطی کا علم ہوا، کیا یہ نکاح صحیح ہو گیا؟ اب کیا کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں ’’عالیہ‘‘ کا نکاح بطورِ فضولی درست ہو گیا؛ لیکن ’’عالیہ‘‘ کو اسے رد کرنے کا حق حاصل ہے؛ کیوں کہ اس نے پہلے سے نکاح کی اجازت

نہیں دی ہے، اب اگر راشداس کی بہن ''صالحہ'' سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو یہ اسی وقت درست ہوگا جب کہ ''عالیہ'' کوطلاق دے یا ''عالیہ'' خود اپنے نکاح کورد کردے، اس کے فوراً بعد راشد کا نکاح ''صالحہ'' سے کردیا جائے، اس میں عدت کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ ''عالیہ'' سے خلوت نہیں ہوئی ہے، اورنکاح کے بغیر ''صالحہ'' کا راشد کے ساتھ خلوت میں رہنا جائز نہیں ہوا، اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔

ونفاذ عقد الفضولي بالإجازة يجعله في حكم الوكيل. (شامي ٢٢١/٤ زكريا)

ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف على الإجازة، كنكاح الفضولي. (شامي / كتاب النكاح ٢٢٥/٤ زكريا)

ووقف تزويج فضولي على الإجازة، أي إجازة من له العقد بالقول أو الفعل، فإن أجاز ينفذ وإلا لا. (مجمع الأنهر ٣٤٣/١)

والأصل أن كل عقد صدر من الفضولي ولو مجيز في العقد انعقد موقوفا على الإجازة. (البحر الرائق ١٣٧/٣ زكريا)

والجمع بين الأختين لا يجوز. (الفتاویٰ التاتارخانية ٦١/٤ رقم: ٥٠٣١ زكريا)

والجمع بين الأختين نكاحا ولو في عدة ...... حتى يحرم الأخرىٰ. (مجمع الأنهر ٤٧٥/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حقیقی باپ کے بجائے گود لینے والے کا نام لکھا کر نکاح پڑھانا؟

سوال (۸۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالد نے اپنی لڑکی کو گود دے رکھا ہے حامد کو، حالاں کہ حامد نے لڑکی کی شروع ہی سے پرورش کی ہے، اور شادی میں خرچہ بھی اٹھا رہا ہے، اور نکاح کے وقت حقیقی باپ اور گود لینے والے دونوں موجود ہیں، تو اب کیا نکاح میں لڑکی کے حقیقی باپ کا نام لکھا جائے گا یا جس نے گود لے رکھی

ہے اس کا نام؟ اور اگر کسی نے حقیقی باپ کے موجود ہوتے ہوئے گود لینے والے کا نام لکھا دیا، تو کیا نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور آخرت میں حقیقی باپ کا نام چلے گا یا گود لینے والے کا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکی کو اصل باپ کی طرف ہی منسوب کیا جائے گا، گود لینے والے کا نام باپ کی جگہ نہیں لکھا جائے گا، اور گود لینے والا دنیا یا آخرت کہیں بھی حقیقی باپ کی جگہ نہیں لے سکتا، اور اگر نکاح کے رجسٹر میں حقیقی باپ کے بجائے گود لینے والے کا نام لکھ دیا جائے اور مجلسِ عقد میں لڑکی موجود نہ ہو (جیسا کہ ہمارے یہاں دستور ہے)، تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، دوبارہ حقیقی باپ کا نام لے کر نکاح کرانا لازم ہے؟

غلط وكيلها بالنكاح في اسم أبيها بغير حضورها لم يصح للجهالة. (الدرالمختار) ...... **والظاهر أنه في مسئلتنا لايصح عند الكل؛ لأن ذكر الاسم وحده لا يصرفها عن المراد إلىٰ غيره، بخلاف ذكر الاسم منسوبًا إلى أب آخر؛ فإن فاطمة بنت أحمد لا تصدق على فاطمة بنت محمد، تأمل.** (الدر المختار مع الشامي ۹۷/۴ زكريا، وكذا في البحر الرائق ۱۵۰/۳ زكريا، فتاویٰ قاضي خان على الهندية ۳۲۴/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہٗ ۱۴۲۸/۹/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کے اصل نام کے بجائے عرفی نام لیکر لڑکی کا نکاح پڑھانا؟

سوال (۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو حقیقی بھائی، بڑے بھائی کی عرفیت ''بڑے'' ہے، اور چھوٹے بھائی کی عرفیت ''چھوٹے'' ہے، اور یہ لوگ اپنی اس عرفیت سے اپنے اصلی ناموں سے زیادہ جانے پہچانے جاتے ہیں، گھر کے لوگوں نے بڑے بھائی ''بڑے'' کا جب اسکول میں نام لکھوایا تو محمد حسین ولد حبو لکھوایا اور چھوٹے کا نام محمد حسن ولد حبو لکھوایا، جس سے معلوم ہوا کہ گھر کے لوگوں نے بڑے کا نام محمد حسین اور

چھوٹے کا نام محمد حسن رکھا تھا، بڑے نے پرائمری ہی میں تعلیم چھوڑ دی؛ لیکن چھوٹے نے پرائمری سے نکلنے کے بعد جب مڈل میں نام لکھوایا تو وہاں بھی محمد حسن ولد حبو لکھوایا، مدت دراز کے بعد ان دونوں بھائیوں کے اصلی ناموں کے درمیان اختلاف ہوا، چھوٹے جن کا اسکول کے اندراج کے مطابق محمد حسن تھا، محمد حسین، اور بڑے جن کا اسکول کے مطابق محمد حسین تھا محمد حسن مشہور کر دیا گیا؛ لیکن بڑا اس تبدیلی نام پر راضی نہیں تھا، اس کا کہنا تھا کہ میرا اصلی نام محمد حسین ولد حبو ہے، اور چھوٹے کا نام محمد حسن عرف چھوٹے ہے (گوکہ تاریخی اعتبار سے اُلٹا سہی) اور ثبوت میں اسکولوں کی سرٹیفکٹ پیش کرتا تھا، جس میں بڑے کی تاریخ پیدائش ۱۹۴۷ء ہے اور نام محمد حسین ولد حبو ہے اور چھوٹے کی تاریخ پیدائش ۱۹۴۸ء ہے اور دونوں اسکول، پرائمری اور مڈل سب میں نام محمد حسن ولد حبو درج ہے، بھائیوں میں آپسی بٹوارہ کے بعد ''بڑے'' نے ہر جگہ ٹاؤن ایریا کے دفتر میں بجلی کنکشن، جل نگم کنکشن ووٹر لسٹ وغیرہ میں اپنا نام محمد حسین عرف بڑے رکھا ہے۔

بڑے کا انتقال ہو چکا ہے، انتقال کے بعد اس کی دو لڑکیوں صافیہ، اور صفیہ کا رشتۂ نکاح ہوا، بڑی لڑکی کا نکاح ماں (ولیہ) بھائیوں ودیگر رشتہ داروں نے مل کر طے کیا، اور جہاں سے رشتہ ہوا، وہ لوگ بشمول لڑکا، لڑکی، اس کی ماں، باپ اور بھائیوں کو بخوبی جانتے ہیں، تاریخ مقررہ پر لڑکی کا نکاح صافیہ بنت محمد حسن عرف بڑے (یعنی اسکول والے نام محمد حسین کی جگہ محمد حسن عرف بڑے کے نام سے) ماں (ولیہ) بھائیوں ودیگر رشتہ داروں کی موجودگی میں ایک ہی مجلس نکاح میں قاضی نے جانبین کے گواہوں اور دیگر حاضرین مجلس نکاح کے روبرو پڑھایا، قاضی، شاہدین، نیز دولہا کو بخوبی معلوم تھا کہ فلاں لڑکی سے نکاح پڑھایا گیا ہے، ان کے نزدیک لڑکی کے بارے میں کوئی اشتباہ نہیں تھا، کچھ سالوں کے بعد چھوٹی لڑکی صفیہ کا رشتۂ نکاح بھی اسی گھر میں چھوٹے بھائی سے طے ہوا، تاریخ مقررہ پر لڑکی صفیہ کا نکاح قاضی صاحب نے صفیہ بنت محمد حسین عرف بڑے (یعنی محمد حسن کے بجائے اسکول والے نام محمد حسین) کے نام سے، ماں، بھائیوں ودیگر عزیزوں کی موجودگی میں شاہدین ودیگر حاضرین مجلس نکاح کے روبرو پڑھایا قاضی، شاہدین دولہا لڑکی سے

واقف تھے کہ فلاں لڑکی سے نکاح پڑھوایا گیا اور لڑکا لڑکی دونوں نکاح کے وقت موجود تھے (لڑکا مسجد میں اور لڑکی گھر پر) دولہا اور دولہن ان کے اولیاءاور ان کے عزیز واقارب بھی اس نکاح سے مطمئن ہیں، اور قاضی نکاح جو فاضل دیوبند اور مفتی ہیں، انہوں نے یہ نکاح پڑھایا، لڑکی صفیہ کے گھر والوں، ماں، بھائی وغیرہ کے کہنے کے مطابق لڑکی کا نکاح باپ کے اسکول والے نام محمد حسین عرف بڑے سے پڑھایا گیا، اس نکاح کے بعد کچھ لوگوں نے مشہور کرنا شروع کر دیا کہ صفیہ کا نکاح درست نہیں ہوا ہے، کیوں کہ قاضی نے محمد حسن عرف بڑے کی جگہ محمد حسین عرف بڑے پڑھایا ہے، اور یہ غلطی قاضی صاحب نے دیدہ ودانستہ کی ہے۔اب حضرت والا سے دریافت یہ کرنا ہے کہ جب:

(۱) بڑے بھائی کی عرفیت ''بڑے'' اور چھوٹے کی عرفیت ''چھوٹے'' ہے، جو نام سے زیادہ مشہور ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے

(۲) بڑے کا پیدائشی نام اسکول کے مطابق محمد حسین اور چھوٹے کا پیدائشی نام اسکولوں کے کاغذات کے مطابق حسن ہے۔

(۳) ایک مدت کے بعد لوگوں نے بڑے کا محمد حسن عرف بڑے اور چھوٹے کا محمد حسین عرف چھوٹے کر دیا، اور اسی نام سے لوگوں میں مشہور ہو گئے۔

(۴) بڑے اس نام کی تبدیلی پر راضی نہیں تھا، جس کی وجہ سے انہوں نے بھائیوں کے آپسی بٹوارے کے بعد ہر جگہ اپنا اصلی نام محمد حسین عرف بڑے ہی رکھا ہے۔

(۵) بڑے کی ہر دو لڑکیوں کے نکاح میں لڑکا اور لڑکی ان کے اولیاءاور رشتہ دار قاضی اور شاہدین سب لوگ نکاح سے پہلے بھی اور نکاح کے وقت بھی ایک دوسرے سے واقف اور جانکار تھے، شاہدین اور لڑکے (دولہا) جان رہے تھے کہ فلاں لڑکی سے نکاح ہو رہا ہے، لڑکیاں نکاح کے وقت موجود تھیں۔

(۶) موجودہ وقت میں لڑکا اور لڑکی نیز ان کے اولیاء رشتہ دار نکاح کی صحت کے بارے میں سب مطمئن ہیں، ان میں کسی کو کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

(۷) بڑی لڑکی صافیہ کا نکاح صاحبہ بنت محمد حسن عرف بڑے اور چھوٹی لڑکی صفیہ کا نکاح صفیہ بنت محمد حسین عرف بڑے پڑھا گیا، یعنی دونوں نکاحوں میں باپ کی عرفیت ایک ہی ہے۔

اس صورت حال میں حضرات مفتیان کرام شریعت کی روشنی میں فرمائیں کہ دونوں لڑکیوں کا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ حوالہ کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں، تو بڑا کرم ہوگا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس مسئلہ کے بارے میں مدرسہ شاہی کے دارالافتاء میں دو سوال نامے موصول ہوئے، ایک اجمالی تھا اور دوسرا تفصیلی، اجمالی استفتاء پر مظاہر علوم سہانپور اور دارالعلوم دیوبند کے فتاویٰ بھی درج تھے، جن میں زیر بحث مسئلہ میں منعقدہ نکاح کو غیر نافذ قرار دیا گیا ہے، جب کہ تفصیلی استفتاء میں مسئلہ کی جو نوعیت لکھی گئی ہے، اس سے نکاح کی صحت معلوم ہوتی ہے، اگر یہ تفصیلی سوال نامہ مفتیانِ مظاہر علوم و دارالعلوم کی نظر سے گذرا ہوتا، تو وہ بھی عدم نفاذ کا فتویٰ نہ دیتے؛ کیوں کہ:

الف:- تفصیلی سوال نامہ کے مطابق فریقین اور حاضرین مجلس کے نزدیک لڑکی بالکل متعین تھی۔

ب:- لڑکی کے باپ کے نام کے بارے میں تو اختلاف رہا، بعض دلائل سے اس کا نام محمد حسین ہونا معلوم ہوتا ہے، جس کے شواہد تفصیلی سوال نامہ کے ساتھ منسلک ہیں، جب کہ دوسرا قول محمد حسن ہونے کا ہے؛ لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اس کا عرفی نام "بڑے" تھا اور یہ عرفی نام (بڑے) نکاح نامہ میں لکھا گیا ہے؛ لہٰذا اس عرفی نام کے اعتبار سے لڑکی کا باپ متعین ہے، اور نکاح میں کوئی اشکال نہیں، اشکال اس وقت ہوتا جب کہ یہ عرفی نام نکاح نامہ میں نہ لکھا جاتا؛ تاہم اگر کسی شخص نے دھاندلی کی غرض سے نام میں قصداً تبدیلی کی ہے تو وہ گنہگار ہوگا، اس پر توبہ واستغفار لازم ہے؛ لیکن اس سے نکاح میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۷/۱۲۳)

غلط وكيلها بالنكاح في اسم أبيها بغير حضورها. (تنوير الأبصار) قال

في الشـامـي: لأن الـغائبة يشترط ذكر اسمها واسم أبيها واسم جدها، فتقدم أنه إذا عـرفهـا الشهـود يكفي ذكر اسمها فقط، خلافا لابن الفضل، وعند الخصاف يكفي مطلقاً الخ. (شامي ٩٦/٤ زكريا، كذا في البحر الرائق ١٥٠/٣ زكريا، فتاویٰ قاضي خان على الهندية ٣٢٤/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۷/۵/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ولی کے خانے میں باپ کے بجائے دوسرے کا نام لکھنا؟

سوال (۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ہندہ سے ۴/ مئی ۲۰۱۱ء کو نکاح کیا، نکاح خواں محمد خاں ہے؛ لیکن ولی کے خانہ میں زید کے والد کے بجائے غیر معروف شخص کا نام ہے، نکاح کا مقام جو درج ہے وہ اس طرح ہے: برمکان ست پال تحصیل املوہ مالیر کوٹلہ مقام نکاح کا تعین نہیں ہے، اور ولی نہیں، کیا اس طرح نکاح ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید خود مجلس عقد میں موجود ہوا ور ہندہ اور گواہ سب اس کی ذات سے واقف ہوں، اور وہ سب عاقل بالغ ہوں، تو یہ نکاح منعقد مانا جائے گا، زید کے والد کے نام میں غلطی کی وجہ سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اسی طرح نکاح کا مقام مبہم لکھ دینے یا ولی کا ذکر نہ کرنے کے باوجود نکاح صحیح قرار پائے گا؛ کیوں کہ ان باتوں کی وضاحت نکاح کی صحت کے لئے شرط نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۲۳۷، فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۵ ۱۱ میرٹھ، فتاویٰ عثمانی ۲/ ۲۷۷)

وعلى قول غيره يكفي ذكر اسمها إن كانت معروفة عندهم. (شامي ٩٠/٤ زكريا)

إذا ذكروا في النكاح اسم رجل وكنية أبيه ولم يذكروا اسم أبيه إن كان الرجل حاضراً مشار إليه جاز. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣٢/٤ رقم: ٥٤٣٨ زكريا)

وذكـر الـخصـاف في حيلة: مسألة تدل على أن مثل هٰذا التعريف يكفي

لجواز النكاح. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣٢/٤ رقم: ٥٤٤٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کے رجسٹر میں باپ کی جگہ نانا کا نام لکھنا؟

سوال (۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص محمد نعیم اپنے حقیقی باپ جن کا نام محمد رفیع ہے، اور حیات ہے کی جگہ اپنے نکاح وغیرہ میں اپنی ولدیت میں نہ لکھوا کر اپنے نانا محمد عمر کا نام لکھوائے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حقیقی باپ کے بجائے اپنا باپ نانا کو قرار دینا خلافِ واقعہ اور گناہ کا کام ہے، اور اس کی تصحیح کرنا لازم ہے؛ تاہم اگر لڑکا مجلس نکاح میں موجود ہو اور اس کی پہچان میں کوئی شبہ نہ ہو، تو ولدیت غلط ہونے کے باوجود نکاح منعقد اور صحیح ہوجائے گا۔

أي فإنها لو كانت مشاراً إليها وغلط في اسم أبيها أو إسمها لايضر؛ لأن تعريف الإشارة الحسية أقوى من التسمية. (شامي ٩٧/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۹/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کے وقت ایجاب وقبول کے بعد زوجین کے دستخط لئے جائیں یا پہلے؟

سوال (۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر میں ایک نکاح کی تقریب میں مفتی صاحب نے نکاح پڑھایا، نکاح کے خطبہ سے پہلے مفتی صاحب نے نکاح نامہ کا اندراج شروع کردیا، اور تمام کالم بھرنے کے بعد دولہا اور دلہن

وکیل وگواہ سے دستخط کرائے ،اس کے بعد دولہے سے اِیجاب وقبول کرایا گیا،اور وکیل وگواہان سے اقرار لیا گیا،یعنی پہلے رجسٹر ونکاح نامہ کی تکمیل کی گئی، بعدہٗ نکاح پڑھایا گیا، جب کہ عموماً پہلے ایجاب وقبول ہوتا ہے، بعد میں نکاح نامہ بھرکر دستخط کرائے جاتے ہیں۔اَب یہ بتائیں کہ کونسا طریقہ صحیح ہے؟ اور یہ کہ نکاح صحیح ہوا کہ نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر یہی ہے کہ اِیجاب وقبول کے بعد ہی دولہا کے دستخط نکاح کے رجسٹر پر کرائے جائیں؛ لیکن اگر پہلے دستخط کرالئے، بعد میں اِیجاب وقبول ہوا، تب بھی نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اور اُن کا حل ۶/۹۹، فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۵۰۴ ڈابھیل)

النكاح ينعقد متلبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (شامي ۹/۳-۲۱-۲۲ کراچی، البحر الرائق ۲/۱٤٤)

وأما ركنه فالإيجاب والقبول. (الفتاویٰ الهندية ۲٦٧/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح میں گواہوں کی شہادت کا بیان

کیا نکاح کی صحت کے لئے لڑکا لڑکی دونوں کی طرف سے گواہ ضروری ہے؟

سوال (۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو گواہوں میں سے ایک لڑکا کا اور ایک لڑکی کی طرف سے ہونا ضروری ہے یا کسی بھی دو شخصوں کی گواہی کافی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کی صحت کے لئے مطلق دو گواہ ہونے کافی ہیں، لڑکا یا لڑکی کی طرف سے الگ الگ گواہ ہونے ضروری نہیں ہیں۔

عن أبي موسیٰ الأشعري رضي اللّٰه عنه مرفوعاً: لا نكاح إلا بولي وشاهدين. (رواه الطبراني في الكبير، كذا في الجامع الصغير ١٨٦/٢، إعلاء السنن ٢٧/١١)

وذكر البيهقي عن الشافعي أنه قال: هو ثابت عن ابن عباس وغيره من الصحابة أي قوله: لا نكاح إلا بشاهدين. (الجوهر النقى ٧٩/٢، إعلاء السنن ٢٨/١١ بيروت)

ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين عاقلين بالغين مسلمين الخ، أما اشتراط الشهادة فلقوله عليه السلام: لا نكاح إلا بشهود. (فتح القدير / كتاب النكاح ١٩٩/٣ زكريا، كذا في الفقه الإسلامي وأدلته / آراء الفقهاء في الشهادة ٦٥٥٩/٩، تبيين الحقائق / كتاب النكاح ٤٥٢/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

وشرط حضور شاهدين حرين . (الدر المختار مع الشامي ٤/ ۸۷ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۶/ ۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا قبول کے وقت اُنہیں گواہوں کا ہونا ضروری ہے جو لڑکی سے اِجازت کے وقت تھے؟

سوال (۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بوقت نکاح ایجاب وقبول دونوں وقت دونوں مقام پر شاہدین کا ہونا ضروری ہے یا صرف قبول کے وقت؟ دو گواہ لڑکی کے پاس بوقت ایجاب موجود تھے؛ لیکن لڑکے کے قبول کے وقت دو گواہ موجود نہ تھے، فقط لڑکی کا وکیل تھا، تو کیا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ جب کہ دینی مجمع موجود ہے وہ اصل گواہ ایجاب کے وقت والے نہیں ہیں، تو قاضیٔ نکاح کے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہی شخص لڑکی کا وکیل ہے، لڑکی اور لڑکا کامٹی کے ہیں اور نکاح بلاس پور دینی اجتماع میں ہو رہا ہے، قاضی نکاح بھی اتفاقی ہے جب کہ تقریباً کامٹی اور بلاسپور کا فاصلہ تین سو کلو میٹر کا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح میں عاقدین (ناکح ومنکوحہ) یا دونوں کے وکیلوں یا ایک عاقد دوسرے وکیل کے مابین عقد کے وقت اِیجاب وقبول پر دو گواہوں کا ہونا مطلقاً شرط ہے، یہ ضروری نہیں کہ جو گواہ لڑکی سے اجازت لیتے وقت موجود ہوں، وہی گواہ قبول کے وقت بھی موجود ہوں؛ بلکہ مجلس میں حاضر دیگر لوگ بھی خود بخود اس نکاح کے گواہ بن جاتے ہیں، نیز لڑکی کی جانب سے وکیل کا ہونا کافی ہے اور توکیل پر گواہی لازمی نہیں ہے، پس اس مسئولہ صورت میں نکاح درست ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۵/ ۱۴۹)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا نكاح إلا بولي وشاهدي عدل، وما كان من نكاح على غير ذٰلك فهو باطل

الخ. (صحيح ابن حبان ٤/ ٣١ رقم: ٤٠٧٧، سنن الدار قطني ٣/ ٥٥ رقم: ٣٤٨١، المعجم الأوسط للطبراني ٦/ ٤٢٨ رقم: ٩٢٩١)

وشرط حضور شاهدين (وتحته في الشامية) أي يشهدان على العقد، أما الشهادة على التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته، وإنما فائدتها الإثبات عند جحود التوكيل – إلى قوله – وعلى قول الخصاف يكفي مطلقًا، ولا يخفى أنه إذا كان الشهود كثيرين لا يلزم معرفة الكل؛ بل إذا ذكر اسمها وعرفها اثنان منهم كفىٰ. (الدر المختار مع الشامي / كتاب النكاح ٨٧–٩٠ زكريا، ٣/ ٢١–٢٢ کراچی، البحر الرائق ٣/ ٩٥)

أما الشهادة على التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته كما قدمناه. (شامي ٤/ ٨٧–٨٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا نکاح میں گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے؟

سوال (۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی کے باپ نے کسی کو وکیل بنایا کہ لڑکی سے شادی کے بارے معلوم کرے، وہ دو گواہوں کو لے کر رضامندی معلوم کرتا ہے۔ تو دریافت طلب بات یہ ہے کہ گواہوں میں جو داڑھی کترواتے ہیں اور ایک مشت سے کم رکھتے ہیں، ان کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟ پھر وہ کون سے مواقع ہیں جہاں پر ایسے لوگوں کی گواہی معتبر نہیں، نیز یہ گواہ محرم ہونے چاہئیں یا غیر محرم؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفیہ کے نزدیک نکاح میں گواہ اگر غیر عادل ہوں پھر بھی نکاح منعقد ہوجاتا ہے؛ البتہ قاضی شرع کے یہاں فاسق کی گواہی معتبر نہ ہوگی، اور گواہوں میں محرم وغیر محرم کی کوئی قید نہیں ہے۔

عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا نكاح إلا

بولي وشاهدي عدل. (رواه الطبراني في الأوسط، مجمع الزوائد ٢٨٦/٤، إعلاء السنن ٢٧/١١ بيروت)

قال المحقق العثماني: وأما الشهود فنقول به لكن لا تشترط عدالتهم في شهادة النكاح، فإن شرط العدالة مذكور في بعض الأحاديث، وفي بعضها لم يذكر وأطلق، فأبقينا المطلق على إطلاقه، وحملنا المقيد على المستحب الأحسن. (إعلاء السنن ٢٦/١١-٢٧ دار الكتب العلمية بيروت)

قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: ألا لا يؤسر أحد في الإسلام بشهادة الزور، فإنا لا نقبل إلا العدول. (المصنف لابن أبي شيبة ٥٥٠/٤ رقم: ٢٣٠٣٠ دار الكتب العلمية بيروت)

عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين أو محدودين. (كنز الدقائق) وتحته في البحر: وشرط في الشهود أربعة: الحرية والعقل والبلوغ والإسلام. (البحر الرائق / كتاب النكاح ١٥٥/٣-١٥٨ زكريا، كذا في الهداية ٣٠٦/٤ المكتبة التهانوية ديوبند)

وكذا ينعقد النكاح بشهادة الفاسقين عندنا ...... ولنا عمومات قوله تعالىٰ: ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ﴾ وقوله عليه السلام: لا نكاح إلا بشهود، والفاسق شاهد بقوله سبحانه وتعالىٰ: ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ قسم الشهود إلى مرضيّن وغير مرضيّن، فيدل على كون غير المرضي – وهو الفاسق – شاهدًا الخ. (بدائع الصنائع / كتاب الشهادة ٢٨/٩ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۳ھ

لڑکی کا اپنے تعلق دار لڑکے سے دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرنا؟

سوال (۹۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کو ہندہ سے پیار ہے اور دونوں میں بات چیت بھی ہوتی ہے؛ لیکن سماج یا کسی خوف سے ہندہ زید سے نکاح کرنا نہیں چاہتی، اس لئے زید نے کسی مفتی صاحب سے دریافت کیا کہ کیا ایسی صورت میں نکاح ہو جائے گا؟ جب کہ ہندہ تیار نہیں ہوتی ہے؛ لیکن جب زید اُسے کہتا ہے کہ ایک دن کے لئے نکاح کرلو؛ تاکہ تم مجھ پر حلال ہو جاؤ، اور پھر ایک روز کے بعد جب تم چاہو طلاق مانگوگی تو طلاق دے دوں گا، تو وہ تیار ہو جاتی ہے، تو مفتی صاحب نے کہا ہاں نکاح ہو جائے گا، زید ایسا اس لئے کرنا چاہتا ہے کہ جب وہ نکاح کرلے گی، تو پھر طلاق نہیں مانگے گی، جیسا کہ زید کا اندازہ ہے اور زید تو ہمیشہ کے لئے نکاح کرنے کی نیت رکھتا ہے، چناں چہ زید نے ہندہ سے دو گواہوں کے سامنے اپنا نکاح کرلیا، صورتِ مذکورہ میں کیا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اگر زید ہندہ کا کفو ہے اور دونوں کی رضامندی سے دو گواہوں کے سامنے شرعی طریقہ پر ایجاب وقبول ہوا ہے، تو یہ نکاح منعقد ہوگیا ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنہما قال: أدنی ما یکون في النکاح أربعة الذي یزوج، والذي یتزوج، وشاهدان. (المصنف لابن أبي شیبة ١٣١/٤، کذا في التلخیص الحبیر ٢٩٨/٢، إعلاء السنن ٣١/١١ رقم: ٣٠٩٤ دار الکتب العلمیة بیروت)

وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لیتحقق رضاها وشرط حضور شاهدین حرین. (تبیین الحقائق ٢١/٣)

وقال في الشامي: والظاهر أنه لا خلاف في صحة العقد، وإن هٰذا القول المفتی به خاص بغیر الکفوء. (شامي ٥٦/٣ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۱/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائی، بہن اور ماں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرنا

سوال (۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید اور ہندہ سے دوستی چلی آ رہی ہے، ہندہ کنواری ہے، زید کی دوستی ہندہ سے ختم نہیں ہوتی، جس سے گناہ کا بھی اسے ڈر ہے، ایسی حالت میں زید نے عالم ومفتی سے مشورہ کر کے ہندہ کو کہا کہ تم مجھ سے نکاح تین سورو پیہ دین مہر پر کرلو، اور اَبا بھیا کو نہ کہو، مگر چھوٹا بھائی جو جوان ہے اور ماں اور جوان بہن تینوں کو بٹھا کر مجھ سے کہو کہ میں نے آپ سے نکاح کیا، اور میں کہوں کہ میں نے قبول کیا، تو ایسا کرنے پر دوستی برقرار رہے گی اور عنداللہ گناہ بھی نہ ہوگا، پھر جب مناسب حالات ہوں گے تو اعلان کردیں گے اور صحبت کریں گے؟

چناں چہ ہندہ نے اسی طرح کیا ہے، اور زید نے کہا کہ میں نے قبول کیا اور پھر زید نے ہندہ کو تین سورو پیہ دے دئے، اب خلوت بھی ہوتی ہے، مگر اعلان اور صحبت میں وقت کا انتظار کر رہا ہے، کیا یہ نکاح صحیح ہوا؟ جب کہ ہندہ جوان بھی ہے اور عمر بیس برس ہے اور زید پینتیس برس کا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ گواہی کا نصاب (دومرد یا ایک مرد اور دو عورتیں) مکمل ہے، اس لئے یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے؛ لیکن اگر غیر کفو میں نکاح ہوا ہے تو باپ کو اعتراض کا حق ہوگا۔

عن الشعبي أن شريحاً كان يجيز شهادة الأخ لأخيه إذا كان عدلاً. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب ما جاء في شهادة لأخيه ۲۷۸/۱۵ رقم: ۲۱٤٦٦)

ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين. (الهداية ۳۰٦/۲)

الكفاءة معتبرة، قالوا: معناه معتبرة في اللزوم على الأولياء، حتى أن عند عدمها جاز للولي الفسخ، وهٰذا بناء على ظاهر الرواية من أن العقد صحيح وللولي الاعتراض. أما على رواية الحسن المختارة للفتوىٰ من أنه لا يصح، فالمعنى معتبرة في الصحة. وكذا لو كانت الزوجة صغيرة، والعاقد غير الأب والجد، فقد مرّ أن العقد لا يصح. (شامي، كتاب النكاح / باب الكفاءة ۸٤/۳ كراچی، ۲۰٦/٤ زكريا)

أما سائر القرابات كالأخ والعم والخال ونحوهم، فتقبل شهادة بعضهم لبعض. (بدائع الصنائع، كتاب الشهادة / فصل في شرائط الركن ۳۵/۹ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق / باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل ١٥٦/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا لڑکی سے اِجازت کے وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے؟

سوال (۹۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی سے نکاح کی اِجازت لیتے وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ بعض علماء یہاں یہ فرماتے ہیں کہ اگر باپ نے تنہا اِجازت لی، وہاں کوئی گواہ نہ تھا، تو یہ اجازت معتبر نہ ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مجلس نکاح میں جہاں اِیجاب وقبول ہو رہا ہو، وہاں کم از کم دو گواہوں کا موجود رہ کر ایجاب وقبول سننا ضروری ہے؛ لیکن لڑکی سے اجازت لیتے وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ تنہا اجازت لینے سے بھی لڑکی کی طرف سے توکیل درست ہوجاتی ہے۔

أما الشهادة على التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته كما قدمناه.

(شامي ٨٧/٤-٨٩ زكريا)

يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود. (الفتاویٰ الهندية ٢٩٤/١)

لا يشترط الإشهاد على التوكيل. (البحر الرائق ١٤٦/٣ زكريا)

ويصح التوكيل بالعبارة أو الكتابة، ولا يشترط بالاتفاق الإشهاد عند صدور التوكيل، وإن كان يستحسن للوكيل أن يشهد على التوكيل، للاحتياط خوفًا من الإنكار عند النزاع. (الفقه الإسلامي وأدلته / حكم التوكيل بالزواج ٢٧٢٦/٩ رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا تبلیغی اِجتماع میں نکاح کے وقت اِیجاب والے گواہوں کا ہونا ضروری ہے؟

سوال (۹۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں شادی کی ترتیب یہ ہے کہ تنظیم کی جانب سے وکیل کو نکاح کا فارم دیا جاتا ہے، وکیل دو گواہوں کی موجودگی میں دولہن سے ایجاب کراتا ہے، فارم جمع کرتے وقت وکیل اور گواہوں سے دستخط لئے جاتے ہیں، پھر تاریخ مقررہ پر مجمع کثیر کے اندر لڑکے سے مائک پر قبول کرایا جاتا ہے؛ لیکن اس وقت مذکورہ بالا دونوں گواہوں کی موجودگی کو لازم قرار نہیں دیا جاتا؛ بلکہ بعض گواہ مجلس نکاح میں بھی موجود نہیں ہوتے۔

اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ چند روز پہلے ''آپ کے مسائل اوران کا حل'' مصنفہ حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانویؒ میں ۲۷/۵ پر ایک مسئلہ نظر سے گذرا، جس میں حضرت نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ متفرق مجلس میں متفرق گواہوں سے نکاح صحیح نہیں، اب اگر ایسی صورت میں نکاح صحیح نہیں مانتے تو عالمی تبلیغی اجتماع بھوپال میں ہر سال سیکڑوں نکاح ہوتے ہیں، وہاں پر آج تک گواہوں کی موجودگی کی تحقیق نہیں کی جاتی ہے، صراف امیر تبلیغ مولانا زبیر صاحب نکاح پڑھادیتے ہیں، اور بس؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وہ وکیل جس نے بچی سے نکاح کی اِجازت لی ہے وہ خود مجلس نکاح میں موجود ہو اور وہ قاضی کو نکاح کا اختیار دیدے، اور قاضی لڑکے سے مجلس نکاح میں قبول کرائے، تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہوجاتا ہے، اور جو گواہ وکیل کے ساتھ لڑکی سے اجازت لینے گئے تھے، اُن کی گواہی؛ بلکہ مجلس نکاح میں اُن کی موجودگی بھی لازم نہیں ہے، اور جو لوگ مجلس نکاح میں حاضر ہوں گے، وہی اس نکاح کے شرعی گواہ بن جائیں گے، اور عام طور پر تبلیغی اجتماعات یا دینی جلسوں میں نکاح اسی طریقہ پر منعقد ہوتے ہیں؛ لہٰذا اُن کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

واعلم أنه لا تشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح؛ بل على عقد الوكيل. (شامي ٤/٢٢١ زكريا)

اور ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے جس مسئلہ کا آپ نے حوالہ دیا ہے، اس سے وہ صورت مراد ہے، جب کہ ایجاب کے گواہ الگ ہوں اور قبول کے الگ، یہاں یہ صورت نہیں؛ بلکہ یہاں قاضی ایجاب کرتا ہے، اور لڑکا قبول کرتا ہے، اور یہ دونوں ایک ہی مجلس میں انجام پاتے ہیں، اس لئے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

ولو بعث مريدُ النكاح (أقواماً للخطبة، فزوجها الأب) أو الولي (بحضرتهم، صح) فيجعل المتكلم فقط خاطبًا والباقي شهودًا به يفتىٰ. (الدر المختار) وعليه الفتوىٰ؛ لأنه ضرورة في جعل الكل خاطبًا، فيجعل المتكلم فقط والباقي شهود. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / مطلب في عطف الخاص على العام ٣/٧٧ کراچی، ٩٧-٩٨ زكريا)

رجل زوّج ابنته من رجل في بيت وقومٌ في بيت آخر يسمعون ولم يشهدهم، إن كان من هٰذا البيت إلى ذٰلك البيت كوة رأوا الأب منها، تقبل شهادتهم ...... رجل بعث أقواماً لخطبة امرأة إلى والدها، فقال الأب: زوّجت، وقبل عن الزواج واحدٌ من القوم، لا يصح النكاح، وقيل: يصح، وهو الصحيح وعليه الفتوىٰ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب الأول في تفسيره شرعاً الخ ١/٢٦٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۸/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح پڑھانے والے کا خود گواہ بننا؟

سوال (۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح پڑھانے والا اُسی نکاح کا جس کو وہ پڑھا رہا ہے، گواہ بن سکتا ہے یا نہیں؟ ایک نکاح جس

میں صرف چار آدمی موجود تھے، جن میں ایک تو لڑکی کے والد دوسرے لڑکے کے والد، تیسرے خود لڑکا، چوتھے نکاح پڑھانے والا، صرف اِن چار حضرات کی موجودگی میں ایک بند کمرہ میں نکاح ہوا ہے، قاضی نے ایجاب کیا اور لڑکے نے اُسی مجلس میں قبول کیا۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ صرف مذکورہ بالا چار حضرات کی موجودگی میں ہونے والا نکاح اپنے تمام شرائط کے ساتھ صحیح طور پر منعقد ہوگیا یا نہیں؟ اگر منعقد ہوگیا تو کس طرح؟ اُن میں کوئی وکیل ہوا؟ کون ولی ہوا، اور کون گواہ ہوئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں لڑکے کے والد اور نکاح پڑھانے والا گواہ قرار پائیں گے، اور لڑکی کا والد لڑکی کی طرف سے وکیل ہوگا، اور نکاح شرعاً صحیح طور پر منعقد ہوجائے گا؛ اس لئے کہ نکاح کی صحت کے تمام شرائط یہاں موجود ہیں۔

والأصل أن کل من صلح أن یکون ولیا فیه بولایة نفسه، صلح أن یکون شاهداً. (شامي ٩٤/٤ زکریا، وکذا في البحر الرائق / کتاب النکاح ١٥٨/٣ زکریا)

أمر الأب رجلاً أن یزوج صغیرته فزوجها عند رجل وامرأتین، والحال أن الأب حاضر صحّ؛ لأنه یجعل عاقدًا حکمًا، وإلا لا. ولو زوّجه بنته البالغة بحضر شاهد واحد جاز. (الدر المختار، کتاب النکاح / مطلب: الخاص علی العام ٢٤/٣ کراچی، کذا في الهدایة ٣٠٧/٢، وکذا في البحر الرائق / کتاب النکاح ١٦١/٣ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۷/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قاضی کا دولہن کی جانب سے وکالت اور شہادت کی ذمہ داری انجام دینا؟

سوال (۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: بوقتِ نکاح قاضی دولہن کی جانب سے وکالت یا شہادت کی ذمہ داری انجام دے سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ قاضی دولہن کا غیر محرم ہو اور دولہن کے قریب دیگر مستورات بھی ہوں، اور قاضی کے علاوہ دولہن کے محرم مجلس نکاح میں موجود ہوں، جو وکالت اور شہادت کی لیاقت بھی رکھتے ہوں اور قاضی بلا اِجازت ولی بضد ہو کر وکالت یا شہادت کی ذمہ داری انجام دے، تو اس صورت میں نکاح ہوگا یا نہیں؟ اگر نکاح ہو جائے گا تو کوئی کراہت یا نقص تو نہیں رہے گا؟ اور قاضی کا بضد وکالت یا شہادت والا عمل درست ہے یا نہیں؟ اور اس سے قاضی کی ذات پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جہاں تک انعقادِ نکاح کی بات ہے، تو جو شخص بھی لڑکی کا وکیل یا نکاح میں گواہ بن جائے، بہر صورت نکاح منعقد ہو جاتا ہے؛ لیکن اگر نامحرم شخص کو لڑکی سے اجازت لینے کے لئے اس کے پاس بھیجا جائے یا اجازت کے وقت گواہوں کی حیثیت سے ایسے لوگ جائیں جو لڑکی کے لئے نامحرم ہوں، تو بے پردگی اور بے حجابی کی وجہ سے ان نامحرموں کا اس کے پاس جا کر اجازت لینا جائز نہیں ہے، بالخصوص جب کہ لڑکی کے پاس دیگر اَجنبی عورتیں بھی موجود ہوں، تو اس گناہ کی شدت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے؛ لہٰذا نکاح میں خاص طور پر اس کا اہتمام کرنا چاہئے کہ لڑکی سے اجازت لینے وہی شخص جائے جو اس کا محرم ہو، مثلاً باپ بھائی وغیرہ، اور مسئولہ صورت میں نامحرم قاضی کا اپنی وکالت یا شہادت پر ضد کرنا جائز نہیں ہے، یہ بڑی بے غیرتی اور بے شرمی کی بات ہے؛ تاہم نکاح بہر حال درست ہو جائے گا۔

عن جابر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تلجوا على المغيبات، فإن الشيطان يجري من أحدكم مجرى الدم. (سنن الترمذي ۲۲۲/۱)

أما الشهادة على التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته. (شامي ۸۷/٤-۸۹ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية ۲۹٤/۱ زكريا، البحر الرائق ۱٤٦/۳ زكريا، الفقه الإسلامي ۲٦/۹-۲۷ رشيدية)

الخلوة بالأجنبية حرام. (شامي ٥۲۹/۹ زكريا)

فإن خاف الشهوة أو شک امتنع نظره إلی وجهها فَحَلُّ النظر مقید بعدم الشهوة وإلا فحرام، وهٰذا في زمانهم، وأما في زماننا فمنع من الشابة، لا ؛ لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة. (شامي ۵۳۲/۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۵/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک بالغ بہن اور دو نابالغ بچوں کے سامنے ایجاب وقبول کرنا؟

سوال (۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور فاطمہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے بے انتہاء محبت کرتے تھے، دونوں نے محبت کا اظہار کرتے ہوئے ایک دوسرے سے ایجاب وقبول کرلیا، جواباً لڑکے نے بھی لڑکی سے کہا کہ میں نے تم سے نکاح کرلیا، گواہوں میں اس لڑکی کی بالغہ بہن اور دو نابالغ بچے موجود تھے؛ لہٰذا اس نکاح کی کیا نوعیت ہوگی، نکاح ہوگیا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ لڑکی اور لڑکے کے ایجاب وقبول کے وقت دو شرعی گواہ موجود نہیں ہیں، اس لئے اُن کے درمیان نکاح منعقد نہیں ہوا، ایک بالغہ بہن اور دو نابالغ بچوں سے شرعی گواہی پوری نہیں ہوتی۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما في شهادة الصبيان لا تجوز. (السنن الکبریٰ للبيهقي / باب من رد شهادة الصبيان ۱۹۲/۱۵ رقم: ۲۱۲۰۰ دار الکتب العلمية بيروت)

مالک عن أبي الزبير أن عمر رضي اللّٰه عنه أتی برجل في نكاح لم يشهد عليه إلا رجل وامرأة، فقال عمر: هٰذا نكاح السرّ ولا نجيزه، ولو كنت تقدمت فيه لرجمت. رواه محمد في المؤطا (۲۴۱/۱) وهو مرسل صحيح.

(إعلاء السنن ۳۰/۱۱ رقم: ۳۰۹۲ دار الکتب العلمية بيروت)

وشرط حضور شاهدين حرين، أو حر وحرتين. (الدر المختار) وفي

الشامية: وشرط في الشهود الحرية والعقل والبلوغ. (شامي ٨٧/٤-٩٠ زكريا)

قال في البحر: وشرط في الشهود أربعة: الحرية والعقل والبلوغ والإسلام. (البحر الرائق ١٥٨/٣ زكريا)

وأما الشرائط في الأصل فنوعان: نوع هو شرط تحمل الشهادة، ونوع هو شرط أداء الشهادة ...... وأما البلوغ والحرية والإسلام والعدالة فليست من شرائط التحمل؛ بل من شرائط الأداء. (بدائع الصنائع ٥/٩ ٨٠ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کی رسید کے بغیر اَنجان وکیل اور گواہوں کے سامنے نکاح پڑھانا؟

سوال (۱۰۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مختار حسین کا بیٹا محمد فاضل اور سکندر علی کی لڑکی شیلا سکندر یہ دونوں گھر چھوڑ کر دلی چلے گئے، وہاں اسٹیشن پر انہیں کوئی مولانا مل گئے، اور دونوں نے اپنی اپنی باتیں بتائیں اور نکاح کرنے کے لئے کہا، انہوں نے منع کردیا کہ ہمارے پاس نکاح کی رسید نہیں ہے، ان دونوں نے بنا رسید نکاح پڑھانے کو کہا، تو مولانا صاحب نے ایک وکیل اور دو گواہوں کے سامنے اُن دونوں کا نکاح پڑھایا، تو کیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ براہ کرم سوال کا جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کے انعقاد کے لئے رجسٹر اور رسید کچھ ضروری نہیں ہے، اگر مذکورہ لڑکے اور لڑکی کا نکاح واقعۃً پڑھایا گیا ہے، تو شرعاً یہ معتبر ہے، اور اس نکاح کے باقی رہتے ہوئے مذکورہ لڑکی کا کسی اور جگہ نکاح درست نہ ہوگا۔

النكاح ينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (شامي ٦٩/٤ زكريا)

وشرط حضور الشاهدين. (شامي ٨٧/٤ زكريا)

لا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور الشاهدين. (الهداية ٣٠٦/٢)

يصح التوكيل بالنكاح. (الفتاویٰ الهندية ٢٩٤/١ زكريا)

ونفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي. (الدر المختار مع الشامي ١٥٥/٤ زكريا)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره. (الفتاویٰ الهندية ٢٨٠/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۷/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا وکیل اور گواہوں کے بغیر جوازِ نکاح کی کوئی صورت ہے؟

سوال (۱۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر صرف لڑکا اور لڑکی ہوں، اور کوئی گواہ یا وکیل میسر نہ ہو، تو نکاح پڑھانے کی کیا شکل اختیار کرنی چاہئے؟ اگر لڑکی اور لڑکا دونوں آپس میں ایجاب وقبول کرلیں تو کیا نکاح صحیح ہو جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر صرف لڑکا اور لڑکی موجود ہوں اور گواہ نہیں ہیں، تو ایسی صورت میں نکاح کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے، نکاح کے لئے بہر حال دو مسلمان گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ بریں بنا اگر لڑکے اور لڑکی گواہوں کے بغیر ایجاب وقبول کریں گے، تو ہرگز اُن کا نکاح منعقد نہیں ہوگا، اور دونوں بدستور ایک دوسرے کے لئے اَجنبی رہیں گے، اور اُن کے درمیان اِزدواجی تعلق حرام ہوگا۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قوله: لا نكاح إلا ببينة. (سنن الترمذي ٢١٠/١ وصححه)

وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين مسلمين. (الدر المختار مع الشامي ٨٧/٤- ٩٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغہ نومسلم لڑکی سے دو گواہوں کے سامنے بغیر وکیل کے اِیجاب وقبول کرنا؟

سوال (۱۰۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے ایک دوست نے تقریباً دس برس قبل ایک ہندو لڑکی (جو اسلام قبول کرچکی ہے) سے تعمیر ملت اِدارہ میں دو گواہوں کی موجودگی میں قاضی صاحب کے سامنے نکاح کیا ہے، اس نکاح میں لڑکی کی طرف سے وکیل نہیں تھا، لڑکی کا باپ چوں کہ کافر ہے، اس لئے وہ لڑکی کی طرف سے وکالت کے فرائض انجام نہیں دیا، اس پس منظر میں چند سوالات میرے ذہن میں پیدا ہورہے ہیں، کیوں کہ میرے دوست کی دوسری بیوی (جو مسلمان والدین کی بیٹی ہے) نے کسی عالم اور مفتی صاحب سے یہ دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ: ”**لانکاح إلا بولي**“ وکیل کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا، اس بات پر میرے دوست کی دوسری بیوی اپنے شوہر پر یہ دباؤ ڈال رہی ہیں کہ آپ کا نکاح نومسلم لڑکی سے ہوا ہی نہیں، اس لئے آپ اس سے علیحدگی اختیار کرلیں؟

(۱) کیا یہ نکاح شریعت کی نظر میں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کیا یہ نکاح اگر ٹوٹ جاتا ہے تو اس نومسلم لڑکی کی کفالت کون کرے گا؟ (کافروں کے ملک میں)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ نومسلمہ بیوی سے آپ کا نکاح بلاشبہ درست ہے؛ اس لئے کہ لڑکی نے خود قاضی اور دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں نکاح کو قبول کیا ہے جو شرعاً معتبر ہے، اور حدیث ”**لا نکاح إلا بولي**“ کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ لڑکی نابالغہ ہو؛ کیوں کہ نابالغہ کا نکاح بغیر ولی (باپ دادا وغیرہ) کی اجازت کے نہیں ہوتا، پس جو عورت بالغہ مسلمان ہے، اس کے نکاح کی صحت کے لئے ولی یا وکیل کی کوئی شرط نہیں۔

أن أبا هريرة رضي الله عنه حدثهم أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا

تـنـكح الأيم حتى تستأمر، ولا تنكح البكر حتى تستأذن، وبهذا احتج أبو حنيفة عـلـى أن الـولـي لا يجبر الثيب ولا البكر على النكاح، والمرأة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من غير ولي ينفذ نكاحها. (عمدة القاري ١٢٨/٢٠)

وهـذا بإطلاقه حجة لأبي حنيفة في عدم تجويزه إجبار البكر البالغة، وفي شرح جمع الجوامع حمله الحنفية على الصغيرة والأمة والمكاتبة. (مرقاة المفتاتيح ٢٠٤/٦-٢٠٧)

قـال فـي الـخـانية: والـقـاضي عند عدم الأولياء بمنزلة الولي في ذٰلك.

(البحر الرائق / باب الأولياء والأكفاء ١٩٧/٣ زكريا)

اور بلا وجہ شرعی کے محض دوسری بیوی کے کہنے پر مذکورہ نومسلمہ سے نکاح ہرگز نہیں توڑنا چاہئے؛ بلکہ مسلم معاشرہ کے ہرفرد کواس کی قربانی کی قدر کرنی چاہئے اور منکوحہ کی کفالت کی ذمہ داری اُس کے شوہر پر ہے۔

عـن أبي هريرة رضي اللّٰه عـنه عن الـنبي صلى اللّٰه عليه وسلم: لايحل لامرأة تـسأل طلاق أختها تـستفرغ صحفتها، فإنما لها ما قدر لها. (صحيح البخاري ٧٧٤/٢)

قـولـه: ''لايحل'' ظاهره التحريم لكنه محمول على ما إذا لم يكن هناك سبب يجوز ذٰلك. (عمدة القاري ١٤٢/٢٠)

الـنـفـقة هـي الـطـعـام والكسوة والسكنى والنفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة: زوجية، وقرابة، وملك، فتجب للزوجة على زوجها؛ لأنها جزاء الاحتباس. (شامي ٢٧٨/٥- ٢٨١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۲/۴ ۱۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کن عورتوں سے نکاح جائز ہے؟

سوتیلی اولادوں کا آپس میں نکاح؟

سوال (۱۰۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا، اس کے دولڑکے ہیں، اِسی طرح ایک عورت زاہدہ کے شوہر کا انتقال ہوگیا، اس کی دولڑکیاں ہیں، اب زید کا زاہدہ سے اور دونوں لڑکوں کا دونوں لڑکیوں سے نکاح جائز ہے یانہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کا نکاح زاہدہ سے اور زید کے لڑکوں کا نکاح زاہدہ کی لڑکیوں سے درست ہے؛ کیوں کہ یہاں حرمت کی کوئی وجہ متحقق نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۷/۳۰۳)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ [النساء: ٢٤]

أي ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال. (تفسیر ابن کثیر ٢٧٤/١ لاهور، كذا في التفسير المظهري ٢٧٦/٢ زكريا)

ولا أم زوجة الأب ولا بنتها، ولا أم زوجة الابن ولا بنتها. (شامي ١٠٥/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۵/۷/۱۴۲۶ھ

سوتیلی ماں کی سگی بہن سے نکاح

سوال (۱۰۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا کوئی شخص اپنی سوتیلی ماں کی سگی بہن سے نکاح کرسکتا ہے، جب کہ ماں ابھی باپ کے نکاح میں بھی ہے اور حیات بھی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوتیلی ماں کی بہن سے مذکورہ شخص کا کوئی رشتہ حرمت نہیں ہے؛ لہٰذا اُس سے نکاح کرنا شرعاً حلال ہے، اگرچہ سوتیلی ماں باحیات ہی کیوں نہ ہو۔

(کفایت المفتی ۳۲/۵ ملتان، فتاویٰ دار العلوم ۲۲۴/۷، فتاوی محمودیہ ۳۵۰/۳، ۱۵۰/۱۱)

وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (الدر المختار ١٠٥/٤ زكريا)

لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة، ويتزوج ابنه ابنتها أو أمّها، كذا في محيط السرخسي. (الفتاویٰ الهندية ٢٧٧/١ زكريا)

قالوا: ولا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه أمها أو بنتها؛ لأنه لا مانع، وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة وزوج ابنه بنتها. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ١٧٣/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱۱/۲۳ھ

سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح

سوال (۱۰۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالد نے ہندہ سے شادی کی، ہندہ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام زید ہے، پھر خالد نے زینب طلاق شدہ عورت سے نکاح کیا، زینب کی پہلے شوہر سے ایک لڑکی رقیہ تھی، تو کیا زید اور رقیہ کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں زید اور رقیہ کے درمیان حرمت کا

کوئی سبب نہیں پایا جاتا؛ لہٰذا اُن دونوں میں نکاح جائز ہے۔

و أما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (الدر المختار ١٠٥/٤ زكريا)

قالوا: ولا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه أمها أو بنتها؛ لأنه لا مانع، وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة وزوج ابنه بنتها. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ١٧٣/٣ زكريا)

أما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (الدر المختار ٣١/٣ كراچی، ١٠٥/٤ زكريا)

لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج إبنه ابنتها. (الفتاویٰ الهندية ٢٧٧/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۱۱/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سوتیلے پھوپھا سے نکاح

سوال (۱۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صفدر علی کا انتقال ہوا، اس کے پانچ بچے ہیں، جن کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے، تو کیا وہ صفدر علی کی بیوہ اپنے سوتیلے پھوپھا سے نکاح کرسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوتیلا پھوپھا محرم نہیں ہے؛ لہٰذا اُس سے نکاح جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۲۶۴/۷)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ [النساء، جزءآیت: ٢٤]

يعني ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة، وخص عنه بالسنة والإجماع والقياس يعني ما ذكرنا من المحرمات في الشرح وما فوق الأربع من النساء أن تبتغوا أي تبتغوهن يعني ما وراء ذٰلكم من النساء بأموالكم

بنکاح. (التفسیر المظهري ۲۷٦/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۴/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی اور سوتیلی ماں کو ایک نکاح میں جمع کرنا

سوال (۱۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی شخص اپنے نکاح میں بیوی اور اس کی سوتیلی ماں کو جمع کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی سوتیلی ماں یعنی اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے، اور دونوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا بھی جائز ہے۔

فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها. (شامي ۱۱۷/٤ زکریا)

ویجوز الجمع بین امرأة وبنت زوج کان لها من قبل أو بین امرأة وزوجة کانت لأبیها وهما واحد؛ لأنه لا رحم بینهما فلم یوجد الجمع بین ذواتي رحم ...... وإنا نقول: الشرط أن تکون الحرمة ثابتة من الجانبین جمیعًا، وهو أن یکون کل واحدةٍ منهما أیتهما کانت بحیث لو قدرت رجلاً لکان لا یجوز له نکاح الأخریٰ ولم یوجد هٰذا الشرط؛ لأن الزوجة منهما لو کانت رجلاً لکان یجوز له أن یتزوج الأخریٰ؛ لأن الأخریٰ لا تکون بنت الزوج، فلم تکن الحرمة ثابتة من الجانبین، فجاز الجمع بینهما. (بدائع الصنائع، کتاب النکاح / المحرمات بالمصاهرة ۵٤۰/۲ زکریا)

ویجوز بین امرأة وبنت زوجها، فإن المرأة لو فرض ذکراً أحلت له تلک البنت. (الفتاویٰ الهندیة ۲۷۷/۱، فتاوی رحیمیه ۹۹/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/٦/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پھوپھی زاد بہن کی بیٹی سے نکاح ؟

سوال (۱۰۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عمر واپنی پھوپھی زاد بہن کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے، تو کیا اس طرح پھوپھی زاد بھانجی سے شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عمرو کا اپنی پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح کرنا بلا شبہ جائز اور درست ہے؛ اس لئے کہ قرآنِ کریم میں جن عورتوں سے نکاح کی حرمت کو ذکر کیا گیا ہے، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی اُن میں شامل نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۲۶۱ ڈابھیل)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲٤]

أي ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال. (تفسير ابن كثير ۱/۲۷٤ لاهور، كذا في التفسير المظهري ۲/۲۷٦ زكريا)

يعني ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة. (التفسير المظهري ۲/٦٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۴/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خالہ کی لڑکی کی بیٹی سے نکاح

سوال (۱۰۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالہ کی لڑکی کی بیٹی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خالہ کی لڑکی کی بیٹی (یعنی خالہ زاد بھانجی) سے نکاح شرعاً جائز ہے، دونوں میں کوئی وجہ حرمت نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ۷/۲۲۰-۲۳۰)

كبنت خاله وخالته لقوله تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (شامي

١٠٣/٤ زكريا، فتح القدير ١١٧/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدہ کی خالہ، ماموں، چچازاد بہن سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: والدہ کی خالہ زاد یا ماموں زاد یا چچا زاد بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس طرح اپنی خالہ زاد ماموں زاد بہن سے نکاح درست ہے، اسی طرح اپنی ماں کی خالہ زاد ماموں زاد بہن سے بھی نکاح درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۳۰۰/۷)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ [النساء، جزء آيت: ٢٤]

أي ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال. (تفسير ابن كثير ٢٧٤/١ لاهور، كذا في التفسير المظهري ٢٧٦/٢ زكريا)

يعني ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة. (التفسير المظهري ٦٦/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۵/۷/۱۴۲۶ھ

حقیقی بھانجے سے اپنی سالی کا نکاح کرانا؟

سوال (۱۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالد کی سالی کی شادی خالد کے حقیقی بھانجے سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حکم شرعی کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں خالد کی سالی کی شادی خالد کے

حقیقی بھانجے سے ہوسکتی ہے، اس لئے اس میں کوئی وجہ ممانعت نہیں، خواہ خالد کی بیوی خالد کے نکاح میں ہو یا نہ ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۷/۲/۱۷)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ٢٤]

أي ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال. (تفسیر ابن کثیر ٢٧٤/١ لاهور، كذا في التفسير المظهري ٢٧٦/٢ زكريا)

يعني ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة. (التفسير المظهري ٦٦/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۵/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دیور کے لڑکے سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک عورت سے نکاح کیا، اس سے کئی بچے بھی ہوئے، کچھ دنوں کے بعد زید کا انتقال ہوگیا اور اس نے اپنے نابالغ تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں، زید کی جو صحرائی جائیداد تھی، وہ اس کے متعلقین نے اس کے مرنے کے بعد اس کے تین نابالغ لڑکوں کے نام کرادی تھی اور اس کی بیوہ کو اس کا متولی بنادیا تھا، یہ سارا کام سرکاری عدالت کے ذریعہ ہوگیا تھا، اب وہ عورت اس جائیداد کو فروخت کرکے روپیہ خرچ کررہی ہے، اور خطرہ اس بات کا ہے کہ کہیں ساری جائیداد بچوں کے بالغ ہونے تک ختم نہ ہوجائے، اب بستی کے کچھ لوگوں نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ اس کا نکاح اس کے دیور کے بیٹے یعنی بھتیجہ سے کرادیا جائے؛ تاکہ وہ جائیداد اس کی نگرانی میں آکر محفوظ رہ سکے، شرعی طور پر نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کی بیوہ اپنے دیور کے لڑکے کے لئے اَجنبیہ ہے،

اُن کے درمیان قرابتِ محرمہ نہیں ہے؛ لہٰذا اُن کا نکاح آپس میں کرنا شرعاً درست ہے؛ البتہ مرحوم زید کے ترکہ کی تقسیم جو عدالت کے ذریعہ ہوئی ہے وہ شرعاً صحیح نہیں ہے، زید کے کل ترکہ کا آٹھواں حصہ اس کی بیوہ کو اور مابقیہ ترکہ شرعی ضابطہ ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ کے مطابق زید کے لڑکے اور لڑکیوں کو ملے گا، لڑکیوں کو اُن کے جائز حق سے محروم کرنا ظلم ہے، اس کی مکافات لازم ہے۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲٤]

أي ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال. (تفسير ابن كثير ۲۷٤/۱ لاهور، كذا في التفسير المظهري ۲۷٦/۲ زكريا)

يعني ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة. (التفسير المظهري ٦٦/۲ زكريا)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدةً عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل. والثمن مع الولد وولد الابن وإن سفل. (السراجي في الميراث ۷)

فللزوجات حالتان: الربع بلا ولد، والثمن مع الولد. (الدر المختار / كتاب الفرائض ۷۷۰/٦ دار الفكر بيروت)

قال تعالىٰ: ﴿فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷٦]

وللبنت النصف والأكثر الثلثان. (البحر الرائق / كتاب الفرائض ۳۷٤/۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری

۱٦/۵/۱٤۱۱ھ

چچیری بھتیجی سے نکاح

سوال (۱۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چچیری بھتیجی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چچازاد بھائی کی لڑکی یعنی چچیری بھتیجی محرمات میں سے نہیں ہے، اس لئے اس سے نکاح کرنا درست ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ٢٤]

أي ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال. (تفسير ابن كثير ٢٧٤/١ لاهور، كذا في التفسير المظهري ٢٧٦/٢ زكريا)

يعني ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة. (التفسير المظهري ٦٦/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۲/۴/۱۴ھ

چچیرے نواسے کا چچیری نانی سے نکاح؟

سوال (۱۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چچیرے نواسہ کا رشتہ نکاح چچیری نانی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چچیرے نواسہ کا نکاح چچیری نانی سے جائز ہے، اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ٢٤]

أي أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم. (التفسير المنير ٦/٥ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۷/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کی بیوی کی بیٹی سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت جوان شوہر والی تھی، اس کے شوہر نے اسے طلاق بھی نہیں دی؛ لیکن وہ اس کے پاس نہیں رہتی تھی؛ بلکہ ایک دوسرے شخص کے پاس رہتی تھی، اور کہتی تھی کہ اس کا شوہر مریض ہے، اس نے بہت طلاق لینی چاہی، مگر اس نے طلاق نہیں دی، وہ دوسرے کے پاس رہتی رہی، اب پہلا شوہر فوت ہوگیا، اور اس کی وفات کے پانچ مہینہ کے بعد اُس نے دوسرے آدمی (جس کے پاس رہتی تھی) سے نکاح کرلیا، یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور صورتِ حال یہ ہے کہ اس عورت کی لڑکی شوہر ثانی کے لڑکے کے نکاح میں پہلے سے ہے۔ جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر اول سے طلاق کے بغیر دوسرے شخص کے ساتھ رہنا سخت گناہ کا کام ہوا، جس پر سچے دل سے توبہ اور استغفار لازم ہے؛ لیکن شوہر اول کی وفات کے ۵؍ مہینہ گذرنے کے بعد چوں کہ عدتِ وفات پوری ہوگئی ہے؛ لہٰذا اُس کا نکاح شوہر ثانی سے شرعاً درست ہوگیا، اور باپ کی بیوی کی بیٹی لڑکے پر حرام نہیں ہے۔ (لہٰذا یہ اَمر مانعِ نکاح نہ ہوگا)

وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. وفي الشامي: قال الخير الرملي: ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها. (شامي ۳۱/۳ کراچی)

لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة، ويتزوج ابنه ابنتها أو أمّها، كذا في محيط السرخسي. (الفتاویٰ الهندية ۲۷۷/۱ زكريا)

قالوا: ولا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه أمها أو بنتها؛ لأنه

لا مانع، وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة وزوج ابنه بنتها. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۷۳/۳ زکریا)

الحاصل أن كل من ارتكب معصية ليس فيها حد مقدر، وثبت عليه عند الحاكم؛ فإنه يجب التعزير من نظر محرم ومس محرم، والأصل في وجوب التعزير أن كل من ارتكب منكراً أو آذى مسلمًا بغير حق بقوله أو بفعله يجب عليه التعزير. (البحر الرائق / باب حد القذف، فصل في التعزير ٧١/٥ زكريا، كذا في الفتاویٰ الهندية ١٦٨/٢)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على صحيح مسلم / كتاب التوبة ٣٥٤/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۸/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سالی سے بشہوت بوس وکنار کرکے اُس کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرنا؟

سوال (۱۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی سالی سے ویسے ہی محبت میں بوس وکنار بوسہ لینا چمٹنا کیا؛ لیکن زنا وغیرہ کچھ نہیں کیا؛ بلکہ اس شخص نے زنا کبھی کسی عورت سے بھی نہیں کیا، زنا وغیرہ کا کبھی خیال بھی آیا، تو اُس سالی کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اب مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ شخص اپنی اِس سالی کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ مجھے یہ شبہ اِس لئے ہوا کہ میں نے ایک مترجم قرآنِ کریم میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ باپ کی منکوحہ وممسوسہ بالشہوت سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ میں نے ایک مولوی صاحب سے سالی والا مسئلہ معلوم کیا تھا، تو اُنہوں نے جواب دیا کہ اِس صورت میں بچوں کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے؛ البتہ یہ فعل یعنی سالی کے ساتھ بوس وکنار کرنا ناجائز وبرا ہے، جواب باصواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سالی سے بوس وکنار حرام اور ناجائز ہے؛ لیکن سالی کی

اولاد سے اُس شخص کی اولاد کا نکاح شرعاً درست ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا، اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ [بني اسرائيل: ۳۲]

الخلوة بالأجنبية حرام. (الدر المختار مع الشامي ۵۲۹/۹)

ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها. (شامي ۳۶/۳ كراچی، كذا في البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۷۹/۳ زكريا)

ولا تحرم أصولها وفروعها على ابن الواطئ وأبيه، كما في محيط السرخسي. (مجمع الأنهر / باب المحرمات ۳۲۶/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷/۱۱/۲۱ھ

بیوی کو طلاق دینے کے بعد اُس کی بھانجی سے نکاح؟

سوال (۱۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے بیوی کو طلاق دے دی اور اُس سے دو اَولاد ہیں، اُس کی پرورش کی وجہ سے بیوی کو ایک مکان کا بندوبست کر دیا ہے، اور اس کو خرچ دیتا ہے؛ لیکن اس سے اور کوئی واسطہ نہیں ہے، اب پہلی بیوی کی بھانجی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر زید نے بیوی کو طلاق دے کر الگ کر دیا ہے، اور اُس کی عدت بھی گذر چکی ہے، تو اَب مطلقہ بیوی کی بھانجی سے نکاح کرنا اُس کے لئے جائز ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ [النساء، جزء آيت: ۲۴]

أي أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم. (التفسير المنير ۶/۵ دار الفكر

بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے انتقال کے بعد سالی کی لڑکی سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی بیوی انتقال کرگئی، زید اپنی بڑی سالی کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے، جب کہ زید کے بچے کی پرورش بڑی سالی کررہی ہے، نیز دودھ اپنا پلاتی ہے، آیا زید اپنی بڑی سالی کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کرسکتا ہے تو یہ کیسے جائز ہے؟ اور اگر جائز نہیں ہے تو کیسے جائز نہیں ہے؟ اس مسئلہ کی وضاحت قرآن کریم وحدیث شریف کی روشنی میں تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کا اپنی بیوی کے انتقال کے بعد سالی کی لڑکی سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے، اگرچہ اس سالی نے زید کے بچے کو دودھ پلایا ہو، پھر بھی زید کے لئے سالی کی لڑکی حرام نہ ہوگی؛ کیوں کہ اُس کا زید سے کوئی حرمت کا رشتہ نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ٢٤]

يفارق النسبَ الإرضاع في صور ...... وأخت ابن أبي كل منهما رضاعي أو الأول رضاعي والثاني نسبي أو العكس. (الدر المختار مع الشامي / باب الرضاع ٤٠٥/٤ زكريا)

ويجوز تزوج أخت ابنه من الرضاع. (الهداية ٣٥١/٢، كذا في البحر الرائق ٢٢٣/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۴/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس کے ساتھ لواطت کی اُس کی لڑکی کا اپنے لڑکے سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید اور خالد نے باہم لواطت واِغلام بازی کی، اب دونوں میں سے ایک کی لڑکی مثلاً زید کی لڑکی کا نکاح خالد کے لڑکے کے ساتھ صحیح اور جائز ہے یا نہیں؟ حرمتِ مصاہرت لازم آئے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپس میں ہم جنسی کرنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں زید کی لڑکی کا نکاح خالد کے لڑکے کے ساتھ درست ہوگا۔

ولیفید أنها لا تثبت بالوطئ بالدبر. (الرد المحتار / فصل في المحرمات ١٠٧/٤ زكريا)

اللواطة لا يوجب حرمة المصاهرة، إلى هٰذا أشار محمد في الزيادات، والفتوىٰ علىٰ هٰذا، وفي الحجة: ولو مسّ بالوطئ في دبرها لا تثبت حرمة المصاهرة، وفي اليتيمة: ذكر في الأسرار أن الإتيان في دبر المرأة يوجب الحرمة بالإجماع. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٥٥/٤ رقم: ٥٥٠٩ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۸/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

کیا ماموں بھانجے دونوں سمدھی بن سکتے ہیں؟

سوال (۱۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حقیقی ماموں اور حقیقی بھانجہ کیا دونوں سمدھی بن سکتے ہیں؟ بایں طور کہ ماموں کا لڑکا اور بھانجے کی لڑکی، تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ماموں کے لڑکے اور بھانجے کی لڑکی میں نکاح درست ہے، اُن میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ [النساء، جزء آيت: ٢٤]

أي أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم. (التفسير المنير ٦/٥ دار الفكر

بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱۱/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جولڑکا اورلڑکی جماع پر قادر نہ ہوں اُن کا آپس میں نکاح؟

سوال (۱۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکا قدرتی طور پر صحبت کرنے پر قادر نہیں ہے، باقی حقوق زوجیت ادا کرسکتا ہے، ضروریات زندگی پورا کرنے کے لئے شادی کرنا چاہتا ہے، بالاتفاق لڑکی بھی اپنے کسی عذر کی بنا پر ہمبستری کے لائق نہیں ہے، تو کیا ایسی لڑکی اور لڑکے کا نکاح آپس میں ہوسکتا ہے، جب کہ دونوں ہمبستر ہونے کے لائق نہ ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کی صحت کے لئے زوجین کا ہمبستری پر قادر ہونا لازم نہیں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں مذکورہ لڑکے اور لڑکی کے نکاح میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

وينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار مع الشامي ٦٨/٤ زكريا)

وفي الكافي: ركن النكاح: الإيجاب والقبول. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣/٤ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۷/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالتِ نفاس میں نکاح کرنا

سوال (۱۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت جو نفاس کی حالت میں ہے، اُس عورت سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اس عورت کو وضع حمل سے قبل طلاق دی گئی ہے اور

وضع حمل سے اس کی عدت پوری ہوگئی ہے، تو اب حالتِ نفاس میں دوسرے شخص کے لئے اس عورت سے نکاح کرنا درست ہے، اِسی طرح اگر شوہر اَول نے دو سے کم طلاقیں دی ہوں تو اس حالت میں اس کے لئے تجدید نکاح کی بھی اجازت ہے؛ البتہ حالتِ نفاس میں عورت سے جماع اور ہم بستری جائز نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [الطلاق، جزء آیت: ٤]

عن المسور بن مخرمة أن سبيعة الأسلمية نفست بعد وفاة زوجها بليالٍ، فجاءت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فاستأذنته أن تنكح فأذن لها فنكحت. (صحيح لبخاري ۲/۲ ۸۰)

ويحرم بالحيض والنفاس الجماع والاستمتاع بما تحت السرة إلى تحت الركبة لقوله تعالىٰ: ﴿وَلاَ تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ١٤٥)

وفي حق الحامل وضع جميع حملها. (تنوير الأبصار مع الدر ۵۱۱/۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۹/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہنوئی کی دوسری بیوی کی بیٹی سے نکاح؟

سوال (۱۲۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دوحضرات بیوی بچوں والے ہیں، شرافت علی دوسرے شاکر علی، شاکر اپنا دوسرا نکاح شرافت علی کی بیٹی سے کرنا چاہتے ہیں، اور آنے والے وقت میں شرافت علی اپنے لڑکے کا نکاح محمد شاکر کی بیٹی سے کرنا چاہتے ہیں؟ تو کیا یہ درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں شرافت کا لڑکا اپنے بہنوئی (شاکر

علی) کی اُس بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے جو اُس کی بہن کے علاوہ شاکر علی کی پہلی بیوی کے بطن سے ہے، اُن دونوں میں کوئی وجہ حرمت نہیں پائی جاتی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ [النساء: ٢٤] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۴/۱۱/۲۲ھ

ربیب کا ربیبہ سے نکاح؟

سوال (۱۲۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے ایک بیوہ سے نکاح کرلیا ہے، اُن کے ساتھ ایک بیٹا ہے اور میرے پاس ایک بیٹی ہے، اُن کے لڑکے کا میری لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوسری بیوی کا لڑکا جو دوسرے شوہر سے ہے اور آپ کی لڑکی جو پہلی بیوی سے ہے، چوں کہ وہ آپس میں بھائی بہن نہیں ہوئے، اس لئے ان دونوں کا نکاح آپس میں شرعاً جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱/۳۴۳)

وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (الدرالمختار ١٠٥/٤ زكريا)

لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة، ويتزوج ابنه ابنتها أو أمّها، كذا في محيط السرخسي. (الفتاویٰ الهندية ٢٧٧/١ زكريا)

قالوا: ولا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه أمها أو بنتها؛ لأنه لا مانع، وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة وزوج ابنه بنتها. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ١٧٣/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۶/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مملوکہ باندی سے جماع کرنا حلال ہے، الگ سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں

سوال (۱۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حرمتِ مصاہرت کے اَسباب کے تحت مسئلہ کی وضاحت درکار ہے، ''اپنی مملوکہ باندی سے جماع کے بعد کیا باندی حرمت میں داخل ہو جاتی ہے، گویا اس کے ساتھ رشتہ اِزدواجی حرام ہے'' کیا باندی سے جماع جائز ہے؟ اس رشتہ سے تولید (اولاد) کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا اَولاد جائز ہے اور جائیداد موروثی میں اَولاد کا حق ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اس وقت دنیا میں کہیں بھی مملوکہ باندی کا وجود نہیں ہے؛ اس لئے کہ اَقوامِ متحدہ میں شامل ممالک نے آپس میں معاہدہ کر رکھا ہے کہ کوئی قوم دوسرے کو غلام نہیں بنائے گی؛ لیکن اگر بالفرض آئندہ زمانے میں کہیں باندی کا وجود ہو، تو شرعاً باندی سے جسمانی تعلق قائم کرنا حلال ہے، اس سے الگ سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اُس سے پیدا شدہ اولاد کا نسب آقا سے ثابت ہوگا، اور وہ منکوحہ آزاد عورت سے پیدا شدہ اَولاد کی طرح ہی وراثت کی حق دار ہوگی، اور یہ باندی اُم الولد کہلائے گی، جو آقا کے انتقال کے بعد فوراً خود بخود آزاد ہو جائے گی۔

إن أكثر أقوام العالم قد أحدثت اليوم معاهدة فيما بينها وقررت أنها لا تسترق أسيرًا من أسارى الحروب، وأكثر البلاد الإسلامية اليوم من شركاء هٰذه المعاهدة، ولا سيما أعضاء الأمم المتحدة" فلا يجوز لمملكة إسلامية اليوم أن تسترق أسيراً ما دامت هٰذه المعاهدة باقية، وأما إحداث مثل هٰذا العهد فلم أر حكمه صريحًا عند المتقدمين، والظاهر أنه يجوز. (تكملة فتح الملهم ٢٧٢/١ أشرفية)

وإذا ولد الأمة من سيدها ...... بإقراره – إلى قوله – فهي أم ولد ...... حكمها ...... كالمدبرة إلا ...... أنها تعتق بموته من كل ماله ...... وإن ولدت بعده

ولداً تثبت نسبه بلا دعویً ...... لأن أمومية الولد فرع النسب كما قدمناه. (شامي ٤٥٢/٥-٤٦٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۳/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میاں بیوی دونوں ساتھ اسلام لائیں تو کیا تجدید نکاح ضروری ہے؟

سوال (۱۲۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو شخص (میاں بیوی) ایک ساتھ اِسلام میں داخل ہوتے ہیں، تب کیا اُن کو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا یا پہلی حالت میں ہی رہنے دیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے میاں بیوی کو نکاح کی تجدید کی ضرورت نہیں ہے، اُن میں سابقہ رشتہ مناکحت بدستور باقی رہے گا۔

ویقرون علیه بعد الإسلام. (الدر المختار ۱۸۵/۳ کراچی، ۳۵۰/٤ زكريا)

أسلم المتزوجان بلا شهود أو في عدة كافر معتقدين ذٰلک أقرا عليه. (شامي ۳۵۱/٤ زكريا)

حتی لو أسلما يقران علی ذٰلک عند علمائنا الثلاثة. (الفتاویٰ الهندية ۳۳۷/۱)

وإذا ارتدا معاً ثم أسلما معاً فهما علی نكاحها. (الهداية مع الفتح ٤۳۰/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۹/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زانیہ اور حاملہ سے نکاح کے مسائل

لڑکے کا مزنیۃ الاب سے نکاح حرام ہے

سوال (۱۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو سگی بہنوں کا رشتہ دو سگے بھائیوں سے طے ہوجاتا ہے، یہ لڑکے اور لڑکیاں بلحاظ عمر بالغ اور جوان ہیں، نیز لڑکے اور لڑکیوں کے والد آپس میں خاندانی بھائی ہیں، رشتہ تو قائم ہوجاتا ہے؛ البتہ شادی ہونی ابھی باقی ہے جو آئندہ وقت میں ہوگی؛ کیوں کہ لڑکوں کا باپ لڑکیوں کے باپ کے گھر رہ کر کاروبار کرتا ہے، اس لئے گھر میں اس سے کوئی پردہ وغیرہ نہیں ہے، رشتہ ہونے کے بعد لڑکوں کا باپ اپنے چھوٹے لڑکے کی ہونے والی بیوی یعنی چھوٹی لڑکی سے ناجائز تعلق قائم کرلیتا ہے اور زنا کرتا ہے، یعنی زنا کرکے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے، جس کا کسی کو کوئی علم نہیں ہے؛ لیکن اسی دوران لڑکی کو حمل قرار پا جاتا ہے، تب لڑکی کے وارثین کو جانکاری ہوتی ہے اور حمل ساقط کرادیا جاتا ہے، باوجود ایسا ہونے کے زیادہ رسوائی اور ذلت کے ڈر سے اگر دونوں فریق پھر بھی یہ شادی کرنا چاہیں اور شادی کرنے کے لئے رضامند ہوں، تو کیا یہ شادی ہوجائے گی؟ اور اس میں کوئی شرعی خلل تو واقع نہیں ہوگا، یا ایک لڑکے کی شادی درست ہوگی اور ایک کی درست نہ ہوگی، یا دونوں کی شادی ہوجائے گی؟ اِن تمام باتوں کا جواب جائز، ناجائز، حلال، حرام سب باتوں پر غور فرماتے ہوئے تفصیل سے لکھیں؛ تاکہ آئندہ یہ دونوں جوڑے گناہ سے بچ سکیں، اور اس بارے میں شریعت کے اعتبار سے ہماری رہبری فرمائیں؛ تاکہ یہ شادی صحیح اور درستگی کے ساتھ عمل میں آسکے، خیال رہے کہ جو کچھ بھی زنا اور گناہ کا ارتکاب کیا ہے، وہ لڑکوں کے باپ کا اپنا عمل ہے، لڑکوں کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے، پھر بھی اگر اس زنا اور گناہ کی وجہ سے لڑکوں کی شادی پر کوئی شرعی فرق پڑتا

ہو، تو بتائیں یعنی چھوٹی لڑکی جس سے زنا کیا گیا ہے، اُس کی شادی چھوٹے لڑکے یعنی زنا کرنے والے کے چھوٹے لڑکے کے ساتھ ہونے میں کوئی شرعی خلل تو واقع نہ ہوگا اور یہ شادی اور نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ یا دونوں لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی پر کوئی فرق پڑے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکے کے باپ نے جس لڑکی سے زنا کیا ہے، اس لڑکی کا نکاح زانی کے کسی لڑکے سے ہرگز نہیں ہوسکتا، وہ لڑکی زانی کی اَولاد پر قطعاً حرام ہوچکی ہے؛ البتہ دوسرا لڑکا مقررہ رشتہ کے مطابق بڑی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے، اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآءُكُمْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۲]

عن البراء بن عازب رضي اللّٰه عنه قال: مرّ بي خالي ومعه لواء، فقلت: أين تذهب؟ قال: بعثني النبي صلى اللّٰه عليه وسلم إلى رجل تزوج بامرأة أبيه آتيه برأسه. (رواه الترمذي، أبواب الأحكام / باب فيمن تزوج امرأة أبيه رقم: ١٣٦٢)

والنكاح قيل: معناه الوطء حقيقةً، كذا قال ابن الجوزي في التحقيق، وبناء على هٰذا احتج بهٰذه الآية على ثبوت حرمة المصاهرة، في الزنا، ومعنى الآية على هٰذا لا تطؤا موطوءات الآباء، سواء كان الوطء بنكاح صحيح أو فاسدًا ملك يمين أو شبهة أو بزنى. (التفسير المظهري، لقاضي ثناء اللّٰه الفاني فتي ٢٦٣/٢ زكريا)

فمن زنىٰ بامرأة حرمت عليه أمها وإن علت، وابنتها وإن سلفت، وكذا تحرم المزني بها على اٰباء الزاني وأجداده وإن علوا، وأبنائه وإن سفلوا، كذا في فتح القدير. (الفتاوىٰ الهندية ٢٧٤/١، كذا في مجمع الأنهر / باب المحرمات ٣٢٦/١ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۳/۱۱/۱۴۱۳ھ

زانی کا مزنیہ حاملہ سے نکاح؟

سوال (۱۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے ایک لڑکی سے ناجائز طور پر وطی کی، جس کی وجہ سے وہ حاملہ ہوگئی، حاملہ ہونے کے تین یا پانچ مہینے کے بعد اُس شخص نے اُسی لڑکی سے شرعی طور پر نکاح کرلیا، نکاح کرنے کے چار یا پانچ مہینے کے بعد ایک بچہ کی ولادت ہوئی، ولادت کے بعد اَب کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، وہ لوگ کہتے ہیں کہ نکاح کا اِعادہ کیا جائے، اِس نکاح اور بچہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور جو نکاح ہوگیا ہے وہی کافی ہے یا دوبارہ کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زانی کا نکاح اپنی مزنیہ سے حالتِ حمل میں صحیح ہوجاتا ہے، وضعِ حمل کے بعد دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہے، نیز اگر زانی اِس بچہ کے بارے میں دعویٰ کرتا ہے تو اِس بچہ کا نسب باپ یعنی زانی سے ثابت ہوگا۔

وصح نكاح حبلى من زنا عندهما، وقال أبويوسف: لايصح، والفتوى على قولهما. (الدر المختار مع الشامي ١٤١/٤ زكريا)

وفي مجموع النوازل: إذا تزوج امرأة قد زنى هو بها، وظهر بها حبل، فالنكاح جائز عند الكل، وله أن يطأها عند الكل. (الفتاویٰ الهندية ٢٨٠/١ زكريا)

صح نكاح حبلیٰ من زنا عند الطرفين، وعليه الفتویٰ لدخولها النص، وفيه إشعار بأنه لو نكح الزاني فالوطئ جائز بالإجماع. (مجمع الأنهر / باب المحرمات ٣٢٩/١ دار إحياء التراث العربي، كذا في تبيين الحقائق ٤٨٥/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النكاح لايثبت النسب، ولا يرث منه إلا أن يقول: هٰذا الولد مني. (شامي ١٤٢/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۵/۲/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حاملہ من الزنا کا زانی سے نکاح؟

سوال (۱۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مطلقہ عورت ہے، جس کی طلاق کے تقریباً دو سال ہوگئے ہیں، اِس دوران اس عورت کے ساتھ ایک مرد کے غلط تعلقات ہوگئے، جس سے حمل ٹھہر گیا ہے، حمل تقریباً چھ ماہ کا ہے، عورت اس حمل کو مذکورہ مرد سے منسوب کرتی ہے، اور مرد بھی اِس کا اقرار کرتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اِس عورت کا نکاح اِس حال میں اُس مرد سے ہوسکتا ہے جس سے اِس کا تعلق تھا، یعنی وضع حمل سے پہلے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اس مرد اور عورت کے درمیان نکاح درست ہے اور نکاح کے بعد عورت سے وطی بھی کرسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۱۸۱/۷)

وصح نكاح حبلى من زنى، لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً. (الدر المختار مع الشامي ۱۴۱/۴-۱۴۲ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية ۲۸۰/۱ زكريا، مجمع الأنهر ۳۲۹/۱ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۱/۵/۲۵ھ

ہندو لڑکے کی مزنیہ حاملہ سے مسلمان لڑکے کا نکاح کرنا؟

سوال (۱۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ ایک غیر شادی شدہ لڑکی ہے، اس کو ایک غیر مسلم لڑکے سے حمل ٹھہر گیا ہے، دوسرا لڑکا مسلمان ہندہ سے شادی کرنا چاہتا ہے، تو اس کا ہندہ سے شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ جو حمل ہے اس کو کیا کرنا چاہئے، اور غیر مسلم بھی شادی کرنے کے لئے تیار ہے، اس مسئلہ کے بارے میں تفصیل کے ساتھ جواب مطلوب ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں مسلمان لڑکے کا ہندہ سے نکاح کرنا صحیح ہے؛ لیکن جب تک وہ بچہ نہ جن دے، اُس وقت تک اُس کے لئے ہندہ سے جماع کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور وہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوگا۔ اور غیر مسلم کا نکاح مسلمان عورت سے ہرگز جائز نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا، وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ﴾ [البقرة، جزء آيت: ۲۲۱]

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه ورفعه أنه قال في سبايا أوطاس: لا توطأ حامل حتى تضع، ولا غير ذات حمل حتى تحيض حيضة. (سنن أبي داؤد / باب في وطئ السبايا ۲۹۳/۱ رقم: ۲۱۵۷)

قال أبوحنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالىٰ: يجوز أن يتزوج امرأة حاملاً من الزنا ولا يطأها حتى تضع حملها. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۶۷/۴ رقم: ۵۵۴۸ زكريا)

ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر. (بدائع الصنائع / فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة ۴۶۵/۳ دار الكتب العلمية بيروت)

وصح نكاح حبلىٰ من زنى الخ، وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع متصل بالمسئلة الأولىٰ لئلا يسقي ماؤه زرع غيره. (الدر المختار ۴۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۸/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مسلم لڑکی سے زنا کرکے حالتِ حمل میں شرعی نکاح کرنا؟

سوال (۱۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسلمان بندہ نے ایک غیر مسلم لڑکی سے ناجائز تعلقات قائم کرنے کی بناء پر چار مہینہ کا حمل

ٹھہر گیا ہے، اور کورٹ میرج کر لیا ہے، اور لڑکی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئی ہے، اب لڑکا بھی چاہتا ہے کہ شرعی طور پر نکاح کر لیا جائے، اب اس صورت میں نکاح پڑھنا ناجائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زنا ایک ایسا برا فعل ہے جس پر قرآن اور اَحادیثِ شریفہ میں سخت وعیدیں آئی ہیں؛ لہٰذا دونوں لڑکے اور لڑکی پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سچی پکی توبہ کریں، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور آئندہ ایسے برے کام سے بچنے کا عزم مصمم کریں۔ اور مسلمان کا نکاح ہندو عورت کے ساتھ جائز نہیں ہے، اس لئے اس کورٹ میرج کا کوئی اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ کورٹ میرج کے بعد اُن کے تعلقات حرام کاری کے طور پر ہوئے تھے؛ البتہ اَب لڑکی کے مسلمان ہونے کے بعد اگر وہ لڑکا اُس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ جائز ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا، اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ [بني اسرائيل: ٣٢]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن، ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن، ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن. (صحيح البخاري رقم: ٢٤٧٥، صحيح مسلم رقم: ٥٧، سنن أبي داؤد رقم: ٤٦٨٩، سنن الترمذي: ٢٦٢٥، الترغيب والترهيب مكمل: ٥١١ رقم: ٣٥٨٦ بيت الأفكار الدولية)

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ [التحريم، جزء آيت: ٨]

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولايجوز تاخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (روح المعاني ١٠٩/٢٨ بيروت، شرح النووي على مسلم ٣٥٤/٢)

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ، وَلَاَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۲۱]

عن الحسن بن محمد بن علي قال: كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى مجوس هجر يدعوهم إلى الإسلام، فمن أسلم قبل منه الحق، ومن أبى كتب عليه الجزية، ولا تؤكل لهم ذبيحة ولا تنكح منهم امرأة. (المصنف لعبد الرزاق / أخذ الجزية من المجوس ٦٩/٦ رقم: ١٠٠٢٨)

وصح نكاح حبلىٰ من زنا لا من غيره، وإن حرم وطؤها حتى تضع، لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً. (شامي ١٤١/٤ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية ٢٨٠/١، بدائع الصنائع ٥٥٠/٢ زكريا، البحر الرائق ١٨٧/٣ زكريا)

وحرم نكاح الوثنية بالإجماع. (الدر المختار مع الشامي ١٢٥/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۱/۸/۱ھ

شادی شدہ مرد کا غیر شادی شدہ عورت سے زنا کر کے شادی کرنا؟

سوال (۱۳۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بالغ شادی شدہ مرد اور بالغ غیر شادی شدہ عورت کے آپسی ناجائز جنسی تعلقات رہے، جس سے حمل بھی ٹھہرا، اور دونوں نے عام لوگوں میں اعتراف کیا کہ ناجائز تعلقات سے ان کا ہی حمل ہے، اس بارے میں شرعی حدسزا قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا ہے؟

اور کیا بغیر سزا بھگتے ان کا نکاح کرنا جائز ہے، اور بلا بیان لئے زانی اور زانیہ سے علماء یا مفتی صاحب فتویٰ نکاح کا اجرا کر سکتے ہیں؛ کیوں کہ زنا کی نسبت دریافتگی کا طریقہ کیا ہے، اور کس کے بیان لینے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ مرد وعورت نے بدکاری کر کے انتہائی بدترین

گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اگر انہوں نے اس سے توبہ نہ کی، تو آخرت میں سخت سزا ملے گی؛ لیکن دنیا میں سزا جاری ہونے کے لئے اسلامی حکومت کا ہونا شرط ہے، جو ہمارے ملک میں مفقود ہے، اور رہ گیا اُن دونوں زانی اور مزنیہ کے درمیان نکاح کا مسئلہ، تو اگر کوئی اور شرعی رکاوٹ نہ ہو، تو ان کے مابین نکاح درست ہے، اس مسئلہ کا تعلق سزا جاری ہونے یا نہ ہونے سے نہیں ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَحِيْمًا﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱۱]

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (مشكاة المصابيح ۲۰۶)

يشترط الإمام لاستيفاء الحدود. (شامي ۱۰/۱۹۵-۱۹۶ زكريا)

وصح نكاح حبلى من الزنا. (الدر المختار مع الشامي ۴/۱۴۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۷/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بدکاری کے بعد شرعی اِیجاب وقبول سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۳۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ناصر نے نازیہ سے محبت کی، دونوں نکاح پر راضی ہوگئے، اور ماں باپ سے چھپ کر دونوں نے نکاح کرلیا، پھر نکاح کے کچھ دن بعد لڑکی نے لڑکے کو اپنے ماں باپ کی عدم موجودگی میں بلالیا، اور دونوں ہمبستر ہولئے، اور یہ سلسلہ نکاح سے پہلے بھی چل رہا تھا، نکاح سے پہلے اولاد کا سلسلہ بھی ہوگیا تھا، تو آپریشن سے صفائی کرالی تھی؛ لیکن لڑکی نے اپنے ماں باپ کو نکاح کے بارے میں نہیں بتایا تھا، پھر ۸-۹ رمہینے کے بعد لڑکی لڑکے سے کورٹ میرج کرلیتی ہے، کورٹ میرج کے ایک مہینہ کے بعد لڑکی کی ماں لڑکی سے کہتی ہے کہ ہم تیرا رشتہ کرنے جارہے ہیں، تو لڑکی اپنی ماں سے کہتی ہے کہ میں شادی اُسی لڑکے سے کروں گی جس سے میں پیار کرتی ہوں؛ لیکن لڑکی کے ماں باپ

اُسے نہیں مانتے ہیں، اورلڑکی کی مرضی کے خلاف رشتہ طے کردیتے ہیں، اِس پرلڑکی ایک پرچہ لکھ کر چھوڑ دیتی ہے کہ میں مرنے جارہی ہوں، اورتحریر کرتی ہے کہ میرا کورٹ میرج اور نکاح دونوں ہوچکے ہیں، اورگھر سے چلی جاتی ہے، گھر چھوڑنے کے فوراً بعد لڑکی لڑکے کو پی سی او سے فون کرتی ہے کہ میں نے اپنا گھر چھوڑ دیا ہے، اوروہ اب اپنے گھر نہیں جائے گی، لڑکا لڑکی سے کہتا ہے کہ تم اپنے گھر چلی جاؤ؛ لیکن وہ نہیں مانی، اس کے بعد وہ لڑکے کے گھر آجاتی ہے، اُسی وقت لڑکی کے ماں باپ بھی لڑکے کے گھر آجاتے ہیں، ماں باپ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے یہ ناصر سے بہت محبت کرتی ہے، ہم اس کی رخصتی ناصر کے ساتھ ہی کردیں گے جیسے ہوتی ہے؛ لیکن ابھی اس کو ہم یہاں سے لے جاتے ہیں، نہیں تو ہماری بدنامی ہوگی، لڑکی لڑکا راضی ہوجاتے ہیں۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ شریعت کے حساب سے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ نکاح ہوا یادوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح سے پہلے لڑکی اورلڑکے نے جوجسمانی تعلقات قائم کیے یہ بدترین گناہ اورکھلی ہوئی حرام کاری تھی، جس پر سچے دل سے توبہ کرنی ضروری ہے؛ لیکن بعد میں اگر شرعی گواہوں کی موجودگی میں دونوں نے نکاح کرلیا، جیسا کہ سوال میں ہم رشتۂ نکاح کی رسید سے معلوم ہوتا ہے، تو یہ نکاح منعقد ہو چکا، اب دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾

[التحریم، جزء آیت: ۸]

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على مسلم / كتاب التوبة ٣٥٤/٢، روح المعاني ٢٨ ١٥٩ دار إحياء التراث العربي بيروت)

وينعقد بإيجاب وقبول الخ. (تنوير الأبصار مع الدر المختار ٦٨/٤ زكريا)

وفي الكافي: ركن النكاح: الإيجاب والقبول. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳/٤ رقم: ٥٣٦١ زكريا، البحر الرائق ١٤٤/٣ زكريا)

وينعقد بإيجاب وقبول حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين الخ. (كنز الدقائق على البحر الرائق ١٣٦/٣-١٥٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زانیہ کا نکاح غیر زانی سے؟

سوال (۱۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے ہندہ کے ساتھ ناجائز تعلقات رہے، بالآخر زنا کا بچہ پیدا ہوا، اب اس لڑکی کا نکاح کس کے ساتھ ہوگا اور کن صورتوں میں ہوگا، اور اُن پر شرعی حدود کیا نافذ ہوں گی؟ اور اگر لڑکی حاملہ ہے تو اس صورت میں اگر اُس کا نکاح کروایا جائے، تو کیا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زانیہ عورت کا نکاح زانی سے یا کسی غیر محرم سے ہوسکتا ہے؛ البتہ اگر وہ زنا سے حاملہ ہوئی ہے، تو زانی کے علاوہ جو شخص اس سے نکاح کرے گا، اُس کے لئے بچہ پیدا ہونے تک اُس سے جماع کرنا جائز نہ ہوگا۔

وصح نكاح حبلى من زنى ...... وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع ......، لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقا. (الدر المختار ١٤١/٤-١٤٢ زكريا)

فصل: ومنها: أن لا يكون حمل ثابت النسب من الغير ...... وهٰذا؛ لأن الحمل إذا كان ثابت النسب من الغير وماءه محرم، لزم حفظ حرمة ماءه بالمنع من النكاح، وعلىٰ هٰذا يخرج ما إذا تزوج امرأة حاملاً من الزنا أنه يجوز في قول أبي حنيفة ومحمد؛ ولكن لا يطؤها حتى تضع. ولهما: أن المنع من

نكـا ح الحامل حملاً ثابت النسب لحرمة ماء الوطء، ولا حرمة لماء الزنا بدليل أنه لا يثبت به النسب.

قال النبي صلى الله عليه وسلم: ''الولد للفراش وللعاهر الحجر''، فإذا لم يكن له حرمة لا يمنع جواز النكاح إلا أنها لا توطأ حتى تضع، لما روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يسقين ماءه زرع غيره.

وروي عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال: لا يحل لرجلين يؤمنا بالله واليوم الآخر أن يجتمعا على امرأة في طهر واحد، وحرمة الوطء بعارضٍ طارئٍ على المحل، لا ينافي النكاح لا بقاء ولا ابتداء كالحيض والنفاس. (بدائع الصنائع / بيان عدم جواز نكاح معتدة الغير ۲/ ۵۵۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۰/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آٹھ ماہ کی حاملہ عورت کا کسی سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی عورت کے پیٹ میں آٹھ ماہ کا بچہ ہو، تو وہ کسی کے نکاح میں جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر یہ بچہ نکاح سے ہے اور شوہر نے اُسے طلاق دی ہے یا شوہر کا انتقال ہو چکا ہے، تو بچہ جننے تک وہ عورت عدت میں ہے، بچہ پیٹ میں رہتے ہوئے اُس کا نکاح کسی سے حلال نہیں ہے، اور اگر یہ بچہ زنا کا ہے تو پیدائش سے پہلے اگر چہ نکاح درست ہے؛ لیکن زانی کے علاوہ کے لئے بچہ پیدا ہونے تک اُس سے جماع وغیرہ کرنا جائز نہ ہوگا۔

عن سليمان بن يسار أن عمر رضي الله عنه قال: للتي نكحت في عدتها

فرق بينهما، وقال: لا يتناكحان أبدًا ...... الخ.

وعن الشعبي أن عليًا رضي الله عنه فرق بينهما وجعل لها الصداق بما استحل من فرجها ...... الخ. (سنن سعيد بن منصور / باب المرأة تزوج في عدتها ١٨٩/١ رقم: ٦٩٨-٦٩٩)

ولايجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل. (الفتاویٰ التاتارخانية ١٦٦/٤ زكريا)

وصح نكاح حبلیٰ من زنا، لا حبلی من غيره، وإن حرم وطؤها ودواعيه حتی تضع. (الدر المختار ١٤١/٤ زكريا، كذا في الفتاویٰ الهندية ٢٨٠/١، بدائع الصنائع ٥٥٠/٢ زكريا)

''وحبلیٰ من زنا لا من غيره'' أي وحلّ تزويج الحبلی من الزنا، ولا يجوز تزوج الحبلی من غير الزنا. أما الأول فهو قولهما، وقيد بالتزويج؛ لأن وطأها حرام اتفاقاً عند الكل للحديث: ''من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يسقين ماءه زرع غيره''. قوله: لا من غيره: صحح الشارع المنع وهو المعتمد، وفي فتح القدير: إنه ظاهر المذهب. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ١٨٧/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۵/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا نکاح کے ایک مہینہ بعد بچہ پیدا ہوجانے کی وجہ سے تجدید نکاح ضروری ہے؟

سوال (۱۳۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی تھی دو بچے بھی ہیں، پھر کسی بات پر اس کو طلاق دے دی، پھر زید کی نظر کسی اَجنبی عورت پر پڑ گئی، پس اس سے شادی کر لی اور نکاح کے ایک ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوگیا اور اُس بچہ کو مار دیا گیا، بات اس حد تک پہنچی کہ گاؤں والوں نے اس گھر کا آنا جانا اور اس لڑکی کی پکائی ہوئی چیز کو کھانا بند کردیا اور گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ نکاح دوبارہ کرنا پڑے گا، شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زنا سے حاملہ جس عورت سے حالتِ حمل میں نکاح ہوا ہے وہ شرعاً منعقد ہو چکا ہے، اب وہ ناکح زید کی بیوی ہے تجدید نکاح ضروری نہیں ہے۔

صح نكاح حبلى من زنى لا حبلى من غيره. (الدر المختار مع الشامي ٤٨/٣ كراچی، ١٤٢/٤ زكريا، بدائع الصنائع ٥٥٠/٢ زكريا، تبيين الحقائق ١١٣/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۳/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زنا سے توبہ کرنے کے بعد زانیہ کو نکاح میں رکھنا؟

سوال (۱۳۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی بیوی زانیہ ہے، اس بات کا وہ خود اقرار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے اس راہِ ناپاک سے توبہ کر لی ہے اور حقیقۃً توبہ کر لی ہے، فی الحال شریعت کے مطابق اپنی زندگی گذار رہی ہے، اور وہ عورت ابھی تین بچوں کی ماں ہے، گذشتہ تین سال سے زنا سے بالکل بری ہے؛ لیکن شوہر اپنی اس بیوی کے ساتھ زندگی بسر کرنے میں نفرت کرتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید کو اپنی بیوی کے بارے میں گمان غالب ہے کہ وہ آئندہ انشاء اللہ بدکاری نہیں کرے گی، تو اس کے ساتھ رہنے میں شرعاً کسی طرح کا مضائقہ نہیں ہے۔

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (سنن ابن ماجة ٣١٣، مشكلة المصابيح ٢٠٦، فيض القدير ٢٧٣٦/٥ رقم: ٣٣٨٥، شرح الفقه الأكبر ١٩٤ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۱/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ عدت جس عورت کے حمل ٹھہرا ہو عدت کے بعد اُس سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۳۸):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عدت پوری ہونے کے بعد عورت کا حمل ظاہر ہو جائے تو وضع حمل سے پہلے مطلقہ یا رانڈ عورت کا نکاح کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ صرف نکاح کرنا چاہتی ہے، وضع حمل تک اپنے میکے رہیں گی، شوہر سے کوئی بات نہیں کرے گی، اس شرط پر مذکورہ عورت نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں اگر عدت کے اندر حمل ٹھہرا ہے اور عدت گذرنے کے بعد حمل ظاہر ہوا، تو ایسی صورت میں وضع حمل سے پہلے نکاح درست نہیں ہے۔

وفيمن حبلت بعد موت الصبي بأن ولدت لنصف حول، فكبر عدة الموت إجماعًا لعدم الحمل عند الموت. (شامي، كتاب الطلاق / باب العدة ۱۹۱/۵ زكريا)

اور اگر استقرار حمل عدت گذرنے کے بعد ہوا ہے تو یہ زنا کا حمل ہے، جس میں وضع حمل سے پہلے نکاح جائز ہے؛ لیکن شوہر (غیر زانی) کے لئے بچہ کی پیدائش سے پہلے اس سے جماع درست نہ ہوگا؛ البتہ خود زانی سے نکاح ہوا، تو اس کے لئے وطی جائز ہے۔

وصح نكاح حبلىٰ من زنا لا من غيره، وإن حرم وطؤها حتى تضع، لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً. (شامي ۱٤۱/٤ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية ۲۸۰/۱، بدائع الصنائع ۵۵۰/۲ زكريا، البحر الرائق ۱۸۷/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۴/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بے شوہر والی عورت کا حالتِ حمل میں نکاح اور بچہ کا نسب

سوال (۱۳۹):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بے شوہر والی عورت کو زنا بدکاری سے حمل رہ گیا، تو کیا حمل کی حالت میں اس کا نکاح صحیح اور درست ہے، اور پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب حلالی ہوگا یا حرامی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بے شوہر والی عورت کا حالت حمل میں اگر نکاح کر دیا جائے تو یہ درست ہے؛ لیکن اس سے جماع کرنے کے حکم میں تفصیل ہے، اگر زانی ہی کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا گیا، تو اس کے لئے وضع حمل سے پہلے بھی اس عورت سے جماع درست ہے؛ لیکن اگر غیر زانی کے ساتھ نکاح ہو رہا ہے تو بچے کی پیدائش سے پہلے اس سے جماع درست نہ ہوگا، اور اگر نکاح کے چھ مہینے کے بعد بچے کی پیدائش ہوئی ہے تو اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا؛ لیکن اگر چھ مہینہ سے کم کے اندر بچہ پیدا ہو گیا، تو اس کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہوگا؛ بلکہ وہ صرف ماں کی طرف منسوب ہوگا؛ تاہم اگر شوہر شرعی عدالت میں دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا ہے، تو بچہ کا نسب اُس شوہر سے قضاءً ثابت ہو جائے گا۔

وصح نكاح حبلى من زنا لا حبلى من غيره، أي الزني لثبوت نسبه، وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع – إلى قوله – لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقا، والولد له ولزمه النفقة. (الدر المختار) **وفي الشامي: أي إن جاءت بعد النكاح لستة أشهر، فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النكاح لا يثبت النسب، إلا أن يقول هٰذا الولد مني ولا يقول من الزنا الخ.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / قبيل مطلب فيما لو زوّج المولى أمته ١٤١/٤-١٤٢ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۳/۶/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

سالی سے زنا کر کے سالی کی اَولاد سے اَپنی اَولاد کا نکاح کرنا؟

سوال (۱۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک شخص نے اپنی سالی سے زنا کیا، تو کیا وہ شخص اپنی اِس سالی کی اولاد سے اپنی اولاد کا نکاح کرسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سالی سے زنا کر کے مذکورہ شخص نے بدترین گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اس پر توبہ واستغفار لازم ہے؛ لیکن اس عمل کی وجہ سے اُس کی اولاد کا سالی کی اولاد سے نکاح کرنا حرام نہ ہوگا؛ کیوں کہ اولادوں کے درمیان کوئی وجہ حرمت نہیں پائی جاتی۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا، اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ [بني اسرائيل: ٣٢]

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على صحيح مسلم / كتاب التوبة ٢/ ٣٥٤)

وفي الخلاصة: وطء أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته. (الدر المختار) هٰذا محترز التقييد بالأصول والفروع، وقوله: لا تحرم أي لا تثبت حرمة المصاهرة. (شامي ٤/ ١٠٩ زكريا)

الخلوة بالأجنبية حرام. (الدر المختار مع الشامي ٩/ ٥٢٩)

ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها. (شامي ٣/ ٣٦ كراچی، كذا في البحر الرائق / فصل في المحرمات ٣/ ١٧٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تعددِ نکاح سے متعلق مسائل

اِسلام میں چار نکاح کے جواز کی حکمت

سوال (۱۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر اسلام میں چار نکاح جائز ہیں، تو اُس کی وجہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چار نکاح جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کبھی آدمی کی طبعی خواہش ایک بیوی سے پوری نہیں ہوتی، تو وہ حرام کاری سے بچنے کے لئے جائز راستہ اپنا سکتا ہے۔ اسی طرح بعض مرتبہ مخصوص حالات کی بنا پر بھی متعدد نکاح کرنا ناگزیر ہوتا ہے، اس لئے اس بارے میں ضرورۃً شریعت نے گنجائش رکھی ہے۔ (مستفاد: رحمۃ اللہ الواسعۃ ۹۸/۵ مکتبہ حجاز)

حضرت الاستاذ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدت فیوضہم شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''مصالح مقتضی ہیں کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت دی جائے، چند حکمتیں درج ذیل ہیں:

پہلی حکمت:- مؤمن کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت تقویٰ اور پرہیزگاری کی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے بعض مردوں کو قوی الشہوت بنایا ہے، ایسے لوگوں کے لئے ایک بیوی کافی نہیں، عورتوں کو بہت سے اعذار پیش آتے ہیں، وہ ہر وقت اس قابل نہیں ہوتیں کہ شوہر ان سے ہم بستر ہوسکے، ان کو ماہواری آتی ہے اور حمل کے زمانہ میں جنین کی حفاظت کے لئے ان کو مردوں سے اختلاط کم کرنا پڑتا ہے، اس لئے اگر ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت نہیں دی جائے گی تو تقویٰ کا دامن مرد کے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔

دوسری حکمت:- نکاح کا سب سے اہم مقصد افزائش نسل ہے، اور مرد بیک وقت متعدد بیویوں سے اولاد حاصل کرسکتا ہے، پس تعددِ ازدواج سے مقصدِ نکاح کی تکمیل ہوتی ہے۔

تیسری حکمت:- متعدد عورتیں کرنا مردوں کی عادت وخصلت ہے، اور کبھی مرد اس کے ذریعہ ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں، اور جائز مباہات (شان وشوکت) کی اجازت ہے، جیسے متعدد مکانات، سواریاں اور لباس رکھنا، پس تعددِ ازدواج بھی ایک فطری تقاضہ کی تکمیل ہے‘‘۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغۃ ۹۸/۵ -۹۹)

ومنها: العدد الذيلا يمكن الإحسانُ إليه في العِشرةِ الزوجية؛ فإن الناس كثيرًا مَّا يرغبون في جمال النساء، ويتزوَّجون منهن ذواتَ عددٍ، ويستأثرون منها حظيَّةً، ويتركون الأُخَرَ كالمعلَّقة، فلا هي مزوَّجةٌ حظيَّةٌ تقرُّ عينُها، ولا هي أيِّمٌ يكون أمرها بيدها. ولا يمكن أن يُضيَّق في ذٰلک كلَّ تضييقٍ، فإن من الناس من لا يُحصنه فرجٌ واحدٌ، وأعظمُ المقاصد التناسلُ، والرجلُ يكفي لِتَلقِيح عددٍ كثير من النساء.

وأيضًا: فالإكثار من النساء شِيمةُ الرجال، وربما يحصل به المباهاةُ، فقدَّر الشارع بأربع: وذٰلک: أن الأربع عددٌ يمكن لصاحبه أن يرجع إلى كل واحدة بعد ثلاث ليالٍ، وما دون ذٰلک لا يفيد فائدةَ القسم، ولا يقال في ذٰلک: بات عندها؛ وثلاثٌ أولُ حدِّ كثرة، وما فوقَها زيادة الكثرة. (حجة اللّٰه البالغة / الزيادة على أربع نسوة ٣٤٦/٢ مكتبه حجاز ديوبند)

اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے درج ذیل وجوہِ تعددِ ازدواج شمار کرائی ہیں:

(۱) تقویٰ:- یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ متعدد بیویوں والا شخص دیگر لوگوں کے مقابلہ میں تقویٰ اور غضِ بصر پر زیادہ قابو پاسکتا ہے۔

(۲) حفظ القویٰ:- یعنی عورتوں کے مقابلہ میں مردوں کی قوتیں دیر تک محفوظ رہتی ہیں، جب کہ عورتوں پر بڑھاپے کے آثار جلدی ظاہر ہو جاتے ہیں، اس اعتبار سے بعض حالات میں مرد کے لئے دوسری عورت سے نکاح ایسے ہی ضروری ہوتا ہے جیسے پہلا نکاح ضروری تھا۔

(۳) زوجین میں عدم توافق:- بسا اوقات ایسی صورت پیش آتی ہے کہ مرد کا عورت سے دل نہیں ملتا؛ لیکن صاحب اولاد ہونے کی وجہ سے طلاق کا بھی موقع نہیں رہتا، ایسی صورت میں نکاحِ ثانی کے علاوہ چارۂ کار نہیں ہے۔

(۴) بانجھ پن:- اگر پہلی بیوی قوتِ تولید سے محروم ہو تو اسے طلاق دے کر الگ کرنے کے بجائے بہتر راستہ یہی ہے کہ نکاحِ ثانی کر کے دونوں کے حقوق ادا کئے جائیں، اور بفضل خداوندی اولاد کی نعمت بھی حاصل کی جائے۔

(۵) کثرتِ بنات:- بعض خاندانوں میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی کثرت ہوتی ہے، ایسی شکل میں ان عورتوں کے ساتھ خیر خواہی اسی وقت ممکن ہو سکے گی جب کہ تعددِ ازدواج کی اجازت دی جائے، ورنہ بہت سی عورتیں بے نکاحی رہ کر گھٹ گھٹ کر زندگی گذار دیں گی۔

(۶) سیاسی مصالح اور ضروریات:- بعض حالات میں بالخصوص حکام اور امراء کے لئے تعددِ نکاح کی ضرورت ایک سیاسی مصلحت بن جاتی ہے، اس طرح کے واقعات تاریخ میں بھرے پڑے ہیں۔

(۷) کثرتِ زنا سے اجتناب:- جب بھی نکاح کی اجازت ہوگی تو بدکاری کا دروازہ بند ہوگا اور جہاں نکاح ممنوع یا مشکل ہوگا وہاں بدکاری کے دروازے کھلیں گے، چناں چہ جن ممالک میں تعددِ ازدواج ممنوع ہے وہاں بدکاریاں بالکل عام ہیں، وغیرہ۔ (تلخیص: المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ ۱۹۴-۲۰۳، نیز دیکھئے: الفقہ الاسلامی وادلتہ للدکتور وہبہ الزحیلی ۷/۳۷۱-۶-۷ طبع دیوبند)

ان جیسی وجوہات کی بنا پر اسلام نے بجا طور پر یہ اجازت دی ہے کہ کوئی مرد ایک سے چار عورتوں تک بیک وقت اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ چناں چہ ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾

[النساء، جزء آیت: ۳]

لیکن یہ اجازت مطلق نہیں ہے؛ بلکہ عدل وانصاف کی شرط کے ساتھ مشروط ہے، چناں چہ اسی آیت میں فوراً آگے فرمایا گیا: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ، ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ لَّا تَعُوْلُوْا﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

فإن من الناس من لايحصنه فرج واحد، وأعظم المقاصد التناسل، والرجل يكفي لتلقيح عدد كثير من النساء. (حجة الله البالغة ۲/۳٤٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶/۵/۱۵ھ

(ندائے

شاہی کتاب المسائل سے ماخوذ)

سرکاری ملازم پر ایک سے زائد بیویاں رکھنے پر پابندی لگانا؟

سوال (۱۴۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندوستان کے اندر تمام مسلمانوں پر ایک مسلم پرسنل لاء لاگو ہوتا ہے، اگر ہندوستان میں رہتے ہوئے کوئی مسلمان سرکاری ملازمت میں ہے، تو کیا اس مسلمان پر پوری طرح مسلم پرسنل لاء لاگو نہیں ہوتا ہے؟ کوئی بھی مسلم ایک وقت میں ۴؍ بیویاں کرسکتا ہے؛ لیکن سرکاری ملازم پر یہ قانون تھوپا گیا ہے کہ ایک بیوی کے زندہ رہتے ہوئے دوسری شادی نہیں کرسکتا، کیا یہ قانون مسلم پرسنل لاء کے خلاف نہیں ہے؟ کیا یہ شریعت میں مداخلت نہیں ہے؟ شریعت کی رو سے مسلم پرسنل لاء کے تحت جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسلام میں ہر مسلمان مرد کو بیک وقت ۴؍ عورتوں سے نکاح کا حق ہے، اِس حق کو کوئی قانون منسوخ نہیں کرسکتا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ

وَرُبٰعَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

سرکاری ملازم کے لئے اگر اِس پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ ہے، تو اس بارے میں مسلم تنظیموں بالخصوص آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کو توجہ دلانی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳/۱۱/۸ھ

ایک سے زائد نکاح کس کے لئے جائز ہے؟

سوال (۱۴۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو نکاح تین نکاح اور چار نکاح کون کرسکتا ہے؟ اور کس کے لئے جائز نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک سے زائد نکاح اُسی کے لئے کرنے کی اِجازت ہے، جو سب بیویوں کے حقوق پوری طرح یکساں طور پر ادا کرنے پر قادر ہو، اگر وہ بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کرنے پر قادر نہ ہو، تو ایک سے زیاد نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۷/۴۷)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لاَّ تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ، ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ لَا تَعُوْلُوْا﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من كانت له امرأتان يميل لأحدهما على الأخرىٰ جاء يوم القيامة يجر أحد شقيه ساقطًا أو مائلاً. (سنن أبي داؤد رقم: ۲۱۳۳، سنن الترمذي رقم: ۱۱٤۱، سنن النسائي رقم: ۳۹٤۲، سنن ابن ماجة رقم: ۱۹٦۹، إعلاء السنن ۱۱/۱۳۳ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۵/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کی کمزوری کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا؟

سوال (۱۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید عیال دار شخص ہے بیوی اور کئی بچے ہیں؛ لیکن بیوی کچھ کمزور اور نحیف ہے، زید اپنے جذبات سے مجبور ہوکر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، الحمدللہ زید باحیثیت شخص ہے، اگر دوسری شادی ہوجائے تو دونوں بیویوں کے لئے مکان وطعام اخراجات کا انتظام کرسکتا ہے، پہلی بیوی دھمکی دے رہی ہے کہ اگر دوسری شادی کی تو معاملہ گڑبڑ کردوں گی۔ دوسری جانب زید اپنی شہوانی جذبات سے اتنا عاجز ہے کہ گناہ حرام ہونے کا شدید خطرہ ہے اور ممکن ہے کہ گناہ میں ملوث ہوجائے، ایسی صورت میں زید دوسری شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟ یا اس صورت میں زید کیا کرے؟ زید کی اہلیہ کچھ دن قبل اتنی سخت نہیں تھی؛ بلکہ کچھ دن قبل تو دوسری شادی کی اجازت بھی دے دیتی تھی، اب جب کہ کئی جگہ سے رشتے مل رہے ہیں تو اپنے موقف میں سخت ہوگئی ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں زید کو دوسرا نکاح کرنے کا شرعی حق حاصل ہے، پہلی بیوی کو اس سے روکنے کا حق نہیں ہے، اگر وہ اس سلسلہ میں کوئی غلط اقدام کرے گی تو خود گنہگار ہوگی؛ البتہ زید پر یہ ضروری ہوگا کہ وہ نکاح کے بعد دونوں بیویوں کے حقوق پوری طرح ادا کرے اور دونوں میں کسی قسم کی تفریق روا نہ رکھے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

قال وهب الأسدي قال: أسلمت وعندي ثمان نسوة، وقال: فذكرت ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال: اختر منهن أربعًا. (سنن أبي داؤد ۱/ ۳۱۱ رقم: ۲۲۴۱)

وللحر أن يتزوج أربعاً من الحرائر والإماء. (الهداية ۲/ ۳۱۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۳/ ۳/ ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے میکہ میں رہنے کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا؟

سوال (۱۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری شریک حیات بغیر میری اجازت کے تقریباً تین سال سے اپنے والدین کے گھر رہ رہی ہے، مجھے اپنی روزمرہ کی زندگی میں کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، میرے گھر پر میرے ایک ضعیف باپ ہیں، جو کافی عرصہ سے علیل ہیں، اور گھر پر کوئی عورت نہیں ہے، میں اپنی بیوی کو اپنے گھر پر لانے کی ہر ممکن کوشش کرلی؛ لیکن نہیں آئی، تو کیا میں دوسرا نکاح کرسکتا ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے لئے دوسرا نکاح کرنا شرعاً جائز ہے؛ البتہ اپنی مصالح آپ خود دیکھ لیں۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

قال وهب الأسدي قال: أسلمت وعندي ثمان نسوة، وقال: فذكرت ذٰلك للنبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: اختر منهن أربعًا. (سنن أبي داؤد ۱/۱ ۳۱ رقم: ۲۲٤۱)

وللحر أن يتزوج أربعاً من الحرائر والإماء. (الهداية ۱/۲ ۳۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۶/۸/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کی مرضی کے بغیر دوسری شادی کرنا، اور پہلی بیوی کا میکہ میں آکر نفقہ کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۱۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا نام نور صبح شہزاد بنت سخاوت حسین عرف شہزادے علی ہے، میرے شوہر ڈاکٹر رئیس الدین نے تقریباً دس ماہ پہلے دوسری شادی کرلی ہے، یہ شادی مجھے دھوکہ دے کر اور جھوٹ بول کر کی گئی ہے، بات

کھلنے پر میں اپنے گھر آ گئی ہوں یعنی والد کے گھر، میرے بچے نہیں ہیں، حمل رہا تھا مگر ختم ہوگیا اور پھر کچھ اندرونی خرابی کی وجہ سے بچے نہیں ہوسکے، میرے اپنے شوہر کے گھر نہ رکنے کی وجوہات مختصر طور پر یہ ہیں جو شاید آپ کے علم میں لانا ضروری ہوں (میں آپ کا قیمتی وقت لینے کی معافی چاہوں گی)

(۱) جس کمرے میں میں تقریباً گیارہ سال سے رہ رہی تھی اور کچھ سالوں سے کھانا بھی وہیں بنا رہی تھی، وہ میرے لئے ہی ناکافی تھا، ایک اور عورت کے ساتھ رہنا کھلی بے حیائی اور ذہنی اَذیت تھی (دوسرا مکان اُنہوں نے میرے ضد کرنے پر بھی لینے سے انکار کردیا تھا کہ ان کی حیثیت نہیں ہے، اب کیسے لے لیتے)

(۲) میرے شوہر کا رویہ پچھلے پانچ چھ سال سے بہت خراب تھا، انہوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ بچے نہیں ہیں، اس لئے تمہارے لئے کچھ نہیں کروں گا، اور یہ بات انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کردی۔

(۳) میں اُن کے رویہ کی وجہ سے گھنٹوں نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑی رہتی تھی، مگر دوا دینے کے بجائے ایسے چھوڑ کر چلے جایا کرتے تھے۔

(۴) وہ کئی کئی دن کے لئے مجھ سے دہلی جانے کا کہہ کر جاتے تھے، میں اپنے میکہ آجاتی تھی، مگر ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ وہ دہلی نہیں جاتے، جب اُن سے دریافت کیا تو میرے بھائیوں کو گندی گندی گالیاں دیں اور مجھ سے کہہ دیا کہ تمہارا شرعاً کوئی حق نہیں ہے، مجھ سے میرے پروگرام کے بارے میں معلوم کرو کہ میں کیا کرتا ہوں؟ میں کہاں جاتا ہوں؟ تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا، بس تمہارا شرعاً حق اتنا ہی ہے کہ پڑی رہو کھاتی رہو، تم ہم سے زیادہ شرع نہیں جانتی ہو۔

(۵) اُن کی اِس طرح کی باتوں سے مجھے شک ہوا کہ کہیں اُن کا اِرادہ دوسری شادی کا تو نہیں ہے، میں نے اُن سے اِس خدشے کا تذکرہ کیا، تو انہوں نے کہا کہ میں انکار نہیں کرتا، مگر ابھی میرا کوئی اِرادہ نہیں ہے، اس وقت میں نے اُن سے یہ وعدہ لیا تھا کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو بغیر مجھے اطلاع دیئے نہیں کریں گے، یہ وعدہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے اللہ تعالیٰ کی گواہی میں تھا،

اِس کے بعد بھی متعدد بار میں نے اُن سے کہا کہ اگر وہ غلط وعدہ کر بیٹھے ہوں تو مجھ سے کہہ دیں؛ کیوں کہ دنیا کی خواری سے دین کی خواری بہت بری ہوگی، میں بیوی کی حیثیت سے یہی مشورہ دوں گی کہ وہ ایسا نہ کریں، میری تو دنیا ہی خراب کریں گے، مگر اپنے لئے بہت بڑی خرابی کریں گے، انہوں نے ہر بار یہی کہا کہ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں، ایسا نہیں کروں گا۔ اس بیچ میں وہ دوسری شادی کر چکے تھے اور مجھ سے مستقل یہی وعدہ کرتے رہے۔

(۶) جب یہ شادی ہوئی تھی، مجھے اگلے دن معلوم ہوا تھا، مگر میں نے اُن کی قسم کی وجہ سے یقین نہیں کیا تھا؛ بلکہ اُن سے بھی کہا کہ لوگ ایسا کہہ رہے ہیں، مگر مجھے یقین نہیں ہے، تم اتنی سی بات کے لئے اپنا ایمان خراب کروگے، جب بھی اُنہوں نے یہی کہا تھا کہ تم بیکار پریشان ہورہی ہو، تم سے وعدہ کر چکا ہوں، لوگ تمہیں یونہی بھڑکا رہے ہیں، میرا فی الحال کوئی اِرادہ نہیں ہے۔

(۷) جب یہ بات پورے ثبوت کے ساتھ معلوم ہوگئی اور میں نے اُن سے پھر معلوم کیا، تو اُنہوں نے اپنی ماں کی قسم کھالی کہ اُنہوں نے دوسری شادی نہیں کی ہے۔

(۸) جب میں نے دوسری بیوی کا نام اور پتہ بھی بتا دیا اور کہا کہ نکاح نامہ بھی دکھا سکتی ہوں، تو اُنہوں نے قبول کرلیا کہ ایسا وہ کر چکے ہیں، اور اس پر بھی اپنی نئی سسرال میں کہہ آئے کہ میری بیوی پاگل ہے، یہاں بھی آ سکتی ہے، اُس کے ساتھ بدترین رویہ اختیار کرنا اور یہ بات انہوں نے میرے سامنے قبول کرلی کہ ہاں ایسا میں نے کہا ہے۔

(۹) دوسری شادی کی وجہ بتائی کہ میں پاگل ہوں، مجھ پر پاگل پن کے دورے پڑتے ہیں، جب کہ میں ''ایم-ایس-سی'' ہوں، میں کھانا نہیں پکاتی تھی، کچھ گندے اور اوچھے الزام بھی لگائے۔

مفتی صاحب باتیں تو بہت ہیں، مگر یہ مختصر حالات ہیں، اِنہیں وجوہات کی بنا پر میں نے وہاں نہ رکنے کا فیصلہ کیا؛ کیوں کہ خودکشی تو اللہ تعالیٰ نے بھی حرام کردی ہے، اور وہاں رکنا خود کو ہلاک کرنا تھا۔ میں اپنا جہیز، زیور وغیرہ لے کر کچھ معزز لوگوں کی موجودگی میں وہاں سے آ گئی، طلاق میں نے نہیں لی ہے؛ بلکہ اپنے شوہر سے بھی درخواست کی تھی کہ وہ ایسا نہ کریں، جس کا انہوں

نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے،مگر یہ بات میں نے سب کے سامنے اُن سے کہی تھی کہ میں اَب اُن کے پاس کبھی نہیں آ ؤں گی ؛لیکن وقت کا کچھ معلوم نہیں، اگر کبھی کوئی اپنا اُن کے پاس نہ ہو اور اُنہیں میری خدمت کی ضرورت ہو گی ،تو ضرور حاضر ہو جاؤں گی ،صرف خدمت کی حدتک ، ورنہ بیوی کی حیثیت سے میں اُن کے پاس کبھی نہیں رہوں گی ؛ کیوں کہ اُنہوں نے میری بے عزتی کی ہے اور میرے اعتماد کو توڑا ہے، اُس وقت اُنہوں نے ایک تحریر کے ذریعہ یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے دو ہزار روپیہ ماہانہ خرچہ کے لئے دیتے رہیں گے، اس تحریر پر دو معزز لوگوں کے دستخط بھی ہیں، شہر امام حکیم آزاد صاحب بھی وہاں موجود تھے، اس مہینہ کے لئے انہوں نے معذرت کر لی تھی کہ ان کے پاس روپیہ نہیں ہے، اس لئے اگلے مہینہ سے وہ پیسے دیں گے، اگلے مہینہ انہوں نے کمپا ؤنڈر کے ہاتھ ایک ہزار روپیہ بھیجا، یہ کہہ کر کہ میرے پاس یہی ہیں، اتنا ہی دے سکتا ہوں، میں نے کہا ٹھیک ہے، میں بات بڑھانا نہیں چاہتی تھی ، پانچ ماہ تک وہ پیسے آتے رہے، پھر آنے بند ہو گئے ، میں نے ان سے فون پر معلوم کیا ،تو اُنہوں نے جواب دیا کہ اگر میں اپنے میکہ میں رہوں گی ،تو وہ مجھے پیسے نہیں بھیجیں گے ، الگ مکان لے کر رہوں، جہاں وہ بھی آ سکیں، اور میں بیوی کی طرح اُن کے ساتھ رہوں ،تو وہ مجھے دو ہزار روپیہ دیں گے ، ورنہ شرعاً میرا کوئی حق نہیں ہے، جب میں نے کہا کہ تمہارے پاس ایک عورت ہے، میں کیوں رہوں؟ تو جواب ملا کہ کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہیں رہتی تھیں؟ یہ بات وہ کئی اور لوگوں سے بھی کہہ چکے ہیں کہ اگر وہ میرے پاس بیوی کی طرح نہیں رہیں گی ،تو شرعاً مجھ پر پیسہ دینا واجب نہیں ہے، جب کہ ان کی تحریر لکھنے سے پہلے یہ بات واضح کر دی گئی تھی کہ ایسا نہیں ہوگا ، میں اُن کی تحریر کی فوٹو کاپی بھیج رہی ہوں ، اپنی طرف سے تو میں نے پوری کوشش کی ہے کہ کوئی غلط بات نہ لکھی جائے، پھر بھی کوئی غلطی ہوئی تو خدا مجھے معاف کرے، آمین۔

مفتی صاحب میں آپ سے قرآن وحدیث کی روشنی میں مشورہ چاہتی ہوں کہ میرے شوہر کو یہ رقم مجھے دینا واجب ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مردکو دوسری شادی کا شرعاً اختیار حاصل ہے، پہلی بیوی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے؛ البتہ وہ یہ مطالبہ کرسکتی ہے کہ شوہر اسے سوکن سے علیحدہ الگ کمرے میں رکھے۔

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

قال وهب الأسدي قال: أسلمت وعندي ثمان نسوة، وقال: فذكرت ذٰلک للنبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: اختر منهن أربعًا. (سنن أبي داؤد ۳۱۱/۱ رقم: ۲۲٤۱)

وللحر أن يتزوج أربعاً من الحرائر والإماء. (الهداية ۳۱۱/۲)

فلكل من زوجته مطالبته بيت من دار على حدة. (الدر المختار ۶۰۱/۳ کراچی)

تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله وأهلها إلا أن تختار ذٰلک، كذا في العيني شرح الكنز. (الفتاویٰ الهندية، النفقات / الفصل الثاني في السكنى ۵۵٦/۱ زكريا)

بریں بنا دوسرے نکاح کے بعد اگر بیوی شوہر سے الگ ہوکر میکہ میں رہنے لگے اور حقوقِ زوجیت ادا نہ کرے، تو اس کا نفقہ شوہر پر شرعاً لازم اور ضروری نہیں ہے۔

وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة. (الدر المختار ۵۷٦/۳ کراچی)

إذا تغيبت المرأة عن زوجها أو أبت أن تتحول معه حيث يريد من البلدان وقد أوفاها مهرها فلا نفقة لها عليه ...... وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله، والناشزة هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه بخلاف ما لو امتنعت عن التمكن في بيت الزوج؛ لأن الاحتباس قائم، ولو كان المنزل ملكها فمنعته من الدخول عليها لا نفقة لها ...... وإذا تركت النشوز فلها النفقة. (الفتاویٰ الهندية / الباب السابع عشر في النفقات ۵٤۵/۱ زكريا)

اور شوہر نے حسبِ تحریر سوال جو وعدے کئے ہیں اُنہیں پورا کرنا چاہئے، اور وعدہ خلافی نہ کرنا چاہئے؛ لیکن اگر وہ وعدہ پورا نہ کرے تو شرعاً اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا، بیوی نفقہ کی اُسی وقت مستحق ہوگی جب کہ وہ شوہر کی مرضی کے مطابق رہے، اور اُس کے حقوق ادا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۲/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیس سال تک بیوی کو اپنے سے دُور رکھنا اور دوسرا نکاح کر کے رہنا؟

سوال (۱۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا نام سید اَریب احمد ساکن مولانا والی مسجد مراد آباد ہے، حقوق العباد کے مطابق علماء دین کی رائے جاننا چاہتا ہوں، میں نے ۱۹۸۹ء ماہِ جون میں جناب شجاعت حسین قریشی کی صاحبزادی گل رعنا جو سورج مکھی تھیں، مجمع عام میں ان سے بالعوض دس ہزار مہر معجّل دس ہزار غیر معجّل رقم نکاح کیا، تقریباً دو سال ہم لوگ ساتھ رہے اور اس درمیان اُن سے میری ایک بیٹی پیدا ہوئی، جو ماشاء اللہ اب ۲۰ر سال کی ہوچکی ہے، گل رعنا کے والد جو اَب مرحوم ہیں، اُن کی کسی بات پر میں گل رعنا سے الگ ہوگیا، اور پھر ۱۹۹۳ء میں دوسری شادی کرلی؛ کیوں کہ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ میں نے لالچ میں اُن کی بیٹی سے شادی کی ہے، گل رعنا کے مہر کی رقم اس وقت مالی اعتبار سے کمزور ہونے کی وجہ سے اور پھر آپسی رضامندی سے ادا نہیں کیا، اب ۲۰ر سال کا وقت گذر چکا ہے، مجھے اپنی بیوی اور بیٹی سے علیحدہ ہوئے، اس شکل میں کیا اب وہ میرے نکاح میں ہیں یا نہیں؟ میں نے اُن کو طلاق نہیں دیا اور نہ اُنہوں نے دوسری شادی کی؛ البتہ میں نے دوسری شادی بنا اُن کی مرضی واجازت کے کرلی، جب کہ میرے اور گل رعنا کے درمیان میں کوئی ناراضگی نہیں تھی، صرف اُن کے والد کے کہنے پر ہم الگ ہوگئے تھے، میں اُن کے مہر کی رقم ادا کرنا چاہتا ہوں جس کو گل رعنا لینے سے منع کرتی ہیں، اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے، اب اگر وہ میرے ساتھ رہنے سے انکار کرتی ہیں، تو پھر مجھے اُن کو الگ کرنا ہوگا، تب مجھ پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ میری بیٹی جو اَب ۲۰ر سال کی ہوچکی

ہے جس کو میں نے آج تک دیکھا نہیں، اُس کی پرورش اب تک اُس کی ماں اور نانا نے کی ہے، اس صورت میں وہ میرے ساتھ رہنے کو تیار نہ ہوگی تب مجھے دین کی روشنی میں کیا کرنا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال گل رعنا اَبھی تک آپ کی منکوحہ ہیں، اُنہیں چاہئے کہ وہ آپ کے پاس آکر حق زوجیت ادا کریں، اور اُن کے مہر کی ادائیگی آپ پر بہرحال لازم ہے، اور آپ اپنی بیٹی کے شرعی طور پر ولی ہیں؛ لہٰذا آپ اُسے اَپنے پاس لاکر اپنی ذمہ داری میں لے سکتے ہیں، اور اس کا نکاح نہ ہونے تک اُس کے ضروری اخراجات کی ذمہ داری بھی آپ پر عائد ہوتی ہے، بہتر ہے کہ خاندان کے با اَثر لوگوں کے سامنے معاملہ رکھ کر مسائل کو سلجھالیا جائے، اور آپسی رضامندی سے معاملات طے کرلئے جائیں، اور جس کی طرف سے جو حق تلفیاں ہوئی ہیں، اُسے دنیا ہی میں معاف کردے؛ تاکہ آخرت میں مؤاخذہ کی نوبت نہ آئے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾ [النساء، جزء آیت: ٢٤]

قال اللّٰہ تعالی: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا، اِنْ يُرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا﴾ [النساء، جزء آیت: ٣٥]

أما ركن الطلاق فهو هٰذه اللفظة الصادرة من الزوج. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣٧٧/٤ رقم: ٥٤٧١ زكريا)

بلغت الجارية مبلغ النساء أن بكرا ضمها الأب إلى نفسه. (شامي ٢٧٠/٥ زكريا)

ونفقة الإناث واجبة مطلقًا على الآباء ما لم يتزوجن. (الفتاویٰ الهندية ٥٦٣/١)

وبعد ما استغنى الغلام وبلغت الجارية فالعصبة أولى يقدم الأقرب فالأقرب. (الفتاویٰ الهندية ٥٤٢/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہٗ ۱۴۳۲/۲/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پہلی بیوی کی اِجازت کے بغیر دوسری شادی کرنا؟

سوال (۱۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا پہلی بیوی کی اِجازت کے بغیر دوسری شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پہلی بیوی کی اِجازت دوسرے نکاح کے لئے ضروری نہیں؛ لیکن اگر دوسری شادی کرلے، تو دونوں بیویوں کے ساتھ برابری کرنا واجب ہے، اگر اس میں کوتاہی کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كان يقسم بين نسائه فيعدل ويقول: اللّٰهم هٰذا قسمي فيما أملك فلا تلمني فيما تملك ولا أملك. (سنن أبي داؤد رقم: ۲۱۳۴، سنن الترمذي رقم: ۱۱۴۰، سنن النسائي رقم: ۳۹۴۳، كذا في حاشية إعلاء السنن ۱۱/۱۳۴ بيروت)

عن الزهري عن أبيه أن غيلان أسلم، وتحته عشر نسوة، فقال النبي ﷺ: اختر منهن أربعًا، وفارق سائرهن. (رواه الشافعي ۶۷/۲، سنن الترمذي رقم: ۱۱۲۸، سنن ابن ماجة رقم: ۱۹۵۳، سنن ابن ماجة رقم: ۱۴۵۶، المستدرك للحاكم ۱۹۲/۲، إعلاء السنن ۶۳/۱۱ بيروت)

ويجب ظاهر الآية أنه فرض في أن يعدل أي أن لا يجوز فيه أي في القسم. (الدر المختار مع الشامي ۲۰۱/۳ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۴/۸/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کی اطاعت اور دل جوئی نہ کرنے کی وجہ سے دوسری شادی کرنا؟

سوال (۱۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر بیوی اپنے شوہر کی اطاعت نہ کرے یا دل جوئی نہ کرے، تو شوہر اُس کی اِجازت کے

بغیر دوسری شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟

مذکورہ صفات والی عورت کے ساتھ نہ رہ کر دوسری شادی کر کے الگ رہنے کی اِسلام میں اِجازت ہے جب تک کہ وہ اپنی غلطی مان کر ساتھ میں نہ رہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آدمی دوسری بیوی کے ساتھ پوری طرح انصاف کرنے اور حق کی ادائیگی پر قادر ہو، تو وہ دوسری شادی کرسکتا ہے، پہلی بیوی سے اِجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

وللحر أن يتزوج أربعًا من الحرائر والإماء وليس له أن يتزوج أكثر من ذٰلك لقوله تعالىٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾

[النساء، جزء آیت: ۲] (الهداية / فصل في المحرمات ۳۱۱/۲، كذا في فتح القدير ۲۲۹/۳ مصر)

وصح نكاح أربع من الحرائر الخ، ولو أراد فقالت امرأته: اقتل نفسي لا يمتنع؛ لأنه مشروع. (الدر المختار مع الشامي ۱۳۸/٤ زكريا)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۸/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بانجھ بیوی کی رضامندی کے بغیر دوسری شادی کرنا؟

سوال (۱۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شادی کو تقریباً پندرہ سال ہوچکے ہیں اور میرے کوئی اولاد بھی نہیں ہے، اور ڈاکٹری لائن سے سب نے انکار کردیا ہے کہ آپ کے کبھی بچے نہیں ہونگے، میں بذاتِ خود ٹھیک ہوں؛ لیکن میری بیوی کے سارے پرزے خراب ہیں اور میں نے بھی کہہ دیا کہ کوئی بچہ گود لے لو، چاہے آپ اپنے پریوار میں سے لے لو، اور چاہے میرے پریوار میں سے لے لو؛ لیکن دونوں میں سے کسی بھی بات کو ماننے کو تیار نہیں ہے، اور یہ کہتی ہے کہ کسی غیر کے بچہ کو لے لو، میں اس بات پر تیار نہیں ہوں، اور دوسری شادی کو بھی تیار نہیں ہے، کیا میں اِجازت کے بغیر دوسری شادی کرسکتا ہوں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں آپ کے لئے نکاحِ ثانی کی شرعاً مطلقاً اجازت ہے، اس کے لئے پہلی بیوی سے پوچھنا ضروری نہیں ہے؛ لیکن یہ بات یاد رہے کہ نکاحِ ثانی کے بعد دونوں بیویوں میں عدل وانصاف کرنا ضروری ہوگا، ورنہ آخرت میں سخت مؤاخذہ کا اندیشہ ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنه قال: أسلم غيلان وعنده عشر نسوة، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أمسك أربعًا وفارق سائرهن. (رواه ابن حبان في صحيحه رقم: ٤١٥٧، كذا في كنز العمال ٣٩١/٨، إعلاء السنن ٦٤/١١ بيروت)

وللحر أن يتزوج أربعًا من الحرائر والإماء. (فتح القدير ٢٣٩/٣ بيروت)

ويجب أن يعدل فيه أي في القسم بالتسوية في البيتوتة، وفي الملابس والماكول والصحبة. (الدر المختار) ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه. (شامي ٣٧٩/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۴/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کی مرضی کے بغیر ''بیوہ بھابھی'' سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی بیوہ بھابھی سے نکاح کرلیا ہے، میری بیوی بھی ہے، وہ اس نکاح سے راضی نہیں ہے، تو کیا بیوی کی مرضی کے بغیر میرا نکاح درست ہوگیا؟ میں دونوں بیویوں کو ساتھ رکھ کر حقوق ادا کرنے کا عزم رکھتا ہوں، شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوہ سے نکاح کرنا شریعت میں پسندیدہ ہے، اور اس سے نکاح کے لئے پہلی بیوی سے اِجازت لینا شرعاً ضروری نہیں ہے؛ لہٰذا آپ کا اپنی بیوہ بھابھی سے نکاح درست ہے، پہلی بیوی کو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے؛ البتہ دونوں بیویوں سے برابری کرنا اور دونوں کے حقوق کو ادا کرنا ضروری ہے، ورنہ سخت گنہگار ہوں گے۔ (دینی مسائل اور ان کا حل ۷۷، فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۷۷ ڈابھیل، فتاوی دار العلوم ۷/۲۲۵)

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

وقال تعالیٰ: ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ [النور، جزء آیت: ۳۲]

وقال تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲٤]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما، جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (مشكاة المصابيح ۲۷۹)

ويجب أن يعدل فيه أي في القسم بالتسوية في البيتوتة، وفي الملابس والماكول والصحبة. (الدر المختار) ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه. (شامي ٤/۳۷۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۷/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۵/ بچوں کے باپ کو دوسری شادی کرنا کیسا ہے؟

سوال (۱۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اِس وقت میرے پانچ بچے ہیں، دوسری شادی کے لئے سوچنا یا کرلینا کہاں تک جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بچوں کی تربیت بہر حال لازم ہے، ایسا نہ ہو کہ نئی شادی

کے شوق میں بچوں پر خاطر خواہ توجہ نہ ہوسکے، اس لئے اچھی طرح غور وفکر کرلیں کہ آپ بچوں اور بیوی کے حقوق واقعۃً ادا کرسکتے ہیں، جب اس کا انتظام ہوجائے تو نئی شادی کے بارے میں سوچیں۔

ومقتضى الحضانة حفظ المحضون وإمساكه عما يؤذيه وتربية لينمو، وذٰلك بعمل ما يحصله وتعهده بطعامه وشرابه وغسله وغسل ثيابه ودهنه وتعهد نومه ويقظته. (الموسوعة الفقهية ۳۰۱/۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ضرورت کی بنا پر نکاح ثانی؟

سوال (۱۵۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری عمر ۴۷ر سال ہے، حافظ قرآن ہوں، بفضلہٖ تعالیٰ برسر روزگار اور صاحبِ اولاد ہوں، میری شادی کو ۲۱ رسال ہوچکے ہیں، دو لڑکیاں جن کی شادی کرچکا ہوں، اپنے گھر ہیں۔ اور گھر میں تین لڑکے اور بیوی ہے، بوڑھے والدین بھی ہمراہ ہیں، غالباً عرصہ ڈیڑھ سال سے بیوی سے ناچاقی شروع ہوگئی جو کہ بڑھتی گئی، اس درمیان ایک مال دار بیوہ سے ملاقات ہوئی جس سے کاروباری شرکت کی بات شروع ہوئی، ملاقاتیں بڑھتی گئیں، نتیجہ میں مجھ کو اس میں خوبصورتی خوب سیرتی نظر آئی، تو میں نے نکاح کی پیش کش کردی، جس کو اس نے بخوشی منظور کرلیا؛ لہٰذا میں نے ۱/۱/۲۰۰۵ء کو اس سے نکاح کرلیا اور گھر بیوی بچے ماں باپ کو چھوڑ کر نئی منکوحہ کے ساتھ سکونت اختیار کرلی اور گھر والوں کو بذریعہ تحریر مطلع کردیا، ساتھ ساتھ یہ بھی بتادیا، اِن شاء اللہ نان ونفقہ کی پوری حیات ذمہ داری پوری کروں گا؛ لیکن میرا پورا خاندان برگشتہ ہوگیا، اور والد صاحب تو سخت ناراض ہیں، اب اِن حالات میں مجھ کو کیا کرنا چاہئے؟ خدا اور رسول کے حکم کے تحت راستہ دکھائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوسری شادی کرنے کا آپ کو شرعاً حق حاصل ہے؛

لیکن اخلاقاً اس اقدام سے پہلے آپ کو اپنے بوڑھے والدین کو اعتماد میں لینا چاہئے تھا، نیز دوسری شادی کے بعد لازم ہے کہ دونوں بیویوں کے حقوق یکساں طور پر ادا کئے جائیں، محض نان ونفقہ دینے سے ذمہ داری پوری نہ ہوگی؛ بلکہ ہر بیوی کے ساتھ بلا امتیاز رات گذارنا لازم ہے، مثلاً ایک رات ایک بیوی کے ساتھ رہے، تو دوسری رات دوسری بیوی کے ساتھ گذارے، یا دو رات ایک بیوی کے پاس رہے تو اگلی دو راتیں دوسری بیوی کے ساتھ گذارے، اگر دونوں بیویوں کے درمیان مساوات نہیں رکھی تو آخرت میں سخت مؤاخذہ ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو شخص بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرے گا، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے بدن کی ایک جانب جھکی ہوئی ہوگی''۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ﴾ أي خشيتم ايها الذين تريدون النكاح ﴿اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ بين الأزواج المتعددة ﴿فَوَاحِدَةً﴾ أي فانكحوا واحدة واحدة، وذروا الجمع، وقرأ أبو جعفر فواحدةٌ بالرفع على أنه فاعل فعل محذوف أو خبر مبتدأ محذوف فتكفيكم واحدة. (التفسير المظهري ۲/۹ ۲۱ زكريا)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما، جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (مشكاة المصابيح ۲۷۹)

ويجب أن يعدل فيه أي في القسم بالتسوية في البيتوتة، وفي الملابس والماكول والصحبة. (الدر المختار) ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه. (شامي ٤/٣٧٩ زكريا، دینی مسائل اور ان کا حل ٧٦، فتاویٰ محموديه ١٢/٢٦٤ ڈابھیل)

من كانت له امرأتان ومال إلى أحداهما في القسم جاء يوم القيامة وشقه مائل، وإذا كان للرجل امرأتان حرتان فعليه أن يعدل بينهما في القسم بكرين كانتا أو ثيبين، أو أحداهما بكرا والأخرى ثيبًا. (البناية مع الهداية / باب القسم ٥/٢٠٠)

وما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملک وهو البيتوتة عندها للصحبة والمؤانسة لا فيما لا يملک هو الحب والجماع؛ لأن الحب عمل القلب، والجماع يبني عل النشاط، وكل ذٰلک لا يتعلق باختياره إليه، أشار إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: هٰذا قسمي فيما أملک ولا تؤاخذني فيما لا أملک. (خانية على الهندية ۴۳۹/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدین کے شادی کردینے کے بعد اپنی مرضی سے دوسری شادی کرنا؟

سوال (۱۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی لڑکا اپنے والدین کی خاطر اُن کی مرضی سے شادی کرتا ہے؛ لیکن وہ کسی اور سے بھی شادی کرنا چاہتا ہے، وہ والدین کی مرضی سے شادی کرنے کے بعد بنا کسی کو بتائے اُس سے بھی شادی کرلیتا ہے جس سے وہ کرنا چاہتا تھا، اور اسے الگ رکھتا ہے، کیا ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوسری شادی کرنا جب کہ دونوں بیویوں میں برابری کرنے کا یقین ہو فی نفسہٖ جائز ہے، اور اگر برابری نہ کرنے کا گمان غالب ہو، تو اُس کی اِجازت نہیں، اور والدین کو راضی رکھنا بہرحال ضروری ہے، دوسری شادی کے جنون میں والدین کی ناراضگی مول نہیں لینی چاہئے، بہتر ہے کہ جو بھی اقدام کیا جائے والدین کی رضا مندی سے کیا جائے؛ تاکہ خوش گوار زندگی نصیب ہو۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰى وَثُلٰثَ

وَرُبٰعَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كانت له امرأتان يميل لأحدهما على الأخرىٰ جاء يوم القيامة يجر أحد شقيه ساقطا أو مائلا. (أخرجه الخمسة: سنن الترمذي رقم: ١١٤٤، سنن أبي داؤد رقم: ٢١٣٣ سنن النسائي رقم: ٣٩٥٣، مسند أحمد رقم: ٢٥١٦٥ إسناده على شرط الشيخين، تكملة فتح الملهم ٩٠/١، ونحوه في مرقاة المفاتيح ٢٦٠/٦)

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: رضا الرب في رضا الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد. (سنن الترمذي، أبواب البر والصلة / باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدين ١٢/٢ رقم: ١٨٩٩، ابن حبان في صحيحه ٤٣٠، المستدرك للحاكم ١٥٢/٤)

ويجب وظاهر الآية أنه فرض، أن يعدل فيه أي في القسم بالتسوية في البيتوتة، وفي الملبوس والمآكل والصحبة. (الدر المختار مع الشامي ٣٧٨/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۱/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے لاپتہ ہونے کی وجہ سے طلاق کا دعویٰ کر کے دوسرا نکاح کرنا؟

سوال (۱۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ جوکہ یوپی میں اس کا کوئی وارث نہیں، بہار سے آئی اور آکر اس نے یوپی میں زید سے نکاح کیا، پھر کچھ دنوں کے بعد زید اس منکوحہ کو چھوڑ کر گھر سے لاپتہ ہوگیا، کم وبیش دو سال تک لاپتہ ہی رہا، ہندہ نے اس درمیان بکر سے نکاح کرلیا، بکر سے نکاح کرنے کے بعد وہ فرار شدہ شوہر

زیدواپس آ گیا، طویل مدت کے بعد ہندہ کا کہنا یہ ہے کہ زید مجھ کو طلاق دے کر بھاگا تھا، اور زید کا کہنا یہ ہے کہ میں نے اس کو طلاق نہیں دی، اب اس صورت میں ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ ہوا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر ہندہ کے پاس شوہر کی طلاق پر کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے، تو شوہر سے طلاق حاصل کئے بغیر بکر کے ساتھ کیا ہوا نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا، ہندہ کا بکر کے ساتھ رہنا زنا کاری اور حرام کاری ہے، نیز ہندہ کا طلاق کا دعویٰ بلا شرعی گواہی کے معتبر نہیں ہے، اس لئے ہندہ اور بکر کے لئے لازم ہے کہ وہ فوراً ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر کے اپنے بدافعال سے توبہ واستغفار کر کے اپنے کو غضبِ الٰہی سے بچائیں، اور ہندہ اپنے شوہر اول زید کے پاس چلی جائے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا، اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ [بني اسرائيل، جزء آيت: ۳۲]

أي بئس طريقًا وملكاً ما من ذنب بعد الشرك أعظم عند اللّٰه من نطفة وضعها رجل في رحم لا يحل له. (تفسير ابن كثير ۵۵/۳ دار السلام بيروت)

ومنها أن لا تكون منكوحة الغير لقوله تعالىٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ عام في جميع ذوات الأزواج.

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال في هٰذه الآية: ”كل ذات زوج إتيانها زنا إلا ما سبيت“. ...... ولأن اجتماع رجلين على امرأة واحدة يفسد الفراش؛ لأنه يوجب اشتباه النسب وتضييع الولد وفوات السكن والإلفة والمودة فيفوت ما وضع النكاح له. (بدائع الصنائع / بيان عدم جواز نكاح معتدة الغير ۵۴۸/۲-۵۴۹ زكريا)

أما منكوحة الغير لم ينعقد أصلاً؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه. (شامي ٢٧٤/٤ زكريا)

وما سوى ذٰلک من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالا أو غير مال، مثل النكاح والطلاق. (الهداية ١٣٨/٣، الدر المختار ١٧٨/٨ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٤٥١/٣، فتح القدير ٣٧٠/٧، البحر الرائق ٦٢/٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱۱/۲۹ھ

جس کو شوہر چھوڑ کر بھاگ گیا اُس کو شرعی تفریق کے بغیر دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں؟

سوال (۱۵۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شاکرہ کی شادی محمد صغیر کے ساتھ ہوچکی ہے اور بعد شادی صغیر نے شاکرہ کو تین سال تک رکھا، اس کے بعد صغیر شاکرہ کو چھوڑ کر دہلی چلا گیا، اور انہوں نے شاکرہ کو خرچ وغیرہ بھی نہیں دیا ہے، اور تقریباً تین سال سے ملاقات بھی نہیں کرتا ہے اور نہ ہی طلاق دے رہا ہے، اور اب شاکرہ دوسرے کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے، جب کہ صغیر نے دوسری شادی بھی کرلی ہے، تو اب ایسی صورت میں شاکرہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تک شاکرہ کو صغیر طلاق نہ دے دے یا دونوں کے مابین شرعی تفریق ہوکر عدت نہ گزر جائے، اُس وقت تک شاکرہ دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی۔

وقال العلامة ابن عابدين: لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة. (شامي مع الدر المختار ٣٧/٣ كراچی، كذا في البدائع

الصنائع ٢/٥٤٨ زكريا)

ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل، ولو زوّج بمنكوحة الغير وهو لا يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها تجب العدة، وإن كان يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها لا تجب العدة حتى لا يحرم على الزوج وطؤها.

(الفتاویٰ التاتارخانية ٦٦/٤ رقم: ٥٥٤٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۸/۱۱/۱۴۱۳ھ

نکاحِ فاسد سے متعلق مسائل

بیوی کی بھانجی سے نکاح

سوال (۱۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنی بیوی کی سگی بھانجی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ زید کی پہلی بیوی بھی نکاح میں موجود ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ شخص کے لئے خالہ اور بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، یعنی جب تک خالہ نکاح میں ہے تو اس کی بھانجی سے نکاح جائز نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تنكح المرأة على عمتها، ولا على خالتها، ولا على ابنة أخيها، ولا على ابنة أختها. (سنن الدارمي / باب الحال التي يجوز للرجل أن يخطب فيها ١٣٦/٢، صحيح مسلم ٤٥٢/١)

وفي روايةٍ عند النسائي في المجتبي عنه مرفوعًا ...... أو الخالةعلى بنة أختها الخ. (سنن النسائي ٦٨/٦، بدائع الصنائع ٥٣٩/٢ زكريا)

وروى أبو حفص بإسناده عن عيسى بن طلحة قال: نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أن تزوج المرأة على ذي قرابتها كراهية القطيعة. (إعلاء السنن ٣٧/١١ بيروت)

ولأن الجمع بين ذواتي محرم من النكاح سبب لقطيعة الرحم؛ لأن الضرتين يتنازعان ويختلفان، ولا يأتلفان هٰذا أمر معلوم بالعرف والعادة، وذٰلک يفضي إلى قطع الرحم، وأنه حرام، والنكاح سبب فيحرم حتى لا يؤدّي

إليـه، وإلـى هٰـذا الـمعنى أشار النبي صلى الله عليه وسلم في آخر الحديث فيما روي أنـه قـال: إنـكم لو فعلتم ذٰلک لقطعتم أرحامهن. (رواه الطبراني من حديث ابن عباس، وابن حبان برقم: ٤١٦٤، كذا في البدائع الصنائع ٥٣٩/٢ زكريا)

أخبر أن من تزوج ...... خالة ثم بنت أختها لا يجوز. (بدائع الصنائع ٥٣٩/٢ زكريا)

قوله: لا تنكح المرأة على عمتها تمامه ولا على خالتها ولا على ابنة أخيها ولا على ابنة أختها. (الدر المختار مع الشامي ١١٧/٤ زكريا، كذا في الهداية ٣٠٨/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کی موجودگی میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۵۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں مسماۃ یعقوب کی شادی کو سات سال ہو چکے ہیں، مجھے کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے، ڈاکٹروں نے مجھے منع کر دیا ہے کہ آپ ماں نہیں بن سکتیں، اس لئے میں اپنے شوہر کی دوسری شادی کرانا چاہتی ہوں، وہ بھی اپنے سگے بھائی کی بیٹی سے جو کہ میری بھتیجی ہوئی، بھتیجی سے اس لئے شادی کرانا چاہتی ہوں کہ وہ میرے ساتھ میری شادی سے پہلے رہتی تھی اور میں اس کی عادت واخلاق سے اچھی طرح واقف ہوں، میں اپنی بھتیجی کے علاوہ کسی دوسری عورت سے اپنے شوہر کا نکاح برداشت نہیں کرسکتی، اگر وہ دوسری عورت سے نکاح کرتے ہیں، تو میرا گھر خراب ہوسکتا ہے، اس لئے میری مجبوری سمجھتے ہوئے مجھے مشورہ دیجئے کہ میں اپنی بھتیجی سے اپنے شوہر کا نکاح کراسکتی ہوں؟ یہ میری مجبوری بھی ہے، اور میرا گھر بھی خراب ہونے سے بچ سکتا ہے، میری خوشی اسی میں ہے کہ میری بھتیجی سے نکاح ہو، اِن تمام پریشانیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے حکم شرعی سے آگاہ کیجئے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورتِ مسئولہ میں آپ کے نکاح میں رہتے ہوئے آپ کا شوہر آپ کی بھتیجی سے نکاح نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ شریعت میں پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع

کرنا حرام ہے، شوہر کو چاہئے کہ کسی اور مناسب خاتون سے نکاح کرلے، اور آپ کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾ إلی قوله: ويشترک في هٰذا الجمع بين المرأة وعمتها، فإن مدار الحرمة الجمع بين الأختين أفضاءة. (روح المعاني ۴۰۶/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لاعلمی میں ممسوسہ کی بیٹی سے کیا ہوا نکاح فسخ کرنا ضروری ہے؟

سوال (۱۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک عورت ہندہ کو شہوت کے ساتھ مس کرلیا تھا، زید کو معلوم نہیں تھا کہ ہندہ کے پستان پر ہاتھ لگانے سے اس کی بیٹی اس پر حرام ہوجائے گی، پھر بعد میں اُس نے ہندہ کی لڑکی سے شادی کرلی، اور اُس سے کئی اولاد ہیں، تو اس صورت میں اب زید کیا کرے گا؟ ہندہ کی لڑکی یعنی اپنی بیوی کو طلاق دے یا اپنے نکاح میں باقی رکھے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں ہندہ کی لڑکی سے زید کا نکاح صحیح نہیں ہوا، اِس لئے طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہے؛ البتہ فوری طور پر اُس لڑکی کو اپنے سے الگ کردینا ضروری ہے، اور لاعلمی کی وجہ سے نکاح کے بعد جو اولادیں ہوگئی ہیں، اُن کا نسب زید سے ثابت ہوگا۔

عن أبي هاني رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: من نظر إلی فرج امرأة، لم تحل له أمها ولا ابنتها. (المصنف لابن أبي شيبة ۹۹/۹ رقم: ۱۶۴۹۰ المجلس العلمي)

ويثبت لكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر عن صاحبه، ودخل بها أولا في الأصح، خروجاً عن المعصية، فلا ينافي وجوبه؛ بل يجب على القاضي التفريق بينهما. (شامي ۲۷۵/۴ زكريا)

مـن مسته امرأة حرمت عليه أمها وبنتها، وقال الشافعي: لا تحرم، وعلى هٰذا الخلاف مسّه امرأة بشهوة ونظره إلى فرجها. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤/٥٧ زكريا)

والـزنـا والـلمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة (كنز) وقال ابن نـجيـم: والـلمس والنظر سبب داع إلى الوطء فيقام مقامه في موضع الاحتياط، كذا في الهداية. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۷۳/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۳/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کے بعد پتہ چلا کہ منکوحہ حقیقۃً عورت نہیں ہے

سوال (۱۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنے لڑکے کی شادی کی، نکاح کے بعد جب دلہن گھر آئی اور شوہر اُس کے پاس خلوت میں گیا، تو اُس کے پستان عورتوں جیسے نہیں تھے؛ بلکہ مرد جیسے تھے اور آگے کا مقام بند تھا صرف پیشاب کی جگہ تھی، اور جسم کی بناوٹ بھی عورتوں جیسی نہیں تھی۔ اور صبح جب ہسپتال لے کر گئے اور لڑکی لڑکے والے دونوں فریقین کے سامنے ڈاکٹری جانچ کی گئی، جانچ کے مطابق ڈاکٹروں نے بتایا کہ نہ اب یہ عورت ہے اور نہ علاج کے بعد عورت ہوسکتی ہے، جانچ چار ہسپتالوں میں کی گئی، سب نے یہی بتایا کہ یہ عورت نہیں ہے؛ لہٰذا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ اگر نکاح ہوا ہے تو مہر کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بر تقدیر صحتِ واقعہ اگر تحقیقِ حال سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ جس عورت سے نکاح ہوا ہے وہ واقعۃً عورت نہیں ہے، اور اُس میں عورت کی علامات نہیں پائی جاتیں، تو شرعاً یہ نکاح درست نہیں ہوا؛ اس لئے نہ مہر واجب ہے نہ عدت کا کوئی سوال ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۸/۲۶۰)

هـو عـقـد يـفيـد ملک المتعة، أي حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من

نكاحها مانع شرعي، فخرج الذكر والخنثى المشكل. (الدر لمختار مع الشامي ٤/٥٩-٦١ زكريا)

وأما شروطه: ومنها: المحل القابل، وهي المرأة التي أحلها الشرع بالنكاح، كذا في النهاية. (الفتاویٰ الهندية ١/٢٦٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۵/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قسم کھائی کہ چھ مہینے تک کسی عورت کے جسم سے استفادہ نہیں کروں گا، پھر معین وقت کے لئے متعہ کرلیا؟

سوال (۱۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عرض یہ ہے کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ ۶/ مہینے تک کسی عورت کے جسم سے استفادہ نہیں کروں گا، اگر ایسا کروں گا تو میری بیوی کو تین طلاق، پھر مذکورہ شخص ایک آدمی کے پاس گیا اور اس نے اُس آدمی سے کہا کہ میں تمہاری لڑکی سے چند مہینوں کے لئے یا چند دنوں کے لئے ''متعہ'' کرنا چاہتا ہوں، اس آدمی نے اپنی لڑکی کا نکاحِ متعہ اُس آدمی سے کرادیا، یہ بات لڑکی کو بھی معلوم تھی کہ یہ معاملہ بس چند دنوں کے لئے ہے۔ عرض یہ ہے کہ کیا اس آدمی کا نکاح متعہ صحیح ہوا یا نہیں؟ اگر صحیح ہوا ہے تو اس نے جو قسم کھائی ہے اس پر کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدتِ متعینہ کے لئے بغیر گواہوں کے عورت سے استمتاع کرنا متعہ کہلاتا ہے جو شرعاً باطل ہے؛ لہٰذا شخص مذکور نے جو معاملہ کیا ہے، وہ شرعاً صحیح نہیں ہوا۔

عن سبرة الجهني رضي اللّٰه عنه أنه كان مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فقال: يا أيها الناس! إني قد كنت أذنت لكم الاستمتاع من النساء وأن اللّٰه قد حرّم ذٰلک إلى يوم القيامة، فمن كان عنده منهن شيء فليخل سبيله، ولا تأخذوا مما آتيتموهن شيئًا. (صحيح مسلم / النكاح ١/٤٥١ رقم: ١٤٠٦ ٩، إعلاء السنن / باب أن جواز

نكاح المتعة منسوخ ٦٩/١١ رقم: ٣١٣٢ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي شرح مسلم للنووي رحمه الله: وانعقد الإجماع على تحريمه، ولم يخالف فيه إلا طائفة من المبتدعة'' الخ. (٤٥١/١)

عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعاً: "حرم أو هدم المتعة النكاح والطلاق، والعدة والميراث". أخرجه الدار قطني وقال ابن القطان في ''كتابه": إسناده حسن. (زيلعي ٩/٢) **وفي "الدراية'': إسناده حسناه.** (إعلاء السنن / باب أن جواز نكاح المتعة منسوخ ٧٠/١١ رقم: ٣١٣٣ دار الكتب العلمية بيروت)

وبطل نكاح متعة ومؤقت، وإن جهلت المدة أو طالت في الأصح.

(الدرالمختار ٥١/٣ كراچی، ١٤٥/٤ زكريا)

نكاح المتعة باطل لا يفيد الحل ولا يقع عليها طلاق، ولا إيلاء ولا ظهار، ولا يرث أحدهما من صاحبه، هٰكذا في فتاوىٰ قاضي خان. في ألفاظ النكاح: وهو أن يقول لامرأة خالية من الموانع: أتمتع بكِ كذا مدةً: عشرة أيامٍ مثلاً، أو يقول: أيامًا، ومتعني نفسك أيامًا أو عشرة أيام، أو لم يذكره أيامًا بكذا من المال، كذا في فتح القدير. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب الثالث في بيان المحرمات ومما يتصل بذلك مسائل ٢٨٢/١-٢٨٣ زكريا، البحر الرائق، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ١٨٩/٣-١٩٠ زكريا، الرد المحتار، كتاب النكاح / باب المحرمات ٥١/٣ دار الفكر بيروت، وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح / فصل في بيان المحرمات ٢٤٦/٣ دار الفكر بيروت)

تاہم اگر وہ نکاح صحیح کرتا تو پہلی قسم کی وجہ سے نہ تو نکاح پر کوئی اثر پڑتا، اور نہ استفادہ کی صورت میں اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۵/۲/۱۴۱۲ھ

منکوحۃ الغیر سے نکاح

منکوحۃ الغیر سے نکاح

سوال (۱۶۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے ایسی عورت سے نکاح کرلیا ہے جس کو اس کے شوہرِ اول نے طلاق نہیں دی ہے؛ لہٰذا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور اس صورت میں کسی بچہ کا وجود ہوگیا تو وہ بچہ حلال مانا جائے گا یا حرام؟ اور یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ ایسے آدمی اور عورت کے بارے میں خدا اور رسول کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ نکاح ناجائز ہے، جان بوجھ کر اِس عمل کا ارتکاب کرنے والے سخت گنہگار ہیں؛ تاہم اِس نکاح سے جو بچہ پیدا ہوگا اُس کا نسب دوسرے شوہر سے ثابت مانا جائے گا۔

عن سليمان بن يسار أن عمر رضي اللّٰه عنه قال: للتي نكحت في عدتها: فرق بينهما، وقال: لا يتناكحان أبدًا، وجعل لها المهر بما استحل من فرجها، وأمرها أن تعتد من هٰذا وتعتد من هٰذا.

وعن الشعبي أن عليًا رضي اللّٰه عنه فرق بينهما، وجعل لها الصداق بما استحل من فرجها، وقال: انقضت عدتها إن شاء تتزوجته فعلت. (سنن سعيد بن منصور، كتاب النكاح / باب المرأة تزوج في عدتها ۱۸۹/۱ رقم: ۶۹۸-۶۹۹)

غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت أولاداً، ثم جاء الزوج الأول، فالأولاد للثاني على المذهب الذي رجع إليه الإمام وعليه الفتوىٰ. (الدر

المختار) شامل لما إذا بلغها موته أو طلاقه فاعتدت وتزوجت، ثم بان خلافه ولما إذا ادعت ذٰلک ثم بان خلافه. (شامي ۵۵۲/۳ کراچی، ۲٤۷/٥ زکریا)

الخلوة بالأجنبية حرام. (شامي ۳٦۸/٦ کراچی، سکب الأنهرعلی هامش مجمع الأنهر ۲۰۳/٤ بیروت، الأشباه والنظائر ۱٥۹)

ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل، ولو زوّج بمنكوحة الغير وهو لا يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها تجب العدة، وإن كان يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها لا تجب العدة حتى لا يحرم على الزوج وطؤها. (الفتاویٰ التاتارخانية ٦٦/٤ رقم: ٥٥٤٤ زكريا)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذٰلک المعتدة. (الفتاویٰ الهندية، ۲۸۰/۱ زكريا، كذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح / فصل في شرط ألا تكون منكوحة الغير ٤٥١/۳ دار الكتب العلمية بيروت، الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث، المحرمات من النساء / باب المرأة المتزوجة ٦٦٤٦/٩ رشيدية، وكذا في التفسير المظهري ٦٢/٢ كوئٹه)

والأصل أن من اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حراماً لغيره كمال الغير لا يكفر، وإن كان لعينه، فإن كان دليله قطعيًّا كفر وإلا فلا. (البحر الرائق، كتاب السير / باب أحكام المرتدين ۲۰٦/٥ زكريا، كذا في رد المحتار، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه / مطلب: إذا استحل المحرم على وجه الظن ٢٤/٤ کراچی، وكذا في الدر المختار، باب المرتد / مطلب جملة من لا يقتل إذا ارتد ٢٤٦/٤-٢٤٧ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۸/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منکوحۃ الغیر سے نکاح کرنے والے کا حکم؟

سوال (۱٦۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہوگیا، اسی دوران زید کی بیوی سے بکر نے نکاح کرلیا؛ لیکن زید نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دیا تھا، جب بکر کو اس عورت کو اپنے گھر میں رکھتے ہوئے دو سال گذر گئے تو اس کے بعد بکر زید سے جاکر کے طلاق نامہ لکھوا کر لایا، اس کے بعد بکر نے نہ تو دوبارہ نکاح کیا اور نہ اس عورت سے عدت کرائی؛ بلکہ یوں ہی اپنے گھر میں رکھ لیا، اب یہ عورت کافی عرصہ سے بکر کے گھر میں رہ رہی ہے، آیا بکر کے لئے یہ عورت جائز ہے یا نہیں؟ بکر حرام کاری کر رہا ہے یا نہیں؟ بکر شریعت کی نظر میں (چور) مجرم ہے یا نہیں؟ اور بکر کی تائید اور تقلید کرنے والے شرعی حیثیت سے مجرم ہیں یا نہیں؟ شرعی رو سے فیصلہ فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ واقعہ صحیح ہے، تو بکر کے لئے مذکورہ عورت سے زن وشوئی کے تعلقات رکھنا قطعاً حرام ہے، وہ حرام کاری میں مبتلا ہے، اسے تجدید نکاح کرکے توبہ کرنی چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۲۷۲ میرٹھ)

عن إبراهيم النخعي عن علي رضي اللّٰه عنه أنه قال في المرأة تتزوج في عدتها: يفرق بينها وبين زوجها الآخر، ولها الصداق منه بما استحل من فرجها، وتستكمل ما بقي من عدتها من الأول، وتعتد من الآخر عدة مستقبلة، ثم يتزوج الآخر إن شاء. رواه محمد في الحجج له (۲۹۷)، وهو مرسل صحيح ومراسيل النخعي صحاح. (إعلاء السنن / باب من تزوج امرأة في عدتها يفرق بينهما وتستكمل العدة ثم يتزوجها إن شاء ۱۱/۱۵۳ رقم: ۳۲۱۵ دار الكتب العلمية بيروت)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذا المعتدة. (الفتاویٰ الهندية ۱/۲۸۰)

حتى لو كانت ذات زوج أو في عدة غيره أو مطلقة منه ثلاثاً لا ينفذ قضاءه؛ لأنه لا يقدر على الانشاء في هٰذه الحالة. (البحر الرائق ۳/۱۰۸ کوئٹہ)

ومنها أن لا تكون منكوحة الغير لقوله تعالىٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾

وهي ذوات الأزواج. (بدائع الصنائع ٥٤٨/٢ زكريا)

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فلم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً.

(شامي ٢٧٤/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۹/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پہلے شوہر سے طلاق کے بغیر دوسرے اور تیسرے سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۶۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت نے بغیر طلاق کے دوجگہ نکاح کیا، ان دونوں مردوں نے طلاق نہیں دی، پھر تیسرے مرد سے نکاح کیا، اس نے غصہ کی حالت میں تین طلاق دے دی، پھر اس کے ساتھ کھانا پینا، رہنا سہنا سب کچھ ہورہا ہے، لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر جائز نہ ہوتا تو امام صاحب نکاح کیوں پڑھاتے؟ اور ایک کا کہنا ہے کہ ہمارے یہاں تین دن عدت گذارے گی، پھر اُن سے نکاح کردینا، ہم نے کہا کہ تین دن کی عدت نہیں ہوتی، جہاں پہلے نکاح ہوا ہے وہاں سے طلاق نہیں ہوئی، اِس کے بارے میں علماء دین مسئلہ بتلا سکتے ہیں، شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں لکھا گیا معاملہ اگر سچ ہے تو چوں کہ مذکورہ عورت کے پہلے شوہر نے اسے طلاق نہیں دی ہے، تو اس کا دوسرا اور تیسرا نکاح قطعاً باطل ہے، اور ایسے مردوں کے ساتھ اس عورت کا رہنا سہنا کھلی ہوئی حرام کاری ہے؛ لہٰذا اس عورت پر لازم ہے کہ یا تو شوہرِ اول کے پاس رہے یا اس سے طلاق یا تفریق حاصل کرکے عدت گذارنے کے بعد کسی اور شخص سے حلال طریقے پر نکاح کرلے، اور عدت تین دن کی نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ تین ماہواری یا وضعِ حمل (بچہ جننے) سے عدت پوری ہوتی ہے، اور جس امام صاحب نے یہ ناجائز نکاح پڑھایا ہے، اگر جانتے بوجھتے ہوئے یہ نکاح پڑھایا ہے تو سخت مجرم ہیں، اُن پر سچے دل سے توبہ

واستغفار لازم ہے، اور اگر اُن کو اصل صورتِ حال کا علم نہیں تھا، تو اُن پر کوئی الزام نہیں۔

عن إبراهيم النخعي عن علي رضي اللّٰه عنه أنه قال في المرأة تتزوج في عدتها: يفرق بينها وبين زوجها الآخر، ولها الصداق منه بما استحل من فرجها، وتستكمل ما بقي من عدتها من الأول، وتعتد من الآخر عدة مستقبلة، ثم يتزوج الآخر إن شاء. رواه محمد في الحجج له (۲۹۷)، وهو مرسل صحيح ومراسيل النخعي صحاح. (إعلاء السنن / باب من تزوج امرأة في عدتها يفرق بينهما وتستكمل العدة ثم يتزوجها إن شاء ۱۵۳/۱۱ رقم: ۳۲۱۵ دار الكتب العلمية بيروت)

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (شامي ۱۹۷/۵ زكريا)

ولكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر على صاحبه في الأصح خروجاً عن المعصية. (شامي ۲۷٤/٤ زكريا، البحر الرائق ۱٦۹/۳ كوئٹه)

ومنها أن لا تكون منكوحة الغير لقوله تعالىٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ وهي ذوات الأزواج. (بدائع الصنائع ٥٤٨/۲ زكريا)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلک المعتدة، كذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية ۲۸۰/۱ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۹/۷/۱۴۲۵ھ

پانچ بچوں کو چھوڑ کر بغیر طلاق کے دوسرے سے نکاح کرنا؟

سوال (۱٦۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص کی بیوی جب کہ ۵/ بچے موجود ہوں، اور وہ کسی دوسرے شخص سے بغیر طلاق حاصل کئے نکاح کر لے، ایسی حالت میں سب بچے باپ کے پاس رہ رہے ہیں، باپ کو اس سلسلہ میں کیا

قدم اٹھانا چاہئے ؟اور شریعت میں ایسی عورت کس درجہ کی مجرم ہے؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پہلے شوہر سے طلاق یا تفریق کے بغیر دوسرا نکاح قطعاً معتبر نہیں ہے، ایسی عورت شرعاً بدترین گناہ کی مرتکب ہے، اور وہ بدستور پہلے شوہر کے نکاح میں ہے، پہلا شوہر اُسے اپنے پاس رکھنے کا حق دار ہے، خاندان کے معزز لوگوں کو ثالث بنا کر معاملہ کو حل کرنے کی ضرورت ہے؛ تاکہ حرام کاری کا سلسلہ بند ہوسکے۔

لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ. (الفتاویٰ الهندیة ۱/۲۸۰ زکریا)

ولکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر علی صاحبه في الأصح خروجاً عن المعصیة. (شامي ۴/۲۷۴ زکریا، البحر الرائق ۳/۱۶۹ کوئٹه)

أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته، فالدخول فیه لا یوجب العدة إن علم أنها للغیر؛ لأنه لم یقل أحد بجوازہ فلم ینعقد أصلاً؛ ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لکونها زناً. (شامي ۵/۱۹۷ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۵/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے پردیس چلے جانے کی وجہ سے دوسرے شوہر سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۶۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چودہ سال پہلے میں نے اپنے گھر والوں کی مرضی کے بغیر عشرت سے نکاح کرلیا تھا، دو سال وہ میرے گھر رہی، اُس کے بعد میں نے اس کو طلاق دے دی، اُس کے بعد عشرت کی شادی دوسری جگہ ہوگئی، اب کچھ مہینہ پہلے عشرت سے میری ملاقات ہوئی، اُس کا شوہر پردیسی ہے، وہ باہر گیا ہوا تھا، عشرت مجھ سے ملتی تھی اور اپنے شوہر کے پاس جانے کو بھی کہتی تھی؛ لیکن پھر اُس کا اردہ

بدل گیا اور عشرت نے مجھ سے کہا کہ میری طلاق ہوگئی ہے، اب میرا کوئی سہارا نہیں ہے، اس بات پر میں نے عشرت سے نکاح کرلیا؛ لیکن اب مجھے معلوم ہوا، اور عشرت کے رشتہ دار اور ماں یہ کہتے ہیں کہ عشرت کے آدمی نے اُس کو طلاق نہیں دی، عشرت کا شوہر اُس کو اُس کے رشتہ داروں کو سونپ کر گیا تھا، اب جب اُن سے ملا، تو وہ کہتے ہیں کہ تمہارا نکاح عشرت سے نہیں ہوا؛ کیوں کہ عشرت کا شوہر موجود ہے، عشرت کی ماں کے کہنے کے مطابق اب عشرت کو رکھنے کا دل گواہی نہیں دیتا، جب کہ میری بیوی تسلیم اختر اور میرے تین بچے پہلے سے ہی موجود ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں عشرت کے دوسرے شوہر کی غیر موجودگی میں آپ کا اس سے تعلق رکھنا گناہ کا کام تھا، پھر ایسی حالت میں محض عشرت کے دعویٰ طلاق کی بنا پر آپ کا اُس سے نکاح کرلینا بھی آپ کی کوتاہی اور لاپرواہی کی دلیل ہے۔ آپ نے دوسرے شوہر کے طلاق دئے بغیر عشرت سے جو نکاح کیا ہے وہ قطعاً باطل ہے، آپ پر لازم ہے کہ فوراً عشرت کو اپنے سے الگ کردیں اور دونوں اپنے سابقہ فعل پر صدق دل سے توبہ واستغفار کریں۔

عن إبراهيم النخعي عن علي رضي الله عنه أنه قال في المرأة تتزوج في عدتها: يفرق بينها وبين زوجها الآخر، ولها الصداق منه بما استحل من فرجها، وتستكمل ما بقي من عدتها من الأول، وتعتد من الآخر عدة مستقبلة، ثم يتزوج الآخر إن شاء. رواه محمد في الحجج له (۲۹۷)، وهو مرسل صحيح ومراسيل النخعي صحاح. (إعلاء السنن / باب من تزوج امرأة في عدتها يفرق بينهما وتستكمل العدة ثم يتزوجها إن شاء ۱۱/۱۵۳ رقم: ۳۲۱۵ دار الكتب العلمية بيروت)

عن مجاهد أنه قال: قد رجع عمر رضي الله عنه في التي تنكح في عدتها والمفقود زوجها إلى قول علي رضي الله عنه. رواه محمد في الحجج أيضًا (۲۹۷) وهو مرسل حسن. وقال البيهقي: روى الثوري عن أشعث عن الشعبي

عن مسروق عن عمر أنه رجع، فقال: لها مهرها ويجتمعان إن شاء، كذا في التلخيص الحبير (٢/٢٢٨) (إعلاء السنن / باب من تزوج امرأة في عدتها يفرق بينهما وتستكمل العدة ثم يتزوجها إن شاء ١١/١٥٤ رقم: ٣٢١٦ دار الكتب العلمية بيروت)

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ عطف على أمهاتكم يعني حرمت عليكم المحصنات من النساء أي ذوات الأزواج، لا يحل للغير نكاحهن ما لم يمت زوجها أو يطلقها وتنقضي عدتها من الوفاة أو الطلاق. (التفسير المظهري ٢/٦٤ كوئٹه، الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث في المحرمات من النساء / باب المرأة المتزوجة ٩/٦٦٤٦ رشيدية، الفتاویٰ الهندية ١/٢٨٠ زكريا، وكذا في رد المحتار، باب العدة / مطلب في النكاح الفاسد والباطل ٣/٥١٦ کراچی)

اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً. (شرح النووي على صحيح مسلم ٢/٣٥٤، وكذا في روح المعاني ٢٨/١٥٩، مبحث في: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ [التحريم: ٨ دار إحياء التراث العربي بيروت]

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامي ٣/١٣٢ کراچی، ٥/١٩٧ زكريا، قاضي خان على الهندية ١/٣٦٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۸/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہرِ اَول سے طلاق اور فسخ کے بغیر نکاحِ ثانی حرام ہے

سوال (۱٦۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسماۃ پروین اختر بنت سید محمد نے بحیثیت عاقلہ بالغہ وباکرہ مطابق سرٹیفیکٹ ۱۹؍سال کی عمر

میں شرعی روایات کے مطابق نہایت آزادنہ ماحول میں والدین کی مرضی کے مطابق بخوشی طرفین وحسبِ رضاء خود محمد رشید بن محمد اسماعیل بحاضرین وشاہدین خصوصی مہر مقررہ مبلغ ۱۸؍ ہزار روپیہ کے عوض عقد کیا، جس کے بیان عدالت جوڈیشل میں قلم بند ہوکر نقل درخواست ہٰذا ہے، اور پھر مقامی علماء سے رجوع کیا گیا اور فتویٰ ملا کہ مسماۃ مذکور یہ مسمی مذکور کی زوجہ قرار پائی، اور بروئے فتویٰ ایک ماہ نو دن مذکور کے گھر آباد بھی رہی، بعد ازاں کسی غلط طریقہ سے مذکور کی عدم حاضری میں پولیس نے بہکا کر مذکورہ کو اپنے والدین کے گھر روانہ کردیا، تو کیا ایسی صورت میں شرعی نکاح پر کوئی اثر تو نہیں پڑتا؟ اور کیا والدین شوہرِ اول سے طلاق لئے بغیر دوسری جگہ نکاح کر سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحتِ سوال جب کہ مسماۃ پروین کا نکاح برضا ورغبت طرفین مسمی محمد رشید کے ساتھ شرعی طور پر منعقد ہوچکا ہے، تو اب اِس شوہر سے باقاعدہ (طلاق یا فسخ کے ذریعہ) جدائی کے بغیر اس عورت کا دوسری جگہ نکاح کردینا قطعاً حرام ہوگا اور اگر ایسا کیا گیا، تو یہ حرام کاری ہوگی، اور لڑکی کے والدین بھی اس گناہ کے ذمہ دار ہوں گے۔

تعلق وحق الغیر بنکاح أو عدۃ. (الدر المختار ۲۸/۳ کراچی، ۱۰۰/٤ زکریا)

ومنها أن لا تكون منكوحة الغير لقوله تعالىٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ عام في جميع ذوات الأزواج.

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال في هٰذه الآية: ''كل ذات زوج إتيانها زنا إلا ما سبيت". ...... ولأن اجتماع رجلين على امرأة واحدة يفسد الفراش؛ لأنه يوجب اشتباه النسب وتضييع الولد وفوات السكن والإلفة والمودة فيفوت ما وضع النكاح له. (بدائع الصنائع / بيان عدم جواز نكاح معتدة الغير ۵٤۸/۲-۵٤۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/۱۱/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پاکستانی شوہر سے طلاق یا شرعی تفریق کے بغیر ہندوستان میں نکاح جائز نہیں

سوال (۱۶۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: معلوم ہوا کہ میری لڑکی جس کا نام سیما ہے، اس کا نکاح پاکستان میں کردیا تھا، نکاح کو تیرہ سال ہونے والے ہیں، جب سے نکاح کر کے وہ لوگ گئے ہیں، ابھی تک نہیں آئے ہیں، جب کہ میرے شوہر کا بھی انتقال ہوا، میرا لڑکا بھی ختم ہوگیا، جس کی عمر ۲۱؍سال تھی، اب ایک لڑکی ایک لڑکا رہ گئے ہیں۔ میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ یہ بتائیں کہ میں لڑکی کو آزاد کیسے کروں؟ کیوں کہ میں یہ چاہتی ہوں کہ پاکستان سے ختم ہو جائے اور ہندوستان میں اپنی بستی میں شادی کردوں، جب سے وہ لوگ نکاح کر کے گئے ہیں، تین سوٹ، تین جوڑے، جوتے اور چار سو روپئے آئے ہیں، اور ۱۳؍سال میں مولانا صاحب لڑکی پاکستان جانا نہیں چاہتی ہے، آپ مجھ کو اس کا فتویٰ دیں کہ کیسے ختم کروں؟ جب کہ وہ لوگ آئے نہیں ہیں، بس خط آتے ہیں، تو یہ لکھتے ہیں کہ ویزا نہیں مل رہا ہے، ہم آنے کے لئے پریشان ہیں، لڑکی کا نام شیما پروین ہے اور لڑکے کا نام نوید اختر ہے، آپ اس کا جواب صحیح دیں بڑی مہربانی ہوگی؛ کیوں کہ مولانا صاحب میرا آدمی تو ہے نہیں جو دوڑ بھاگ کرلے، میں ایک عورت کیا کرسکتی ہوں؟ لڑکی کی طرف سے بہت پریشان ہوں کہ اگر پاکستان سے ختم ہوجائے تو میں یہاں کہاں شادی کروں، جوان لڑکی ہے، دن رات فکر ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکی کے موجودہ شوہر سے طلاق یا شرعی تفریق حاصل کئے بغیر دوسری جگہ لڑکی کا نکاح صحیح نہ ہوگا، یا اب لڑکی کو اس کے شوہر کے ساتھ کسی طرح پاکستان بھیج دیا جائے، اور اگر کوئی صورت نہ بن سکے تو شرعی عدالت سے رابطہ قائم کرے، ممکن ہے وہاں سے کوئی صورت نکل جائے، بہرحال تفریق حاصل کرنے سے پہلے نکاح صحیح نہ ہوگا۔

أما نكاح منكوحة الغير و معتدته – إلى قوله – لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامي ۱۳۲/۳ کراچی)

ولا يجوز لأحد أن يتزوج زوجه غيره، وكذلك المعتدة. (الفتاویٰ الهندية ۲۸۰/۱، بدائع الصنائع ۴۵۱/۳ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۲/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہرِ اَول کے پاس سے بھاگ کر دوسرے کے ساتھ ''سول میرج'' کرانا؟

سوال (۱۶۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے لڑکے کی بیوی نے ایک شخص کو اپنا بھائی بنالیا اور وہ شخص بھی میرے لڑکے کی بیوی کو بہن کہتا تھا، ایک دن میرے لڑکے کی بیوی گھر سے یہ کہہ کر گئی کہ میں اپنے میکہ جارہی ہوں، مگر وہ میکے نہیں گئی اور وہ شخص بھی اپنے گھر سے چلا گیا اور تلاش کے بعد تصدیق ہوئی کہ وہ دونوں شہر کے باہر بھاگ گئے ہیں۔ مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ دونوں نے عدالت سے ''سول میرج'' کرلیا ہے، اور ایک بچہ بھی لکھوایا ہے، جب کہ وہ دو بچوں کی ماں ہے، ایک بچہ کو لے کر بھی گئی اور ایک بچہ کو یہاں چھوڑ گئی ہے، عدالتی شادی کا ثبوت ہمارے پاس موجود ہے، اب وہ واپس آ گئی ہے، اور اپنے میکے ہے، میکے والے اس کیس کو دبانا چاہتے ہیں اور اپنی لڑکی کو میرے لڑکے کے ساتھ ہی رکھنا چاہتے ہیں۔ برائے کرم شرعی فیصلہ سے آگاہ فرمائیں کہ وہ لڑکی میری لڑکی کی زوجیت میں رہی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس آدمی کے ساتھ عدالت میں جا کر سول میرج کرالیا ہے، آپ کے لڑکے کی بیوی اُس کے نکاح میں داخل نہیں ہوئی ہے، وہ بدستور آپ کے لڑکے کے نکاح میں باقی ہے، آپ کا لڑکا اس کو بدستور بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے اور بھاگ کر جو حرام

کاریاں کی ہیں، اُن سب کا گناہ بیوی اور مذکورہ شخص پر ہوگا۔

أسباب التحريم أنواع …… وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة. (الدر المختار، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ٤/١٠٠ زكريا)

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقده أصلاً. (شامي ١٣٢/٣ كراچی، ٢٧٤/٤ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية ٢٨٠/١، بدائع الصنائع ٤٥١/٣ بيروت، الفقه الإسلامي وأدلته ٦٦٤٦/٩ رشيدية، البحر الرائق / باب العدة ٢٤٢/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۱۲/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کورٹ میرج کر کے دوسرے سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۷۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی بانو کو طلاق نہیں دی ہے اور بانو نے کورٹ میرج کر کے عمرو سے نکاح کرلیا ہے، تو کیا یہ نکاح درست ہے؟ اگر نکاح درست نہیں، تو نکاح خواں اور گواہانِ نکاح پر شریعت کا کیا حکم ہوگا؟ نکاح خواں اور گواہان پر اپنے نکاح کی تجدید ضروری ہوگی یا نہیں؟

نوٹ:- قاضی صاحب کو معلوم بھی تھا کہ بانو کو طلاق اس کے شوہر نے نہیں دی ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کہ زید نے اپنی بیوی بانو کو طلاق نہیں دی ہے، تو بانو کا نکاح کسی اور شخص سے ہرگز جائز نہیں ہے، جن لوگوں نے اس نکاح کے کرانے میں کسی بھی طرح کا حصہ لیا ہے، وہ سب سخت گنہگار ہیں، اُن پر توبہ واستغفار لازم ہے، مگر اُنہیں اپنے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

أسباب التحريم أنواع …… وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة. (الدر المختار، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ٤/١٠٠ زكريا)

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقده أصلاً. (شامي ٢٧٤/٤ زكريا، بدائع الصنائع ٤٥١/٣ بيروت، الفقه الإسلامي وأدلته ٦٦٤٦/٩ رشيدية، البحر الرائق / باب العدة ٢٤٢/٤ زكريا)

لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره. (الفتاویٰ الهندية ٢٨٠/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۱۲/۲ھ

شوہر کے لنگڑے پن کی وجہ نکاحِ ثانی کرنا؟

سوال (۱۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکی کا نکاح ہوا، اس کے گردے کا آپریشن ہوا، لڑکی کے شوہر نے کہا میں اس کو نہیں رکھوں گا، ایک گردے والی ہے، یہ بات پانچ سال تک چلتی رہی، خدا کی شان یہ لڑکے کا ایک پیر کٹ گیا، اب لڑکی اور لڑکی کے گھر والے کہتے ہیں کہ اب ہم اپنی بیٹی کو لنگڑے کے گھر نہیں بھیجیں گے، نکاح کو سات سال ہوگئے ہیں، اب لڑکی والے چاہتے ہیں کہ دوسری جگہ نکاح کردیں اور لڑکا طلاق نہیں دے رہا ہے، ایسی صورت میں دوسرے سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تک پہلا شوہر طلاق نہ دے یا اُس سے شرعی تفریق حاصل نہ کرلی جائے، اُس وقت تک اُس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے ہرگز نہیں ہوگا، پہلے شوہر سے طلاق اور اُس کی عدت گذرنے کے بعد ہی دوسری جگہ نکاح ہوسکتا ہے۔

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذٰلک المعتدة، كذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية ٢٨٠/١، شامي، باب العدة / مطلب في النكاح الفاسد والباطل ٥١٦/٣ كراچی، البحر الرائق / باب العدة ٢٤٢/٤ زكريا، بدائع الصنائع ٤٥١/٣ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۲/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رخصتی سے قبل جھگڑا ہو جانے کی وجہ سے لڑکی کا دوسرے سے کورٹ میرج کرنا؟

سوال (۱۷۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی کا نکاح ہو جانے کے بعد رخصتی کرتے وقت لڑکے والوں سے جھگڑا ہو گیا، لڑکی کے گھر والوں نے لڑکی کو لڑکے کے گھر رخصت ہو کر جانے نہیں دیا، کچھ دنوں کے بعد پھر دوبارہ لڑکے کے والد صاحب لڑکی کو لینے آئے، لڑکا خود نہیں آیا، اس لئے لڑکی والوں نے لڑکے کے والد صاحب کے ساتھ لڑکی کو رخصت نہیں کیا، بغیر طلاق کے لڑکی نے چھ ماہ کے اندر اپنی مرضی سے کورٹ میں جا کر دوسری شادی کر لی، دوسرے لڑکے سے اس لڑکی کو دو بچے پیدا ہوئے ہیں، بغیر طلاق کے شادی کر لینے پر دوسے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اس کے دو بچے ہیں، ان کے بارے میں کیا حکم ہے، وہ دونوں بچے جائز ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال جو نکاح پہلے شوہر سے طلاق یا شرعی تفریق کے بغیر عدالت میں جا کر کیا گیا ہے وہ شرعاً معتبر نہیں، اور مذکورہ عورت کا اس دوسرے شخص کے ساتھ رہنا حرام کاری اور بدکاری ہے، اور بچوں کے نسب کے سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس دوسرے شخص کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس عورت کا کوئی دوسرا شوہر اور بھی موجود ہے تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب اسی دوسرے شخص سے ثابت ہوگا، اور اگر دوسرے شخص نے اس علم کے باوجود عدالتی نکاح کیا ہے کہ یہ عورت کسی کی منکوحہ ہے، تو اس سے جو اولاد پیدا ہوئی ہے، وہ اس دوسرے شخص سے منسوب نہ ہوگی؛ لہٰذا اگر پہلا شوہر ان بچوں کے نسب کو قبول کر لے تو یہ بچے اس کی طرف منسوب ہو جائیں گے، اور اگر وہ شوہر لعان کے ذریعہ ان بچوں کا اپنے سے انتساب سے انکار کردے، تو پھر ان بچوں کو ماں کی طرف منسوب کر دیا جائے گا؛ تاہم خواہ یہ بچے کسی کی طرف

منسوب ہوں، ان بچوں سے رشتے کرنا ناجائز نہیں ۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۱۱/۶۹)

غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت أولاداً، ثم جاء الزوج الأول فالأولاد للثاني على المذهب (الدر المختار) وفي الشامية: وهٰذا إذا لم يعلم بأن لها زوجاً غيره فيكف إذا ظهر زوج فلا شك في عدم ثبوته من الثاني. (شامي ٢٤٧/٥-٢٤٨/٥ زكريا)

إذا غاب امرأته، وهي بكر أوثيب عشر سنين، وتزوجت وجاءت بالأولاد، فالأولاد من الزوج الأول عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، ووضع المسألة في الأصل فيما إذا نعى إلى امرأة زوجها، فاعتدت، وولدت من الزوج الثاني، ثم جاء الزوج الأول حيا، فعلى قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ: الولد للزوج الأول على كل حال؛ لأنه صاحب الفراش الصحيح؛ لأن تغيبه لا يفسد فراشه، وفراش الزوج الثاني فاسد، ولا معارضة بين الصحيح والفاسد بوجه ما؛ بل الفاسد مدفوع بالصحيح. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب النكاح / الفصل الثاني والعشرون في ثبوت النسب ٣١٣/٤ رقم: ٦٢٧٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۲/۴/۶ھ

گورنمنٹ کورٹ سے فیصلہ کراکر دوسری جگہ نکاح کرنا؟

سوال (۱۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ہندہ سے شرعی طریقہ سے عقد نکاح کیا، چند سال کے بعد دونوں کے درمیان ناچاقی پیدا ہوگئی، تو اس صورت میں ہندہ اپنے والدین کے گھر چلی گئی؛ لیکن زید نے ہندہ کو تحریری یا زبانی کوئی بھی طلاق نہ دی۔

زید نے گورنمنٹ کورٹ میں ہندہ کے خلاف مقدمہ دائر کیا اور گورنمنٹ کورٹ نے زید

کے حق میں فیصلہ دیا، تو پھر ہندہ نے دوبارہ کورٹ میں اپیل دائر کی، تو سیشن کورٹ نے ہندہ کے حق میں فیصلہ کردیا، ہندہ نے اسی فیصلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے شخص سے شادی عقد نکاح کرلیا؛ لیکن شوہرِ اول یعنی زید نے ہندہ کو کسی قسم کی کوئی طلاق تحریری یا زبانی نہیں دی ہے، تو ہندہ نے جو نکاحِ ثانی کرلیا ہے، یہ نکاح قرآن وسنت کی روشنی میں درست ہوا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ شوہر کا بیان صحیح ہے اور اُس نے اپنی بیوی کو کسی طرح طلاق نہیں دی ہے، تو وہ بیوی اُس کے نکاح سے شرعاً خارج نہیں ہوئی ہے اور بیوی نے جو دوسرا نکاح کیا ہے، وہ شرعاً جائز نہیں ہوا ہے، دوسرے شخص سے فوراً جدائی لازم ہے۔ سیشن کورٹ کے فیصلۂ تفریق کا شرعاً اعتبار نہیں ہے۔

أسباب التحريم أنواع ...... وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة. (الدر المختار ۲۸/۳ كراچی، ۱۰۰/٤ زكريا)

أما نكاح منكوحة الغير – إلى قوله – لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً. (شامي مع الدر ۵۱٦/۳ كراچی، ۲۷٤/٤ زكريا، كذا في الفتاویٰ الهندية ۲۸۰/۱ زكريا، البحر الرائق / باب العدة ۲٤۲/٤ زكريا، بدائع الصنائع ٤۵۱/۳ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہرِ اَول پر حقوقِ زوجیت ادا نہ کرنے کا الزام لگا کر نکاحِ ثانی کرنا؟

سوال (۱۷۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تسلیم احمد پسر منشی عبدالحلیم کا نکاح فردوسی خاتون کے ساتھ ہوا تھا، اس وقت منشی عبدالحلیم کی مالی حالت قدرے بہتر تھی، عرصہ ڈیڑھ دو سال کے بعد رخصتی ہوئی، اس درمیان منشی عبدالحلیم کی مالی حالت بہت خستہ ہوگئی اور میں تسلیم احمد بھی بیمار ہونے لگا، مستری سراج احمد والد فردوسی نے ہمارے

حالات کودیکھ کرفردوسی خاتون کو ہزار کوششوں کے باوجود سسرال نہیں بھیجا؛ بلکہ حق زوجیت کے نا قابل ہونے پر طلاق حاصل کرنے کا مقدمہ قائم کردیا، جوکہ سراسر جھوٹا اور میرے اوپر بہتان تھا اور مقدمہ بھی کسی ایک فریق کے حق میں نہ ہوکر خارج کردیا گیا، میرا بھی نکاح دوسری جگہ ہوگیا اور اِس دوسری بیوی سے میرے سات بچے ہوئے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سراج احمد صاحب نے جھوٹا مقدمہ دائر کیا تھا۔ تو اب دریافت یہ کرنا ہے کہ جب میں نے فردوسی خاتون کو اپنے منہ سے طلاق نہیں دی اور نہ ہی تحریر دی، تو یہ فردوسی خاتون کا دوسرا نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: منکوحۃ الغیر سے نکاح حرام اور باطل ہے؛ لہٰذا بشرطِ صحتِ واقعہ فردوسی خاتون کا نکاحِ ثانی جائز نہیں ہوا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۷۶/۱۳، فتاویٰ دارالعلوم ۴۶۶/۷-۴۶۷)

أما نکاح منکوحۃ الغیر – إلی قولہ – لم یقل أحد بجوازہ، فلم ینعقد أصلاً. (شامي مع الدر ۵۱۶/۳ کراچی، ۲۷۴/۴ زکریا، کذا فی الفتاویٰ الھندیۃ ۲۸۰/۱، البحر الرائق / باب العدۃ ۲۴۲/۴ زکریا، بدائع الصنائع ۴۵۱/۳ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۷/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے مار پیٹ کرنے کی وجہ سے نکاحِ ثانی کرنا

سوال (۱۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نکاح کرنے کے بعد تقریباً ۱۰؍مہینہ تک گھر سے غائب رہا، اِس دوران اُس کی اہلیہ اپنے میکہ میں رہی، اس کے بعد وہ گھر آیا اور اپنی بیوی کو رخصت کراکے اپنے گھر لے آیا، اور تھوڑی سی بات پر اس کے ساتھ بے مروتی سے مار پیٹ کی، حتی کہ کچھ دیر تک باندھ کر بھی رکھا، لڑکی والوں نے معاملہ کو سلجھانے کے لئے پنچ کو بٹھایا، لڑکے نے لڑکی کو قتل اور شدید مار پیٹ کی دھمکی دی

اوراس بات پرمجبور کیا کہ تم سب کے سامنے یہ کہنا کہ میں لڑکے (شوہر) کے یہاں نہیں رہنا چاہتی، مجھے طلاق دلوادی جائے۔ الغرض پنچایت اس بات پر ختم کردی گئی کہ سنجیدگی کے ساتھ لڑکی سے تفتیش کی جائے گی، اس کے بعد وہ لڑکا پھر دوبارہ گھر سے چلا گیا، اور تقریباً ۷ر مہینہ سے اب تک نہیں آیا، اور نہ ہی وہ اپنی بیوی کی خیروخیرت معلوم کرتا ہے، نہ ہی نان ونفقہ برداشت کرتا ہے، اس وقت لڑکی اپنے میکہ ہی میں ہے، لڑکے کا اس سے منشاء معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی سے دست بردار ہوجائے؛ لیکن وہ اس بات کو ظاہر نہیں کرتا۔ الغرض معلوم یہ کرنا ہے کہ از روئے شرع اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں یقیناً شوہر کی طرف سے زیادتی ہے؛ لیکن جب تک شوہر طلاق نہ دے یا شرعی طریقہ پر زوجین میں تفریق نہ ہوجائے، اس وقت تک لڑکی کا نکاح کسی اور جگہ جائز نہیں ہے۔

أما نکاح منکوحة الغیر – إلی قوله – لم یقل أحد بجوازه، فلم ینعقد أصلاً. (شامي مع الدر ۳/۵۱۶ کراچی، ۴/۲۷۴ زکریا، کذا فی الفتاویٰ الهندیة ۱/۲۸۰، البحر الرائق / باب العدة ۴/۲۴۲ زکریا، بدائع الصنائع ۳/۴۵۱ بیروت)

ولا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره. (الفتاویٰ الهندیة ۱/۲۸۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۹/۱۱/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے ہندو ظاہر ہونے کی وجہ سے نکاح ختم ہوجانا؟

سوال (۱۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ نے زید نومسلم سے شادی کی، ہندہ اور زید کا قریب پانچ سال ساتھ رہا، جس سے دو بچے ہیں؛ لیکن زید جو کہ بظاہر نومسلم تھا، ساڑھے چار سال سے قبل اچانک اپنی بیوی سے یہ کہہ کر غائب ہوگیا کہ یہ بھی ایک مثال رہے گی کہ ایک ہندو سے دو بچے ہوئے، اس دن سے آج تک

اس کا کوئی پتہ نہیں ہے، جس کو ساڑھے چار سال کا عرصہ بیت چکا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مذہب پر واپس ہوگیا، اب ہندہ اگر دوسرا نکاح کرنا چاہے، تو کوئی رکاوٹ تو نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بر تقدیر صحتِ سوال فرید نو مسلم کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ ''یہ بھی ایک مثال رہے گی کہ ایک ہندو سے دو بچے ہوئے''۔ اس بات کا اقرار ہے کہ یا تو وہ مسلمان ہی نہیں ہوا تھا؛ بلکہ محض دھوکہ دے کر اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا رہا، یا یہ کہ وہ مسلمان تو ہوگیا تھا؛ لیکن پھر دوبارہ لوٹ کر مرتد ہوگیا، بہرصورت اب اس کا ہندہ سے زوجیت کا تعلق باقی نہیں رہا، اب وہ کسی بھی مسلمان سے نکاح کر کے باعصمت زندگی گذار سکتی ہے۔

إذا ارتد أحد الزوجين وقعت الفرقة بينهما في ظاهر الرواية في الحال، ولا يتوقف على قضاء القاضي، سواء كانت المرأة مدخولاً بها أو لم تكن.

(الفتاویٰ التاتارخانية ٥/٤٦٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۵/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر نکاح کے کسی عورت کو بیوی کی طرح رکھنا؟

سوال (۱۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی عورت کو بغیر نکاح کے رکھ کر زنا کریں، تو اس کی سزا کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی شخص کے لئے غیر منکوحہ اَجنبیہ عورت سے جسمانی تعلقات قائم کرنا قطعاً حرام ہے، اگر یہ شخص پہلے سے شادی شدہ ہو، پھر زنا کا ارتکاب کرے اور اس کا شرعی طور پر ثبوت ہوجائے، تو اسلامی حکومت میں اس کی سزا سنگسار کرنا ہے، یعنی مجرم کو میدان میں کھڑے ہوکر اتنے پتھر مارے جائیں کہ وہ زندہ نہ رہے۔ اور اگر یہ شخص کنوارا ہے

تو اسے برسرِ عام سو کوڑے مارنے کا حکم ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا، اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ [بني اسرائيل: ٣٢]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: جاء ماعز الأسلمي إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: إنه قد زنى، فأعرض عنه، ثم جاء من الشق الآخر، فقال: إنه قد زنى، فأعرض عنه، ثم جاء من الشق الآخر، فقال: يا رسول اللّٰه! إنه قد زنى، فأمر به في الرابعة، فأخرج إلى الحرة فرجم بالحجارة، فلما وجد مس الحجارة فر يشتد، حتى مر برجل معه لحي جمل فضربه به، وضربه الناس حتى مات، فذكروا ذٰلک لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه فر حين وجد مس الحجارة ومس الموت، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: هلّا تركتموه. رواه الترمذي وقال: حسن (١٧١/١) وفي نيل الأوطار (١٧/٧) رجال إسناده ثقات. (إعلاء السنن / باب أن الإقرار أن يقر المقر على نفسه بالزنا أربع مرات في أربعة مجالس ٥٥٢/١١-٥٥٣ رقم: ٣٥٩٨ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبان بن عثمان قال: تعرف الزناة بنتن فروجهم يوم القيامة. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٧/٤ رقم: ١٧٦٣١ دار الكتب العلمية بيروت)

عن مسروق قال: إن أكبر ما يصيب الناس من الذنوب الزنا، وهو شهوة وليس له ريح ولا يكاد تقام حدوده. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٧/٤ رقم: ١٧٦٣٢ دار الكتب العلمية بيروت)

ويرجم محصن في فضاء حتى يموت. (الدر المختار) وفي الشامية: أشار إلى أنه لا بأس لكل من زنى أن يتعمد قتله؛ لأنه واجب القتل. (شامي ١٣/٦-١٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پانچ سال سے لاپتہ شوہر کی بیوی کا نکاحِ ثانی کرنا؟

سوال (۱۷۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ریشمہ پروین کا نکاح ۲۲/سال کی عمر میں محمد افتخار کے ساتھ ہوا تھا، جن کی عمر بوقتِ نکاح ۲۵/ سال تھی، ۳/محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۸/ مارچ ۲۰۰۲ء میں منعقد ہوا تھا، نکاح کے بعد ریشمہ پروین اپنے شوہر کے ہمراہ چھ ماہ رہیں، اس کے بعد شوہر میکہ میں چھوڑ کر لاپتہ ہوگئے، تلاش بسیار کے باوجود کوئی سراغ نہیں لگ سکا، اور محمد افتخار کے لاپتہ ہونے کے اب پانچ سال کے قریب ہوگئے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ریشمہ پروین اس صورت میں نکاحِ ثانی کرسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کے گم ہو جانے کی وجہ سے نکاح ختم نہیں ہوجاتا، اس لئے صورتِ مسئولہ میں ریشمہ پروین کا نکاح محمد افتخار کے ساتھ بدستور قائم ہے، اور شوہر کے گم ہونے کے چھ مہینے کے بعد جس بچہ کی پیدائش ہوئی ہے، اس کا نسب بھی شوہر سے ثابت ہے، اب جب کہ ریشمہ پروین نکاحِ ثانی کی متمنی ہے، تو اسے چاہئے کہ اپنا معاملہ قریبی محکمۂ شرعیہ میں پیش کرے اور محکمۂ شرعیہ اگر شرعی اُصولوں کے پیشِ نظر تفریق کا فیصلہ کردے، تو اس کی عدت گذارنے کے بعد ریشمہ پروین دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، اس کاروائی کے بغیر ریشمہ پروین کے لئے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: أنوار رحمت ۴۵۳-۴۵۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۶/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منکوحہ عورت کا نامحرم کے ساتھ غائب ہونا؟

سوال (۱۷۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فاطمہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے غیر محرم کے ساتھ چلی گئی، اور ایک ماہ تک کوئی اطلاع نہیں دی ہے، نہ ہی رابطہ کیا، پھر ایک ماہ کے بعد فاطمہ کے سگے بھائی کے ذریعہ اطلاع ملی کہ

وہ اپنے بہن بہنوئی کے ساتھ ہے، کیا فاطمہ کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ وہ گنہگار رہے یا نہیں؟ کیا اس کے نکاح میں کوئی خلل پڑے گا؟ کیا بہنوئی خاتون کے لئے محرم ہے یا غیر محرم؟ اگر غیر محرم ہے تو کیوں؟ جب کہ بہنوئی سے نکاح کرنا حرام ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں فاطمہ کا نامحرم کے ساتھ نکل کر ایک مہینہ تک غائب رہنا نہایت سخت گناہ اور بدترین جرم ہے؛ تاہم اس کی وجہ سے وہ شوہر کے نکاح سے باہر نہیں ہوئی، اور بہنوئی یقیناً نامحرم ہے؛ اس لئے کہ منکوحہ بہن کے نکاح میں نہ رہنے کی صورت میں اس کے لئے فاطمہ سے نکاح ممکن ہوسکتا ہے، گویا بہنوئی سے نکاح کی حرمت دائمی نہیں ہے؛ بلکہ عارضی ہے اور اس عارضی حرمت کی وجہ سے وہ محرم قرار نہیں دیا جاسکتا۔

عن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنه عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشیطان. (سنن الترمذي ۲۲۲/۱ رقم: ۱۱۷۳، مسند بزار – البحر الذخار رقم: ۲۰۶۱، صحیح ابن خزیمة / باب اختیار صلاة المرأة في بیتها رقم: ۱۶۸۵، صحیح ابن حبان / ذکر الأخبار عما یجب علی المرأة رقم: ۵۵۹۸)

عن عقبة بن عامر رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إیاکم والدخول علی النساء. (صحیح مسلم رقم: ۲۱۷۲)

الخلوة بالأجنبیة حرام. (الدر المختار مع الشامي ۳۶۸/۶ کراچی)

المحرم بالفتح من حرم نکاحه علی التأبید بنسب أو مصاهرة أو رضاع أو بوطءٍ حرام. (قواعد الفقه ۴۷۰)

وحقه علیها أن تطیعه في کل مباح یأمر به. (الدر المختار / باب الرضاع ۳۸۸/۴ زکریا)

وتمنع المرأة الشابة من کشف الوجه بین الرجال ...... لخوف الفتنة کمسه، وإن أمن الشهوة (الدر المختار) والمعنی: تمنع من الکشف لخوف أن

یـری الـرجـال وجهها، فتـقـع الفتنة؛ لأنه مع الکشف قد یقع النظر إلیها بشهوة.
(الرد المحتار / باب شروط الصلاة ۱/۶ ۴۰ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۲/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے بھائی سے بیوی کا ناجائز تعلقات قائم کرنا؟

سوال (۱۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیوی کے میرے چھوٹے بھائی سے غلط تعلقات ہوگئے، جس پر کافی انتشار اور جھگڑا ہوا، والدہ نے اس کو میکہ پہنچادیا، اب وہ میرے پاس آنا چاہتی ہے، جب کہ بھائی بھی اس مکان میں رہتا ہے، میرے چھ بچے ہیں۔ آپ سے دریافت یہ کرنا ہے کہ میں اس کو گھر میں رکھ سکتا ہوں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی نے آپ کے چھوٹے بھائی سے ناجائز تعقات قائم کرکے اگرچہ سخت ترین گناہ کا ارتکاب کیا ہے، جس کی وجہ سے اُس پر توبہ واستغفار لازم ہے؛ لیکن اُس سے آپ کے رشتہ نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، آپ بیوی کو اپنے گھر لا سکتے ہیں؛ لیکن چھوٹے بھائی سے سخت پردہ کرانا لازم ہے، اور اُس کی کڑی نگرانی کی ضرورت ہے؛ تاکہ آئندہ کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔

لو زنت امرأة رجل لـم تـحـرم علیه، وجاز له وطؤها عقب الزنا. (شامي ۴/ ۱۰۹ زکریا)

والـمـزني بها لا تحرم علی زوجها، وفي شرح المنظومة: إذا زنت المرأة لا یـقـربهـا زوجهـا حتـی تحیض لاحتمال علوقها من الزنا، فلا یسقي ماءه زرع غیره. (البحر الرائق / باب العدة ۴/ ۲۳۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۴/۶ھ

منکوحۃ الغیر کے دوسرے کے ساتھ فرار ہو جانے کے بعد شوہر کا انتقال ہوگیا؟

سوال (۱۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نامی ایک شخص نے شادی کی، اور زید کی بیوی عمرو نامی شخص کے ساتھ فرار ہوگئی، عمرو نامی شخص کے ساتھ اپنی بیوی کے فرار ہو جانے کے باوجود زید نے اپنی منکوحہ کو طلاق نہیں دی، واقعہ یہ ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد زید نامی شخص کا انتقال ہوگیا، پھر اور کچھ دنوں کے بعد عمرو کا بھی انتقال ہوگیا، اب عورت کیا کرے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عمرو کے ساتھ فرار ہونے کی وجہ سے مذکورہ عورت کا نکاح زید سے ختم نہیں ہوا؛ لہٰذا زید کے انتقال کے بعد اس کی عدت (چار ماہ دس دن) گذرنے کے بعد وہ عورت کسی بھی شخص سے نکاح کرسکتی ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِیۡنَ یُتَوَفَّوۡنَ مِنۡکُمۡ وَیَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا یَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ وَّعَشۡرًا﴾ [البقرة، جزءآیت: ٢٣٤]

أما ركن الطلاق فهو هٰذه اللفظة الصادرة من الزوج. (الفتاویٰ التاتارخانیة / کتاب الطلاق ٣٧٧/٤ جزء رقم: ٦٤٧١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

داماد کا ساس کے ساتھ نکاح کرنے کی وجہ سے بیوی کا بغیر طلاق کے دوسرے سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کے اپنی ساس سے ناجائز تعلقات ہوگئے تھے، اپنی ساس سے نکاح بھی کرلیا، جس سے حرمتِ مصاہرت پیدا ہوگئی، اب زید کی بیوی سلمیٰ نے یہ صورتِ حال دیکھ کر ایک دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، حالاں کہ زید نے اس کو طلاق نہیں دی ہے، یہ واقعہ پیش آنے کے تین سال بعد نکاح کیا اور زید سلمیٰ کو چھوڑنے کی صراحت کئے بغیر اپنی ساس کو لے کر بھاگ گیا تھا، اور سلمیٰ نے دوسرا نکاح کرنے کے وقت زید سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا تھا، اور بغیر اُس کی اِجازت کے دوسرا نکاح کرلیا، اور فی الحال زید حیات میں نہیں ہے، کئی سال پہلے مرگیا ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ زید کی حیات میں سلمیٰ کا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اَب کیا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے بعد زید نے اپنی بیوی سے باقاعدہ متارکت نہیں کی، اور ساس کو لے کر غائب ہوگیا، تو اِس صورتِ حال میں اُس کی بیوی سلمیٰ نے جو دوسرا نکاح کیا ہے، وہ شرعاً منعقد نہیں ہوا؛ کیوں کہ وہ حکماً وقانوناً متارکت اور تفریق سے پہلے تک زید کی زوجیت میں داخل تھی، پھر جب زید کا انتقال ہوا تو اُس کی بیوی پر عدت وفات لازم ہوئی، جو حسبِ تحریر سوال گذر چکی ہے، اب سلمیٰ کے دوسرے شوہر پر لازم ہے کہ وہ از سرِنو نکاح کرے، نکاح کے بغیر اُن دونوں کا ساتھ رہنا قطعاً حرام ہے؛ تاہم اِس دوران اگر کوئی اولاد پیدا ہوئی ہو تو اُن کا نسب دوسرے شوہر سے ہی ثابت ہوگا۔

وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة. (الدرالمختار) وفي الشامي: أن النكاح لا يرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع؛ بل يفسد. (شامي ١١٤/٤ زكريا)

ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل. (خانية ٣٦٦/١، الفتاویٰ الهندية ٢٨٠/١، شامي ٢٧٤/٤ زكريا)

عدة الحرة في الوفات أربعة أشهر وعشر أيام. (الفتاویٰ الهندية ٥٣٩/١، الهداية

٤٢٣/٢)

فـأبدأ العدة بـعـد الـطـلاق وبعد الموت على الفور، وتنقضي العدة، وإن جهـلـت الـمـرأة بهما، أي بالطلاق والموت. (شـامـي ٢٠٢/٥ زكـريـا، الهداية ٤٢٥/٢، الفتاویٰ الهندية ٥٣١/١ زكريا)

لـلآخـر أن يـخـطبهـا إذا انـقـضـت عدتها من الأول؛ لأنها في عدته، ولا يخطبها غيره. (فتح القدير ٣٢٦/٤، البحرالرائق ١٤٣/٤ زكريا)

إن انـعـقاد الفراش بنفس العقد، إنما هو بالنسبة إلى النسب؛ لأنه يحتاط في إثباته أحياءً للولد. (شامي ١٩٧/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۴/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لاعلمی میں غیر مطلقہ سے نکاح؟

سوال (۱۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکی ''نازیہ'' ساکنہ محلّہ بروالان مرادآباد کا نکاح زید سے ہوا تھا، نکاح کے بعد لڑکی اپنی سسرال میں کافی دن تک رہی؛ لیکن کسی وجہ سے لڑکی اپنے والدین کے یہاں آگئی اور سسرال جانا نہیں چاہتی تھی، کافی دنوں تک وہ لڑکی اپنے والدین کے یہاں رہی، اس سلسلہ میں لڑکی کے گھر والوں نے عدالت میں لڑکے کے خلاف مقدمہ دائر کردیا، ابھی تک چل رہا ہے، دوران مقدمہ آج سے آٹھ ماہ قبل اس لڑکی کا نکاح لڑکی کے والدین نے میرے (محمد شاکر) کے ساتھ یہ بتاکر کردیا کہ وہ لڑکی مطلقہ ہے، جب کہ اُس کے سابق شوہر نے ابھی تک اُسے طلاق نہیں دی ہے، میرے ساتھ اُس لڑکی کا نکاح بہت سے لوگوں کے سامنے ہوا، آٹھ ماہ تک لڑکی میرے پاس رہی، آٹھ مہینے کے بعد اُس کے سابق شوہر کے ذریعہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ لڑکی ابھی تک سابق شوہر کے نکاح میں ہے؛ لہٰذا میں نے لڑکی کو اُس کے والد کے ساتھ والد کے گھر بھیج دیا۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ یہ نکاحِ ثانی نافذ ہوا یانہیں؟ اور نکاحِ ثانی میں پانچ ہزار روپئے مہر طےہوئے تھے، کیا مہر کی ادائیگی میرے اوپر واجب ہوگی یانہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: لاعلمی میں جس غیر مطلقہ عورت کا نکاح آپ کے ساتھ ہوگیا ہے، فوری طور پر اُس عورت کو چھوڑنا آپ پر واجب ہے۔ اور اِس نکاحِ فاسد کی وجہ سے مہر بہرحال ادا کرنا آپ پر لازم ہوگا؛ ہاں البتہ اتنا خیال رکھا جائے کہ اس لڑکی کا مہرِ مثل کیا بنتا ہے اور پھر پانچ ہزار روپیہ اور مہرِ مثل میں سے جو کم ہورہا ہو، اَدا کرنا لازم ہوگا، اگر مہرِ مثل پانچ ہزار سے کم ہے، تو مہرِ مثل لازم ہوگا اور اگر مہرِ مثل پانچ ہزار سے زیادہ ہے تو پھر متعین شدہ پانچ ہزار روپیہ لازم ہوگا، اور آپ کے چھوڑنے پر اُس لڑکی کے لئے تین ماہواری گذارنا بھی ضروری ہے، اِس عدت کے دوران اُس کا پہلا شوہر اُس سے جماع وغیرہ نہیں کرسکتا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۲/۱۱۰)

عن إبراهيم قال: من وطئ فرجًا بجهالة ردئ عنه الحدّ، وضمن العقر. (سنن سعيد بن منصور / باب الرجل يتزوج المرأة فيدخل عليها ومعها نساء فوقع على امرأة منهن ١/٢٤٩ رقم: ١٠١٣)

والموطوءة بشبهة ومنه تزوج امرأة الغير غير عالم بحالها. (الدر المختار مع الشامي ٥/١٩٨ زكريا)

والموطوءة بشبهة وأم الولد الحيض للموت وغيره، أي عدة هٰؤلاء ثلاث حيض في الحرة التي تحيض ...... ووجوبها لسبب أن الشبهة تقام مقام الحقيقة في موضع الاحتياط، وإيجاب العدة من باب الاحتياط، وللموطوءة بشبهة أن تقيم مع زوجها الأول، ونفقتها وسكناها على زوجها الأول؛ لأن النكاح بينهما قائم إنما حرم الوطء. وقيّد الوطء بشبهة؛ لأنه لو تزوج امرأة الغير عالمًا بذٰلک ودخل بها لا تجب العدة عليها حتى لا يحرم على الزوج وطؤها وبه يفتي؛ لأنه زنا والمزني بها لا تحرم على زوجها. (البحر الرائق / باب العدة ٤/١٣٥ زكريا)

وفي النكاح الفاسد إنما يجب مهر المثل بالوطء ولم يزد على المسمّٰی؛ لأن المهر فيه لا يجب بمهر العقد لفساده وإنما يجب باستيفاء منافع البضع ...... ولهٰذا لو كان مهر المثل أقل من المسمّٰی وجب مهر المثل فقط. (البحر الرائق / باب المهر ۲۹٤/۳ زكريا، كذا في الدر المختار / باب المهر ۲۷٥/٤ زكريا)

وروي عن أبي حنيفة رحمه اللّٰه قال: تفسير العقر هو ما يتزوج به مثلها، وعليه الفتوىٰ ...... وسئل عن حمير الوبري عن وطئ المرأة بشبهة ملك يمين أونكاح ماذا يجب عليه؟ قال: إن كان بملك النكاح لا يوجب إلا عقرًا واحدًا، ...... وسئل عن تقدير عقر؟ فقال: في حق الحرة بمثل المهر. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب النكاح / نوع منه في وجوب المهر بلا نكاح ۲۳٤/٤-۲۳٥ رقم: ٦٠٦٦-٦٠٦٧ زكريا)

فإن دخل بها فلها مهر مثلها ولايزاد على المسمى عندنا. (الهداية ۳۳۲/۲)

عدة المذكورات ثلٰث حيض، إن كن من ذوات الحيض، وإلا فالأشهر أو وضع الحمل. (شامي ۱۹۹/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۲/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کے ساتھ خلوت ہوجانے کے بعد باپ سے نکاح؟

سوال (۱۸۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ کی نکاح سے قبل زید کے ساتھ شہوۃً خلوت ہوئی، اس کے بعد ہندہ کا نکاح زید کے والد سے ہوا، تو کیا یہ نکاح باطل ہے؟ اس سے حقوق مرتب ہوتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نکاح سے قبل زید کے ساتھ ہندہ کا شہوت کے ساتھ بوس وکنار وغیرہ پایا گیا ہے، تو ہندہ کا نکاح زید کے والد کے ساتھ درست نہیں ہوا، اَب اگر وہ

رخصت ہوکر زید کے والد کے یہاں چلی گئی ہے، اور زید کے والد اور ہندہ میں خلوتِ صحیحہ پائی گئی ہے، تو زید کے والد پر مہر واجب ہے اور یہ دیکھا جائے گا کہ مقررہ مہر اور اس عورت کے مہرِ مثل میں کس کی مقدار کم ہے، وہی شوہر پر واجب ہوگا، اور اگر خلوت یا وطی نہ ہوئی ہو تو مہر واجب نہ ہوگا۔

والزنا واللمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة. (البحر الرائق ۳/۹۸ کوئٹہ)

وأراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً. (البحر الرائق ۳/۱۰۱ کوئٹہ)

إذا وقع النكاح فاسداً، ...... فإن كان قد دخل بها فلها الأقل مما سمى لها ومن مهر المثل إن كان ثمة مسمىٰ، وإن لم يكن ثمة مسمىٰ فلها مهر المثل بالغاً ما بلغ. (الفتاویٰ التاتارخانية / الفصل التاسع في النكاح الفاسد وأحكامه ٤/٧٧ رقم: ٥٥٧٠ زكريا)

ويجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطء لا بغيره. (الدر المختار) وفي الخانية: لو تزوج محرمه لا حد عليه عند الإمام، وعليه مهر مثلها بالغاً ما بلغ.

(الدر المختار مع الشامي / باب المهر ٤/٢٧٤-٢٧٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳؍۱۱؍۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نابالغہ منکوحہ کا بلوغ کے بعد بغیر طلاق کے دوسرا نکاح کرنا؟

سوال (۱۸۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکی ۷-۸ یا ۹ رسال کی تھی، اس لڑکی کا نکاح باپ نے اپنے بھتیجے (لڑکی کے تائے زاد بھائی) کے ساتھ لڑکے کے وارثین کی رضامندی سے کردیا تھا، جب لڑکی کی عمر ۱۶ رسال کی ہوئی تو آپس میں بگاڑ پیدا ہوگیا، جس کی وجہ سے لڑکی کی رخصتی نہیں ہوئی، کچھ عرصہ کے بعد محلّہ کے چند لوگوں نے ماں باپ کی غیر موجودگی میں دوسری جگہ لڑکی کا نکاح کردیا، یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ یعنی

پہلے نکاح کی طلاق نہیں ہوئی، تو دوسرا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ نے لڑکی کی کم سنی میں جو نکاح کیا ہے وہ شرعاً منعقد ہو چکا ہے، اس نکاح کے باقی رہتے ہوئے اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا قطعاً حرام اور ناجائز ہے، نکاحِ ثانی کرانے والے سخت گنہگار ہیں، آپسی بگاڑ کو ختم کر کے پہلے نکاح کے مطابق لڑکی کی رخصتی کر دینی چاہئے، یا پھر پہلا شوہر اگر بالغ ہو تو اس سے طلاق دلا کر دوسرے سے از سر نو نکاح کرایا جائے۔

وتعلق حق غير بنكاح أو عدة. (الدر المختار مع الشامي ۲۸/۳ کراچی)

لا يجوز لرجل أن يتزوج زوجة غيره. (الفتاویٰ الهندية ۲۸۰/۱) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۱/۱۱/۱۱ھ

داماد کے نو سال تک جدا رہنے کی وجہ سے لڑکی کا نکاحِ ثانی کرانا؟

سوال (۱۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا، تقریباً ۱۲/ یا ۱۳/ روز ایک ساتھ رہے، اس کے بعد کچھ لین دین کے متعلق سسر سے نا اتفاقی ہوگئی، اسی وجہ سے زید دہلی کام کرنے کی غرض سے گیا، ایک سال گذرا، پھر گھر واپس آیا، گھر اپنی بیوی ہندہ سے ملاقات نہیں کی، اسی طرح چار سال تک گھر اور دہلی آمد ورفت جاری رہی، مگر ہندہ سے مطلقاً ملاقات نہ کی، مگر اس چار سال کے بیچ میں ایک دو بار خرچ کے لئے کچھ زید نے دی تھی، چار سال کے بعد ہندہ کے والد نے زید پر مقدمہ دائر کر دیا، اور جان کی دھمکی بھی دی خلع کرانے کے لئے، جس کی وجہ سے زید مزید اور چار سال تک گھر نہیں آیا، مگر گھر والوں کی سسرال والوں سے ملاقات ہوتی رہی، اس بیچ میں زید پکڑا گیا، اور تھانہ میں بند بھی رہا، تو کل ملا کر زید کو اپنی بیوی سے ملے ہوئے تقریباً ۹/ سال کچھ مہینے ہو گئے، حالات سازگار نہیں ہوئے، اور نہ ہی زید کے سسر نے زید کی کوئی شرط پوری کی، اور زید کے بغیر طلاق دئے ہندہ کے

والد نے ہندہ کا دوسرا نکاح بکر کے ساتھ کردیا۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ ہوا یا نہیں، اگر نہیں ہوا تو ان کے والد پر شرعاً کیا حکم عائد ہوتا ہے، اور زید ہندہ کو اپنے گھر لاسکتا ہے یا نہیں، اس کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں زید سے شرعاً طلاق وتفریق حاصل کئے بغیر ہندہ کا بکر کے ساتھ کیا ہوا فرضی نکاح شرعاً منعقد ہی نہیں ہوا، اس طرح بکر اور ہندہ کا آپس میں رہن سہن زنا کاری وبدکاری ہے، ہندہ وبکر کے والدین پر اور بااثر لوگوں پر ضروری ہے کہ اس فرضی نکاح کو ختم کرکے دونوں کے درمیان جلد از جلد تفریق وجدائیگی کراکر اپنے کو غضبِ الٰہی سے بچائیں، اور اس عملِ بد سے توبہ واستغفار کریں۔

أما منكوحة الغير – لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامي ٢٧٤/٤ زكريا)

زید ہندہ کو اپنے گھر لاسکتا ہے، اس طور پر کہ درمیان میں بااثر لوگوں کو ڈال کر صلح وصفائی کرلیں اور پھر ہندہ کو اپنے گھر لے آئے؛ کیوں کہ ہندہ زید کی بیوی ہے۔

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا، اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ [بني اسرائيل: ٣٢]

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على مسلم / كتاب التوبة ٣٥٤/٢، روح المعاني ٢٨ ١٥٩ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۱/۱۱/۲۷ھ

بغیر طلاق کے ڈھائی سال بعد دوسرے شوہر سے نکاح کرنا

سوال (۱۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میں محمد شمشاد ولد ابرار حسین کا اپنی بیوی شاداب بیگم سے پانچ سال سے جھگڑا چل رہا تھا۔ ڈھائی سال پہلے میری بیوی اور اس کے گھر والوں نے مل کر مجھے میرے گھر سے نکال دیا، اَب میں دوسرے مکان میں رہتا ہوں، ڈھائی سال پہلے سے میری اپنی بیوی سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی اور نہ میں نے اس کو کوئی طلاق دی۔ میں نے ایک آدمی کو بھیج کر اس کو بلوایا، تو اس نے جواب دیا کہ میں نے دوسرا نکاح کرلیا ہے۔ تو اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا وہ میری بیوی ہے یا نہیں؟ اور اس کا دوسرے شخص سے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ آپ نے طلاق نہیں دی تو ڈھائی سال تک بیوی سے ملاقات نہ کرنے سے آپ کی بیوی نکاح سے خارج نہیں ہوئی؛ لہٰذا اس درمیان اُس کا دوسرے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اور اگر وہ دوسرے شخص کے ساتھ رہے گی تو سراسر حرام کاری ہوگی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ عطف علی أمهاتكم يعني حرمت عليكم المحصنت من النساء أي ذوات الأزواج لا يحل للغير نكاحهن ما لم يمت زوجها أو يطلقها وتنقضي عدتها من الوفاة أو الطلاق. (تفسير مظهري ٢/ ٦٤)

أما نكاح منكوحة الغير – إلى قوله – لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (شامي ٣/ ١٣٢ کراچی، الفتاویٰ الهندية ١/ ٢٨٠ زکريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/ ۱/ ۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

محرماتِ نسبیہ

سوتیلی نانی سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۸۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور ہندہ میاں بیوی ہیں، ہندہ کے بطن سے خالدہ پیدا ہوئی، پھر خالدہ اور بکر کی شادی ہوئی، خالدہ کے بطن سے عمر پیدا ہوا، اس کے بعد ہندہ کا انتقال ہوگیا، پھر زید نے دوسری شادی آمنہ سے کی، اس کے بعد زید کا بھی انتقال ہوگیا۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمر اور آمنہ کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں نسبی رشتہ کے اعتبار سے آمنہ عمر کی والدہ خالدہ کی سوتیلی ماں یعنی عمر کی نانی ہے؛ لہٰذا اُس کا نکاح آمنہ سے جائز نہیں ہے۔

ولا بامرأة أبيه وأجداده لقوله تعالىٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآءُكُمْ﴾

(الهداية / باب المحرمات ٣٠٨/٢، كذا في مجمع الأنهر ٣٢٤/١ دار إحياء التراث العربي بيروت)

وتحرم عليه جداته من قبل أبيه وأمه، وإن علون بدلالة النص. (بدائع الصنائع / المحرمات بالقرابة ٥٣٠/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۱/۵/۲۴ھ

باپ شریک بھائی بہن میں نکاح؟

سوال (۱۸۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، ایک بیوی کے لڑکا اور دوسری بیوی کی لڑکی، تو کیا اِن دونوں کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ دونوں لڑکا لڑکی چوں کہ باپ شریک بھائی بہن ہیں، لہٰذا اِن دونوں میں نکاح حرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ﴾ [النساء: ۲۲]

وتحرم أخته لأب وأم أو لأحدهما. (مجمع الأنهر / باب المحرمات ۳۲۳/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت)

حرم تزوج أمه وبنته، وإن بعدتا وأخته. قوله: وأخته، للنص الصريح ودخل فيه الأخوات المتفرقات. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱٦٤/۳ زكريا)

قال رحمه اللّٰه: وأخته ...... لأن حرمتهن منصوص عليها في هٰذه الآية، ويدخل الأخوات المتفرقات. (تبيين الحقائق / فصل في المحرمات ٤٦٠/۲ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۴/۶/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں شریک بہن کی بیٹی سے نکاح؟

سوال (۱۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا زینب سے نکاح ہوا، اور اُن دونوں سے ایک بچہ عمر پیدا ہوا، پھر زینب کا انتقال ہوگیا، زینب کے انتقال کے بعد زید نے فاطمہ سے نکاح کیا، فاطمہ اپنے ساتھ پہلے شوہر کی ایک لڑکی عائشہ ساتھ لے کر آئی۔ پھر زید کی پہلی بیوی زینب سے پیدا ہوئے لڑکے عمر کا فاطمہ کے پہلے شوہر کی لڑکی عائشہ کے ساتھ نکاح ہوگیا، جس سے ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئی، اور زید کی دوسری بیوی فاطمہ سے ایک

لڑکا بکر پیدا ہوا، اب زید اور فاطمہ اپنے اِس بچے بکر کا عمر اور عائشہ کی لڑکی رقیہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا بکر اور رقیہ کے درمیان رشتہ مناکحت جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں بکر اور رقیہ کے درمیان نکاح کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ رقیہ بکر کی بھانجی (یعنی ماں شریک بہن عائشہ کی بیٹی) ہے اور ماموں بھانجی میں نکاح جائز نہیں ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿وَاَخَوَاتُکُمْ﴾ **سواء کن لأب وأم أو لأب وأم لإطلاق اسم الأخت.** (بدائع الصنائع / المحرمات بالقرابة ۲/ ۵۳۰ زکریا)

فکل شخصین لا یجوز لأحدهما أن یتزوج الآخر لو کان أحدهما ذکرًا، والآخر أنثی لأجل القرابة لا یجوز الجمع بینهما لتأدیة ذٰلک إلی قطعیة الرحم القریبة. (إعلاء السنن / باب من تحرم من أهل قرابة المرأة ۱۱/ ۳۷ دار الکتب العلمیة بیروت)

وحرم تزوج أمه وأخته وبنتها وبنت أخیه وعمته وخالته للنص الصریح، ودخل فیه الأخوات المتفرقات وبناتهن الأخوان المتفرقین. (بدائع الصنائع ۳/ ۹۳ زکریا، الهدایة ۲/ ۳۰۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

علاتی بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی شادی ہوگئی ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس کے بعد زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا، پھر زید نے دوسری شادی کرلی، کچھ وقت بعد اس کی بیوی گھر سے چلی گئی اور کافی وقت کے بعد پھر واپس گھر آ گئی، معلوم ہوا کہ اس کا چال وچلن اچھا نہیں ہے، اور اب زید کی دوسری بیوی سے چار بچے پیدا

ہوئے، بات پورے یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی کہ چار بچے زید سے ہی پیدا ہیں اس کے چال چلن کی وجہ سے، زید نے اپنی دوسری بیوی کو طلاق دے دی، زید کی پہلی بیوی سے پیدا ہوئی لڑکی کی بھی شادی ہوگئی اور پھر اس لڑکی سے بھی ایک لڑکی پیدا ہوئی، زید کی دوسری بیوی جو بدچلن تھی اس نے چار بچوں کو بانٹ دیا کہ بچہ جو ۱۰؍مہینہ کا تھا اس کو فاروق نے گود لے لیا، اور فاروق کا بیٹا بالغ ہوگیا اور زید کی پہلی بیوی کی لڑکی کی لڑکی سے فاروق کا بیٹا محبت کرنے لگا، اور یہ محبت کافی حد تک پروان چڑھ گئی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ لڑکی زید کی نواسی ہے، کیا فاروق کا بیٹا اس لڑکی سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں زید کا وہ لڑکا جسے فاروق نے اپنا لے پالک بنایا ہے، جس لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے یہ لڑکی اس کی علاتی بہن (زید کی پہلی بیوی کی لڑکی) کی بیٹی یعنی اس کی بھانجی ہے، اور اپنی بھانجی سے نکاح حرام ہے؛ لہٰذا یہ لڑکا مذکورہ لڑکی سے شادی نہیں کرسکتا۔

وابنة الأخ حرام، وهي على ثلاثة أصناف: ابنة الأخ لأب وأم، وابنة الأخ لأب، وابنة الأخ لأم، الأخ والأخت وإن سفلت بالاجماع. (بدائع الصنائع ۳۰٦/۳)

ويحرم بنت أخته لأب وأم أو لأحدهما لقوله تعالىٰ: ﴿وَاَخَوَاتُكُمْ﴾ وفيها لقوله تعالىٰ: ﴿وَبَنَاتُ الْاُخْتِ﴾ وابنة أختيه لأب وأم، أو لأحدهما لقوله تعالىٰ: ﴿وَبَنَاتُ الْاَخِ﴾ وإن سفلن لعموم المجاز أو دلالة النص أو الإجماع. (مجمع الأنهر ۳۲۳/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷؍۳؍۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پاؤں سے معذور بھانجی کا ماموں سے نکاح

سوال (۱۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک لڑکی جو کہ پاؤں سے معذور ہے، اور اس لڑکی کے سگے ماموں نے اپنی بھانجی سے اِسی معذوری کے سبب نکاح کیا، تو کیا معذوری کے سبب ماموں کا بھانجی کے ساتھ نکاح منعقد ہوجاتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ماموں کا سگی بھانجی سے نکاح قطعاً حرام ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، دونوں میں فوراً تفریق لازم ہے۔

قال اللّٰہ تعالی: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالاَتُكُمْ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ﴾. [النساء، جزء آیت: ۲۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۱/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حقیقی بھانجی کی لڑکی سے نکاح

سوال (۱۹۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی حقیقی بہن کی لڑکی کی لڑکی سے نکاح کیا، کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب و باللّٰہ التوفیق: کسی شخص کا اپنی سگی بہن کی نواسی سے نکاح قطعاً حرام ہے؛ کیوں کہ یہ لڑکی اس شخص کے لئے رشتہ میں بھانجی کی لڑکی لگتی ہے، اور بھانجی کی اولاد سے ماموں کا نکاح جائز نہیں، اُن دونوں میں فوراً تفریق لازم ہے ورنہ سخت گنہگار ہوں گے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۳۰۱/۱۱ ڈابھیل، ۴۳۸/۱۶-۴۳۹ میرٹھ)

فتحرم بنات الإخوة والأخوات وبنات أولاد الإخوة والأخوات، وإن نزلن. (شامي ۲۸/۳ کراچی)

وتحرم علیه بنات الأخ بالنص، وهو قوله تعالیٰ: ﴿وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ﴾ **وإن سفلن بالإجماع.** (بدائع الصنائع ۵۷/۲، الفتاویٰ الهندیة ۲۷۳/۱ زکریا)

ويحرم بنت أخته لأب وأم أو لأحدهما، لقوله تعالىٰ: ﴿وَاَخَوَاتُكُمْ﴾ وفيها لقوله تعالىٰ: ﴿وَبَنَاتُ الْاُخْتِ﴾ وابنة أختيه لأب وأم، أو لأحدهما، لقوله تعالىٰ: ﴿وَبَنَاتُ الْاَخِ﴾ وإن سفلن، لعموم المجاز أو دلالة النص أو الإجماع.

(مجمع الأنهر ۱/۳۲۳ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱۰/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اپنی لڑکی کا نکاح اپنے سگے نواسے سے کرنا؟

سوال (۱۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید سے دو بیویوں کی اولاد ہے، پہلی بیوی کی اولاد سے وہ نواسی نواسوں والا ہے، اب وہ خود اپنی ہی لڑکی اپنے نواسے کو دینا چاہتا ہے، جو کہ خود اس کا سگا نواسہ ہے، کیا شرعی اعتبار سے ایسا ممکن ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کا اپنی سگی لڑکی کا سگے نواسے سے نکاح کرنا قطعاً حرام ہے، اس لئے کہ زید کی لڑکی اس کے نواسے کی سگی خالہ ہوتی ہے، اور خالہ سے نکاح قطعاً جائز نہیں ہے۔

وتحرم عليه أخواته وعماته وخالاته بالنص، وهو قوله عزوجل: ﴿وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ﴾ (بدائع الصنائع ۲/ ۵۳۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۲/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ شریک بہن کی پوتی سے نکاح

سوال (۱۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: قطب الدین نامی شخص کا اپنی باپ شریک بہن کی پوتی کے ساتھ تعلق بہت دنوں سے چلا آرہا ہے، جب اس واقعہ کا علم لڑکی کے والدین کو ہوا، تو انہوں نے اپنی لڑکی کی شادی قطب الدین کے ساتھ کردی، شرعاً کرنا کیسا ہے؟ اس بات کو جاننا چاہا، مفتی حضرات سے استفتاء کیا گیا تو سبھوں نے قطب الدین کے نکاح کو اس لڑکی کے ساتھ حرام قرار دیا، والدین نے اس شادی سے انکار کردیا، مگر لڑکی بضد رہی اور اس نے کہا کہ میری شادی اگر ہوگی تو اسی قطب الدین سے، ورنہ میں جان دے دوں گی، لڑکا یعنی قطب الدین کئی اور لوگوں کے تعاون سے لڑکی کو اس کے گھر سے بھگا کر ایک اور جگہ لے گیا، ایک کورٹ میں قطب الدین کی شادی اس لڑکی کے ساتھ ہوگئی، اور اس شہر میں ایک مولوی صاحب نے اس کا نکاح قطب الدین کے ساتھ کردیا، قطب الدین اب اس لڑکی کے ساتھ اپنے گھر میں بیوی شوہر کے بطور رہ رہا ہے، اس بات کی خبر جب بستی والوں کو ہوئی تو انہوں نے فوراً اُن کا مکمل بائی کاٹ کردیا، مگر اب ہمیں اس طرح خبر مل رہی ہے کہ کئی شخص اب بھی قطب الدین سے تعلق رکھے ہوئے ہیں ۔ اب قابلِ دریافت بات یہ ہے کہ قطب الدین کا نکاح اس کی باپ شریک بہن کی پوتی سے جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ شریک بہن بھی رشتہ میں سگی بہن کے مانند ہے؛ لہٰذا بہن کی پوتی قطب الدین کے بھانجے کی لڑکی ہوئی، اور قطب الدین اس لڑکی کا ماموں قرار پایا، بریں بنا قطب الدین کا نکاح اپنی باپ شریک بہن کی پوتی سے قطعاً حرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ﴾. [النساء، جزء آیت: ۲۳] فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

وفروع أبيه وإن نزلن فتحرم بنات الإخوة والأخوات، وبنات أولاد الإخوة والأخوات وإن نزلن. (شامي ٤/٩٩ زكريا)

ويحرم أخته لأب وأم، أو لأحدهما، لقوله تعالى: ﴿وَاَخَوَاتُكُمْ﴾ وبنتها

لـقـولـه تعالى: ﴿وَبَنَاتُ الْأُخْتِ﴾ وإبنة أخيه؛ لأب وأم أو لأحدهما لقوله تعالى: ﴿وَبَنَاتُ الْاَخِ﴾ وإن سفلتا. (مجمع الأنهر ۳۲۳/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت)

أما الأخـوان فـالأخـت لأب وأم والأخت لأب والأخت لأم، وكذا بنات الأخ والأخت وإن سفلن. (الفتاویٰ الهندية ۲۳/۱ زكريا)

وبنات الأخ وبنات الأخت وإن سفلن بالإجماع. (بدائع الصنائع ۵۳۰/۲)

الـقسـم الأول: الـمحـرمات بالنسب وهن الأمهات والبنات والأخوات والـعـمـات والـخالات، وبنات الأخ وبنات الأخت، فهن محرمات نكاحاً ووطأ ودواعيه عـلى التـابيد ...... وكذا بنات الأخ والأخت وإن سفلن. (الـفتاویٰ الهندية ۲۴۳/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۲/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

محرماتِ رضاعت

مدتِ رضاعت

سوال(۱۹۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدتِ رضاعت کتنی ہے؟ جس میں دودھ پلانے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوجاتی ہے، اور حضراتِ صاحبین اور امام شافعی کا اس میں کیا اختلاف ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بچہ کو دودھ پلانے کی مدت ڈھائی سال ہے، جب کہ حضراتِ صاحبینؒ ودیگر ائمہ کے نزدیک مدتِ رضاعت دو سال ہے، دونوں قول مفتی بہ ہیں؛ لیکن قوتِ دلیل اور احتیاط کے اعتبار سے اس مسئلہ میں صاحبین کا قول مختار ہے؛ لہٰذا قانونی طور پر اسی بچہ سے حرمت رضاعت کا تعلق ہوگا جس نے دوسال کے اندر اندر دودھ پیا ہو۔ تاہم اگر دوسال کے بعد اور ڈھائی سال کے اندر اندر دودھ پیا ہے تو بہتر ہے کہ ایسی رضاعی رشتہ داروں میں باہم مناکحت نہ ہو؛ لیکن اگر رشتہ ہوگیا تو اسے ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ (مسائل بہشتی زیور وغیرہ)۔

اِسی طرح اگر کوئی بچہ کمزور ہو تو امام صاحبؒ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اسے ضرورۃً ڈھائی سال تک دودھ پلایا جاسکتا ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ [البقرة، جزء آيت: ۲۳۳]

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه

وسـلـم: لا رضاع إلا ما كان في الحولين. (سنـن الدار قطني ١٠٣/٤ رقم: ٤٣١٨، السنن الكبرىٰ للبيهقي ٧٦٠/٧ رقم: ١٥٦٦٣)

عـن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما يقول: ما كان في حولين وإن كانت مصةً واحدةً تحرم. (المؤطا لإمام محمد ٢٧٦)

وكـان أبوحنيفة يحتاط بستة أشهر بعد الحولين فيقول: يحرم ما كان في الـحـوليـن وبـعدها إلى تمام ستة أشهر، وذٰلک ثلاثون شهرًا، ولا يحرم ما كان بـعـد ذٰلک، ونـحـن لا نـرىٰ أنـه يحرم، ونرىٰ أنه لا يحرم ما كان بعد الحولين. (المؤطا لإمام محمد / باب الرضاعة ٢٧٦)

لـو استـغـنـي فـي حـوليـن حـل الإرضـاع بعدهـا إلى نصف ولا تـأثم...... ومستحب إلى حولين وجائز إلى حولين ونصف. (شامي ٢١١/٣ كراچی)

وحـولان فـقـط عـنـدهـمـا وهـو الأصح، ''فتح'' وبهٖ يفتىٰ كما في تيسير القدوري عن العون. (الـدر الـمـختار مع الشامي ٢٩٢/٤ بيروت، ٣٩٣/٤-٣٩٤ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٣٤٢/١، الفتاوىٰ التاتارخانية ٣٦٦/٤ رقم: ٦٤٣٥ زكريا)

وفـي الشـامـی قـال فـي البـحـر: لا يـخـفـى قوة دليلهما، فإن قوله تعالىٰ: ﴿وَالْـوٰلِـدٰتُ يُرْضِعْنَ﴾ [البقرة: ٢٣٣] يـدل عـلـى أنـه لا رضاع بعد التمام. (شامي ٢٩٤/٤ دار إحياء التراث العربي بيروت، ٢٠٩/٣ کراچی، ٣٩٧/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرمتِ رضاعت کی علت

سوال (۱۹۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدتِ رضاعت میں اگر کوئی بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے، تو اس کی وجہ سے اُن کے درمیان

حرمت کیوں ثابت ہوتی ہے؟ شریعت میں حرمتِ رضاعت کی کیا بنیاد اور علت ہے؟ اور اس کی کیا حکمت ہے؟ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں اس کی کیا کیا حکمتیں بیان فرمائی ہیں؟ اس کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس طرح نسبی رشتہ میں زوجین کے نطفہ کو اصل قرار دے کر نسبی حرمتیں جاری کی گئی ہیں اسی طرح ایامِ رضاعت میں بچہ کو دودھ پلانے کو بھی اس کے لئے نشوونما کا بنیادی ذریعہ قرار دے کر اس سے جزئیت ثابت کی گئی ہے، اور یہ اسلام کی طرف سے رشتوں کے احترام کی اور انسانیت کی تعظیم کا بہترین نمونہ ہے؛ کیوں کہ اسلام اس کو گوارہ نہیں کرتا کہ جس بچے یا بچی کی تعمیر اور بنیادی نشو ونما میں جس عورت یا مرد کا جزء شامل رہا ہو اسے نظر انداز کر دیا جائے؛ بلکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جیسے حقیقی ماں باپ کے بنیادی احسان کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح جس عورت نے ایامِ رضاعت میں اپنا دودھ (خونِ جگر) پلایا ہو، اور جو مرد (مرضعہ کا شوہر) اس دودھ کے اترنے کا سبب بنا ہو، اسے بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، اور آئندہ رشتہ داریوں میں ان کے احترام کو تقریباً اسی طرح ملحوظ رکھا جائے گا جیسے حقیقی ماں باپ کے رشتہ داروں میں اسے ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

والمعنی في ذٰلک أن الماء أصل فی التکوین، واللبن أصل فی النماء والزیادۃ فجری الماء من أصل التکوین مجری الوصف من الأصل ومجری الحق من الحقیقۃ، والحرمات مما یحتاط في اثباتھا، فالحق ألحق بالحقیقۃ والوصف بالأصل. (المحیط البرهاني ۹۳/۴)

علاوہ ازیں اس بارے میں حضرۃ الاستاذ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم مزید افادات کے ساتھ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اورحرمتِ رضاعت کی تین وجوہ ہیں:

پہلی وجہ:- — علاقہ جزئیت وبعضیت —جس عورت نے دودھ پلایا ہے وہ ماں کے مشابہ ہے؛ کیوں کہ اس کے دودھ سے بچے کے جسم کے اخلاط اور اس کا ڈھانچہ تیار ہوا ہے۔فرق اتنا ہے کہ ماں نے بچہ کو پیٹ میں رکھ کر پالا ہے اور انّا (رضاعی ماں) نے باہر بچہ پر دودھ بہایا ہے، اور بچہ کی شروع زندگی میں اس کی حیات کا سامان کیا ہے، پس دونوں کے جسم کے اجزاء سے بچہ کا جسم تیار ہوتا ہے، یہی علاقۂ جزئیت وبعضیت ہے، اور جزء سے انتفاع حرام ہے، اس لئے رضاعت سے حرمت پیدا ہوتی ہے۔پس انّا بھی دوسرے درجہ کی ماں ہے، اور اس کی اولاد دوسرے درجہ کے بھائی بہن ہیں، اور یہی حال دوسرے رشتوں کا ہے۔

دوسری وجہ:- — ماں جیسی بے تکلفی — دودھ پلانے والی (ماں) بچے کی پروش میں مشقت برداشت کرتی ہے، اور بچے کے ذمہ اس کے حقوق ثابت ہوتے ہیں، اور انّا بچپن میں بچہ کے جسم کا ہر جزء دیکھ چکی ہے، غرض اس سے ماں جیسی بے تکلفی رہ چکی ہے، پس ایسی عورت کو نکاح میں لانا اور اس کو جورو بنانا فطرتِ سلیمہ کے خلاف ہے۔بعض چوپایوں تک کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی ماں یا دودھ پلانے والی کی طرف جنسی التفات نہیں رکھتے، انسان تو انسان ہے؟ پس اس کے لئے یہ بات کیسے روا ہوسکتی ہے کہ اپنی انّا یا اس کے اصول وفروع کو اپنی جورو بنائے؟

تیسری وجہ:- — عربوں کے تصورات کا لحاظ — عرب اپنی اولاد کو قبائل میں دودھ پلواتے تھے، بچہ ان میں جوان ہوتا تھا، اور محارم کی طرح ان کے ساتھ میل جول رکھتا تھا، چناں چہ عربوں کے تصورات میں دودھ پلانا بھی نسب ہی کی طرح کا رشتہ تصور کیا جاتا تھا، اس لئے ضروری ہوا کہ ان تصورات کا لحاظ کیا جائے، اور رضاعت کو نسب پر محمول کیا جائے، یعنی اس کو بھی بحکم نسب رکھا جائے۔حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے۔فرمایا: دودھ پینے سے وہ سب رشتے حرام ہوتے ہیں جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں'' یعنی رضاعت بحکم ولادت ہے۔(ماخوز: رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغۃ ۸۸/۵-۸۹)

ومنها: الرضاعة: فإن التي أرضعت تُشبِه الأمَّ، من حيث أنها سببُ اجتماع أمشاج بنيته وقيام هيكله، غير أن الأم جمعت خِلقته في بطنها، وهٰذه ردت عليه سدَّ رَمَقِه في أول نشأته، فهي أم بعد الأم، وأولادُها إخوة بعد الإخوة.

وقد قاستْ في حضانته ما قاست، وقد ثبت في ذمته من حقوقها ما ثبت، وقد رأت منه في صِغَره ما رأت، فيكون تملُّكُها والوثوبُ عليها مما تمُجُّه الفطرةُ السليمة، وكم من بهيمة عجماءَ لا تلتفت إلى أمها أو إلى مرضعتها هٰذه اللفتة، فما ظنک بالرجال؟

وأيضًا: فإن العرب كانوا يسترضعون أولادَهم في حي من الأحياء، فيَشبُّ فيهم الوليدُ، ويخالطُهم كمخالطة المحارم، ويكون عندهم للرضاعة لُحمةٌ كلحمة النسب: فوجب أن يُحمل على النسب، وهو قوله صلى اللّٰه عليه وسلم: "يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة". (حجة اللّٰه البالغة مع رحمة اللّٰه الواسعة ۸۹/۵ مکتبہ حجاز دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رضاعت کی بنیاد پر حرام عورتیں؟

سوال (۱۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رضاعت کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں کون کون ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رضاعی قرابت کی بنیاد پر درج ذیل عورتیں حرام قرار پاتی ہیں:

(۱) رضاعی ماں، دادی، نانی (اوپر تک) (۲) رضاعی لڑکی، پوتی، نواسی (نیچے تک)۔

عـن عـلـي رضـي الـلّٰه عنه أنه قال: لا تنكح من أرضعته امرأة أبيک، ولا امرأة أخيک ولا امرأة ابنک. (بدائع الصنائع / کتاب الرضاع ٦٨/٥، دار الكتب العلمية بيروت)

يـحـرم عـلـى الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والـرضـاع جميعاً، حتى أن المرضعة لو ولدت من هٰذا الرجل أو غيره، قبل هٰذا الإرضاع، أو بعده، أو أرضعت رضيعًا أو ولدت لهٰذا الرجل من غير هٰذه المرأة، قبل هٰذا الإرضاع أو بعده، أو أرضعت امرأة من لبنه رضيعًا، فالكل إخوة الرضيع وأخواته، وأولادهم أولاد إخوته وأخواته. (الفاوىٰ الهندية / کتاب الرضاع ٣٤٣/١ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٣٦٢/٤ رقم: ٦٤٢٢ زكريا)

ويثبـت أمـومية الـمرضعة للرضيع، وأبوّة زوج مرضعة، إذا كان لبنها منه له، وإلا لا. (الدر المختار / باب الرضاع ٢١٣/٣ كراچى)

(۳) رضاعی بہن، خواہ حقیقی ہو یا علاتی (باپ شریک) ہو یا اخیافی (ماں شریک)۔

عـن ابـن عبـاس رضي اللّٰه عنهما قال: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم في بـنـت حـمزة: لا تحل لي، يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب، هي بنت أخي من الرضاعة. (صـحيـح البخاري، الشهادات / باب الشهادة على الأنساب والرضاع المستفيض ٣٦٠/١ رقم: ٢٥٧١، صحيح مسلم، الرضاع / باب تحريم الرضاعة من ماء الفحل ٤٦٧/١ رقم: ١٤٤٥)

عـن عبـد اللّٰه بن عباس رضي اللّٰه عنهما سئل عن رجل كانت له امرأتان، فـأرضـعـت إحـداهـمـا غـلامـاً، وأرضـعـت الأخرى جارية، فقيل: يتزوج الغلام الـجـارية، فقال: لا، اللقاح واحد. (السـنـن الـكبـرىٰ للبيهقي، كتاب الرضاع / باب يحرم من الرضاع ٤٥١/١١ رقم: ١٦٠٤٢)

ولا حل بين الرضيعة وولد مرضعتها. (شامي ٢١٧/٣ كراچى، البحر الرائق ٢٢٨/٣ كوئٹه)

(۴) رضاعی بھتیجی، بھانجی (نیچے تک)۔

(۵) رضاعی پھوپھی اور خالہ اور اپنے ماں باپ کی پھوپھی اور خالہ خواہ حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی، اسی طرح دادا اور دادیوں کی اولادیں۔ (اوپر تک)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا يُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ. (صحيح البخاري ٧٦٤/٢ رقم: ٤٩٠٨، صحيح مسلم ٤٦٦/١ رقم: ٣٥٤٧، سنن النسائي ٦٧/٢ رقم: ٣٢٥١)

كل امرأة حرمت من النسب حرم مثلها من الرضاع وهن الأمهات والبنات والأخوات والعمات والخالات وبنات الأخ وبنات الأخت ولأن الأمهات والأخوات منصوص عليهن والباقيات يدخلن في عموم لفظ سائر المحرمات ولانعلم في هذا خلافاً. (المغني لإبن قدامة ٤٧٦/٧، إعلاء السنن ١٢٣/١١)

(٦) اگر دودھ پینے والا بچہ ہے تو اس کی بیوی بچہ کے رضاعی باپ پر حرام ہوگی، اور اگر دودھ پینے والی بچی ہے تو اس کا شوہر بچی کی رضاعی ماں پر حرام ہوگا۔

وامرأة الرضيع حرام على الرجل. (الفتاویٰ الهندية ٣٤٣/١، الفتاویٰ التاتارخانية ٣٦٢/٤ زكريا)

(۷) دودھ پینے والے بچہ کی اولادیں مرضعہ کے اصول وفروع پر حرام ہیں۔

(۸) اپنی منکوحہ عورت کی رضاعی اصول سے بھی نکاح حرام ہے۔ (علم الفقہ ۶/۵۱)

نوٹ:- بعض فقہاء نے رضاعی رشتہ داریوں کے بارے میں فارسی کا ایک نہایت جامع شعر نقل کیا ہے، جو یاد رکھنے کے قابل ہے:

از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند ❖ وز جانب شیرخوارہ زوجان وفروع

ترجمہ:- دودھ پلانے والی عورت کی طرف سے اس کے سب خاندان والے رشتہ دار بن جاتے ہیں اور دودھ پینے والے بچہ کی طرف سے وہ خود اور دونوں میاں بیوی اور ان کی اولادیں محرم رشتہ دار بنتی ہیں۔ (شرح وقایہ، کتاب الرضاع ۲/۶۷، علم الفقہ، از امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ ۶/۵۰، مجموعہ قوانین اسلامی ۵۵)

اب اسی اصول کے اعتبار سے فقہاء نے بہت ساری صورتیں نکالی ہیں جن میں حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی، مثلاً: رضاعی بچے کے نسبی ماں باپ یا رضاعی بہن کی نسبی یا رضاعی بھائی بہن وغیرہ، اس اعتبار سے دسیوں صورتیں نکالی جاسکتی ہیں۔ (تفصیل دیکھئے: درمختار مع الشامی زکریا ۴/۴۰۸، غایۃ الاوطار ۲/۹۴-۹۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رضاعی باپ سے نکاح؟

سوال (۱۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدتِ رضاعت میں ایک عورت کا دودھ پینے کی وجہ سے مرضعہ اور رضیع کا رضاعی ماں اور بیٹا بن کر اِسی طرح دودھ پینے والوں کا آپس میں رضاعی بہن بھائی بن کر حرام ہونا سمجھ میں آتا ہے کہ اُن میں مرضعہ اور رضیع یا ایک مرضعہ کے دو رضاعی اولاد کی طرح ہوکر حرمت ہے؛ لیکن مرضعہ کے شوہر سے شریعت میں رضیع کی حرمت کیوں ہے؟ جب کہ مرضعہ کی دوسری اولاد جو رضیع کے ساتھ رضاعت میں شریک نہ ہوں کے درمیان حرمت نہیں ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شوہر عورت کے دودھ اترنے کا سبب بنے، مثلاً اس کے جماع سے اس کی بیوی کے یہاں بچہ کی پیدائش ہوئی ہو، تو اگر یہ عورت ایامِ رضاعت میں کسی دوسرے بچے یا بچی کو دودھ پلادے گی تو اس عورت کا مذکورہ شوہر اس دودھ پینے والے بچے یا بچی کا رضاعی باپ قرار پائے گا اور اس سے اور اس کے اصول وفروع سے نکاح حلال نہ ہوگا۔

عن عائشۃ رضي اللّٰہ عنہا قالت: استأذن علي أفلح فلم آذن لہ، فقال: أتحجبین مني و أنا عمّک؟ فقلت کیف ذٰلک؟ فقال: أرضعتک امرأۃ أخی بلبن أخي، فقالت: سألت ذٰلک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال: صدق أفلح ائذني

له. (صحيح البخاري، الشهادات / باب الشهادة على الأنساب والرضاع المستفيض ۳٦۰/۱ رقم: ۲٥۷۰)

زوج مرضعةٍ لبنا منه أبٌ للرضيع، وابنه أخ للرضيع، وإن كان من امرأة أخرىٰ، وبنته أخت وأخوه عم له، وأخته عمة له. (فتح المعين / كتاب الرضاع ۹۸/۲ كراچی، بحواله: تعليقاتِ فتاویٰ محموديه ۳٤۸/۱۱ ڈابھیل)

والتحريم بالرضاع كما يثبت من جانب المرأة يثبت من جانب الرجل، وهو الزوج الذي نزل لبنها بوطئهٖ وتسميه الفقهاء لبن الفحل، وبيانه أن المرأة إذا أرضعت بلبن حدث من حمل رجل فذٰلک الرجل أب الرضيع، لا يحل لذٰلک الرجل نكاحها إن كانت أنثى. (المحيط البرهاني ۹٤/٤، الفتاویٰ تارتاخانية ۳٦۲/٤ رقم: ٦٤۲٤ زكريا، الفتاویٰ الهندية ۳٤۳/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۴۳٦ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منکوحہ عورت کا ولادت کے بغیر کسی بچہ کو دودھ پلانا؟

سوال (۲۰۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی عورت کو شادی کے بعد دودھ اُتر آیا، جب کہ اَبھی اس کے بطن سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا، اور وہ دودھ اس نے کسی بچی کو پلادیا، تو اس بچی اور عورت کے شوہر کے درمیان حرمتِ رضاعت ہوجائے گی، اور کیا اُس کا شوہر بچی کا رضاعی باپ بن جائے گا؟ اور رضاعت کی بنیاد پر حرام ہونے والے رشتوں کی حرمت اس سے ثابت ہوجائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عورت منکوحہ تھی؛ لیکن اتفاقاً ولادت کے بغیر اس کا دودھ اتر آیا اور اس نے کسی بچے یا بچی کو دودھ پلادیا، تو ایسی صورت میں اس عورت کا شوہر اس دودھ پینے والے بچہ کا رضاعی باپ نہ بنے گا، اور شوہر کے اصول وفروع بچہ پر حرام نہ ہوں گے؛

لیکن ماں سے حرمتِ رضاعت کا رشتہ حسبِ قاعدہ ثابت ہوگا۔

وکذٰلک إذا تزوج امرأة ولم تلد منه قط ثم نزل لها اللبن، فإن هٰذا اللبن من هٰذه المرأة دون زوجها حتی لو أرضعت صبیاً لا یحرم علی ولد هٰذا الزوج من غیر هٰذه المرأة. (الفتاویٰ التاتارخانیة ٣٦٣/٤ رقم: ٦٤٢٦ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ٣٤٣/١ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بن بیاہی عورت کا دودھ بھی موجبِ حرمت ہے

سوال (۲۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی کنواری لڑکی کی پستانوں میں شادی سے پہلے ہی دودھ اُتر آیا، اور وہ دودھ اُس نے کسی بچے کو پلا دیا، تو کیا اُس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوجائے گی؟ اگر اُس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے، تو اس کی حرمت کہاں ظاہر ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر باکرہ (بن بیاہی) عورت کا دودھ اتر آئے بشرطیکہ اس کی عمر ۹؍ سال سے زیادہ ہو، اور وہ کسی بچے یا بچی کو ایامِ رضاعت میں دودھ پلا دے تو اس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوجائے گی۔

پس اگر مذکورہ باکرہ عورت کا بعد میں کسی مرد سے نکاح ہو تو اگر وہ تنہائی سے قبل اُسے طلاق دیدے، تو اس مرد کے لئے مذکورہ عورت سے دودھ پینے والی بچی سے نکاح حرام نہ ہوگا؛ لیکن اگر اس عورت سے دخول ہوجائے تو اب وہ بچی اس مرد کے لئے حرام ہوگی؛ کیوں کہ یہ اس کی ربیبہ بن جائے گی۔

والبکر إذا نزل لها لبن تعلق به من الحرمة ما یتعلق بلبن الثیب. (المحیط البرهاني

۹۷/٤، الفتاویٰ تاتارخانية ٣٦٨/٤، رقم: ٦٤٣٩ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٣٤٤/١، البحر الرائق ٢٢١/٣)

قال في الأجناس: وفائدته لو تزوج بزوج وطلقها قبل أن يدخل بها له أن يتزوج بهٰذه الصبية، ولو دخل بها والمسئلة بحالها لا يجوز له أن يتزوج بهٰذه الصبية؛ لأنها الربيبة المدخولة. (المحيط البرهاني ٩٧/٤، الفتاویٰ التاتارخانية ٣٦٨/٤ رقم: ٦٤٣٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچہ کے منہ میں نلکی یا چمچہ سے عورت کا دودھ ڈالنا؟

سوال (۲۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر بچہ یا مرضعہ کی بیماری یا فطری طریقہ پر بچہ کے دودھ پینے سے عاجز ہونے کی وجہ سے کسی عورت کا دودھ برتن میں نکال کر یا نلکی وغیرہ کے ذریعہ بچہ کے منہ میں ڈالا جائے، تو اُس سے اُن دونوں کے درمیان حرمتِ رضاعت ثابت ہوجائے گی، یعنی اگر کئی بچوں کو یہ دودھ پلایا جائے، تو کیا سب ایک دوسرے کے رضاعی بہن بھائی ہوکر حرام ہوجائیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی عورت کا دودھ برتن میں نکال کر بچہ کو (شیشی وغیرہ کے ذریعہ) پلایا گیا تو بھی حرمت ثابت ہوجائے گی۔ اسی طرح اگر عورت کا دودھ نکال کر بچہ کی ناک میں نلکی کے ذریعہ ٹپکایا گیا تو اس سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہوجائے گی۔

عن الشعبي قال: ما كان من رضاع أو سعوط في السنتين فهو رضاع، وما كان بعد فليس برضاع. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب النكاح / باب من قال لا يحرم من الرضاع إلا ما كان في الحولين ٢٩٧/٩ رقم: ١٧٣٤٧، سنن سعيد بن منصور، كتاب الرضاع / باب ما جاء في ابنة الأخ من الرضاعة ٢٤١/١ رقم: ٩٧٣)

وتثبت حرمة الرضاع بالسعوط والوجور؛ لأنه مما يتغذى الصبي فالسعوط يصل إلى الدماغ فيتقوى به والوجور يصل إلى الجوف، فيحصل به النشوء. (المحيط البرهاني ٩٧/٤، الفتاویٰ التاتارخانية ٣٦٨/٤ رقم: ٦٤٤١ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٣٤٤/١ زكريا، البحر الرائق ٢٢٩/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۱۰/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کے دودھ کا دہی یا پنیر بنادیا؟

سوال (۲۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر خالص دودھ کے بجائے عورت کے دودھ کو پکا کر اُس کی دہی یا پنیر وغیرہ بنالیا جائے تو کیا اس دہی اور پنیر کے کسی بچہ کے کھانے کی وجہ سے حرمت رضاعت کا تحقق ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عورت کا دودھ نکال کر اس کی دہی یا پنیر وغیرہ بنادیا پھر بچہ کو کھلایا تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

ولو جعل اللبن مخيصاً أو رائباً أو شيرازاً أو جبناً أو أقطاً أو مصلاً فتناوله الصبي لا يثبت التحريم؛ لأن اسم الرضاع لا يقع عليه. (الفتاویٰ الهندية ٣٤٥/١ زكريا)

الأول أن يكون مائعاً بحيث يصح أن يقال فيه: إن الصبي قد رضعه أما إذا عمل جبناً أو قشدة أو رائباً أو نحو ذٰلک وتناوله الصبي فإنه لا يتعلق به التحريم لأن إسم الرضاع لا يقع عليه في هٰذه الحالة فلا يقال إن الصبي رضع هٰذا اللبن وإنما يقال له أكله. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل ٩١٩، البحر الرائق ٢٢٨/٣ كوئٹه، شامي ٣٠٣/٤ بيروت، ٤١٣/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۱۰/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورتوں کے دودھ کا بینک قائم کرنا؟

سوال (۲۰۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورتوں کے دودھ کا بینک قائم کرنا کیسا ہے؟ جیسا کہ آج کل مغربی ممالک میں یہ طریقہ رائج ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج مغربی ممالک میں بکثرت بچوں کے اسپتالوں میں عورتوں کا دودھ نکلوا کر رکھا جاتا ہے، اور ضرورت کے وقت اسپتال میں داخل بچوں کو قیمۃً فروخت کر کے پلایا جاتا ہے، تو شریعت میں اس طرح انسانی دودھ جمع کرنا اور بے احتیاطی کے ساتھ بچوں کو پلانا اور بیع وشراء کرنا جائز اور پسندیدہ نہیں ہے، خاص کر اس لئے بھی کہ اس کی وجہ سے حرمتِ رضاعت کے معاملات مشتبہ ہوسکتے ہیں؛ کیوں کہ جن عورتوں کا دودھ بچوں کو پلایا جائے گا ان سب سے بچہ کا رشتہ رضاعت ثابت ہوجائے گا، اور بڑے ہونے کے بعد کچھ امتیاز نہ رہے گا۔ (ملخص: مسائل بہشتی زیور ۴؍ ۵۰)

اِس بارے میں اِسلامک فقہ اَکیڈمی کے چوبیسویں فقہی سیمینار (منعقدہ ۱-۳؍ مارچ **2015**ء بمقام کیرالہ) نے درج ذیل اَلفاظ میں تجویز منظور کی ہے، ملاحظہ ہو:

’’اِنسانی دودھ کا بینک قائم کرنا جائز نہیں، اگر بینک قائم ہو، تو اُس میں دودھ جمع کرنا اور اُس میں کسی طرح کا تعاون کرنا بھی جائز نہیں ہے‘‘۔

المستفاد: والواجب علی النساء أن لا یرضعن کل صبي من غیر ضرورۃٍ، وإذا أرضعن فلیحفظن ذٰلک ولیشھرنہ ویکتبنہ احتیاطًا. (شامي ٤/٢٩٦ بیروت، ٤/٤٠٢ زکریا، البحر الرائق ٣/٢٢٢ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ١/٣٤٥ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲؍۱۰؍۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

محض پستان بچے کے منہ میں ڈالنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی

سوال (۲۰۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت جوشادی شدہ ہے، اس کوآخری بچہ کی ولادت ۱۹۷۰ء میں ہوئی، اس وقت اس عورت کی عمر ۳۹ر سال تھی، اس کے بعد ۱۹۸۳ء میں اس نے اپنے شوہر کے پوتے کو مدتِ رضاعت میں ڈیڑھ سال دودھ پلانے کے لئے اپنے پستان سے اس کو بار بار لگایا، اب وہ مرضعہ ۲۰۰۷ء میں ایسا کہتی ہے کہ ''میں نے اس بچہ کو اپنا پستان منہ میں دیا کرتی تھی، مگر اس وقت میرا دودھ خشک اور بند ہو چکا تھا، اس لئے بچہ اگرچہ میرا پستان منہ میں لیا کرتا تھا، مگر میرا دودھ بند اور خشک ہو جانے کی وجہ سے اس نے پیا نہیں ہے'' مذکورہ صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور یہ عورت اس بچہ کی رضاعی ماں شمار ہوگی یا نہیں؟

نوٹ:- مذکورہ بچہ کا رشتہ نکاح اس کے نسبی چچا کی لڑکی سے کرنے کی گفتگو جاری ہے؛ لہٰذا اُمید ہے کہ زحمت فرما کر حوالہ کتب کے ساتھ جلد از جلد جواب ارسال فرمائیں گے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی دودھ پیتے بچے کے منہ میں کسی عورت کا اپنا پستان ڈال دینا حرمتِ رضاعت کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؛ بلکہ یہ تحقیق ضروری ہے کہ بچے کے پیٹ میں اس عورت کا دودھ داخل ہوا ہے یا نہیں؟ اور مسئولہ صورت میں چوں کہ خود عورت اس بات کی مدعی ہے کہ جب میں بچے کے منہ میں اپنا پستان ڈالتی تھی اس وقت میرا دودھ بند ہو چکا تھا، اور بظاہر اس کے دعوی کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس کے یہاں آخری بچہ کی ولادت اس واقعہ سے تیرہ سال پہلے ہوئی ہے، اس لئے اس عورت کے دعوی کو قبول کیا جائے گا، اور یہ عورت اس بچہ کی رضاعی ماں شمار نہیں ہوگی، اور اس بچے کا اپنی نسبی چچا کی لڑکی سے نکاح حرام نہ ہوگا۔

امرأة كانت تعطي ثديها صبية واشتهر ذٰلک بينهم، ثم تقول: لم يكن في

ثديي لبن حين ألقمتها ثديي، ولم يعلم ذٰلک إلا من جهتها جاز لابنها أن يتزوج بهذه الصبية. (شامي ٤٠١/٤ زكريا، كذا في البحر الرائق ٢٢٢/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رضاعی بہن کی بہن سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۰٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: غلام رسول کی ماں کا دودھ حسینہ (جو اس کی خالہ زاد بہن ہے) نے مدتِ رضاعت میں پیا تھا، تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا غلام رسول کے لئے حسینہ کی دوسری بہن سے شادی کرنا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غلام رسول اپنی رضاعی بہن حسینہ کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے، شرعاً اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

ولو لم ترضع التي لها البنات ولكن أرضعت المرأة التي لها البنون بنتاً من بنات المرأة الأخرىٰ، فلا يجوز لأحد من البنين أن يتزوج بتلک البنت خاصة ولهم أن يتزوجوا بسائر البنات ...... ويجوز للرجل أن يتزوج بأخت أخيه من الرضاع؛ لأنه يجوز أن يتزوج بأخت أخيه من النسب، وذٰلک مثل الأخ من الأب، إذا كان له أخت من أمه جاز؛ لأنه من أبيه أن يتزوجها. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣٦٥/٤ زكريا، مجمع الأنهر ٥٥٤/١ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۹/۲/۱۴۱۲ھ

رضاعی بہن سے نکاح جائز نہیں

سوال (۲۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شہنازا ور گلناز دو بہنیں ہیں، شہناز نے گلناز کی لڑکی خنسا خاتون کو دودھ پلایا تھا، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ شہناز کے بڑے لڑکے توقیر عالم سے خنسا کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ چھوٹے لڑکے توصیف عالم کو مدت شیر خوارگی میں دودھ پلایا گیا ہے؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں توقیر عالم کا نکاح اپنی رضاعی بہن خنسا کے ساتھ جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ خنساء شہناز کی سگی بیٹی کے درجہ میں ہے، اور شہناز کے کسی لڑکے کا اس سے نکاح جائز نہیں ہے۔

ولاحل بين رضيعي امرأة لكونهما أخوين، وإن اختلف الزمن (الدر المختار) حتى لو كان أحدهما أنثى لايحل النكاح بينهما، كما ذكره مسكين.

(شامي ٤/ ٤١٠ زكريا)

كل صبيين اجتمعا على ثدي امرأة واحدة، لم يجز لأحدهما أن يتزوج بالأخرى. (الهداية / كتاب الرضاع ٢/ ٣٥١ شركة علمية، كذا في الرد المحتار، كتاب النكاح / باب الرضاع ٣/ ٣١٧ كراچی، وكذا في ملتقى الأبحر / كتاب الرضاع ١/ ٥٥٤ كوئٹه)

وكل صبيين (يريد صبيًا وصبية فغلب المذكر في التشبة كالقمرين ...... اجتمعا على ثدي امرأة واحدة لم يجز لأحدهما أن يتزوج بالأخرى. (فتح القدير / كتاب الرضاع ٣/ ٤٥٠ بيروت، الدر المختار مع الشامي / كتاب الرضاع ٣/ ٢١٧ دار الفكر بيروت، الهداية ٢/ ٣٥١، مجمع الأنهر ١/ ٥٥٤ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۲/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَپنے بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۰۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اَنور حسین شاہ ومزمل حسین شاہ دونوں حقیقی بھائی ہیں، شاہدہ بیگم نے اپنی بیٹی زرین اورمزمل حسین کو ایامِ رضاعت میں دودھ پلایا تھا، اب شاہدہ بیگم اپنی بیٹی رزین کی شادی اَنور حسین موصوف کے ساتھ کرنے جارہی ہے، ایک ملاجی نے اُس کو جائز کہا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: انور حسین شاہ اپنے بھائی مزمل حسین شاہ کی رضاعی بہن زرین سے نکاح کرسکتا ہے، شرعاً اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے، یہاں حرمتِ رضاعت صرف مزمل حسین شاہ تک محدود ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۲/۱۱۲-۱۱۴، بہشتی زیور ۴/۱۹، امداد الاحکام ۴/۱۱۵)

ویجوز أن یتزوج الرجل بأخت أخیه من الرضاع. (الهدایة ۲/۳۵۱)

وتحل أخت أخیه رضاعاً. (الدر المختار علی هامش الرد المحتار ٤/٤١٠ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ١/٣٤٣ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۵/۱/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تائی کا اپنی بھتیجی کو دودھ پلاکر اپنے لڑکے کی اس سے شادی کرنا؟

سوال (۲۰۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تائی نے اپنی حقیقی بھتیجی کو دودھ پلایا اور پرورش کی، اب وہ اس لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے کرنا چاہتی ہے، تو کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تائی کے جس لڑکے نے چچا کی اس لڑکی کے ساتھ دودھ پیا ہے، اِن دونوں کا آپس میں نکاح ناجائز ہے؛ کیوں کہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہوگئے۔

(مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۷/۳۹۷)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:

يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة. (مشكاة المصابيح / باب المحرمات، الفصل الأول ۲۷۳/۲، سنن ابن ماجة / باب ما يحرم من الرضاع وما يحرم من النسب ۳۹)

فيحرم منه : أي بسبب ما يحرم من النسب. (الرد المحتار / باب الرضاعة ۲۱۳/۳ کراچی، وكذا في إعلاء السنن / كتاب الرضاع ۱۲۳/۱۱ کراچی)

يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب. (الهداية ۳۱۱/۲، شامي ٤۰۲/٤ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پھوپھی کا دودھ پینے کے بعد اُس کی لڑکی سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے پانچویں نمبر کی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ اپنی پھوپھی کا دودھ پیا، اب زید اپنی پھوپھی رضاعی ماں کی نویں لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا شرعاً دونوں کے مابین یہ نکاح درست ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پھوپھی کا دودھ پینے کی وجہ سے زید کی پھوپھی اس کی رضاعی ماں بن گئی ہے، اور پھوپھی کی سب لڑکیاں اس کی رضاعی بہنیں قرار پائی ہیں؛ لہٰذا زید کا اپنی پھوپھی کی کسی بھی لڑکی سے نکاح کرنا شرعاً حلال نہیں ہے۔

ولا حل بين الرضيعة وولد مرضعتها أي التي أرضعتها (الدر المختار) لم يكن للإبن المرتضع من أم البنات أن يتزوج واحدة منهن. (شامي ۳۰۱/٤ بيروت)

ولا حل بين رضيع وولد زوج لبنها: أي لبن المرضعة منه: أي من الزوج بأن نزل بوطئه فهو: أي ذٰلک الزوج أب للرضيع، وابنه: أي ابن زوج المرضعة

أخٌ للرضيع، وإن كان من امرأة أخرىٰ وبنته أختٌ للرضيع وإن كانت من امرأة أخرىٰ. (مجمع الأنهر / كتاب الرضاع ۱/۳۷۷-۳۷۸ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۷/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالتِ کفر میں دودھ پی کر بننے والے رضاعی ماموں سے بھانجی کا نکاح؟

سوال (۲۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالدہ اور رشید کی شادی ہوئی، جن سے ایک لڑکی حسینہ ہوئی، کچھ عرصہ بعد خالدہ نے اپنے شوہر کو چھوڑ کر ایک غیر مسلم مرد کے ساتھ شادی کر لی اور اس کے اس شادی میں بھی ایک لڑکا ہوا، گویا کہ یہ غیر مسلم لڑکا خالدہ کے پہلے شوہر سے جو لڑکی حسینہ تھی، اس کا دودھ شریک بھائی ہے؛ کیوں کہ دونوں کی ماں ایک ہی ہے، اگر چہ حسینہ نے ایمان کی حالت میں اور مذکورہ لڑکے نے کفر کی حالت میں خالدہ سے دودھ پیا ہو، کچھ عرصہ بعد حسینہ کی شادی ہوئی اور اس میں ایک لڑکی ہوئی، جس کا نام واجدہ ہے، مسئلہ یہ پیش آیا کہ خالدہ کی جو دوسری شادی میں لڑکا تھا وہ حسینہ کو بہن کہہ کر پکارتا اور اس کے گھر آتا جاتا رہتا تھا، اسی دوران واجدہ سے اس کے ناجائز تعلقات ہوگئے، جس کی وجہ سے واجدہ حاملہ بھی ہوگئی اور وضع حمل بھی ہوگیا، اب وہ غیر مسلم لڑکا جو کہ لڑکی کا رضاعی ماموں بھی بنتا ہے (چوں کہ واجدہ اس کی دودھ شریک بہن کی لڑکی ہے) مسلمان ہوکر واجدہ سے شادی کرنا چاہتا ہے، کیا مذکورہ صورت میں واجدہ سے اس کی شادی جائز ہے؟ اشکال اس بات پر ہے کہ کیا اختلاف دینی کی حالت میں رضاعی قرابت ثابت ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں واجدہ کا نکاح اپنے رضاعی ماموں سے جائز نہیں ہے، حرمتِ رضاعت بحالتِ کفر بھی ثابت ہوجاتی ہے، جیسا کہ نبی آخر الزماں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے رضاعی بھائی تھے، حالاں کہ اُنھوں نے ثوبیہ کا دودھ اسلام لانے سے قبل پیا تھا۔ (اسد الغابہ ۱/۵۲۸)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة، رواه البخاري. (مشكاة المصابيح / باب المحرمات، الفصل الأول ۲/۲۷۳)

فيحرم منه: أي بسببه ما يحرم من النسب. (الرد المحتار / باب الرضاع ۳/۲۱۳ کراچی)

كل امرأة حرمت من النسب حرم مثلها من الرضاع، وهن الأمهات ...... وبنات الأخ وبنات الأخت. (إعلاء السنن / كتاب الرضاع ۱۱/۱۲۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۰/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خودکشی کرنے کی دھمکی دے کر رضاعی بہن سے نکاح کرنے پر اصرار کرنا؟

سوال (۲۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو بہت دل وجان سے چاہتے ہیں، اوران کے بیچ خاندانی تعلقات درج ذیل ہیں: کچھ حالات کے تحت دو میاں بیوی میں لڑائی ہوگئی اور لڑکے کے والد لڑکے کو ماں سے الگ لے گیا، جب کہ لڑکا صرف چار دن کا تھا، مگر لڑکے کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور اسے دوسری عورت کا دودھ پلایا گیا، مگر بچہ کی طبیعت اور خراب ہوگئی جس کی گود میں لڑکی تھی، اوپر جس لڑکی کا ذکر ہے وہ اس کے بعد تیسرے نمبر پر پیدا ہوئی، جس سے شادی کی بات مذکورہ لڑکے سے چلی تھی، ایک سال بعد انکار ہوگیا، مگر انکار کے بعد لڑکے نے خودکشی کرنے کی کوشش کی، اور مرتے مرتے بچا ہے، اب بھی لڑکا اسی لڑکی نمبر ۳/ سے شادی کرنا چاہتا ہے، اور نہ ہونے پر خودکشی کر لینے کا اندیشہ ہے، اور لڑکی بھی خودکشی کرے گی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مذکورہ لڑکا اور لڑکی دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں؛ لہٰذا ان دونوں کا آپس میں نکاح قطعاً حرام ہے، خودکشی کی دھمکی دینے سے شریعت کا حکم نہیں بدلا جاسکتا۔

وبين مرضعة وولد رضعتها؛ لأنهما أخوان من الرضاعة أيضًا. (تبيين الحقائق / كتاب الرضاع ٦٣٧/٢ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ٣٩٧/٣ زكريا)

قال العلامة ابن نجيم: يحرم أي أخته، وبنتها وبنت أخيه، وعمته وخالته للنص الصريح، ودخل فيه الأخوات المتفرقات، وبناتهن وبنات الإخوة المتفرقين. (البحر الرائق / كتاب النكاح ١٦٤/٣ زكريا)

ولا حل بين رضيعي امرأة لكونهما أخوين، وإن اختلف الزمن والأب. (الدر المختار مع الشامي ٤١٠/٤)

وفي الخلاصة: ويحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعًا. (الفتاوىٰ التاتارخانية / كتاب الرضاع ٣٦٢/٤ زكريا)

قال: الزوج مرضعة لبنها منه أبٌ للرضيع، وابنه أخ، وبنته أخت، وأخوه عم، وأخته عمة الخ. (تبيين الحقائق / كتاب الرضاع ٦٣٦/٢ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في الفتاوىٰ الهندية / كتاب الرضاع ٣٤٣/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۲۷/۱۰/۱۴۲۲ھ

پستان بچی کے منہ میں دیا؛ لیکن دودھ نہیں نکلا، کیا حکم ہے؟

سوال (۲۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت نے ایک لڑکی کو دودھ پلایا؛ لیکن کوشش کے باوجود دودھ نہیں نکلا، اور وہی عورت

اپنے لڑکے کے لئے اس لڑکی سے رشتہ چاہتی ہے، عمر کہتا ہے کہ رشتہ ہوجائے گا، اور بکر کہتا ہے کہ اس صورت میں رشتہ نہیں ہوگا؛ لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ مسئلہ کا حل فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر بچہ کے پیٹ میں واقعۃً دودھ نہیں پہنچا، تو اس عورت کے لئے اپنے لڑکے سے اُس لڑکی کا نکاح کرلینا درست ہے؛ کیوں کہ دونوں کے درمیان رضاعت کا تعلق قائم نہیں ہوا۔

وفي القنية: امرأة كانت تعطي ثديها صبية واشتهر ذٰلک بينهم ثم تقول: لم يكن في ثديها لبن حين ألقمتها ثدي، ولم يعلم ذٰلک إلا من جهتها، جاز لابنها أن يتزوج بهٰذه الصبية. (شامي ٢/٤٠٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۱۱/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رضاعی بھتیجی سے نکاح؟

سوال (۲۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے بچپن میں ہی میری والدہ کا انتقال ہوگیا تھا، والدہ کے انتقال کے بعد میرے والد صاحب نے میری حقیقی خالہ کے ساتھ نکاح کیا، جو تادم تحریر حیات ہیں، میرے حقیقی مرحومہ والدہ سے ہم تین بھائی بہن ہیں، میرا ایک لڑکا حافظ عمران ہے اسکا رشتہ میرے حقیقی بھائی کی لڑکی یعنی حقیقی بھتیجی نور جہاں سے طے ہوا ہے، اب یہ بات ہمیں معلوم ہوئی ہے کہ میرے لڑکے حافظ عمران کو، میری مذکورہ خالہ جو حقیقت میں والدہ ہیں نے دودھ پلایا ہے، تو کیا اس سے رضاعت ثابت ہوگی، اور عمران اور نور جہاں کے درمیان نکاح صحیح ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حافظ عمران نے جب اپنی سوتیلی دادی سے مدت

رضاعت یعنی ڈھائی سال کے اندر اندر دودھ پی لیا ہے، تو حافظ عمران سوتیلی دادی کا رضاعی بیٹا بن گیا ہے، اور نو جہاں کا رضاعی چچا بن گیا ہے، اور نور جہاں حافظ عمران کی رضاعی بھتیجی بن گئی ہے، اور جس طرح نسبی بھتیجی سے نکاح درست نہیں ہے، ویسا ہی رضاعی بھتیجی سے بھی نکاح درست نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۷/۲۱۸)

وأصله يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب. (شامي ٤/٤٠٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۷/۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے

سوال (۲۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالد کا رشتہ اس کے چچا بکر کی بڑی لڑکی سے ہونا طے پایا ہے، اب خالد کی دادی فاطمہ نے بتایا کہ میں نے تم کو مدت رضاعت میں دودھ پلایا ہے، صورتِ حال یہ ہے کہ خالد کی دادی فاطمہ کے علاوہ کسی بھی طرح کا کوئی گواہ موجود نہیں ہے، جو دودھ پینے اور پلانے کے سلسلہ میں گواہی دے، ایسی صورت میں صرف خالد کی دادی فاطمہ کے تنہا کہنے کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ اور خالد کا رشتہ اس کے چچا کی لڑکی سے جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دادی فاطمہ نے اگر واقعۃً اپنے پوتے کو دودھ پلایا ہے، تو خالد اس کے رضاعی بیٹے کے درجہ میں آ گیا، اور خالد کے چچا اس کے رضاعی بھائی قرار پائے اور چچا کی لڑکی اس کی رضاعی بھتیجی قرار پائی؛ لہٰذا اِس بنیاد پر خالد کا اپنی چچا کی لڑکی سے نکاح ناجائز ہے، اور اگرچہ اس دودھ پلانے پر کوئی اور گواہ موجود نہ ہوں؛ لیکن اگر دادی کے قول کی سچائی کا گمان غالب ہے، تو اس کے قول کا اعتبار کرلیا جائے گا، اور اس نکاح سے احتراز کیا جائے گا۔

ولا حل بين الرضيعة، وولد مرضعتها التي أرضعتها وولدها؛ لأنه ولد

الأخ. (شامي ٤/٠ ٤١ زكريا)

وإن كان المخبر واحداً، ووضع في قلبه أنه صادق، فالأولى أن يتنزه ويأخذ بالثقة وجد الأخبار قبل العقد أو بعده، ولايجب عليه ذلک. (الفتاویٰ الهندية ٣٤٧/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رضاعی بھانجی سے نکاح؟

سوال (۲۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور عمر دو بھائی ہیں، زید بڑا ہے عمر چھوٹا ہے، اب زید کی شادی ہوتی ہے، پھر عمر کی شادی ہوتی ہے، زید کی بیوی کے لڑکا پید ہوتا ہے، اور عمر کی بیوی کے لڑکی پیدا ہوتی ہے، عمر کی بیوی کا اچانک انتقال ہوجاتا ہے، پھر عمر کی دوسری شادی ہوتی ہے، زید کے جو لڑکا ہے اس کا اور عمر کی جو لڑکی ہے اس کا آپس میں نکاح کردیا جاتا ہے، عمر کے نواسی پیدا ہوتی ہے سلمیٰ، اب عمر کی جو دوسری بیوی ہے اس کا دودھ بکر نے پیا ہے، اور بکر جو ہے وہ عمر کا بڑا بھائی زید کی لڑکی کا لڑکا ہے، کیا بکر کا نکاح عمر کی پہلی بیوی کی لڑکی کی لڑکی جو سلمیٰ ہے اس سے نکاح ہوجائے گا؟

وضاحت چوں کہ بکر نے عمر کی دوسری بیوی کا دودھ پیا ہے، تفصیلی جواب تحریر فرماکر ممنون ومشکور فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں بکر نے چوں کہ عمر کی بیوی کا دودھ مدتِ رضاعت میں پیا ہے، تو عمر بکر کا رضاعی باپ بن گیا اور عمر کی نواسی سلمیٰ بکر کی رضاعی بھانجی بن گئی، اس لئے بکر اور سلمیٰ میں نکاح جائز نہیں ہوگا۔

ویثبت أبوة زوج مرضعة إذا كان نسبا منه الخ، فيحرم منه أي سببه ما

یحرم من النسب. (الدر المختار ۲۹٦/٤-۲۹۷ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۷/۹/۴ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح اور وِلادت کے بعد معلوم ہوا کہ زوجین میں حرمتِ رضاعت ہے

سوال (۲۱۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا نکاح فاطمہ سے ہوا، اور تقریباً چار سال ہوگئے، اُن کا ایک لڑکا بھی ہے، اب اُن کو بہشتی زیور کے مطالعہ سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ رضاعت سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ زید کے لئے فاطمہ اپنے ماموں کی لڑکی ہے؛ لیکن اتفاق کی بات دونوں ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے، فاطمہ کو زید کی ماں نے کئی بار دودھ پلایا تھا، اور اُن کو یہ مسئلہ حرمت کا معلوم نہیں تھا، چناں چہ دونوں میں شادی ہوگئی، اب دونوں بہت پریشان ہیں، آخر ہمارا کیا مسئلہ ہوگا، کتاب وسنت کی روشنی میں جواب تحریر فرمادیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کا نکاح فاطمہ سے ایسی حالت میں ہوا کہ حرمتِ رضاعت کا علم نہیں تھا؛ لہٰذا یہ نکاح فاسد ہوا، جو لڑکا فاطمہ کے بطن سے پیدا ہوا ہے وہ صحیح النسب ہے، اب چوں کہ رضاعت کا علم ہوچکا ہے، اس لئے زید پر ضروری ہے کہ زبان سے کہہ دے کہ میں نے فاطمہ سے تعلقِ زوجیت ختم کردیا ہے، پھر عدت گذار کر فاطمہ دوسری جگہ نکاح کرلے، اُس کا زید کے ساتھ رہنا جائز نہیں۔

وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتى لايحل له التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة. (الدر المختار) النكاح لا يرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع؛ بل يفسده قوله إلا بعد المتاركة أي وإن بقي عليها سنون كما في

البزازية، وعبارة الحاوي إلا بعد تفريق القاضي أو بعد المتاركة، وقد علمت أن النكاح لا يرتفع؛ بل يفسد، وقد صرحوا في النكاح الفاسد بأن المتاركة لا تتحقق إلا بالقول: إن كانت مدخو لا بها كتركتک، أو خليت سبيلک. (شامي ٤/ ١١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۳/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خالہ زاد بہن سے نکاح کے بعد رضاعت کا ثبوت ہوا؟

سوال (۲۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عمر کی شادی خالہ کی لڑکی سے ہوئی ہے اور عمر نے نانی کا دودھ پیا ہے، حالاں کہ اس کا علم عمر کو تھا کہ میں نے نانی کا دودھ پیا ہے؛ لیکن مسئلہ کے بارے میں معلوم نہیں تھا، جب معلوم ہوا تو اس نے فتویٰ لیا، اُس میں کہا گیا ہے کہ فوراً دونوں علیحدہ ہوجائیں، عمر نے جب اس کے بارے میں لوگوں کو بتایا، تو سارے لوگ پریشان ہوگئے، اور عمر کی نانی نے دودھ پلانے کے متعلق انکار کردیا، حالاں کہ اس کا علم عمر کو بچپن سے ہی ہے، تو اب عمر کیا کرے؟ ایک لڑکا بھی ہے، شریعت کی روشنی میں جواب تحریر فرمادیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کہ عمر کو اس بات کا یقین ہے کہ اس نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے، تو اس کی منکوحہ خالہ زاد بہن اُس کی رضاعی بھانجی قرار پائی ہے، جس سے رشتہ زوجیت قائم رکھنا قطعاً حرام ہے؛ لہٰذا عمر پر بیوی سے فوراً متارکت لازم ہے، ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں؛ تاہم بچے کا نسب عمر ہی سے ثابت ہوگا۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة. (صحيح مسلم ١/ ٤٦٦)

وتحرم عليه بنات الابن و بنات الأخت بالنص، وهو قوله تعالىٰ: ﴿وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ﴾ (بدائع الصنائع ۲/ ۵۳۰ زکریا)

رجل مسلم تزوج بمحارم فجئن بأولاد ويثبت نسب الأولاد منه عند أبي حنيفة. (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۵۴۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/ ۲/ ۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرضعہ کا رضاعی بیٹی سے اپنے بیٹے کا نکاح کرنا؟

سوال (۲۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرمدی اور انوری دو سگی بہنیں ہیں، بارہ سال قبل سرمدی کے لڑکے سے انوری کی لڑکی کی شادی ہوگئی، جب کہ انوری سرمدی کے لڑکے کو چار یا پانچ ماہ کی عمر میں دودھ پلا چکی تھی، ایک بچہ ہو چکا، جس کی عمر تین سال ہے، اُن لوگوں کو یعنی عورتوں کو دودھ پلانے کا علم تھا، مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے دونوں بہنوں نے شادی کے وقت ظاہر نہیں کیا، سرمدی کے شوہر نے جب مسئلہ رضاعت کو علماء کرام سے سنا، تو اپنی سالی انوری سے تحقیق کی، تو اُس نے کہا کہ میں نے دودھ پلایا ہے، میں قسم بھی کھا سکتی ہوں؛ لیکن میں رشتہ نہیں توڑوں گی، جب کہ لڑکا اور اس کی ماں سرمدی اور اس کا باپ سبھی چاہتے ہیں کہ یہ رشتہ نہ چلے تو:

(۱) لڑکا لڑکی کا رضاعی بھائی ہوگا۔

(۲) اگر بھائی ہے تو کیا دونوں کا میاں بیوی بن کر رہنا جائز ہے؟

(۳) انوری کا کہنا ہے کہ میں اپنی لڑکی کو جدا نہیں کروں گی، کہاں تک درست ہے؟

(۴) اگر دونوں جدا نہیں ہوتے تو سرمدی اور ان کے شوہر لیاقت اپنے لڑکے سے کیا برتاؤ کریں؟

(۵) نیز تین سال کا بچہ دونوں کے بیچ ہے وہ ثابت النسب ہے یا نہیں؟

(۶) اور نسب کس سے ثابت ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) جب یہ بات ثابت ہے کہ انوری نے سرمدی کے لڑکے کو بچپن میں دودھ پلایا ہے، تو اس لڑکے سے انوری کی لڑکی کا نکاح حلال نہیں، کیوں کہ یہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں؛ لہٰذا دونوں میں فوری طور پر جدائی لازم ہے۔

ولا حل بين رضيعي امرأة لكونهما أخوين، وإن اختلف الزمن والأب. (الدر المختار مع الشامي ۱/٤ ۳۰ بيروت)

(۳) مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود انوری کا رضاعی بھائی بہن کے نکاح کو باقی رکھنے پر اصرار کرنا بڑی جسارت کی بات ہے، اسے اس بات سے توبہ کرنی چاہئے، اور دونوں پر فوری طور پر تفریق کرادینی چاہیے۔

والواجب على النساء أن لا يرضعن كل صبي من غير ضرورة، وإذا أرضعن فليحفظن ذٰلک ويشهرنه ويكتبنه احتياطا. (الدر المختار مع الشامي ٤/٤٩٦ بيروت)

(۴-۵-۶) حرمتِ رضاعت کی بنا پر یہ نکاح فاسد ہوا ہے، دونوں میں جدائی لازم ہے، جس وقت سے جدائی ہوگی اس وقت سے عورت عدت گذارے گی اور جو بچہ نکاح فاسد کے دوران ہوا ہے، احتیاطاً اُس کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔

وتجب العدة بعد الوطء من وقت التفريق ويثبت النسب احتياطاً بلا دعوة. (الدر المختار) **أما الإرث فلا يثبت فيه.** (شامي ٤/٢٠٥ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۰/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کا دودھ پینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال (۲۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے اپنی بیوی کے پستان اپنے منہ میں ڈال کر اس سے جو دودھ نکلا وہ پی لیا، کیا اس کے اس فعل سے نکاح کے اندر کچھ فرق پڑتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدتِ رضاعت گذر جانے کے بعد دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں زید کا نکاح تو باطل نہیں ہوا؛ البتہ اس نے دودھ پی کر ایک امر حرام کا ارتکاب کیا ہے، وہ سخت گنہگار ہے اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۳۳]

وقال تعالیٰ: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ [الأحقاف، جزء آیت: ۱۵]

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: ما كان بعد حولين فإنه يحرم وإن كان مصة، وقال عمر: لا رضاع إلا في الحولين في الصغر. (السنن الکبریٰ / باب ما جاء في تحديد ذلك بالحولين ۱۱/٤٦٦ رقم: ۱٦٠۹۲، ۱٦٠۸۸)

ويثبت التحريم في المدة فقط (در مختار) وتحته في الشامي: أما بعدها فإنه لايوجب التحريم. وفي الدر: ولم يبح الإرضاع بعد مدته لأنه جزء اٰدمي والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح. (الدر المختار علی هامش الرد المحتار ۳/۲۱۱ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۰/۱۱/۱۴۱۱ھ

حرمتِ مصاہرت کے مسائل

حرمتِ مصاہرت کے اسباب

سوال (۲۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مصاہرت کی بنیاد پر حرمت کی کیا شرائط اور تفصیلات ہیں، وضاحت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حرمتِ مصاہرت (یعنی عورت سے رشتۂ نکاح یا وطی یا دواعئ وطی کی بنیاد پر پیدا ہونے والی حرمت) کے اسباب درج ذیل ہیں:

(۱) نکاح صحیح مطلقاً (مثلاً نکاح صحیح ہوتے ہی منکوحہ کی ماں اور نانی دادی کا حرام ہوجانا)

ونکاح البنات یحرم الأمهات. (الدر المختار ٤/٨٤ بیروت، ٤/١٠٤ زکریا)

(۲) منکوحہ سے وطی، اگرچہ نکاح فاسد ہی کیوں نہ ہو (مثلاً بیوی سے وطی کرتے ہی اس کی بیٹی یا پوتی وغیرہ کا حرام ہوجانا)

لما تقرر ان وطء الأمهات یحرم البنات. (الدر المختار مع الشامي ٤/٨٤ بیروت، ٤/١٠٤ زکریا)

فالفاسد لا یحرم إلا بمس بشهوة ونحوه. (شامي ٤/٨٤ بیروت، ٤/١٠٤ زکریا)

(۳) اپنی مملوکہ باندی سے جماع۔

سواء کان بنکاح أو ملک. (الفتاویٰ الهندیة ١/٢٧٤ زکریا)

(۴) شبہ کی وطی (مثلاً اجنبی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر وطی کرلی)

وتثبت بالوطء حلالاً کان أو عن شبهة أو زنا. (الفتاویٰ الهندیة ١/٢٨٤ زکریا)

(۵) زنا (یعنی بلاکسی شبہ کے اجنبی عورت سے جماع کرنا)

ولو من زنی. (الدر المختار مع الشامي ١٠١/٤ زكريا، ٨١/٤ بيروت)

لأن الزنا وطء مكلف في فرج مشتهاة ولو ماضياً خالٍ عن الملك وشبهته. (شامي ٨٦/٤ بيروت، ١٠٧/٤ زكريا)

(۶) کسی مرد کا عورت سے بوس وکنار کرنا یا عورت کا مرد کا شہوت سے بوسہ لینا۔

تثبت بالمس والتقبيل. (الفتاوىٰ الهندية ٢٧٤/١ زكريا)

(۷) بلاکسی حائل کے پستان یا پوشیدہ اعضاء کو چھونا۔

وعلى هٰذا ينبغي أن يكون مس الفرج كذٰلك بل أولىٰ لأن تأثير المس فوق تأثير النظر. (شامي ٨٧/٤ بيروت، ١٠٩/٤ زكريا)

(۸) شہوت کے ساتھ بدن کے کسی حصہ کو چھونا۔

وأصل ممسوسته بشهوة الخ. (الدرالمختار ٨٦/٤ بيروت، ١٠٨/٤ زكريا)

(۹) شہوت کے ساتھ ایک دوسرے کے پوشیدہ اعضاء کو دیکھ لینا۔

لأن المس والنظر سببٌ داع إلى الوطء فيقام مقامه في موضع الاحتياط.

(شامي ٨٦/٤ بيروت، ١٠٧/٤ زكريا)

وحرم أيضاً بالصهرية أصل مزنية: قال في البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع حرمة المرأة على أصل الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً، كما في الوطء الحلال. (شامي ١٠٧/٤ زكريا)

نوٹ :- اگر مرد وعورت کے پوشیدہ اعضاء فوٹو یا آئینہ کے عکس میں دیکھے گئے تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

ولو نظر في مرآة ورأى فيها فرج امرأة فنظر عن شهوة لا تحرم عليه أمها وابنتها؛ لأنه لم ير فرجها وإنما رأى عكس فرجها. (الفتاوىٰ الهندية ٢٧٤/١ زكريا،

شامي ٤/ ١١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۱۰/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بیٹی کو چھونے سے نواسے نواسی میں بھی حرمت ہوجائے گی؟

سوال (۲۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیٹی صالحہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا، جس کی وجہ سے حرمتِ مصاہرت کا فتویٰ علماء نے دیا تھا۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ صالحہ اپنی اولاد کا نکاح اپنی سگی بہن کی اولاد سے کرسکتی ہے یا نہیں؟ نیز صالحہ اپنی سگی بہن کے داماد سے پردہ کرے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں حرمتِ مصاہرت کی وجہ سے زید کی بیوی تو اُس پر حرام قرار پائے گی؛ لیکن اِس حرمت کا اثر زید کی بیٹی صالحہ کی اولاد اور اُس کی بہن کی اولاد کے درمیان رشتہ داری پر نہیں پڑے گا؛ لہٰذا صالحہ اپنی اولاد کا نکاح اپنی بہن کی اولاد کے ساتھ کرسکتی ہے۔ اور صالحہ کی بہن کا داماد اگر کوئی غیر محرم ہے، تو صالحہ کے لئے اس سے پردہ کرنا لازم ہے۔ (مستفاد: بدائع الصنائع ۲۹۳/۴)

لو زنا بامرأة حرمت عليه أصولها وفروعها، وحرمت المزنية على أصوله وفروعه، ولا تحرم أصولها وفروعها على ابن الواطي وأبيه. (مجمع الأنهر ٤٨١/١ مكتبة فقيه الأمت)

ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ١٧٩/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی پوتی کوشہوت کے ساتھ چھونے سے حرمتِ مصاہرت

سوال (۲۲۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی آدمی اپنی بیٹی یا پوتی یا نواسی جن کی عمریں گیارہ، بارہ سال کی ہوں، اور اُن کو ماہواری بھی نہیں ہوئی ہو، تو اُن سے اپنی نفسانی خواہش کے لئے اپنے عضو کو اُن کے بدن سے جو چھوا ہوا تھا رگڑ کر پوری کرلی، اب وہ توبہ کررہا ہے کہ اب کبھی ایسا نہیں کروں گا، تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اس آدمی کا اپنی بیوی سے کوئی واسطہ رہا یا نہیں؟ اِس معاملہ میں اُسے کیا کرنا چاہئے؛ تاکہ وہ اپنی بیوی سے واسطہ رکھ سکے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اس شخص نے لڑکی، پوتی یا نواسی سے باقاعدہ جماع نہیں کیا؛ بلکہ شرم گاہ کے علاوہ کسی اور جگہ عضو کو رگڑ کر اُسی حالت میں شہوت پوری کرلی، یعنی انزال ہوگیا، تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی اور اُس شخص کی بیوی اُس پر حرام نہیں ہوئی۔

لیکن اگر بیٹی یا پوتی سے باقاعدہ جماع کیا ہے، یا اُنہیں چھوتے وقت انزال نہیں ہوا، تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی، اب اُس شخص کا اپنی بیوی کے ساتھ رہنا حلال نہ ہوگا۔

سوال سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُس شخص نے بیٹی وغیرہ سے باقاعدہ جماع نہیں کیا ہے اور چھونے کی حالت میں انزال ہوگیا ہے، اگر ایسا ہی واقعہ ہو تو اُس کی بیوی اُس پر حرام نہیں ہوئی، باقی یہ عمل نہایت گھناؤنا اور شریعت اور انسانیت سے گرا ہوا ہے، اُسے سچے دل سے توبہ کرنی چاہئے۔

فلو أنزل مع مس أو نظر فلا حرمة، به یفتیٰ (الدر المختار) لأنه بالإنزال تبین أنه غیر مفضٍ إلی الوطءِ. الدر المختار مع الشامي ۳۳/۳ کراچی، ۱۰۹/٤ زکریا)

وحرم أیضاً بالصهریة أصل مزنیته ...... وأصل ممسوسته بشهوة. (الدر المختار ۳۲/۳ کراچی، ۱۰۷/٤ زکریا)

والزنا واللمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة (كنز) قال ابن نجيم: وأطلق المصنف ولم يقيد المس والنظر بشهوة بغير الإنزال للاختلاف فيما إذا أنزل فقيل يوجب الحرمة، وفي الهداية: والصحيح أنه لا يوجبها؛ لأنه بالإنزال تبين أنه غير مفض إلى الوطء، وفي غاية البيان وعليه الفتوىٰ. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۷۹/۳ زكريا)

وشرطه أن لا ينزل حتى لو أنزل عند المس أو النظر لم تثبت حرمة المصاهرة، كذا في التبيين. قال الصدر الشهيد: وعليه الفتوىٰ، كذا في الشمنى شرح النقاية. ولو مسَّ فأنزل لم تثبت به حرمة المصاهرة في الصحيح؛ لأنه تبين بالإنزال أنه غير داع إلى الوطء، كذا في الكافي. (الفتاوىٰ الهندية / القسم الثاني المحرمات بالصهرية ۲۷۵/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۲۹ھ

بیوی سے صحبت کرتے ہوئے ۷؍سالہ بچی کو ہاتھ لگنے سے حرمت کا ثبوت؟

سوال (۲۲۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید پلنگ پر لیٹا ہوا ہے، اُس کے پیروں کی جانب تقریباً ۷؍سالہ اُسی کی معصوم بچی سوئی ہوئی ہے، بیوی بھی آئی اور دودھ پینے والی بچی گود میں تھی، بیوی زید کے برابر میں لیٹ گئی، اور بچی کو ایک طرف کردیا، یعنی بیوی درمیان میں لیٹ گئی، گفتگو کے دوران جوانی کی خواہش ہوئی، بچوں کی احتیاط کی غرض سے لیٹے لیٹے کروٹ سے صحبت شروع کی؛ لیکن قرب واتحاد کی وجہ سے اور بغیر نیت کے دودھ پینے والی اور سوئی ہوئی بچی سے معمولی ہاتھ پاؤں ٹکرا گئے؛ لیکن اس میں شہوت کی آمیزش قطعاً قطعاً نہیں ہوئی، تو کیا زید اس صورت میں شرعاً گنہگار ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حرمتِ مصاہرت کے ثابت ہونے کی شرطوں میں سے دوشرطیں یہ بھی ہیں: (۱) لڑکی مشتہاۃ ہو (۲) اور جس کو ہاتھ لگایا جارہا ہے، شہوت بھی بالقصد اسی پر ہو، اور صورتِ مسئولہ میں سات سال کی بچی نہ تو مشتہاۃ ہے اور نہ ہی اُس کے لئے شہوت پیدا ہوئی ہے؛ لہٰذا صحبت کے وقت اس کو ہاتھ لگانے سے زید پر اُس کی بیوی حرام نہیں ہوئی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۷/۳۷۰، امدادالفتاویٰ ۲/۳۱۳)

ولا کذٰلک الصغیرۃ ...... وقال الفقیہ أبو اللیث: ما دون تسع سنین لا تکون مشتہاۃ وعلیہ الفتویٰ. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۳/۱۷٦ زکریا)

ویشترط أن تکون المرأۃ مشتہاۃ، کذا في التبیین، والفتویٰ علی أن بنت تسع محل الشہوۃ لا ما دونہا، کذا في معراج الدرایۃ. (الفتاویٰ الہندیۃ / القسم الثاني المحرمات بالصہریۃ ۱/۲۷٤ زکریا)

وبنت سنہا دون تسع لیست بمشتہاۃ بہ یفتیٰ. (الدر المختار ٤/۱۱ زکریا)

قلت ویشترط وقوع الشہوۃ علیہا لا علی غیرہا لما في الفیض لو نظر إلی فرج بنتہ بلا شہوۃ فتمنی جاریۃ مثلہا فوقعت لہ الشہوۃ علی البنت تثبت الحرمۃ، وإن وقعت علی تمناہا فلا. (شامي ٤/۱۰۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۵/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو کپڑوں کے ساتھ مس کرنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی

سوال (۲۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ہندہ کی پیٹھ کو اپنی پنڈلی سے شہوت کے ساتھ مس کیا، زید کی پنڈلی سوتی کپڑے سے ڈھکی ہوئی تھی، نیز ہندہ کی پیٹھ بھی کپڑے سے ڈھکی ہوئی تھی، یعنی زید کی پنڈلی اور ہندہ کی پیٹھ

کے درمیان دو کپڑے حائل تھے، کیا صورتِ مسئولہ میں دونوں کے درمیان حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی، زید ہندہ کی لڑکی سے نکاح کا بہت خواہش مند ہے، کیا زید کے لئے ہندہ کی لڑکی سے نکاح کرنا شرعاً درست ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بظاہر یہ دو کپڑے احساسِ حرارت سے مانع ہیں، اس لئے حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی، زید ہندہ کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے۔

ثم المس إنما يوجب حرمة المصاهرة إذا لم يكن بينهما ثوب، أما إذا كان بينهما ثوب، فإن كان صفيقًا لا يجد الماس حرارة الممسوس لا تثبت حرمة المصاهرة، وإن انتشرت آلته بذلك، وإن كان رفيقا بحيث تصل حرارة الممسوس إلى يده تثبت كذا في الذخيرة. (الفتاوىٰ الهندية / القسم الثاني المحرمات بالصهرية ١/ ٢٧٤ زكريا)

وانصرف اللمس إلى أي موضع من البدن بغير حائل، وأما إذا كان بحائل، فإن وصلت حرارة البدن إلى يده تثبت الحرمة وإلا فلا، كذا في أكثر الكتب. فما في الذخيرة من أن الشيخ الإمام ظهير الدين يفتى بالحرمة في القبلة على الفم والذقن والخد والرأس، وإن كان على المقنعة محمول على ما إذا كانت المقنعة رقيقة تصل الحرارة معها كما قدمناه. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ٣/ ١٧٧ زكريا)

وأصل ممسوسته بشهوة ولو لشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة أي ولو بحائل الخ، فلو كان مانعًا لا تثبت الحرمة، كذا في أكثر الكتب. (الدر المختار مع الشامي / فصل في المحرمات ٤/ ١٠٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۱/۳/۱۴۱۲ھ

سسر کے بہو سے زنا کرنے پر بچہ کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

سوال (۲۲۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنے لڑکے عمر کی بیوی کے ساتھ زنا کیا، اب عمر کے لئے اس کی بیوی حرام ہوگئی یا نہیں؟ اور عمر کا نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ اگر نکاح ٹوٹ گیا تو عمر کو بیوی کو دین مہر دینا پڑے گا یا نہیں؟ نیز زید عمر کی بیوی کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر زید سے عمر کی بیوی کو حمل ٹھہر جائے تو اس حالت میں کیا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر کو اس کا یقین ہو کہ اس کے باپ نے اس کی بیوی سے زنا کیا ہے، اور وہ اس کی تصدیق بھی کرے، تو اُس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوجائے گی، اور اُس کا مہر دینا شوہر پر لازم ہوگا، وہ عورت نہ تو شوہر کے نکاح میں واپس آسکتی ہے اور نہ ہی اس کے باپ کے نکاح میں رہ سکتی ہے، حاملہ ہونے کی صورت میں بچہ شوہر کی طرف ہی منسوب ہوگا۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: الولد للفراش وللعاهر الحجر. (سنن النسائي، كتاب الطلاق / باب إلحاق الولد بالفراش ١١٠/٢ رقم: ٣٤٧٩ دار الفكر بيروت)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: الولد للفراش وللعاهر الأثلب، قيل: وما الأثلب؟ قال: الحجرُ. (المصنف لابن أبي شيبة ٥٢/٤ رقم: ١٧٦٨١ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي الهندية: رجل قبّل امرأة أبيه بشهوة أو قبّل الأب امرأةَ ابنهٖ بشهوة، وهي مكرهة وأنكر الزوج أن يكون بشهوة، فالقول قول الزوج، وإن صدقه الزوج وقعت الفرقة، ويجب المهر على الزوج. (الفتاوىٰ الهندية / باب المحرمات

بالصهرية ۲۷٦/۱ زكريا، وكذا في الشامية ۳۳/۳)

وثبوت الحرمة بلمسها مشروطٌ بأن يصدقها ويقع في أكبر رأيه صدقها، وعلى هٰذا ينبغي أن يقال في مسه إياها: لا تحرم على أبيه وابنه إلا أن يصدقها أو يغلب على ظنه صدقُها. (البحر الرائق، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ۱۷۷/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۰/۱۱/۱۴۱۰ھ

لڑکے کی ساس سے زنا کرنے سے بیٹے کی بیوی کا حکم؟

سوال (۲۲۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالد کا نکاح زینب کے ہمراہ ہوچکا ہے اور رخصتی بھی ہوچکی ہے۔ بکر کا نکاح فاطمہ کے ساتھ ہوا ہے؛ لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی ہے، اور عمر کا خالدہ کے ساتھ صرف رشتہ طے ہوا ہے، ابھی نکاح نہیں ہوا ہے، تو مذکورہ بالا تینوں شکلوں میں خالد کے باپ نے زینب کی ماں سے، بکر کے باپ نے فاطمہ کی ماں اور عمر کے باپ نے خالدہ کی ماں سے زنا کرلیا؛ لہٰذا مذکورہ صورت میں نکاحوں کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ تینوں صورتوں میں بالترتیب خالد بکر اور عمر کا نکاح اپنی بیویوں کے ساتھ شرعاً درست ہے، باپ اگر اپنے لڑکے کی بیوی کی ماں سے جماع کرلے تو اس سے لڑکے پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوتی۔

وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (كذا في الدر المختار ۳۱/۳)

لو زنا بامرأة حرمت عليه أصولها وفروعها، وحرمت المزنية على أصوله وفروعه، ولا تحرم أصولها وفروعها على ابن الواطي وأبيه. (مجمع الأنهر ٤٨١/١ مكتبة فقيه الأمت)

ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۳/۱۷۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۳۰/ ۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس عورت کو باپ نے شہوت کے ساتھ بوسہ دیا ہو، اُس سے نکاح ؟

سوال (۲۲۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عرض ہے کہ ایک عورت جس کا نام الطفر ہے، عمر ۳۱/ سال ہے، اس کے اپنے شوہر سے دو بچے ہیں، ایک لڑکا جس کی عمر ۱۲/ سال ہے، اور ایک لڑکی جس کی عمر ۸/ سال ہے، الطفر کا شوہر شراب پی کر کبھی کبھی مار پیٹ کرتا تھا، ہوسکتا ہے اس کی کچھ غلطی ہو الطفر نے شادی اس شوہر سے عشق میں کی تھی، نکاح سے پہلے اس شوہر کا الطفر کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا، دس سال تک وہ شوہر الطفر کے ساتھ رہتا رہا، پھر اس کے بعد وہ شوہر سعودی عرب چلا گیا ٹیچری کے لئے، اور یہ عورت ٹیوشن پڑھانے میرے گھر آئی تھی، اس بیچ میرے بیٹے محمد زید چھوٹے تھے چند سال گذرنے کے بعد وہ کبھی کبھی بطور مہمان کے ہمارے گھر آتی تھی، الطفر کا روزگار ٹیچری اور ٹیوشن پڑھانے پر موقوف تھا، ٹیوشن پڑھانے کے زمانے میں زید کے والد نے اسے ریلوے اسٹیشن بلالیا اور وہ وہاں آئی اسے پتہ نہیں تھا، کیوں اسے بلایا ہے، زید کے والد نے اسے عام ہوٹل میں لے جا کر سمجھایا کہ آپ اپنے شوہر کے ساتھ مل جل کر رہو، یہ عورت کبھی کبھی فون کیا کرتی تھی، میرے بیٹے زید جب ۲۳/ سال کے ہوئے تب یہ ہماری گھر آئی اور کمپیوٹر سیکھنے کی درخواست کی، اس وقت الطفر کی عمر ۳۱/ سال کی تھی، زید کے والد نے الطفر کو زید سے کمپیوٹر سیکھنے کی اجازت دیدی، الطفر نے ایک مہینہ سے زیادہ کمپیوٹر سیکھا، اس کے بعد الطفر نے زید کو ای میل بھیجا، اس میں لکھا تھا کہ آپ ایک بے مثال شوہر بن سکتے ہو، مجھے آپ سے محبت ہے؛ لیکن آپ مجھے غلط نہ سمجھئے اس ای میل کا علم زید کے والدین کو نہیں تھا، ای میل کے بعد زید اور الطفر برابر ملتے رہے اور فون پر بات کا سلسلہ برابر

جاری رہا، الطفر کے شوہر سے دو بچے تھے، زید ان سے محبت کا ناٹک رچاتا رہا اور الطفر اپنے شوہر کے نکاح میں تھی، پھر الطفر نے اپنے شوہر سے خلع کی درخواست کی، اس درخواست کی بنا پر شوہر نے دو طلاقیں دیدی، پھر وہ سعودی عرب سے ممبئی آیا، اس عورت سے دوبارہ نکاح کرلیا، پھر اس عورت نے اپنے شوہر سے خلع کی درخواست کی، زید کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا اور الطفر کے گھر پر رات گذارنا جب کہ الطفر اپنے گھر اکیلی تھی، اور اس کے دو بچے تھے، زید اپنے والد کے گھر رات کو کم رہنے لگا، زید کے قول کے مطابق فیکس کے ذریعہ الطفر کے اپنے شوہر سے خلع مانگنے کے بعد شوہر نے فیکس کے ذریعہ اس کو طلاق دیدی، جب کہ زید نے اس عورت سے وعدہ کیا تھا کہ اپنے شوہر سے طلاق لے لے میں تجھ سے نکاح کرلوں گا، قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ طلاق صحیح ہے یانہیں، زید کے والدین اس عمل سے شروع ہی سے ناراض رہے اور روکتے رہے بالآخر زید نے سمجھانے پر اپنے والدین کے ساتھ مار پیٹ کا معاملہ کیا۔

نوٹ :- قابلِ ذکر بات ہے کہ محمد زید کے نکاح کرنے سے پہلے زید کے والد نے الطفر کو شہوت کے ساتھ پکڑا اور بوسہ بھی لیا، مگر اللہ نے زنا سے بچالیا، اس وقت زید کا معاملہ الطفر سے موبائل پر تھا، قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ نکاح صحیح ہوا یانہیں؟ مدلل جواب سے نوازیں۔

(۱) زید کے والد کو مسماۃ مذکورہ کو شہوت کے ساتھ پکڑنے اور بوسہ لینے کے بارے میں اقرار ہے، اور مسماۃ مذکورہ کو شہوت کے ساتھ پکڑنے کے بارے میں اقرار ہے اور بوسہ لینے کے بارے میں نہ اقرار ہے نہ انکار ہے۔

(۲) زید کے والد اللہ کو حاضر رکھتے ہوئے اپنی دین داری سے یہ کہتے ہیں کہ ہاں مذکورہ باریک پتلے کپڑے پہنے ہوئے تھی، یا ستر کا کپڑا پہنے ہوئے تھی، مذکورہ کے گھر کا پتہ معلوم نہیں ہے، اس لئے اس کے دستخط ممکن نہیں بجز وہ بھی اس بات کا اقرار زید کو کرچکی ہے، براہِ کرم جواب سے نوازیں، عنایت ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر یہ بات صحیح ہے کہ زید کے والد نے مذکورہ عورت

الطفر کوشہوت کے ساتھ پکڑا اور بوسہ لیا ہے، تو یہ عورت زید کے لئے کبھی بھی حلال نہیں ہوسکتی، اور زید کے ساتھ اس کا نکاح قطعاً درست نہ ہوگا، اور رہ گئی یہ بات کہ الطفر کی طلاق پہلے شوہر سے ہوئی ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں شرعی ثبوت یا شوہر کا اقرار لازم ہے، محض زید کے قول سے کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

عن عمر بن شعیب عن أبیه عن جده أن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم قال في خطبته: البینة علی المدعي والیمین علی المدعیٰ علیه. (سنن الترمذي ۲٤۹/۱)

وکما تثبت هٰذه الحرمة بالوطء تثبت بالمس والتقبیل ...... بالشهوة.

(الفتاویٰ الهندیة ۲۷٤/۱ زکریا)

وحرم أیضا بالصهریة ...... أصل ممسوسته بشهوة ...... وأصل ماسته ...... وفروعهن مطلقاً. (الدر المختار ۱۰۷/٤ زکریا)

فإن طلاقه صحیح لإقراره بالطلاق؛ لأن الإقرار خبر. (مجمع الأنهر ۳۸٤/۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۵/۷/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس عورت کو شہوت کے ساتھ چھوا اُس کی لڑکی سے نکاح؟

سوال (۲۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) زید نے ایک مرتبہ کچھ دوری سے ہندہ کو غسل کرتے ہوئے دیکھ لیا، اس حال میں کہ ہندہ کے جسم پر کپڑے نہیں تھے۔ ایک مرتبہ زید اسی ہندہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہندہ کے پیر زید کے پیر سے چھو رہے تھے، جس کی وجہ سے زید کے جسم میں مستی کی کیفیت طاری ہورہی تھی۔ اور ایک مرتبہ زید نے ہندہ کے سینہ پر ہاتھ پھیر دیا جب کہ ہندہ سوئی ہوئی تھی، اِن سب واقعات کو ہوئے کئی سال گذر گئے، اب ہندہ زید کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہتی ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ ان سب

واقعات کے بعد زید کی شادی ہندہ کی لڑکی کے ساتھ درست ہوگی یا ازروئے شرع ممانعت ہے؟

(۲) زید نے ہندہ کے پستان پر ہاتھ لگایا، تو کیا ہندہ کی بیٹی اس پر حرام ہوگئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مسئولہ صورت میں چوں کہ زید نے متعدد مرتبہ ہندہ سے شہوت انگیز حرکتیں کی ہیں، اور اس کے بعض اعضاء ہندہ سے شہوت کے ساتھ مس ہوئے ہیں؛ لہٰذا اُن دونوں میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی، اب ہندہ کی لڑکی سے زید کا نکاح حلال نہیں ہے۔

حرم أيضًا بالصهرية أصل مزنيته الخ. (الدر المختار) قال في البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه نسبًا ورضاعًا، وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسبًا ورضاعًا، كما في الوطء الحلال. ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها الخ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ۳۲/۳ کراچی، كذا في البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۷۹/۳ کراچی، وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب النكاح / أسباب التحريم ۶۲۶/۲ کراچی)

من مسته امرأة بشهوة حرمت عليه أمها وبنتها، وقال الشافعي: لا تحرم، وعلى هٰذا الخلاف [مسه امرأة بشهوة ونظره إلى فرجها]. (الفتاویٰ التاتارخانية ۵۷/۴ رقم: ۵۵۱۸ زكريا)

وحرم أيضاً بالصهرية ...... أصل ممسوسة بشهوة ولو بشعر على الرأس ...... وفروعهن مطلقاً. (الدر المختار ۱۰۷/۴-۱۰۸)

(۲) اگر زید نے ہندہ کے پستان پر کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگایا، اور کپڑا اِتنا دبیز تھا کہ بدن کی حرارت کا اندازہ جانبین کو نہ ہوسکا، تو اس طرح اوپر سے ہاتھ لگانے کی وجہ سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی؛ لیکن اگر پستان پر اس طرح ہاتھ لگایا کہ کپڑا حائل نہ تھا یا کپڑا تو تھا؛ لیکن وہ اتنا باریک تھا کہ حرارت کے اندازہ سے مانع نہیں ہوا، تو اس صورت میں حرمتِ مصاہرت

ثابت ہو جائے گی، اور زید کے لئے ہندہ کی بیٹی سے نکاح کرنا قطعاً حرام ہوگا۔

ثـم الـمـس إنـمـا يوجب حرمة المصاهرة إذا لم يكن بينهما ثوب، أما إذا كـان بيـنهـمـا ثـوب صـفيـقًـا لا يـجد الماس حرارة الممسوس لا تثبت حـرمة الـمـصاهـرة، وإن انتشـرت آلتـه بـذلك وإن كـان رقيقـاً بحيث تصل حرارة الممسوس إلى يده ثبتت، كذا في الذخيرة. (الفتاوىٰ الهندية ۲۷۵/۱ زکریا، كذا في البحر الرائق ۱۷۷/۳ زکریا، الدر المختار مع الشامي ۱۰۸/٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۳/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ساس سے چھیڑ خانی میں اِنزال ہوگیا؟

سوال (۲۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید جس کی شادی کم عمری میں ہوئی تھی، ابھی رخصتی بھی نہیں ہوئی تھی کہ زید ایک بار اپنی سسرال گیا تھا، اور رات میں سویا تھا کہ اَچانک زید کی ساس آئی اور زید کے ساتھ چھیڑ خانی کی، جس سے زید کو بھی کچھ شہوت ہوئی، زید اپنی ساس سے چپٹ گیا جس سے زید کو انزال ہوگیا؛ لیکن زید نے اپنی شرم گاہ کو اپنی ساس کی شرم گاہ میں داخل نہیں کیا تھا، اور زید کی ساس نے اپنے کپڑے بھی جسم سے علیحدہ نہیں کئے تھے، زید اُس وقت بالکل نادان تھا، مسائل سے بھی بالکل واقف نہیں تھا، اب جب کہ زید کی شادی کو تقریباً ۱۶؍ سال ہوگئے ہیں اور زید کے ۶؍ بچے بھی ہیں اور حرمتِ مصاہرت سے متعلق مسائل معلوم ہوئے، تو زید بہت پریشان ہے، توبہ، استغفار کرتا رہتا ہے، اور ابھی یہ بات بالکل پوشیدہ ہے، اس راز کے ظاہر ہونے پر زبردست خون خرابے کا بھی اندیشہ ہے۔ اس صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی زید کے لئے حرام تو نہیں ہوئی؟ حکم شرعی بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں چوں کہ جماع سے قبل زید کو انزال ہوگیا، اِس وجہ سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی، اور زید کی بیوی زید کے لئے حلال ہے؛ تاہم دونوں پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۲۴۸/۵)

وحرم أصل ماسته ...... وفروعهن، هٰذا إذا لم ينزل، فلو أنزل مع مس أو نظر فلا حرمة. (الدر المختار) قال الشامي: لأنه بالإنزال تبين أنه غير مفض إلى الوطء. (الدر المختار مع الشامي ۱۰۸/٤-۱۰۹ زكريا)

والزنا واللمس والنظر بشهوة حرمة المصاهرة (كنز) قال ابن نجيم: وأطلق المصنف ولم يقيد المس والنظر بشهوة بغير الإنزال للاختلاف فيما إذا أنزل فقيل يوج الحرمة، وفي الهداية: والصحيح أنه لا يوجبها؛ لأنه بالإنزال تبين أنه غير مفض إلى الوطء، وفي غاية البيان وعليه الفتوىٰ. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۷۹/۳ زكريا)

وشرطه أن لا ينزل حتى لو أنزل عند المس أو النظر لم تثبت حرمة المصاهرة، كذا في التبيين. قال الصدر الشهيد: وعليه الفتوىٰ، كذا في الشمنى شرح النقاية. ولو مسَّ فأنزل ثم تثبت به حرمة المصاهرة في الصحيح؛ لأنه تبين بالإنزال أنه غير داع إلى الوطء، كذا في الكافي. (الفتاوىٰ الهندية / القسم الثاني المحرمات بالصهرية ۲۷۵/۱ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۸/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

ساس کے ساتھ جماع کرنے سے بیوی ہمیشہ کیلئے حرام ہوگئی

سوال (۲۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی نے اپنی ساس کے ساتھ جماع کیا، تو اُن کی بیوی پر طلاق پڑی یا نکاح ٹوٹ گیا،

یاحرام ہوگئی؟ وہ اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر سکے گا یانہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ساس کے ساتھ جماع کرنے سے بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، اب اس آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ رہنا قطعاً حرام ہوگا،فوراً متارکت لازم ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُمَّهَاتُ نِسَآءِ كُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۳]

أي وحرمت عليكم أمهات نساء كم. (بدائع الصنائع ۵۳۲/۲ زکریا)

عن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: إذا نكح الرجل امرأته ...... ليس له أن يتزوج الأم. وفي رواية: عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أيما رجل تزوج امرأة ...... فلا يحل له أن يتزوج أمها. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب قوله تعالىٰ: وأمهات نساء كم ۱۶۰/۷، كذا في البدائع الصنائع ۵۳۲/۲ زكريا)

عن عمران بن الحصين في الرجل يقع على أم امرأته، قال: تحرم عليه امرأته. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۶۹/۳ رقم: ۱۶۲۲۶ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي هانيء رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من نظر إلى فرج امرأةٍ لم تحل له أمها ولا ابنتها. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۶۹/۳ رقم: ۱۶۲۲۹ بيروت)

عن شعبة قال: سألت الحكم وحمادًا عن رجل زنى بأم امرأته، قالا: أحب أن يفارقها. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۶۹/۳ رقم: ۱۶۲۳۳ دار الكتب العلمية بيروت)

أسباب التحريم أنواع قرابة ومصاهرة (الدر المختار) كفروع نسائه المدخول بهن، وإن نزلن، وأمهات الزوجات وجداتهن بعقد صحيح، وإن علون، وإن لم يدخل بالزوجات. (الدر المختار مع الشامي / فصل في المحرمات ۹۹/۴ زكريا)

لما تقرر أن وطئ الأمهات يحرم البنات. (الدر المختار ۳۱/۳ کراچی)

لا يحل أن يتزوج بأم امرأته. (الهداية / فصل في المحرمات ۳۰۷/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳؍۱۱؍۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سگی یا سوتیلی ساس یا سالی سے زنا کرنے پر بیوی کا حکم؟

سوال (۲۳۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص نے اپنی ساس یا سالی کے ساتھ صحبت کی، تو کیا اُس کی بیوی اُس کے نکاح سے خارج ہوگئی؟ اور اگر یہ رشتہ حقیقی نہ ہو یعنی جس کے ساتھ صحبت کی وہ بیوی کی سوتیلی ماں تھی یا سوتیلی ہی تھی، تو کیا ایسی حالت میں بھی بیوی نکاح سے خارج ہوگئی؟ اگر ایسا ہے تو ایسی صورتِ حال میں ایسے شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ ازدواجی زندگی گذارنے کے لئے شریعت کے اعتبار سے کیا کرنا چاہئے؟ اِسلام میں اِس بارے میں کیا اَحکام وارد ہوئے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی کی سگی ماں سے صحبت کرنے کی وجہ سے بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے، اگر ایسا واقعہ پیش آ گیا ہو تو بیوی کو فوری طور پر الگ کرنا لازم ہے، اور ایسے شخص کے لئے بیوی اور اس کی ماں دونوں ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، ان سے زندگی میں کبھی بھی اِزدواجی تعلق قائم نہیں ہوسکتا؛ البتہ اگر بیوی کی سوتیلی ماں ہو تو اُس سے جماع کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی، اِسی طرح اگر بیوی کی بہن یعنی سالی سے زنا کیا ہے تو اس کی وجہ سے بھی بیوی نکاح سے خارج نہیں ہوگی؛ تاہم زناکاری بدترین قابلِ لعنت گناہ ہے، اس پر سچے دل سے توبہ واستغفار لازم ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُمَّهَاتُ نِسَآءِ كُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۳]

وحرم أيضاً بالصهرية أصل مزنيته، وتحته في الشامية: أراد بحرمة المصاهرة حرمات الأربع حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً

وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً. (شامي ۱۰۷/۷ زكريا)

وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة. (شامي ١٤/٤ ١ زكريا)

وطئ أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته، وتحته في الشامية، قال في البحر: لو وطئ أخت امرأته بشبهة تحرم امرأته ما لم تنقض عدة ذات الشبهة. (شامي ١٠٩/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۲/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سوتیلی ماں سے زنا

سوال (۲۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زاہد نے اپنی سوتیلی ماں سے قصداً جماع کرلیا، یہاں تک کہ حمل بھی قرار پا گیا، تو اب زاہد کے والد کے لئے زاہد کی سوتیلی ماں کا کیا حکم ہے، وہ خارج نکاح ہوئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زاہد نے اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ زنا کرکے جرمِ عظیم کا ارتکاب کیا، خواہ حمل ٹھہرا ہو یا نہ ٹھہرا ہو، اُس پر صدق دل سے توبہ کرنا لازم ہے، اور اس عملِ بد سے سوتیلی ماں اپنے شوہر یعنی زاہد کے باپ پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، ان دونوں کے درمیان تفریق واجب ہے۔ (کفایت المفتی ۱۸۶/۵)

وتحرم موطوءات آبائه وأجداده وإن علوا ولو بزنى، والمعقودات لهم عليهن بعقد صحيح. (شامي ٩٩/٤ زكريا)

فمن زنى بامرأة حرمت عليه أمها وإن علت، وابنتها وإن سفلت، وكذا تحرم المزني بها على آباء الزاني وأجداده وإن علوا، وأبنائه وإن سفلوا. (الفتاوىٰ الهندية / المحرمات بالصهرية ١/ ٢٧٤ زكريا)

وأراد بـحرمة المصاهرة الأربع: حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه نسبًا ورضاعًا. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۷۹/۳ زكريا)

وبـحـرمة الـمـصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة. (الـدر المختار / فصل في المحرمات ۱۷/۳ کراچی، البحر الرائق ٤٠٠/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۵/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس عورت کو شہوت کے ساتھ چھوا ہو اُس کی بہن سے نکاح ؟

سوال (۲۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے کسی لڑکی کے ساتھ ناجائز تعلق قائم کیا اور وطی ودخول کے سوا بوس وکنار کیا، صرف دخول نہیں کیا، پھر اسی لڑکی کی چھوٹی بہن سے شادی کرنا چاہتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ شخص نے اجنبی عورت سے چھیڑ چھاڑ کر کے سخت گناہ کا ارتکاب کیا ہے، جس پر سچے دل سے توبہ لازم ہے؛ تاہم اس عمل کے باوجود مذکورہ لڑکی کی بہن سے اُس کا نکاح شرعاً درست ہے۔

عـن الـزهـري قـال: إذا زنـى الـرجـل بأخت امرأته فإنها لاتحرم عليه، لا يحرّم حرام حلالاً. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٨٠/٣ رقم: ١٦٣٤٥ دار الكتب العلمية بيروت)

وطي أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته. (الـدر المختار مع الشامي ١٠٩/٤ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۷/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہنوئی کے ساتھ خلوت کرنے سے بہن کے نکاح کا حکم؟

سوال (۲۳۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو بہنوں کی شادی ہوچکی ہے، اور دونوں کے شوہر بھی موجود ہیں، اب چھوٹی بہن اپنی بڑی بہن کے شوہر کے ساتھ کہیں چلی گئی، پھر دونوں پندرہ یا بیس روز کے بعد آئے، شرعاً ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اب چھوٹی بہن اپنے شوہر کے پاس رہ سکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چھوٹی بہن کا بہنوئی کے ساتھ رہنا یقیناً حرام اور قابلِ لعنت عمل ہوا، جس پر سچے دل سے توبہ واستغفار ضروری ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے اس کا نکاح اپنے شوہر سے ختم نہیں ہوا؛ لہٰذا اگر شوہر چاہے تو اُسے اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

عن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (سنن الترمذي ۲۲/۱ رقم: ۱۱۷۳، مسند بزار – البحر الذخار رقم: ۲۰۶۱، صحيح ابن خزيمة / باب اختيار صلاة المرأة في بيتها رقم: ۱۶۸۵، صحيح ابن حبان / ذكر الأخبار عما يجب على المرأة رقم: ۵۵۹۸)

عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثها الشيطان. (سنن الترمذي ۲۲۱/۱)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: جاوز حرمتين إلى حرمة ولم تحرم عليه امرأته. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۸۰/۳ رقم: ۱۶۳۴۴ دار الكتب العلمية بيروت)

الخلوة بالأجنبية حرام، وأجمعوا أن العجوز لا تسافر بغير محرم، فلا تخلو برجل شاباً أو شيخاً. (الدر المختار مع الشامي ۵۲۹/۹ زكريا)

اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، سواء كانت المعصية

صغيرة أو كبيرة. (روح المعاني ٥ /٢٣٦١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھانجے کو بوسہ دینے والی ممانی کی لڑکی سے بھانجہ کا نکاح؟

سوال (۲۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنے بچپن سے اپنے ماموں ممانی کی پروش میں تھا، اور جیسا کہ ہوتا ہے کہ ماں اپنی اولاد کو محبت کی بنیاد پر بوسہ دیتی ہیں، زید نے چوں کہ بچپن کی مہدی زندگی ممانی کی گود میں گزاری، تو زید کے ساتھ اس کی ممانی بھی ماں کی طرح زید کو بوسہ وغیرہ محبت میں دیتی تھیں؛ لیکن جب زید بالغ ہوگیا تب بھی ممانی اس کو بچپن ہی کی طرح بوسہ دیتی تھیں، اور اب زید نے اپنے ماموں کے احسانات کی بنیاد پر ماموں کی لڑکی سے شادی کرلی ہے، شادی کے بعد جب اُن کو ایک عالم سے سابقہ پڑا، تو عالم نے بتایا کہ تمہارا نکاح ممانی کی لڑکی سے صحیح نہیں ہوا ہے، جب کہ زید کو اپنی ممانی کی لڑکی سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوگیا ہے، تو کیا ایسی صورت میں زید کو اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرلینی چاہئے یا دونوں میاں بیوی کے ایک ساتھ رہنے کی کوئی گنجائش ہے۔ واضح رہے کہ زید نے ممانی کا دودھ بھی نہیں پیا ہے، صرف پرورش میں رہا ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ بات تحقیق اور یقینی طور پر معلوم ہوجائے کہ بوسہ لیتے وقت کبھی بھی ممانی میں یا خود زید میں شہوت نہیں پائی گئی؛ بلکہ محض شفقت میں یہ عمل ہوتا رہا، جیسا کہ سگی ماں اپنی اولاد کو پیار کرتی ہے اور جانبین سے کوئی شہوت نہیں ہوتی، تو اس صورت میں کوئی حرمت ثابت نہ ہوگی، اور اگر یہ عمل کبھی بھی شہوت کے ساتھ ہوا ہو، تو اس ممانی کی بیٹی سے زید کا نکاح حلال نہیں ہوسکتا۔

وإذا قبّلها، ثم قال لم يكن عن شهوة يفتى بالحرمة ما لم يتبين أنه بلا

شهوة. (شامي ٤/١١٢ زكريا)

وتكفی الشهوة من أحدهما. (الدر المختار مع الشامي ٤/١١٣ زكريا)

والشهوة تعتبر عن المس والنظر حتى لو وجدا بغير شهوة ثم اشتهى بعد الترک لا تتعلق به الحرمة ...... ووجود الشهوة من أحدهما يكفي. (الفتاویٰ الهندية ١/٢٧٥ زكريا)

وكما تثبت هٰذه الحرمة بالوطء تثبت بالمس والتقبيل ...... بشهوة، كذا في الذخيرة. (الفتاویٰ الهندية ١/٢٧٤ زكريا)

واللمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ٣/١٧٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۵/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سالی سے زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی

سوال (۲۳۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی سالی سے زنا کیا اور وہ حاملہ ہوگئی، اس حالت میں زید کی بیوی زید پر حرام ہوگئی یا نہیں؟ نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس صورت میں زید کی بیوی اس کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی؛ البتہ جب تک زید کی سالی کا وضع حمل نہ ہوجائے، اس وقت تک اُسے اپنی بیوی سے ہمبستری وغیرہ کرنا جائز نہیں ہے۔

قال قتادة: لا يحرمها ذٰلک عليه غير أنه لا يغشى امرأته حتى تنقضي عدة التي زنى بها. (المصنف لابن أبي شيبة ٣/٤٨٠ رقم: ١٦٣٤٨ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي الخلاصة: وطئ أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته، وتحته في الشامي: قوله: ولا تحرم أي لا تثبت حرمة المصاهرة، فالمعنى: لا تحرم حرمة مؤبدة، وإلا فتحرم إلى اقتضاء عدة الموطوء ة لو بشبهة، قال في البحر: لو وطئ أخت امرأته بشبهة تحرم امرأته مالم تنقض عدة ذات الشبهة. (الدر المختار مع الشامي / فصل في المحرمات ۳۴/۳ کراچی، ۱۹۰/٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۹/۱۱/۱۴۱۰ھ

بیوی کو طلاق دیئے بغیر شادی شدہ سالی سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۳۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں شہناز بنت ننھو ساکن میناٹھیر ضلع مرادآباد کی رہنے والی ہوں، میری شادی ۱۴/سال پہلے اظہار ولد حاجی حیار کے ساتھ ہوئی تھی، اظہار سے میرے دو بچے ہیں (لڑکا محمد ریاض اور لڑکی نور صبا) میری چھوٹی سگی بہن شاکرین کی شادی ناظم ولد چاند محمد بہر میٹھا کے ساتھ ہوئی تھی، میرے شوہر اظہار نے اپنی سالی (میری سگی چھوٹی بہن شاکرین سے ناجائز تعلقات بنالئے، اور مجھے بنا طلاق دئے اپنے گھر سے مع بچوں کے نکال دیا، اور اپنی سالی یعنی میری سگی چھوٹی بہن کو بغیر طلاق کے بھگا کر لے گیا، اور اسے اب بھی بطور بیوی اپنے گھر میں رکھے ہوئے ہے، میرے شوہر اظہار کا کہنا ہے کہ میں نے شاکرین سے شادی کرلی ہے، یہ بتایا جائے کہ میرے شوہر اظہار اور میری سگی چھوٹی بہن کی شادی جائز ہے یا نہیں؟ شاکرین اور اظہار سے پیدا شدہ اولاد کا اظہار کی جائیداد میں حصہ ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال شہناز کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی چھوٹی بہن شاکرین کے ساتھ اظہار کا نکاح کرنا قطعاً حرام اور بدترین گناہ ہے۔ مزید یہ کہ وہ

چھوٹی بہن بھی خود شادی شدہ اور غیر مطلقہ ہے، اس لئے حرمت کا حکم اور زیادہ مؤکد ہوجاتا ہے، اس ناجائز تعلق سے اظہار اور شاکرین کی جو اولاد ہوگی وہ اظہار کی طرف منسوب نہیں کی جائے گی، اور اظہار کی جائیداد میں اُس کی اولاد کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا، اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ [بني اسرائيل: ۳۲]

﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ أي وحرم عليكم الجمع بين الأختين معاً في التزويج. (تفسير ابن كثير ۳۷۳/۲ بيروت)

وأما السنة فما روي عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: من كان يؤمن باللّٰه واليوم الآخر فلا يجمعن ماءه في رحم أختين. (نصب الراية ۱۶۸/۳، كذا في البدائع ۵۴۲/۲ زكريا)

وإن تزوجها في عقدتين فنكاح الأخيرة فاسد، ويجب عليه أن يفارقها. (الفتاویٰ الهندية ۲۷۷/۱ زكريا)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره. (الفتاویٰ الهندية ۲۸۰/۱ زكريا)

أما الإرث فلا يثبت فيه. (شامي / باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد ۲۷۷/۴ زكريا)

أن نكاح المحارم باطل أو فاسد ......، ولذا لا يثبت النسب ولا العدة في نكاح المحارم. (شامي / باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد ۲۷۴/۴ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۵/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

شوہر پر بیٹی کو بشہوت چھونے کا الزام لگوا کر بغیر طلاق کے دوسرے سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص شافعی المسلک ہے اس کی بیوی ایک نومسلمہ عورت ہے، جو اسی کے ہاتھ پر ایمان لے آئی، اُس کے اعمال سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی شافعی المسلک ہے، موصوفہ کی ایک لڑکی نے اپنی ماں اور ایک دوسرے شخص کے سامنے یہ بیان دیا کہ میرے والد صاحب کبھی کبھی مجھے شہوت کے ساتھ چھو لیتے ہیں، اس بیان کے بعد میاں بیوی کے درمیان چار مہینہ یا اُس سے زیادہ جدائیگی رہی، اور شوہر طلاق دیئے بغیر سفر پر چلا گیا، اِسی درمیان بیوی نے اپنے بیٹے اور داماد کے سامنے یہ راز ظاہر کیا کہ میرے غیر مرد کے ساتھ کچھ گناہ (زنا) سرزد ہو گئے ہیں، میں اس گناہ کی تلافی کی صورت یہ سمجھتی ہوں کہ میرا اُس کے ساتھ نکاح ہو جائے، چناں چہ اُن کے لاکھ سمجھانے کے باوجود اُس نے بیٹے اور داماد کی موجودگی میں نکاح کر لیا، دوسرا شوہر اُس کے ساتھ ڈیڑھ ماہ گذار کر سعودی عرب چلا گیا، اُس کے بعد پہلا شوہر سفر سے واپس آیا، اور یہ حالت دیکھ کر کہا کہ اولاً میرے اُس بچی کے ساتھ کبھی بھی اِس قسم کے تعلقات نہیں رہے، اگر تعلقات رہے بھی تو میں شافعی المسلک ہوں، ہمارے مسلک میں حرمتِ مصاہرت کسی بھی طرح ثابت نہیں ہوتی؛ لہٰذا وہ میری بیوی ہے، میں اُس کو کبھی جدا نہیں کر سکتا، جب کہ بیوی کا کہنا یہ ہے کہ میں ایک نومسلمہ ہوں، میں کسی کا مسلک نہیں مانتی اور میں اُس شخص کے نکاح میں رہنا بھی نہیں چاہتی، اب بیٹی کا فی الحال یہ کہنا ہے کہ میں نے ماں کے اُکسانے پر پہلے جھوٹ کہہ دیا تھا، حقیقت یہ ہے کہ والد صاحب کی میرے ساتھ اِس قسم کی حرکات کبھی سرزد نہیں ہوئیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شوہر کے طلاق دیئے بغیر دوسرے مرد سے نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ نیز شوہر کا یہ کہنا کہ میں شافعی المسلک ہوں، ہمارے مسلک میں حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی، اس کا قول کہاں تک درست ہے؟ کیا اِس قول کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان نکاح بحالہ باقی رہے گا؟ اور بیوی کا یہ کہنا کہ میں کسی مسلک کو نہیں مانتی، اس مسئلہ پر کوئی اثر پڑے گا؟ اگر بیوی رہنے پر راضی نہ ہو اور شوہر رکھنے پر مصر ہو تو شرعاً کس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق چوں کہ شوہر

اول نے اپنی بچی کوشہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے کا کبھی اقرار نہیں کیا؛ بلکہ خود بچی نے بھی بعد میں اپنے الزام کوجھوٹا قرار دیا ہے؛ لہٰذا کسی بھی امام کے نزدیک اُن کے مابین حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی، اور مذکورہ عورت بدستور شوہرِ اَول کے نکاح میں برقرار رہی، اب اس شوہر کے سفر پر چلے جانے کے بعد اس نے حرمتِ مصاہرت کے جھوٹے الزام کو بنیاد بنا کر جو دوسرے شخص سے نکاح کیا ہے وہ قطعاً باطل اور حرام ہے، اس عورت پر لازم ہے کہ وہ فوراً دوسرے شخص سے جدائیگی اختیار کرکے پہلے شوہر کے پاس چلی جائے، ورنہ مسلسل حرام کاری اور گناہ میں مبتلا رہے گی، جب تک پہلا شوہر طلاق نہ دے دے یا اس سے شرعی تفریق نہ ہوجائے، اس وقت تک اس عورت کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہرگز جائز نہ ہوگا۔ اس حکم میں حنفیہ اور شافعیہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

عن الزهري عن سعيد ابن المسيب قال: ذوات الأزواج، يرجع ذٰلک إلى أن اللّٰه تعالىٰ حرم الزنا. (المصنف لابن أبي شيبة ۳/ ۵۳۰ رقم: ۱٦۸۸٦ دار الكتب العلمية بيروت)

عن إبراهيم قال: كل ذات زوج عليک حرام إلا ما أصبت من السبايا.

(المصنف لابن أبي شيبة ۳/ ۵۳۰ رقم: ۱٦۸۸۸ دار الكتب العلمية بيروت)

لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره. (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۲۸۰ زكريا)

ومنها أن لا تكون منكوحة الغير لقوله تعالىٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ وهن ذوات الأزواج. (بدائع الصنائع ۲/ ۵٤۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۷/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چچی زاد پھوپھی سے زنا کرنے سے پھوپھی اپنے شوہر پر حرام نہ ہوگی

سوال (۲۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص نے اپنی چچی زاد پھوپھی سے زنا کیا اور لڑکا غیر شادی شدہ ہے، اور ان کی پھوپھی چار اولاد والی ہے؛ لہٰذا وہ پھوپھی ان کے پھوپھا کے لئے جائز رہی یا نہیں؟ جب کہ پھوپھی ہی نے

لڑکے سے محبت کی ہے، لڑکا ان کو نہیں چاہتا تھا۔ اگر لڑکا ان سے شادی کرنا چاہے تو شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ سب باتیں ان کے پھوپھا کو معلوم نہیں ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اس منکوحہ عورت نے زنا کر کے انتہائی گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا ہے، جس کی سزا اسلامی حکومت میں سنگ ساری ہے، اس پر لازم ہے کہ انتہائی تضرع وزاری کے ساتھ اپنے گناہ سے توبہ کرے؛ تاہم اس زنا کی وجہ سے وہ اپنے شوہر کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی، اس کے نکاح میں رہتے ہوئے اس عورت کا نکاح زانی یا کسی بھی شخص سے ہرگز جائز نہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا﴾ [الإسراء، جزء آیت: ۳۲]

أخرج البيهقي عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما حديثا فيه ...... قال: كان الرجل إذا زنى أو أذى في التعبير وضرب النعال فأنزل اللّٰه عزوجل بعد هٰذا: الزانية والزاني فاجلدوا كل رجما في سنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، وهٰذا سبيلهما الذي الذي جعل اللّٰه لهما. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، الحدود / باب ما يستدل به الخ ۲ ۶/۱ ۴۱ رقم: ۱۷۳۸۸)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: إن امرأتي لا تمنع يد لامس، قال غربها قال: إني أخاف أن تتبعها نفسي قال: فاستمتع بها. (سنن أبي داؤد / أول كتاب النكاح ۲۸۰/۱ رقم: ۲۰۴۹، سنن النسائي، كتاب النكاح / باب كراهية تزويج العقيم ۷۰/۲ رقم: ۳۲۲۶، كتاب الطلاق / باب ما جاء في الخلع ۱۰۶/۲ رقم: ۳۴۶۱)

لو زنت امرأة رجل لم تحرم عليه وجاز له وطؤها عقب الزنا. (شامي ۳۴/۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱/۲/۱۴۱۲ھ

محرمات بسببِ جمع

بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا

سوال (۲۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکے نے شادی کی، اُس بیوی سے اولاد بھی ہے، اب وہ چاہتا ہے کہ اپنی بیوی کی بہن سے شادی کرے اور ایک ہی ساتھ دونوں کو رکھنا چاہتا ہے، یہ کہاں تک درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا قطعاً حرام ہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ [النساء: ۲۳]

والجمع بين الأختين لا يجوز، فإذا تزوج أختين معاً فسد نكاحهما. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤/ ٦١ رقم: ٥٥٣١ زكريا)

وقال الضحاک بن فيروز عن أبيه قال: قلت يا رسول اللّٰه! إن أسلمت وتحتي أختان، قال: طلّق أيتهما شئت. (سنن أبي داؤد ١/ ٣٠٥، سنن الترمذي ١/ ٢١٤، سنن ابن ماجة ١/ ١٤٠)

وحرم الجمع بين المحارم نكاحاً أي عقداً صحيحاً (درمختار) وفي الشامي: ولا فيما إذا تزوجهما علىٰ التعاقب وكان نكاح الأولىٰ صحيحاً؛ فإن نكاح الثانية والحالة هٰذه باطل قطعاً. (شامي ٣/ ٣٨ كراچی)

ولا يجمع بين اختين نكاحاً ولا بملك يمين. (الهداية مع الفتح ٢١٤/٣ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱۰/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کی عدت گذرنے سے پہلے سالی سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ اور خالدہ دوسگی بہن ہیں، زید کا نکاح ہندہ سے ہوا، کچھ مدت کے بعد زید نے ہندہ کو طلاق دے دی اور ہندہ عدت میں ہے، تو اس کی عدت کے درمیان زید کی شادی خالدہ سے جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہندہ مرگئی تو زید خالدہ سے تین ماہ کے درمیان نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں جب تک ہندہ کی عدت طلاق نہ گذرے زید کے لئے ہندہ کی بہن خالدہ سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

عن سليمان بن يسار أن عمر رضي الله عنه قال: للتي نكحت في عدتها: فرق بينهما، وقال: لا يتناكحان أبدًا، وجعل لها المهر بما استحل من فرجها، وأمرها أن تعتد من هٰذا وتعتد من هٰذا.

وعن الشعبي أن عليًا رضي الله عنه فرق بينهما، وجعل لها الصداق بما استحل من فرجها، وقال: انقضت عدتها إن شاء تتزوجته فعلت. (سنن سعيد بن منصور، كتاب النكاح / باب المرأة تزوج في عدتها ١٨٩/١ رقم: ٦٩٨-٦٩٩)

ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل، ولو زوّج بمنكوحة الغير وهو لا يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها تجب العدة، وإن كان يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها لا تجب العدة حتى لا يحرم على الزوج وطؤها. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٦٦/٤ رقم: ٥٥٤٤ زكريا)

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، ولهٰذا يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زنا، كما في القنية وغيرها. (الرد المحتار، باب المهر / مطلب في النكاح الفاسد ۱۳۲/۳ كراچی، وكذا في البحر الرائق / باب العدة ۲۴۲/٤ زكريا)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذٰلک المعتدة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير ۲۸۰/۱ زكريا، كذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح / فصل في شرط ألا تكون منكوحة الغير ٤٥١/۳ دار الكتب العلمية بيروت، الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث، المحرمات من النساء / باب المرأة المتزوجة ٦٦٤٦/٩ رشيدية، وكذا في التفسير المظهري ٦٢/٢ كوئٹه)

وحرم الجمع بين المحارم نكاحا وعدة ولو من طلاق بائن. (شامي ١١٦/٤ زكريا)

اگر ہندہ کی وفات ہوجائے تو زید اس کی بہن سے فوراً نکاح کرسکتا ہے، اس میں عدت وغیرہ کی شرط نہیں ہے۔

إذا ماتت امرأته له التزوج بأختها بعد يوم من موتها. (شامي ١١٦/٤ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۲/۲/۱/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سالی سے وطی بالشبہ کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی

سوال (۲۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کی ابھی نئی شادی ہوئے تین دن ہوئے تھے اور اسے اپنی بیوی سے روشناسی ٹھیک سے نہیں ہوئی تھی کہ ایک دوپہر کو وہ اپنی سسرال میں سورہے تھے اور بیوی کے انتظار میں تھے، اتنے میں ان کی ایک سالی آئی جوان کی بیوی کی بالکل ہم شکل تھی، اُنہوں نے اس سے ہم بستری کرلی اور وہ سالی کچھ نہیں بولی، تو کیا یہ وطی بالشبہ میں داخل ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ صورت وطی بالشبہ کی ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اس شخص کی بیوی اس پر حرام تو نہیں ہوئی؛ البتہ سالی سے جماع کے بعد اس وقت تک اس کے لئے اپنی بیوی سے ہم بستر ہونا جائز نہیں ہے جب تک کہ موطوءہ بالشبہ کی عدت (ایک حیض) نہ گذر جائے۔

عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰہ عنه ورفعه أنه قال: لا توطأ حامل حتی تضع حملها، ولا غیر ذات حمل حتی تحیض حیضة. (سنن أبي داؤد / باب في وطئ السبایا ۲۹۳/۱ رقم: ۲۱۵۷)

عن رویفع بن ثابت رضي اللّٰہ عنه عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الآخر فلا یسقي ماءہ ولد غیرہ. (سنن الترمذي / باب الرجل یشتري الجاریة وهي حامل ۲۱۴/۱ رقم: ۱۱٤۰)

لو وطئ أخت امرأته بشبهة تحرم امرأته مالم تنقض عدة ذات الشبهة. (شامي ۳٤/۳ کراچی)

أما عدة الأقراء فلوجوبها أسباب: ...... منها الوطئ عن شبهة النکاح بأن زفت إلیه غیر امرأته فوطئها؛ لأن الشبهة تقام مقام الحقیقة في موضع الاحتیاط؛ وإیجاب العدة من باب الاحتیاط. (بدائع الصنائع / في بیان حکم التوابع للطلاق العدة ۳۰۳/۲ زکریا)

وفي التبیین: وعدة المنکوحة نکاحاً فاسداً والموطؤہ بشبهة، الحیض للموت وغیرہ. (تبیین الحقائق ۵۱۶/۳-۵۱۸، ۲۵۶/۳ زکریا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۲/۱/۲۹ھ

سالی سے زنا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال (۲۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر کسی شخص نے اپنی سالی سے زنا کرلیا، تو کیا اس کی بیوی نکاح میں رہے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سالی سے سالی سمجھ کر زنا کیا ہے، تو یہ بہت بڑا گناہ اور سخت معصیت ہے؛ البتہ اس سے بیوی نکاح سے نہیں نکلے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۴۰۹ ڈابھیل)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا﴾ [الإسراء، جزء آیت: ۳۲]

أخرج البيهقي عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما حديثا فيه ...... قال: كان الرجل إذا زنى أو أذى في التعبير وضرب النعال فأنزل اللّٰه عزوجل بعد هٰذا: الزانية والزاني فاجلدوا كل رجما في سنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، وهٰذا سبيلهما الذي جعل اللّٰه لهما. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، الحدود / باب ما يستدل به الخ ١٢/٤١٦ رقم: ١٧٣٨٨)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: إن امرأتي لا تمنع يد لامس، قال غربها قال: إني أخاف أن تتبعها نفسي قال: فاستمتع بها. (سنن أبي داؤد / أول كتاب النكاح ١/٢٨٠ رقم: ٢٠٤٩، سنن النسائي، كتاب النكاح / باب كراهية تزويج العقيم ٢/٧٠ رقم: ٣٢٢٦، كتاب الطلاق / باب ما جاء في الخلع ٢/١٠٦ رقم: ٣٤٦١)

وطئ أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته، ووجهه أنه لا اعتبار لماء الزاني.

(الرد المحتار / فصل في المحرمات ٣/٣٤ كراچی، كذا في خلاصة الفتاوىٰ ، كتاب النكاح / الفصل الثاني ٢/٧ لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۹/۱۵ھ

بڑی بہن کو طلاق دے کر چھوٹی بہن سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر کسی نے ایک بڑی بہن کو طلاق دے دی اور پھر اس کی دوسری چھوٹی اور سگی بہن سے نکاح کرلے، تو کیا اِس صورت میں نکاح مانا جائے گا؟ اِسی طرح اگر بیوی طلاق کو نہ مانے اور عدت پوری نہ کرے، تو کیا اِس دوران اُس کی چھوٹی بہن سے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بڑی بہن کو طلاق دینے کے بعد جب تک اس کی عدت (تین ماہواری یا وضع حمل) نہ گذر جائے، مذکورہ شخص کے لئے اُس کی سگی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں اور عدت گذرنے کے بعد نکاح کرنے میں حرج نہ ہوگا، اور بڑی بہن کی طرف سے طلاق کو نہ ماننے یا باقاعدہ عدت میں نہ بیٹھنے سے مسئلہ پر کوئی فرق نہ پڑے گا؛ کیوں کہ عدت گھر میں بیٹھنے کا نام نہیں؛ بلکہ تین ماہواری کا وقت گذرنے کا نام ہے؛ لہٰذا اگر یہ وقت گذر چکا ہے تو دوسری بہن سے نکاح صحیح ہوا، اور اگر یہ وقت نہیں گذرا تو دوسری بہن سے نکاح صحیح نہیں ہوا، اس کی تحقیق کرلی جائے۔

وحرم الجمع بين المحارم نكاحا ...... وعدة ولو من طلاق بائن ...... وهي في حق حرة ...... تحيض ثلاث حيض كوامل، وفي حق الحامل وضع جميع حملها.

(شامي مع الدر المختار ۱۱۵/۵-۱۱۶-۱۸۲-۱۸۹-۱۹۰، وكذا في الفتاویٰ الهندية ۵۲٦/۱ زكريا)

أما تفسير العدة وبيان وقت وجوبها: فالعدة في عرف الشرع اسم لأجل ضرب لانقضاء ما بقي من اٰثار النكاح، وهٰذا عندنا وعند الشافعي: هي اسم لفعل التربص ...... والدليل على أنها اسم للأجل لا للفعل أنها تنقضي من غير فعل التربص بأن لم تجتنب عن محظورات العدة حتى انقضت المدة، ولو كانت فعلاً لما تصور انقضاء ها مع ضدها وهو الترك ...... وكذا تنقضي بدون العلم به. (بدائع الصنائع / فصل في حكم التوابع للطلاق العدة ۳۰۱/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۴/۱/۲۵ھ

بہن کے نکاح میں رہتے ہوئے بہنوئی سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۴۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں اپنے بہنوئی سے شادی کرنا چاہتی ہوں؛ کیوں کہ میری بہن ٹی بی کی مریض ہیں، اور ایک سال ہوگیا ہے اس کے دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، ایک چار سال کا، دوسرا ڈیڑھ سال کا ہے، اور ہم دونوں خدا کو حاضر ناظر جان کر ایک دوسرے کو شوہر بیوی مان چکے ہیں، اور شوہر بیوی کی طرح ہی رہتے ہیں، ایک دوسرے کے ہر راز سے بھی واقف ہیں، اور میری بہن بھی اس کے لئے خوش ہے، مگر میرے چچا اور ماں باپ راضی نہیں ہیں، مہربانی کر کے بتلایئے کہ کیا میں خدا کو حاضر وناظر مان کر اُن کو نیا شوہر مان چکی ہوں، تو کیا میں اُن کی بیوی بن گئی یا نہیں؟ میں اُن کو سب کچھ مانتی ہوں، اور اپنے ماں باپ اور بھائی سے بھی زیادہ چاہتی ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تک آپ کی بہن آپ کے بہنوئی کے نکاح میں ہے، آپ کا بہنوئی سے زن وشوئی کا تعلق قطعاً حرام ہے، یہ کھلی ہوئی زنا کاری ہے، جس کی شریعت میں نہایت سخت سزا ہے، اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، آپ کو اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے فوراً اِس بدترین معصیت سے باز آنا چاہئے، اور بہنوئی سے الگ ہو جانا چاہئے، اور سچے دل سے اللہ رب العزت سے توبہ اور استغفار کرنا چاہئے۔

وحرم الجمع بين المحارم نكاحاً. (الدر المختار مع الشامي ۳۸/۲ کراچی، ۱۱۵/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۷/۹/۲ھ

دو حقیقی بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

سوال (۲۴۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کوئی مسلمان دو حقیقی بہنوں کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے؟ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کی

موجودگی میں اپنی بیوی کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا تو کیا ایسا کرنا ازروئے شرع درست ہے؟ اگر کوئی شخص ایسا کرے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہے گی؟ کیا اس دوسری منکوحہ کوعلیحدہ کرنے کے لئے طلاق دینی ہوگی؟ اُس شخص نے اپنی بیوی کی حقیقی بہن سے نکاح کرکے اُس کے ساتھ وظیفہ زوجیت بھی اَدا کرلیا ہے، تو اُس کے گناہ کی معافی کی کیا طریقہ ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی مسلمان کے لئے بیک وقت دو حقیقی بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا ہرگز جائز نہیں اور ایک بہن کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی دوسری حقیقی بہن سے نکاح کرنا قطعاً حرام ہے اور یہ نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا، اس بہن سے ازدواجی تعلق بلا شبہ حرام کاری ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں مذکورہ شخص سخت گنہگار ہے، اس پر لازم ہے کہ فوراً دوسری بہن سے علیحدگی اختیار کرلے اسے طلاق دینے کی بھی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ نکاح ہی نہیں ہوا؛ تاہم دوسری بہن سے نکاح کی وجہ سے پہلی بہن کا نکاح ختم نہیں ہوا؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ دوسری بہن سے علیحدگی کے بعد جب تک اسے ایک ماہواری نہ آجائے اُس وقت تک پہلی بہن (بیوی) سے جسمانی تعلق قائم نہ کرے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۳]

وإن تزوجها في عقدتين فنكاح الأخيرة فاسد، ويجب عليه أن يفارقها.

(الفتاویٰ الهندية ۱/ ۲۷۷، هداية ۲/ ۳۲۸، الفتاویٰ التاتارخانية ٤/ ٦١، فتح القدير ۳/ ۲۱٤، بدائع الصنائع ۲/ ٥٤٠، البحر الرائق ۳/ ۹٦ زكريا)

وطي أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته (الدر المختار) لو زنى بإحدى الأختين لا يقرب الأخرىٰ حتى تحيض الأخرى حيضة. (شامي ٤/ ۱۰۹ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

غیر مسلموں سے نکاح

اہلِ کتاب کی لڑکیوں سے بغیر کلمہ پڑھائے نکاح کرنا؟

سوال (۲۴۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا اہلِ کتاب کی لڑکیوں سے بغیر کلمہ وغیرہ پڑھائے نکاح صحیح ہے، اور اگر بغیر کلمہ پڑھائے نکاح کرلیا جائے، تو کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: یہودی اور نصرانی لڑکیاں اگر اپنے مذہب پر قائم ہوں، تو اُن سے کلمہ پڑھے بغیر بھی نکاح شرعاً درست ہے؛ لیکن آج کل کے پرفتن ماحول میں جب کہ برائی کا اثر قبول کرنے میں اضافہ روز افزوں ہے، اور عام طور پر حال یہ ہے کہ مرد کا اثر بیوی پر قائم ہونے کے بجائے شاطر لڑکیاں مردوں کو اپنا تابع دار بنالیتی ہیں، نیز اہلِ کتاب ماؤں کے فاسد اَثرات اولاد پر بھی بہت زیادہ پڑتے ہیں، اس لئے جواز کے باوجود اہلِ کتاب لڑکیوں سے نکاح نہ کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے، خود سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی بعض مصالح کی وجہ سے کتابی عورتوں سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۶۳/۲)

عن نافع عن ابن عمر أنه كان يكره نكاح نساء أهل الكتاب ولا يرى بطعامهن بأسًا. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٦٣/٣ رقم: ١٦١٥٩ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن عمر أنه كره نكاح نساء أهل الكتاب وقرأ: ﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ [البقرة: ٢٢١] (المصنف لابن أبي شيبة ٤٦٣/٣ رقم: ١٦١٦٠ بيروت)

عن غضيف بن الحارث قال: كتب عامل لعمر بن الخطاب: إن ناسًا من

قبلنا يدعون السامرة يسبتون يوم السبت ويقرؤون التوراة ولا يؤمنون بيوم البعث، فما ترىٰ يا أمير المؤمنين في ذبائحهم؟ قال: فكتب: هم طائفة من أهل الكتاب، ذبائحهم ذبائح أهل الكتاب. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، النكاح / باب من دان دين اليهود والنصارىٰ من الصابئين والسامرة ٤٢٦/١٠، رقم: ١٤٢١٥)

تزوج حذيفة بيهودية فكتب إليه عمر رضي اللّٰه عنه. إن خل سبيلها فكتب إليه حذيفة أحرام هي؟ فكتب إليه عمر لا، ولكن أخاف أن تواقعوا المومسات منهن. (أحكام القرآن للجصاص ٣٢٤/٢)

ونكاح الكتابية جائز للمسلم، سواء كانت حربية أو غير حربية. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٧٠/٤ زكريا)

وكل من يعتقد دينا سماويًا وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث وزبور داؤد عليه السلام، فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم وأهل ذبائحهم. (الفتاوىٰ الهندية / القسم السابع المحرمات بالشرك ٢٨١/١ زكريا، وكذا في البحر الرائق / فصل في المحرمات ١٨٣/٣ زكريا، الدر المختار / فصل في المحرمات ٤٥/٣ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۰/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِسلام کے بعد عیسائیت اختیار کرنے کا حکم

سوال (۲۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج سے پندرہ سال قبل ایک عیسائی لڑکی کے ایمان قبول کرنے کے بعد اس سے میرا نکاح ہوا، اور اس سے چار بچیاں ہیں، آج سے سات مہینہ قبل قرآنِ کریم کو غصہ میں آکر پھینکا، اور کھانے کے وقت عیسائی مذہب کے مطابق آنکھیں بند کر کے کچھ پڑھتی ہیں، اس کے بعد کھانا شروع کرتی ہیں، جب میں پوچھتا ہوں کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟ تو وہ بولتی ہیں کہ جو شادی سے پہلے

میرا مذہب تھا، اب وہی میرا مذہب ہے، اب آیا اِس صورت میں اُس سے نکاح میرا باقی رہا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس وقت آپ کی بیوی نے قرآنِ کریم کو غصہ میں پھینکا اور یہ اِقرار کیا کہ شادی سے پہلے جو میرا مذہب تھا، اب بھی وہی مذہب ہے، اِسی وقت وہ اِسلام سے خارج اور مرتد ہوگئی، اور آپ کا اس سے ازدواجی تعلق باقی نہیں رہا، اَب دونوں میں فوری طور پر جدائیگی لازم ہے، اور جب تک وہ دوبارہ صدق دل سے ایمان نہ لائے اور اُس سے آپ کا دوبارہ نکاح نہ ہو، اُس وقت تک وہ آپ کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔

عن الحسن قال: إذا ارتد المرتد عن الإسلام انقطع ما بينه وبين امرأته، فقال الثوريؒ: والرجل والمرأة سواء. (المصنف لعبد الرزاق ١٦١/٧ رقم: ١٢٦١٧ بيروت)

إذا ارتد أحد الزوجين وقعت الفرقة بينهما في الحال. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢٦٨/٤ رقم: ٦١٥٠ زكريا)

إذا ارتد أحد الزوجين المسلمين بانت منه امرأته مسلمة؛ لأن الردة تنافى النكاح، ويكون ذٰلک فسخا عاجلا. (الموسوعة الفقهية ١٩٨/٢٢ بيروت)

وارتداد أحدهما أي الزوجين فسخ، وتحته في الشامية: فلو ارتد مراراً وجدد الإسلام في كل مرة وجدد النكاح على قول أبي حنيفةؒ تحل امرأته من غير إصابة زوج ثان. (الدر المختار مع الشامي / باب نكاح الكافر ٣٦٦/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۶/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہندو شخص کا مسلم لڑکی سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۵۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی ہندو شخص اپنے مذہب کو تبدیل کئے بغیر کسی مسلم لڑکی سے نکاح کرنا چاہے، تو کیا اس

کا نکاح مسلم شرائط پر ہوسکتا ہے؟ اور اگر کوئی قاضی ہندولڑکے کا مسلم لڑکی سے نکاح کرادے تو کیا قاضی کے نکاح پڑھانے سے یہ نکاح منعقد ہوجائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی ہندو شخص کا اِسلام لائے بغیر کسی مسلم لڑکی سے نکاح قطعاً حلال نہیں۔ اور اگر کوئی قاضی ہندو کا نکاح مسلمان لڑکی سے کردے تو وہ نکاح منعقد نہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا﴾ [البقرة: ٢٢١]

ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمةً، فلا يجوز نكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا﴾ [البقرة، جزءآيت: ٢٢١] (بدائع الصنائع، كتاب النكاح / فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة ٤٦٥/٣ دار الكتب العلمية بيروت، الفتاویٰ الهندية / القسم السابع: المحرمات بالشرك ٢٨٢/١ زكريا، وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح / الفصل الثالث: المحرمات من النساء، زواج المسلمة بالكافر ٦٦٥٢/٩ رشيدية)

ولا يجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة ولا مسلمة ...... ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتابي، كذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية / المحرمات بالشرك ٢٨٢/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۳/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلمان لڑکے لڑکی کا نکاح مشرک کے ساتھ حرام ہے

سوال (۲۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسلم لڑکے یا لڑکی کا غیر مسلم کے ساتھ نکاح جائز ہے؟ اُن کی اولاد کا کیا حکم ہے؟ کیا جائیداد موروثی میں اُن کا حق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمان لڑکے لڑکی کا نکاح غیر مسلم مشرک کے ساتھ

قطعاً حرام ہے،اس رشتہ سے پیدا شدہ اَولاد کا نسب مسلمان سے ثابت نہ ہوگا،اور یہ اولا داُس کی وارث بھی نہ ہوگی ؛ البتہ اگر مسلمان لڑکا اور عیسائی یا یہودی لڑکی ہوتو نکاح کی گنجائش ہے گوکہ بہتر نہیں ہے، اور اس نکاح سے پیدا شدہ اولا دثابت النسب ہوگی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ...... وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۲۱]

أخرج عبد الرزاق عن الحسن بن محمد بن علي رضي اللّٰه عنه قال: كتب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إلى مجوس هجر يدعوهم إلى الإسلام، فمن أسلم قبل منه الحق، ومن أبىٰ كتب عليه الجزية، ولا تؤكل لهم ذبيحة، ولا تنكح منهم امرأة. (المصنف لابن عبد الرزاق، كتاب أهل الكتاب / أخذ الجزية من المجوس ٦٩/٦ رقم: ١٠٠٢٨)

نكح كافر مسلمة فولدت منه لا يثبت النسب منه، ولا تجب العدة؛ لأنه نكاح باطل. (شامي ٢٧٤/٤ زكريا)

قال تعالىٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ [المائدة: ٥]

وصح نكاح كتابية وإن كره تنزيها مؤمنة بنبي ...... مقرّة بكتاب. (شامي ١٢٥/٤-١٣٤ زكريا)

لأن النسب كما يثبت بالنكاح الصحيح يثبت بالنكاح الفاسد. (الهداية / باب ثبوت النسب ٣٠٩/٣ كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۹؍۳؍۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلمان لڑکے کا غیر مسلم لڑکی سے زنا کرنا اور بغیر اِسلام کے نکاح کرنا؟

سوال (۲۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک مسلم لڑکا شہر سے باہر ایک مقام پر ایک ہندو لڑکی کو اپنی کمائی سے خریدی ہوئی جگہ پر سات یا آٹھ سال سے رکھ رہا ہے، اس بیچ میں ایک لڑکا جس کی عمر لگ بھگ پانچ سال ہے، اس لڑکے اور اسی لڑکی سے پیدا ہوا ہے، جس کا پتہ چل چکا تھا کہ یہ دونوں بغیر شادی شدہ ہیں، لڑکے سے کہا جاتا تھا کہ تم اس لڑکی کو اپنے نکاح میں لے لو، مگر لڑکا کسی کی بات ماننے کو تیار نہیں ہے، اگر وہ لڑکا اس لڑکی سے نکاح کرنے کے لئے راضی ہو تو بتائیں اس نکاح کو کس طریقہ سے عمل میں لائیں جو دین اور آخرت کے لئے ثواب کا باعث بنے، اور اگر وہ لڑکا اس لڑکی سے بالکل نکاح ہی نہ کرے تو کیا کرنا چاہئے؟ اور یہ بتائیں کہ جو بچہ ان دونوں سے پیدا ہوا ہے اس کو شرع میں کس طریقہ سے لایا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زنا کاری بدترین جرم ہے، مسئولہ صورت میں اگر ہندو لڑکی اِسلام قبول کرلے، تو اُس کا نکاح مذکورہ لڑکے سے کر دینا چاہئے، اور اگر لڑکی اِسلام قبول نہ کرے، تو اُس کا نکاح کسی مسلمان سے نہیں ہوسکتا، اور جو بچہ حرام تعلق سے پیدا ہوا ہے اُس کا نسب باپ سے ثابت نہ ہوگا؛ بلکہ صرف ماں کی طرف منسوب ہوگا۔ مسئولہ صورت میں لڑکے کو حکمت اور ترغیب وترہیب کے ذریعہ راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنی چاہئے کہ یا تو وہ اُس لڑکی سے لاتعلق ہوجائے یا شرعی شرائط کے مطابق اُس سے نکاح کرلے، بشرطیکہ وہ لڑکی مسلمان ہوجائے۔

عن عمر رضي اللّٰه عنه قال: قضی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بالولد للفراش. (المصنف لابن أبي شیبة ٥٢/٤ رقم: ١٧٦٧٩ دار الکتب العلمیة بیروت)

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: الولد للفراش وللعاهر الأثلب، قیل: وما الأثلب؟ قال: الحجرُ. (المصنف لابن أبي شیبة ٥٢/٤ رقم: ١٧٦٨١ دار الکتب العلمیة بیروت)

ومنها أن لا تکون المرأة مشرکة إذا کان الرجل مسلمًا فلا یجوز للمسلم

أن ينكح المشركة لقوله تعالىٰ: ﴿وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ. وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ﴾ [البقرة: ۲۲۱] (كذافي البدائع ۲/۵۵۲ زكريا)

ولذا لو صرّح بأنه من الزنى لا يثبت قضاءً أيضاً. (شامي ۴۹/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۱۱/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِسلام لاکر مرتد ہونے والے کی بیوی کیا کرے؟

سوال (۲۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اِسلام قبول کرنے کا فریب کیا اور ایک مسلم عورت سے شادی بھی کی، پھر زید کفر کی طرف لوٹ گیا، اَب زن دوسری شادی کرنا چاہتی ہے، تو کیا بغیر عدت کے نکاح ہوگا یا کوئی اور حکم قرآن واَحادیث کا ہے؟ نیز زید سے زن کا پانچ سال سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے، اور نہ زید کا کوئی پتہ ہے کہ وہ کہاں ہے؟ زن کو اب کیا کرنا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں عورت کو چاہئے کہ وہ اپنا معاملہ قریبی دار القضاء یا شرعی عدالت میں پیش کرے اور اس کے فیصلے کے مطابق عمل کرے اور جب تک فیصلہ نہ ہو کسی سے نکاح نہ کرے۔ (الحیلۃ الناجزۃ ۱۴۵ جدید) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۰/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے قادیانی ہوجانے سے نکاح کا حکم

سوال (۲۵۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص قادیانی مرزائی فتنہ میں مبتلا ہوگیا، اس کے بھائیوں نے اسے آبائی وراثت سے بے دخل کردیا؛ لیکن زوجہ بدستور حق زوجیت ادا کررہی ہے، اس عورت کا اس کے ساتھ رہنا کیسا

ہے؟ عورت اس سے طلاق طلب کرے یا طلاق پڑ چکی؟

(۲) مذکورہ عورت اگر اس شخص سے جدا نہ ہونا چاہئے، تو اس عورت کے مائکہ والوں کو اس کے ساتھ تعلق رکھنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شوہر کے قادیانی مرتد ہوتے ہی اس کا نکاح بیوی سے فوراً فسخ ہو چکا ہے؛ اس لئے اس عورت کا قادیانی مرتد کے ساتھ رہنا قطعاً حرام ہے، فوراً اس سے الگ ہونا لازم ہے، ورنہ مسلسل سخت گناہ ہوگا۔ (مستفاد: انوار رحمت ۴۷۴، بحوالہ: الحیلہ الناجزہ ۱۴۵ جدید)

مذکورہ عورت کو ہر ممکن طریقہ پر مرتد شوہر سے جدا کرنے کی ضرورت ہے، اگر وہ الگ نہ ہو تو خاندان والے اس سے مقاطعہ بھی کر سکتے ہیں۔

قال تعالیٰ: ﴿وَلاَ تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ [هود، جزء آیت: ۱۱۳]

عن الحسن قال: إذا ارتد المرتد عن الإسلام انقطع ما بينه وبين امرأته، فقال الثوريؒ: والرجل والمرأة سواء. (المصنف لعبد الرزاق ۱٦۱/۷ رقم: ۱۲٦۱۷ بيروت)

إذا ارتد أحد الزوجين وقعت الفرقة بينهما في الحال. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲٦۸/٤ رقم: ٦۱٥۰ زكريا)

إذا ارتد أحد الزوجين المسلمين بانت منه امرأته مسلمة؛ لأن الردة تنافى النكاح، ويكون ذٰلک فسخا عاجلا. (الموسوعة الفقهية ۱۹۸/۲۲ بيروت)

وارتداد أحدهما أي الزوجين فسخ، وتحته في الشامية: فلو ارتد مرارًا وجدد الإسلام في كل مرة وجدد النكاح على قول أبي حنيفةؒ تحل امرأته من غير إصابة زوج ثان. (الدر المختار مع الشامي / باب نكاح الكافر ۳٦٦/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شیعہ لڑکی سے نکاح؟

سوال (۲۵۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شادی ہونے والی ہے جس میں لڑکا سنی ہے اور لڑکی شیعہ ہے؛ لیکن لڑکی سنی بننے کے لئے تیار ہے؛ لہٰذا آنجناب سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ شریعت کی روشنی میں بتایئے کہ کیا یہ نکاح درست ہے؟ اور اس نکاح میں کھانا وغیرہ کھانا درست ہے کہ نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں شیعہ لڑکی اگر سچے دل سے ایمان لاکر سنی مذہب قبول کرلے اور مذہب شیعہ کے طور وطریقہ اور رسوم سے براُت اور اِظہار بیزاری کرے تو فی نفسہٖ ایسی لڑکی سے شرعاً نکاح درست ہوگا اور اگر محض دکھاوے کے لئے یا شادی کی غرض سے اپنے آپ کو سنی ظاہر کرے اور حقیقت میں شیعہ ہی رہے، تو ایسی لڑکی سے مسلمان کا نکاح جائز نہیں، اور شیعہ لوگ چوں کہ عموماً سنیوں سے اور ان کے اکابر یعنی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلفِ صالحین سے نفرت رکھتے ہیں؛ اس لئے ان کے یہاں تقریبات میں شرکت سے اجتناب کرنا چاہئے، احتیاط اِسی میں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۳۱/۶)

ومنها أن لا تكون المرأة مشركة إذا كان الرجل مسلمًا فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة لقوله تعالىٰ: ﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ. وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ﴾ [البقرة: ۲۲۱] (كذا في البدائع ۵۵۲/۲ زكريا)

ولو قذف عائشة رضي الله عنها بالزنى كفر بالله ...... ومن أنكر إمامة أبي بكر الصديق رضي الله عنه فهو كافر ...... وكذٰلک من أنكر خلافة عمر رضي اللّٰه عنه في أصح الأقوال ...... ويجب إكفار الروافض ...... بقولهم إن جبرائيل عليه السلام غلط في الوحي إلى محمد صلى الله عليه وسلم دون علي ابن أبي

طالب رضي الله عنه. (الفتاویٰ الهندية ٢٦٤/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شیعہ لڑکے کا سنی لڑکی سے باہمی رضامندی کے ساتھ نکاح کرنا؟

سوال (۲۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شیعہ لڑکے کا نکاح سنی لڑکی سے ہوگیا، نکاح سے پہلے لڑکے کو معلوم تھا کہ لڑکی سنی ہے، اِسی طرح لڑکی کو معلوم تھا کہ لڑکا شیعہ ہے، آپس میں لڑکی والوں نے یہ طے کردیا تھا کہ لڑکی پر شیعہ مذہب سے متعلق کوئی دباؤ نہیں بنایا جائے گا۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ یہ نکاح شریعتِ اِسلامیہ کی رو سے صحیح ہوا یا نہیں؟ اب دونوں ساتھ رہ سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندوستان میں پائے جانے والے اکثر شیعہ امامیہ اثنا عشریہ ہیں، جو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرات شیخینؓ (سیدنا حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) اور ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کفریہ عقیدہ رکھتے ہیں، اور ان مقدس شخصیات پر تبرا کرتے ہیں، اس لئے ایسے کفریہ عقیدہ رکھنے والے شیعہ لڑکے کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح قطعاً حلال نہیں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں مذکورہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، اور دونوں کے لئے ساتھ رہنا بالکل جائز ہی نہیں ہے، فوری طور پر تفریق لازم ہے۔

(مستفاد فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۷ میرٹھ، امداد الفتاویٰ ۲۲۲/۲ زکریا)

ومنها إسلام الرجل إذا كانت الرجل مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالىٰ: ﴿وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٢١] (بدائع الصنائع ٢٧١/٢ كراچی)

إن الرافضي إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر. (شامي ٣٧٧/٦ زكريا)

لا شک في تـكـفيـر مـن قـذف السيدة عائشة أو أنكر صحبة الصديق.

(شامي ٣٧٨/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱۰/ ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شیعوں سے نکاح کرنا اور اُن کے کفن دفن میں شریک ہونا؟

سوال (۲۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندوستان کے صوبہ مدھیہ پردیش کے سنی حضرات شیعوں کے کفن دفن میں شریک ہوتے ہیں، نیز اُن کے ساتھ نکاح بھی کرتے ہیں، کیا یہ دفن میں شرکت ونکاح دونوں چیزیں درست ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کفریہ عقائد والے شیعوں کے ساتھ مناکحت اور اُن کے کفن دفن میں شرکت جائز نہیں، اس لئے سنی حضرات کو اُن لوگوں سے راہ ورسم قائم کرنے سے پہلے اُن کے عقائد کی تحقیق ضرور کر لینی چاہئے، کیوں کہ ہندوستان میں پائے جانے والے اکثر شیعہ فرقۂ امامیہ اِثنا عشریہ سے تعلق رکھتے ہیں، جن کو علماء اہلِ سنت نے اُن کے کفریہ عقائد کی وجہ سے کافر قرار دیا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲/۲۵، ۲/۳۵، احسن الفتاویٰ ۵/۹۰)

وهٰؤلاء القـوم خـارجـون مـن ملة الإسلام، وأحكامها أحكام المرتدين.

(الفتاویٰ الهندية ٢/٢٦٤ زكريا)

ولا يـصـلـح أن ينكح مرتدا ومرتدة أحدا من الناس مطلقا. (الدر المختار مع الشامي ٣/٢٠٠ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کس قسم کے شیعہ سے سنی کا نکاح حرام ہے؟

سوال (۲۵۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) میں اپنی بڑی بہن سے ملنے گئی تو وہاں میری بہن نے آپ کا رسالہ ''تحفۂ خواتین'' ماہ فروری ۲۰۰۹ء پڑھنے کو دیا، انہوں نے مجھ سے کہا کہ دیکھ تو نے رافضی سے شادی کی ہے، تیرے لئے کیا حکم ہے، اس کو پڑھ کر اپنی عاقبت سنوار لے، میں رسالہ گھر لے آئی اس میں ص: ۱۸ر پر آپ نے شیعہ سے نکاح کے متعلق جواب دیا ہے، یہ جواب میری سمجھ میں نہیں آیا، اس کی وضاحت چاہتی ہوں؛ تاکہ میں دیکھوں کہ یہ باتیں میرے شوہر میں ہیں یا نہیں؟ پہلے میں سوال وجواب نقل کر رہی ہوں۔

سوال: -میرے شوہر شیعہ ہیں، اور وہ مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میں ان کے مسلک کے مطابق نماز پڑھوں، اور وہ مجھے یہ بھی کہتے ہیں کہ شیعہ مسلک قبول کرلو، میں کیا کروں شوہر کے شیعہ ہونے سے میرا نکاح ختم تو نہیں ہوا، اور اِن تمام باتوں میں کیا اطاعت ضروری ہے؟

جواب: جو شخص شیعہ کفریہ عقائد رکھتا ہو مثلاً ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھتا ہو، یا حضرات شیخین سیدنا حضرت ابوبکر وسیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی صحابیت کا منکر ہو، یا قرآنِ کریم میں کمی بیشی کا قائل ہو، تو ایسے شخص سے کسی مسلمان لڑکی کا نکاح قطعاً حرام ہے، اور کسی مسلمان کے لئے شیعہ مسلک کے مطابق نماز پڑھنا یا کوئی بھی عبادت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

إن الرافضي إذا کان یسب الشیخین یلعنهما فهو کافر. (شامي ۳۷۷/۶ زکریا)

لاشک في تکفیر من قذف السیدة عائشة رضي اللّٰه عنها أو أنکر صحبة الصدیق. (الفتاویٰ الهندیة، فتاویٰ محمودیه ۴۵۳/۱۱، کفایت المفتی ۱۹۵/۵)

(۲) آپ نے تحریر کیا ہے کہ جو شیعہ کفریہ عقائد رکھتا ہو، یہاں سوال یہ ہے کہ کفریہ عقائد کیا ہیں؟ اُن کی تفصیل آپ نے نہیں لکھی، دوسری چیز آپ نے تحریر کی ہے کہ ام المؤمنین سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھتا ہو، آخر وہ تہمت کیا ہے؟ تیسری چیز آپ نے تحریر کی ہے کہ سیدنا حضرت ابوبکرا ور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی صحابیت کا منکر ہو۔ یہاں پر غور طلب یہ ہے کہ وہ تو تھے ہی صحابی کسی کے انکار سے صحابیت ختم تھوڑے ہی ہوگی، پھر وہ کس بنیاد پر صحابیت کا منکر ہوگا اور کیوں؟ چوتھی چیز آپ نے تحریر کی ہے کہ شیعہ مسلک کے مطابق نماز پڑھنا، یا کوئی بھی عبادت کرنا ہرگز جائز نہیں، یہاں پر سوال یہ ہے کہ اُن کی عبادت میں وہ حرام کام کیا ہیں، جن کی بنا پر اُن کی نماز یا عبادت میں اُن کی تأسی کرنا جائز نہیں؟

میں اپنی بات بتاؤں (مسئلہ میں شرم نہیں کے اصول کے تحت) یہ ہے کہ میں نے محلّہ میں رہنے والے شیعہ سے عشقیہ شادی ضرور کی ہے؛ لیکن مجھے معلوم ہوا تھا (اور میرے شوہر نے بھی کہا تھا) کہ شیعہ مسلمان ہیں، اور ایک مسلمان سے نکاح ہوسکتا ہے، آپ کے اس جواب نے میری نیند اُڑادی ہے، جلد از جلد تفصیل سے جواب دیجئے؛ تاکہ میں کوئی فیصلہ کروں اور اپنی آخرت کو سنواروں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو عقیدہ قرآنِ کریم اور متواتر اَحادیثِ شریفہ سے ثابت ہو، اُس کا انکار موجبِ کفر ہے، اور قرآنِ پاک میں اُم المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کے بارے میں متعدد آیات نازل ہوئی ہیں، جو سورۂ نور میں مذکور ہیں؛ لہٰذا اس برأت کے باوجود کوئی دریدہ دہن شخص حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت باندھے اور اُن سے بدظنی رکھے، تو یہ قرآن کا انکار اور موجبِ کفر ہے، ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص مسلمان نہیں ہوسکتا اور شیعوں کے بہت سے فرقے مختلف کفریہ عقائد رکھتے ہیں، مثلاً حضرات انبیاء علیہم السلام کی عصمت والی صفت اپنے ائمہ میں ثابت کرنا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرنا، یہ صحیح ہے کہ اُن کی صحابیت کے انکار سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا؛ لیکن جو حقیقت قرآن سے اور اَحادیثِ متواترہ اور اِجماعِ اُمت سے مستفاد ہے، اُس کا انکار کرنے کی وجہ سے یقیناً کفر کا حکم ہوگا، جیسے کوئی شخص کسی نبی کی نبوت کا

انکارکردے،تو اُس سے اگرچہ نبی کی نبوت ختم نہیں ہوتی؛ لیکن منکر کافر قرار پاتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۷/ ۱۴۷ میرٹھ، امداد الفتاویٰ ۲/ ۲۲۲)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إِنَّ الَّذِيۡنَ جَآءُوۡا بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَةٌ مِنۡکُمۡ، لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَکُمۡ؛ بَلۡ هُوَ خَيۡرٌ لَکُمۡ لِکُلِّ امۡرِئٍ مِنۡهُمۡ مَا اکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ وَالَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَهٗ مِنۡهُمۡ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ. لَوۡلَا اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَيۡرًا وَقَالُوۡا هٰذَا اِفۡکٌ مُبِيۡنٌ. لَوۡلَا جَآءُوۡا عَلَيۡهِ بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذۡ لَمۡ يَاۡتُوۡا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنۡدَ اللّٰهِ هُمُ الۡکَاذِبُوۡنَ. وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡکُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ فِی الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ لَمَسَّکُمۡ فِیۡ مَا اَفَضۡتُمۡ فِيۡهِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ. اِذۡ تَلَقَّوۡنَهٗ بِاَلۡسِنَتِکُمۡ وَتَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِکُمۡ مَا لَيۡسَ لَکُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ وَتَحۡسَبُوۡنَهٗ هَيِّنًا وَهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمٌ. وَلَوۡلَا اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ قُلۡتُمۡ مَا يَکُوۡنُ لَنَا اَنۡ نَتَکَلَّمَ بِهٰذَا سُبۡحَانَکَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ﴾ [النور: ١١-١٢-١٣-١٤-١٥-١٦]

وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿اَلۡخَبِيۡثَاتُ لِلۡخَبِيۡثِيۡنَ وَالۡخَبِيۡثُوۡنَ لِلۡخَبِيۡثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيۡنَ وَالطَّيِّبُوۡنَ لِلطَّيِّبَاتِ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّئُوۡنَ مِمَّا يَقُوۡلُوۡنَ لَهُمۡ مَغۡفِرَةٌ وَرِزۡقٌ کَرِيۡمٌ﴾ [النور: ٢٦]

لو استحل السب أو القتل فهو كافر لا محالة ...... سب الصحابة والطعن فيهم إن كان مما يخالف الأدلة القطعية كفر، كقذف عائشة رضي اللّٰه عنها وإلا فبدعة وفسق. (شرح الفقه الأكبر ٨٦)

وقال اللّٰه تعالیٰ أيضًا: ﴿ثَانِیَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِی الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ [التوبة، جزء آيت: ٤٠]

ومنها: إسلام الرجل إذا كانت الرجل مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنۡکِحُوۡا الۡمُشۡرِکِيۡنَ حَتّٰی يُؤۡمِنُوۡا﴾ [البقرة: ٢٢١] (بدائع الصنائع ٢/ ٢٧١ كراچی)

شیعہ مذہبِ اسلام سے بالکل الگ مذہب ہے، اس کے عقائد اور اُصول وفروع سب جدا گانہ ہیں، نماز کے طریقے میں بھی فرق ہے؛ لہٰذا کسی بھی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنا صحیح طریقہ چھوڑ کر باطل مذہب کا طریقہ اپنائے۔

وهولاء القوم خارجون عن ملة الإسلام، وأحكامهم أحكام المرتدين.

(الفتاویٰ الهندية ۲/ ۲٦٤ زكريا)

وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها، فلا يصح الإقتداء به أصلا. (الدرالمختار مع الشامي ۲/ ۳۰۰ زكريا)

اب آپ کے لئے دو ہی راستے ہیں، یا تو آپ اپنے شوہر کو صحیح عقائد اور اعمال کی طرف لا کر اس سے ازسرِنو نکاح کریں اور شیعیت کے ماحول سے نکل کر الگ جگہ رہیں، اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو فوری طور پر اس شیعہ شوہر سے جدائی حاصل کر کے اس سے الگ زندگی گذاریں، شوہر کے شیعہ رہتے ہوئے آپ کا اُس کے ساتھ رہنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۸/ ۳۹۰، کفایت المفتی ۱/ ۲۷۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/ ۷/ ۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شیعہ سنی کا نکاح پڑھانے والے کا حکم؟

سوال (۲۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک سنی لڑکے کا نکاح ایک شیعہ لڑکی سے پڑھایا ہے، یہ لڑکی اثنا عشریہ فرقہ سے تعلق رکھتی ہے، اور اس فرقہ پر کفر کا فتویٰ لاحق ہو چکا ہے، عبد اللہ عالم اور مسجد کا امام ہے، جس وقت عبد اللہ نکاح پڑھانے جا رہا تھا، ایک شخص نے کہا کہ آپ کو یہ نکاح نہ پڑھانا چاہئے، تو عبد اللہ نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے کہ یہ کافر ہے، میں نکاح نہ پڑھاؤں گا؛ بلکہ صرف شرکت ہی کروں گا، مگر عبد اللہ نے وہاں جا کر نکاح پڑھایا، اس ضمن میں چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں، کیا عبد اللہ نے شیعوں

کا کافر ہونے کا یقین ہونے کے باوجود نکاح پڑھایا غالباً جائز سمجھ کر یا پیسوں کے لالچ میں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: عبداللہ نے جو نکاح پڑھایا ہے وہ جائز سمجھ کر نہیں؛ بلکہ کسی اور مقصد سے پڑھایا ہے، اس لئے عبداللہ پر سچی اور پکی توبہ لازم ہے، اور جو سنی اس نکاح میں شریک ہوئے ان پر بھی توبہ لازم ہے۔

عن النواس بن سِمعان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق. رواه في شرح السنة. (مشكاة المصابيح / كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني ۲/۳۲۱)

عن علي رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا طاعة في معصية، إنما الطاعة في المعروف. متفق عليه. (مشكاة المصابيح / كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول ۲/۳۱۹)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لا يجوز تاخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً. (شرح النووي على صحيح مسلم / كتاب التوبة ۲/۳۵٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۴/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شیعہ لڑکی کا سنی لڑکے سے نکاح پڑھوانا اور نکاح خواں کا اِمامت کرنا؟

سوال (۲۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک سنی لڑکے کا نکاح ایک شیعہ لڑکی سے پڑھا دیا ہے (یہ لڑکی اثنا عشری فرقہ سے تعلق رکھتی ہے، اور اس فرقہ پر کفر کا فتویٰ لاحق ہو چکا ہے) زید عالم اور مسجد کا امام بھی ہے، جس

وقت زید نکاح پڑھانے جارہا تھا، اس وقت ایک شخص نے کہا کہ آپ کو یہ نکاح نہیں پڑھانا چاہئے، تو زید نے جواب دیا، ہاں مجھے معلوم ہے کہ یہ کافر ہے، اور میں نکاح نہیں پڑھاؤں گا؛ بلکہ صرف شرکت ہی کروں گا، مگر زید نے وہاں جاکر نکاح پڑھادیا، اس ضمن میں چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

(۱) زید نے شیعہ لڑکی کے کافر ہونے کا یقین ہونے کے باوجود نکاح پڑھایا، غالباً جائز سمجھ کر یا پیسوں کے لالچ میں؟

(۲) منع کرنے والے شخص سے جھوٹ بولا کہ میں نکاح نہیں پڑھاؤں گا پھر بھی پڑھایا؟

(۳) زید کے نکاح پڑھانے کی وجہ سے سنی لڑکا شیعہ لڑکی سے جو صحبت کرے گا وہ جائز ہوگی یا نہیں؟

(۴) زید کو لوگ عالم اور امام سمجھ کر اس قسم کے نکاح کو جائز سمجھنے لگیں گے، اس طرح کے حالات کے پیشِ نظر زید کے پیچھے نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج تو نہیں، اگر زید اب توبہ کرے تو وہ نمازیں جو نکاح سے اب تک پڑھائی ہیں ان کا کیا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شیعہ اِثناعشریہ جو خلافِ شرع عقائد رکھتے ہیں، اُن کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، ایسا نکاح منعقد ہی نہ ہوگا، اِلا یہ کہ لڑکی اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہوجائے اور پھر کوئی صحیح العقیدہ شخص ان دونوں کا نکاح کرائے۔

بریں بنا صورتِ مسئولہ میں زید نے شیعہ لڑکی سے سنی لڑکے کا نکاح پڑھا کر سخت گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اس نکاح پڑھانے سے شیعہ لڑکی سنی لڑکے کے لئے حلال نہ ہوگی، زید پر توبہ واستغفار لازم ہے جب تک توبہ نہ کرے گا اُس کی امامت مکروہ ہوگی؛ تاہم جو نمازیں توبہ سے قبل پڑھائی ہیں اُن کا اعادہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۴۶۹ دیوبند، فتاویٰ دارالعلوم ۲۷۰/۷)

رجل أم قومًا شهرًا ثم قال: كنت مجوسيًا، فإنه يجبر على الإسلام ولا

يقبل قوله، وصلا تهم جائزة ويضرب ضربًا شديدًا، وكذا لو قال: صليت بكم المدة على غير وضوء، وهو ماجن لا يقبل قوله، وإن لم يكن كذٰلک واحتمل أنه قال: على وجه التورع والاحتياط أعادوا صلاتهم، وكذا إذا قال: كان في ثوب قذرٌ، كذا في الخلاصة. وكذا إذا أبان أن الإمام كافر أو مجنون أو امرأة أو خنثىٰ أو أمي أو صلى بغير إحرام أو محدثًا أو جنبًا، هٰكذا في التبيين. (الفتاویٰ الهندية / الفصل الثالث: في بيان من يصلح إمامًا لغيره ۸۷/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۳/۳/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ولایتِ نکاح سے متعلق مسائل

شریعت کی نظر میں لڑکی کب بالغ ہوتی ہے؟

سوال (۲۶۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شریعت کے اعتبار سے عموماً لڑکیاں کتنی عمر میں بالغ ہو جاتی ہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت کی نظر میں لڑکی میں بلوغ کی علامتیں تین ہیں: (۱) احتلام ہونا (۲) حیض آنا (۳) حاملہ ہو جانا۔ اِن میں سے جو علامت بھی پائی جائے گی، لڑکی کو بالغہ قرار دیا جائے گا، اور اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی بالفرض نہ پائی جائے، تو پندرہ سال کی عمر پوری ہونے پر بہرحال اس کو بالغہ قرار دیا جائے گا، اور مشاہدہ یہ ہے کہ نو سال کے بعد ہی لڑکیوں میں یہ علامات پائی جاتی ہیں، اس سے پہلے نہیں پائی جاتیں۔

وبلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال ...... والجارية بالاحتلام والحيض والحبل ...... فإن لم يوجد فيها شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى. (الدر المختار مع الشامي ۲۲۵/۹ زكريا، تبيين الحقائق ۲۰۳/۵ ملتان، البحر الرائق ۸٤/۸ كوئٹه، الهداية ۳٤۲/۳، عناية على هامش تكملة فتح القدير ۲۷۰/۷)

قال رحمه الله: بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، وإلا فحتى يتم له ثماني عشرة سنةً، والجارية بالحيض والاحتلام والحبل، وإلا فحتى يتم لها سبع عشر سنةً، ويفتى بالبلوغ فيهما بخمس عشرة سنة ...... الخ. (تبيين الحقائق،

كتاب الحجر / فصل: بلوغ الغلام ٦/٢٧٥-٢٧٦ دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار، كتاب الحجر / فصل بلوغ الغلام بالاحتلام ٦/١٥٣ كراچی، البحر الرائق، كتاب الإكراه / باب الحجر، فصل في حد البلوغ ٨/١٥٣ زكريا، كذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الحجر / فصل في بيان أحكام البلوغ ٢/٤٤٤ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر علامات ظاہر نہ ہوں تو شرعاً لڑکا کب بالغ ہوگا؟

سوال (۲۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکے کا سن بلوغ کیا ہے؟ اور وہ کب بالغ قرار دیا جاتا ہے؟ کیا بلوغ اس کی علامات پر مبنی ہے یا عمر پر؟ اگر عمر کی کوئی تحدید ہوتی ہے تو بالغ ہونے کی عمر لڑکے کے لئے کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بارہ سال کے بعد بلوغ کی کوئی علامت احتلام وغیرہ پائی جائے، تو اُسی وقت سے وہ بالغ ہو جائے گا، ورنہ پندرہ سال پورے ہونے پر اسے بالغ قرار دیا جائے گا۔

يحكم ببلوغ الغلام بالاحتلام أو الإنزال أو الإحبال ...... وببلوغ الجارية بالحيض أو الاحتلام أو الحبل ...... فإن لم يوجد شيء من ذٰلك فإذا تم له ثماني عشرة سنةً، ولها سبع عشرة سنةً عنده، وعندهما إذا تم خمسة عشر سنةً فيهما، وهو رواية الإمام، وبه قالت الأئمة الثلا ثة، وبه يفتى ...... وأدنى مدته له ثنتا عشرة سنة، ولها تسع سنين، الخ. (ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الحجر / فصل في بيان أحكام البلوغ ٢/٤٤٤ دار إحياء التراث العربي بيروت، البحر الرائق، كتاب الإكراه / باب الحجر، فصل في حد البلوغ ٨/١٥٣ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب لحجر / الفصل الثاني في معرفة حد البلوغ ٥/٦١ زكريا)

بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، والأصل هو الإنزال، والجارية بالاحتلام والحيض والحبل، فإن لم يوجد فيهما شيء، فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنةً، به يفتى. (الدر المختار، كتاب الحجر / فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام ١٥٣/٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَولاد کا شرعی ولی کون ہے؟

سوال (۲۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر میاں بیوی کے بیچ طلاق ہوجائے، اور اُن کی صرف ایک اولاد نابالغ لڑکی عمر قریب چار سال کی ہو، جو اپنے باپ کے پاس رہتی ہو، اُس کی ذات کا شرعاً ولی ماں باپ، دادا دادی میں سے کون ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ بچی کا ولی اُس کا باپ ہے، اور بلوغ تک پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے۔

والولي هو العصبة. (الهداية ٣١٦/٢، البحر الرائق / بلب الأولياء والأكفاء ٢٠٦/٣-٢١١ زكريا)

أي المراد بالولي هنا الولي في النكاح، سواء كان له ولاية في المال أيضًا كالأب والجدّ والقاضي، أو لا كالأخ لا الولي في المال فقط. (شامي / باب الولي ١٩١/٤ زكريا، ٧٦/٣ كراچی)

والولي هو العصبة نسبًا وسببًا على ترتيب الإرث. (مجمع الأنهر ٤٩٨/١ بيروت)

أحق بالولد أمه قبل الفرقة وبعدها ثم أم لأم. (البحر الرائق ١٦٧/٤ زكريا، شامي ٢٦٢/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۰/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بڑا بھائی چھوٹے بھائی کا ولی ہے

سوال (۲۶۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو حقیقی بھائی ہیں جن کے والد کا انتقال ہو چکا ہے، اور اُن کی والدہ نے نکاحِ ثانی کر کے گھر چھوڑ دیا ہے اور بیٹوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، بڑے بھائی کی شادی ہوچکی ہے اور ایک بچہ بھی ہے، چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے پاس اُس کی کفالت اور نگرانی میں رہتا ہے؛ کیوں کہ وہ نابالغ ہے، ان بھائیوں کا چچا بھی برابر میں رہتا ہے، اُن کے دادا دادی وغیرہ اور کوئی سرپرست نہیں ہے، بس چھوٹے نابالغ بھائی کا کفیل وسرپرست بڑا بھائی ہی ہے۔ تو استفتاء یہ ہے کہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کا ولی ہے یا نہیں؟ یا پھر کون اس کا ولی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں نابالغ بھائی کا اُس کا بڑا بھائی شرعاً ولی ہے۔

يقدم الأب، ثم أبوه، ثم الأخ الشقيق. (شامي / باب الولي ١٩٢/٤، كذا في مجمع الأنهر / باب الأولياء والأكفاء ٤٩٧/١ بيروت)

الولي في النكاح لا المال العصبة بنفسهٖ على ترتيب الإرث والحجب أي المراد بالولي هنا الولي في النكاح، سواء كان له ولاية في المال أيضًا كالأب والجدّ والقاضي، أو لا كالأخ لا الولي في المال فقط. (شامي / باب الولي ١٩١/٤ زكريا، ٧٦/٣ كراچی)

فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته، ولو تحولت الولاية إليه لم يجز إلا بإجازته بعد التحول. (الدر المختار / باب الولي ١٩٩/٤ زكريا، كذا في المحيط البرهاني / في معرفة الأولياء ١٥٧/٣ غفارية كوئٹه، الفتاوىٰ الهندية / الباب الرابع في الأولياء ٢٨٥/١ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

اَولاد کے نکاح کی ذمہ داری باپ پر ہے

سوال (۲۶۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا زید کی بیوی زید کے بچوں کی شادی اس کی اجازت کے بغیر کرسکتی ہے یا نہیں؟ براہِ کرم شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ کی موجودگی میں بیوی بچوں کے نکاح کی ذمہ داری اوراس بارے میں مناسب فیصلہ کا حق ماں کو حاصل نہیں؛ بلکہ باپ کو اختیار رہے۔ وہ جہاں چاہے اپنے بچے بچیوں کا رشتہ کرے، اس کی اجازت کے بغیر ماں کا اپنی مرضی سے رشتہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

مستفاد: وللولي إنكاح الصغير والصغيرة جبرا ولو ثيبًا، ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفء أن كان الولي أبا أو جدًا. (الدر المختار مع الرد المحتار ۱۷۰/٤ -۱۷۱ زکریا)

ولزم النكاح بلا توقف أجاز ة أحد وبلا ثبوت خيار في تزويج الأب والجد والمولى. (شامي ۱۷۱/٤ زکریا)

وان كان المزوج غيرهما أي غير الأب وأبيه ولو الأم إلى لا يصح النكاح من غير كفوء أوبغبن فاحش. (وتحته في الشامية) ولو الأم أو القاضي هو الأصح؛ لأن ولايتهما متأخرة عن ولاية الأخ والعم فإذا ثبت الخيار في الحاجب ففي المحجوب أولى بحر والقصور الرأي في الأم. (شامي ۱۷۳/٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہٗ ۱۴۳۵/۶/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ دادا کا نابالغی کی حالت میں کیا ہوا نکاح لازم ہوجاتا ہے

سوال (۲۶۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگرلڑکی نابالغ ہے، اور والدین یا ولی شرعی نے نابالغ لڑکی کا نکاح کسی شخص سے کردیا، اب لڑکی قریب البلوغ یا بالغ ہونے کے بعد نکاح کو فسخ کرتی ہے کہ میں اس نکاح کو نہیں مانتی، اور اسی حالت میں لڑکی کو زبردستی اس لڑکے (جس سے نکاح ہوا ہے) کے ساتھ رخصت کردیا، قریب قریب تین ماہ لڑکی اُس کے ساتھ رہی؛ لیکن یہ دن لڑکی نے زبردستی پورے کیئے، تین ماہ کے درمیان صحبت وغیرہ سب کچھ ہوا، اب لڑکی اپنے گھر (میکے) میں آنے کے بعد کسی دوسرے شخص کے ساتھ فرار ہوکر کورٹ میرج (عدالتی کارروائی) کراکے دوسرے شخص کے ساتھ رہ رہی ہے۔ مذکورہ بالاصورت میں نابالغ لڑکی کا جو نکاح ہوا تھا، جس کو لڑکی بعد البلوغ قبول نہیں کررہی تھی، اور جبراً لڑکی کو رخصت کردیا گیا تھا، تو وہ نکاح درست ہوا یا غلط؟ نیز عدالتی کارروائی سے جس دوسرے کے ساتھ لڑکی رہ رہی ہے، اُس کا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگرلڑکی کا نکاح والد یا دادا نے کیا ہے، تو اُس کا نکاح منعقد اور لازم ہو چکا ہے، اور اُسے خیار بلوغ بھی حاصل نہیں ہے؛ لہٰذا پہلے نکاح میں رہتے ہوئے اُس لڑکی کا دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرنا قطعاً حرام اور باطل ہے، شرعاً وہ پہلے شوہر کی ہی بیوی ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن دینار عمن حدثه عن الحسن قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إذا أنکح الرجل ابنه وهو کارهٌ فلیس بنکاح، وإذا زوجه وهو صغیر جاز نکاحه. (المصنف لابن أبي شیبة ۴۴۹/۳ رقم: ۱۶۰۰۴ دار الکتب العلمیة بیروت)

عن عطاء قال: إذا أنکح الرجل ابنه وهو صغیر، فنکاحه جائز ولا طلاق له. (المصنف لابن أبي شیبة ۴۴۹/۳ رقم: ۱۶۰۰۹ دار الکتب العلمیة بیروت)

عن الحسن أنه کان یقول: نکاح الأب جائز علی ابنته، بکرًا کانت أو ثیبًا کرهت لو لم تکره. (المصنف لابن أبي شیبة ۴۴۶/۳ رقم: ۱۵۹۶۸ دار الکتب العلمیة بیروت)

عن ابن طاؤس عن أبیه قال: لا یکره الرجل ابنته الثیب علی نکاح هي

تكرهه. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٤٦/٣ رقم: ١٥٩٦٩ دار الكتب العلمية بيروت)

عن مالك بن أنس قال: كان القاسم وسالم يقولان: إذا زوّج أبو البكر البكرَ فهو لازم لها وإن كرهت. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٤٦/٣ رقم: ١٥٩٧٠ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي حنيفة عن حماد قال: النكاح جائز ولا خيار لها. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٤٨/٣ رقم: ١٦٠٠٠ دار الكتب العلمية بيروت)

وللولي: نكاح الصغير والصغيرة، ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفؤ إن كان الولي أباً أو جداً. (الدر المختار مع الشامي ٦٦/٣ کراچی)

ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجدّ بشرط القضاء (كنز) أي للصغير والصغيرة إذا بلغا، وقد زوّجا أن يفسخا عقد النكاح الصادر من ولي غير أب ولا جد بشرط قضاء القاضي بالفرقة، وهٰذا عند أبي حنيفة ومحمدؒ …… بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجدّ، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما؛ لأنهما كامل الرأي وافر الشفقة فيلزم العقد بمباشرتهما، كما إذا باشراه برضاهما بعد البلوغ. (البحر الرائق / باب الأولياء والأكفاء ٢١١/٣ زكريا، كذا في مجمع الأنهر ٣٣٥/١ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۵/۳/۱۴۱۲ھ

وکیل بنایا کہ میری لڑکی کا نکاح کرادو پھر وکیل نے اپنے بیٹے سے نکاح کرادیا؟

سوال (۲۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مجلس میں کم از کم چالیس شخص موجود تھے، اس مجلس میں مسکین علی نے اپنی لڑکی کے اذن

محمد اسرائیل کو دیئے بطور امانت، جب مسکین علی نے اپنی لڑکی کے اذن اسرائیل کو دئے، تو اس وقت مسکین علی نے قاضی بھی رکھا اور وکیل بھی اور گواہ بھی رکھے تھے، کچھ دنوں کے بعد مسکین علی کی امانت محمد سرائیل نے اپنے لڑکے کو دے دی، یعنی مسکین علی کی لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ قاضی وکیل وغیرہ کی موجودگی میں کر دیا، تو یہ نکاح ہو گیا یا نہیں؟ بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ نکاح درست ہے، مگر کچھ کہتے ہیں کہ یہ نکاح نہیں ہوا؛ لہٰذا برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب مسکین علی نے اپنی لڑکی کا نکاح کرانے کی اجازت محمد اسرائیل کو دے دی، اور اُنہوں نے اپنے ہی لڑکے کے ساتھ نکاح کرادیا، تو یہ نکاح مسکین علی کی اجازت پر موقوف ہوگا، وہ اگر اجازت دے دیں تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔

عن الحسن قال: إذا اختلف الوليّ والمرأة نظر السلطان، فإن كان الوليّ مضارًا زوّجها وإلا ردّ أمرها إلى وليها. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٤٨/٣ رقم: ١٦٠٠٢ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو زوجها من أبيه أو ابنه لم يجز عنده، وفي كل موضع لاينفذ فعل الوكيل، فالعقد موقوف على إجازة المؤكل. (شامي ٢٢٣/٤ زكريا)

الأصل عندنا أن العقود تتوقف على الإجازة، إذا كان لها مجيز حالة العقد جازت، وإن لم يكن تبطل. (فتح القدير / فصل في الوكالة بالنكاح ٢٠٨/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۸/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وکیل بالنکاح کا دوسرے کو اپنا وکیل بنانا؟

سوال (۲٦۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا نکاح میں وکالت علی الوکالت جائز ہے؟ یعنی لڑکی نے ایک شخص کو اپنی طرف سے نکاح

کا وکیل بنایا، پھر اس وکیل نے کسی دوسرے شخص کو اس لڑکی کے نکاح کا وکیل بنادیا، اور یہ تیسرا شخص اس لڑکی کا نکاح کرادے، تو کیا شرعاً یہ نکاح جائزا ور درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وکیل بالنکاح اپنی طرف سے دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا؛ لیکن اگر وکیل بنادیا اور دوسرے نے اصل وکیل کی موجودگی میں نکاح پڑھایا، تو یہ نکاح وکالۃً منعقد ہو جائے گا، اور اس میں کوئی خرابی نہیں رہے گی؛ البتہ اگر وکیل اپنی جگہ دوسرے کو وکیل بنا کر خود مجلس سے غیر حاضر رہا اور اس کی غیر موجودگی میں نکاح پڑھایا گیا، تو یہ نکاح وکالۃً منعقد نہیں ہوگا؛ بلکہ فضولی کے طور پر منعقد ہوگا، اور بعد میں اگر لڑکی اس پر کسی بھی طرح رضا مندی ظاہر کردے یا بخوشی رخصت ہوکر شوہر کے گھر چلی جائے، تو انجام کار یہ نکاح نافذ ہو جائے گا۔

الوكيل بالتزويج ليس له أن يوكل غيره، فإن فعل فزوج الثاني بحضرة الأول جاز. (الفتاویٰ الهندية ۲۹۸/۱ زكريا)

كل عقد صدر من الفضولي وله قابل يقبل، سواء كان ذلك القابل فضوليا آخر أو وكيلا أو أصيلا انعقد موقوفا، هكذا في النهاية. (الفتاویٰ الهندية ۲۹۹/۱ زكريا)

وتثبت الإجازة لنكاح الفضولي بالقول والفعل كذا في البحر الرائق. (الفتاویٰ الهندية ۲۹۹/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۸/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کا بیٹی سے اِجازت لے کر بغیر وکیل بنائے مجلسِ نکاح میں نکاح پڑھوانا؟

سوال (۲۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: مجلسِ نکاح میں باپ موجود ہے، باپ نے اپنی بیٹی سے اجازتِ نکاح کے لئے کسی کو وکیل اور گواہ نہیں بنایا؛ بلکہ خود ہی لڑکی سے اِجازت لے کر مجلسِ نکاح میں نکاح خواں سے نکاح پڑھوادیا، مجلسِ نکاح میں تقریباً ۵۰/ آدمی تھے، یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور رجسٹر میں جو وکیل اور گواہوں کے نام درج ہوتے ہیں، اور دستخط لئے جاتے ہیں، اب رجسٹر کے اندر وکیل اور گواہوں کے خانہ میں کس کو لکھیں یا مجلسِ نکاح میں جو حضرات موجود ہیں، اُن میں سے دو گواہوں کے نام لکھیں، ارکان نکاح میں جو ایجاب وقبول اور حضور شاہدین آتا ہے، اُس سے مجلسِ نکاح کے گواہ مراد ہیں، یا لڑکی سے اجازت لیتے وقت جو وکیل اور ۲/ گواہ جاتے وہ مراد ہیں؟ اس سلسلہ میں دارالافتاء سے تسلی بخش تفصیل مطلوب ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: باپ کا اپنی بیٹی سے اجازت لے کر دوسرے کو وکیل بنائے بغیر اُس کا نکاح مجلسِ نکاح میں پڑھوانا بلاشبہ جائز اور درست ہے، اور مجلسِ نکاح کے سبھی حاضرین اس نکاح کے گواہ سمجھے جائیں گے، رجسٹر میں جن دو گواہوں کا نام لکھا جاتا ہے وہ صرف ایک رسمی کاروائی ہے؛ لہٰذا ضرورت کے وقت اُن کے علاوہ دیگر حاضرین مجلس بھی نکاح کی گواہی دے سکتے ہیں۔

عن عبد اللّٰه بن دينار عمن حدثه عن الحسن قال: قال رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا أنكح الرجل ابنه وهو كارهٌ فليس بنكاح، وإذا زوجه وهو صغير جاز نكاحه. (المصنف لابن أبي شيبة ٣/٤٤٩ رقم: ١٦٠٠٤ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عطاء قال: كان رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم إذا خطب أحدًا من بناته جلس إلى جنب خدرها، فقال: إن فلانًا يخطبُ فلانةً، فإن سكتت زوجها وإن طعنت بيدها، وأشار حفص بيده السبابة، أي تطعن في الخدر، لم يزوجها.

(المصنف لابن أبي شيبة ٣/٤٤٥ رقم: ١٥٩٦٤ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو بعث مريدُ النكاح (أقواماً للخطبة، فزوجها الأب) أو الولي

(بحضرتهم، صح) فيجعل المتكلم فقط خاطبًا و الباقي شهودًا به يفتىٰ. (الدر المختار) وعليه الفتوىٰ؛ لأنه ضرورة في جعل الكل خاطبًا، فيجعل المتكلم فقط و الباقي شهود. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / مطلب في عطف الخاص على العام ۷۷/۳ کراچی، ۹۷-۹۸ زكريا)

رجل زوّج ابنته من رجل في بيت وقومٌ في بيت آخر يسمعون ولم يشهدهم، إن كان من هٰذا البيت إلى ذٰلك البيت كوة رأوا الأب منها، تقبل شهادتهم ...... رجل بعث أقواماً لخطبة امرأة إلى والدها، فقال الأب: زوّجت، وقبل عن الزواج واحدٌ من القوم، لا يصح النكاح، وقيل: يصح، وهو الصحيح وعليه الفتوىٰ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب الأول في تفسيره شرعاً الخ ۲٦۸/۱ زكريا)

ووقت حضور الشهادة وقت الإيجاب والقبول لا وقت الإجازة. (الفتاوىٰ الهندية ۲٦۹/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۶/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے اور لڑکی نابالغی میں نکاح کرنے کے بعد ولی کی اِجازت سے پہلے بالغ ہوگئے؟

سوال (۲۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکے اور لڑکی نے نابالغی میں نکاح کیا اور اس سے پہلے کہ ولی اِجازت دے یا رَد کرے دونوں بالغ ہوگئے، تو کیا اُن کا ایجاب وقبول درست سمجھا جائے گا، یا دوبارہ ایجاب وقبول کرنا ہوگا؟ یا ابھی اس نکاح کے نافذ ہونے کے لئے ولی کی اجازت ضروری ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نابالغی میں از خود کیا گیا نکاح موقوف رہے گا، اگر ولی

کی اجازت یا رَد کرنے سے پہلے دونوں بالغ ہوگئے، تو بلوغ کے بعد اُن کی اجازت کافی ہوگی، ولی سے اجازت لینا ضروری نہیں ہوگا، اور دوبارہ ایجاب وقبول کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

عن سَلْم بن أبي الذيّال قال: كتب عمر بن عبد العزيز في اليتيمين: إذا زوّجا وهما صغيران إنهما بالخيار. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٤٨/٣ رقم: ١٥٩٩٥ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن طاؤس عن أبيه قال في الصغيرين: هما بالخيار إن شبّا. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٤٨/٣ رقم: ١٥٩٩٩ دار الكتب العلمية بيروت)

صغيرة زوجت نفسها ولا ولي ولا حاكم ثمةَ توقف ونفذ بإجازتها بعد بلوغها؛ لأنه له مجيز وهو السلطان. (الدر المختار مع الشامي ١٩٨/٤ زكريا)

أما إذا كان: أي وجد سلطان أو قاض في مكان عقد الفضولي عن المجنونة أو اليتيمة فيتوقف: أي وينفذ بإجازتها بعد عقلها أو بلوغها؛ لأن وجود المجيز حالة العقد لا يلزم كونه من أولياء النسب. (شامي ٢٢٦/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نابالغی کا نکاح بلوغ کے بعد کیسے نافذ ہوگا؟

سوال (۲۷۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسئلہ یہ لکھا گیا ہے کہ اگر ولی قریب کے رہتے ہوئے ولی بعید نے نکاح کردیا، تو ولی قریب کی اجازت کے بعد ہی نافذ ہوگا، اور اگر اس درمیان عاقدین بالغ ہوجائیں تو خود اُن کی اجازت سے نکاح نافذ ہوجائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ نکاح کے ایجاب وقبول کی طرح عاقدین کے لئے اس اجازت کا ''تکلم باللسان'' ہی ضروری ہوگا، یا قلم کے ذریعہ رضا مندی کا اظہار یا رجعت کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ ایسا عمل جو میاں بیوی ہی کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ جائز ہے، بھی کافی ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نابالغہ باکرہ کے ساتھ یہ صورت پیش آئی ہے تو بالغ ہونے کے بعد اگر وہ خاموش رہی تو یہ خاموشی ہی اس کی طرف سے اجازت سمجھی جائے گی زبان سے اجازت دینا لازم نہیں؛ البتہ اگر نابالغہ ثیبہ کے ساتھ یہ صورت پیش آئی ہے تو بالغ ہونے کے بعد اس کا خاموش رہنا اجازت کے لئے کافی نہیں؛ بلکہ زبانی طور پر رضامندی کا اظہار یا کوئی ایسا فعل جو رضامندی پر دلیل ہو اس کا صدور ضروری ہے اس کے بغیر اجازت معتبر نہ ہوگی۔

إن غير الأب والجد إذا زوّج الصغيرة فبلغت وهي بكر، فسكتت ساعة بطل خيارها، وجعل سكوتها بمنزلة الرضا صريحاً، ولو كانت ثيبًا لايكون رضا إلا إذا وجد قول أو فعل يستدل به على الرضا. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٨/٣)

ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجدّ بشرط القضاء (كنز) أي للصغير والصغيرة إذا بلغا، وقد زوّجا أن يفسخا عقد النكاح الصادر من ولي غير أب ولا جد بشرط قضاء القاضي بالفرقة، وهٰذا عند أبي حنيفة ومحمدؒ ...... بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجدّ، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما؛ لأنهما كامل الرأي وافر الشفقة فيلزم العقد بمباشرتهما، كما إذا باشراه برضاهما بعد البلوغ. (البحر الرائق / باب الأولياء والأكفاء ٢١١/٣ زكريا، كذا في مجمع الأنهر ٣٣٥/١ دار إحياء التراث العربي بيروت)

ويبطل بسكوتها إن علمت بكرًا لا بسكوته ما لمى قل رضيت، ولو دلالةً أي ويبطل خيار البلوغ بسكوت من بلغت إلى آخره، اعتبارًا لهٰذه الحالة بحالة في ابتداء النكاح، وأراد بالعلم العلم بأصل النكاح. (البحر الرائق / باب الأولياء والأكفاء ٤/٣ ٢١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بچپن میں باپ کے کئے ہوئے نکاح کو بلوغ کے بعد لڑکی فسخ کرسکتی ہے

سوال (۲۷۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے والد نے اس لڑکی کے بچپن میں کردیا تھا، اب وہ لڑکی بالغ ہوگئی ہے، کیا وہ لڑکی اپنے اس نکاح کو منسوخ کرکے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر والد خود اپنی نابالغ بچی کا نکاح کرائے تو بلوغ کے بعد اس بچی کو وہ نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا، لہٰذا مسئولہ صورت میں جب تک یہ نکاح باقی ہے، اس لڑکی کے لئے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا۔ (کفایت المفتی ۹۸/۵)

فان زوجهما الأب و الجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما. (الفتاویٰ الهندية ۲۸۵/۱ زكريا)

ولـزم الـنكـاح ...... إن كان الولي ...... أبا أو جدا. (شـامي ۶۶/۳ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچی کا نابالغی کی حالت میں کئے ہوئے نکاح سے بلوغ کے بعد انکار کرنا

سوال (۲۷۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی لڑکی کا نکاح شمیم احمد سے کردیا تھا، لڑکی نکاح کے وقت نابالغ تھی، اب جوان ہونے پر لڑکی وہاں جانے پر یعنی شوہر کے یہاں جانے سے انکار کرتی ہے، اور کہتی ہے کہ جس وقت نکاح کیا تھا میں ناسمجھ تھی، میں ہرگز وہاں نہ جاؤں گی، اگر زبردستی کی تو زہر کھا کر مر جاؤں گی، اب

صورتِ مسئولہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس بچی کا نکاح نابالغی کی حالت میں خود باپ کرائے تو بالغ ہونے کے بعد اُس بچی کو خیارِ بلوغ حاصل نہیں ہوتا؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں بچی کا نکاح بدستور اپنے شوہر سے قائم ہے جب تک وہ طلاق نہ دے یا شرعی طور پر اس سے تفریق واقع نہ ہوجائے، اس بچی کا نکاح کسی اور جگہ جائز نہیں ہے۔

عن الحسن أنه كان يقول: نكاح الأب جائز على ابنته، بكرًا كانت أو ثيبًا كرهت لو لم تكره. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٤٦/٣ رقم: ١٥٩٦٨ دار الكتب العلمية بيروت)

عن مالك بن أنس قال: كان القاسم وسالم يقولان: إذا زوّج أبو البكر البكرَ فهو لازم لها وإن كرهت. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٤٦/٣ رقم: ١٥٩٧٠ دار الكتب العلمية بيروت)

وللولي إنكاح الصغير والصغيرة جبراً، ولزم النكاح، وفي الشامي: أي بلا توقف على إجازة أحد وبلا ثبوت خيار في تزويج الأب والجد. (شامي ١٧١/٤ زكريا، كذا في البحر الرائق ٢١١/٣ زكريا، مجمع الأنهر ٣٣٥/١ بيروت)

بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجدّ، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما؛ لأنهما كامل الرأي وافر الشفقة فيلزم العقد بمباشرتهما، كما إذا باشراه برضاهما بعد البلوغ. (البحر الرائق / باب الأولياء والأكفاء ٢١١/٣ زكريا، كذا في مجمع الأنهر ٣٣٥/١ دار إحياء التراث العربي بيروت)

ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذا معتدته. (الفتاویٰ الهندية ٢٨٠/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغ ہونے کے بعدلڑکی کا دوگواہوں کے سامنے نکاح سے انکار کرنا؟

سوال (۲۷۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہنور بانو بنت محمد اسلم ساکن رام پور، پرتاب گڈھ کا نکاح غیر ولی نے نابالغی ۱۲/ برس کی عمر میں کردیا؛ لیکن اِس وقت جب کہ اس کی عمر پندرہ سال ہوئی، تو اُس نے دو آدمیوں کے سامنے انکار کردیا کہ یہ نکاح ہمیں منظور نہیں ہے، تو اب مسئلہ کی شکل کیا بنے گی، نکاح برقرار مانا جائے گا یا کہ انکار کی صورت میں نکاح ختم مانا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال اگر واقعی مذکورہ لڑکی شہنور بانو کا نکاح ولی اقرب (باپ یا دادا) کے علاوہ کسی اور نے نابالغی کی حالت میں کردیا تھا، تو اِس صورت میں اُس لڑکی کو بالغ ہوتے ہی اِس بات کا اختیار ملے گا کہ وہ اپنے شوہر سے نکاح فسخ کردے اور ہندوستان جیسے ممالک میں اُس کی شکل یہ ہوگی کہ بالغ ہوتے ہی وہ دو گواہوں کے سامنے یہ اظہار کرے کہ مجھے اِس نکاح میں رہنا منظور نہیں ہے، اُس کے بعد اپنا مقدمہ قریبی محکمۂ شرعیہ میں پیش کرے اور پھر محکمۂ شرعیہ تحقیق کے بعد اُن کے مابین تفریق کردے، اس کے بعد حسبِ شرائط وہ دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی مجاز ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۵۹۱ ڈابھیل)

عن سَلْم بن أبي الذيّال قال: كتب عمر بن عبد العزيز رحمه اللّٰه تعالىٰ في اليتيمين: إذا زوّجا وهما صغيران إنهما بالخيار. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٤٨/٣ رقم: ١٥٩٩٥ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن طاؤس عن أبيه قال في الصغيرين: هما بالخيار إن شبّا. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٤٨/٣ رقم: ١٥٩٩٩ دار الكتب العلمية بيروت)

وإن زوّجها غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح، وإن شاء فسخ، يشترط فيه القضاء. (الهداية ٣١٧/٢)

ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء أي للصغير والصغيرة ولو ثيبًا؛ فإن كان أبا وجدا لزم، وإن كان غيرهما فلهما الخيار، إذا بلغا أو علما بالنكاح بعد البلوغ أي إن كان المزوج غيرهما فلكل واحد منهما خيار الفسخ، سواء كانا عالمين قبل البلوغ بالعقد أو علما بعد البلوغ في أظهر الروايتين عند الإمام وهو قول محمد. (مجمع الأنهر ۱/٤۹٤ بيروت، شامي ٤/۱۷۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۵/۷/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نابالغ لڑکی کا بالغ ہونے کے بعد باپ کا دیا ہوا مہر واپس کرکے نکاح فسخ کرنا؟

سوال (۲۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نابالغہ لڑکی کے والد حقیقی نے حق مہر مقرر کرکے مسلمانوں کی مجلس جن کو دعوت دے کر بلایا گیا تھا، حق مہر مقررہ سے ایک عدد زیور حاصل کرکے بقیہ یعنی غیر مؤجل تین عدد زیورات اور دس ہزار نقدی برائے بینک طے پایا، اور پھر کپڑے بوٹ ہنڈی بھی حاصل کرلی اور دودھ مٹھائی مجلس میں رکھ کرنابالغہ کا اذن ایک نابالغ لڑکے کے لئے اس کے والد کو دیا، جس نے مجلس میں قبول کیا اور پھر دعائیہ کلمات بھی قاضی نے ادا کئے، حلوہ چائے اور کھانا بھی کھلایا گیا، جو لڑکی والوں ہی کی طرف سے تھی، اس کے بعد دوسرے دن لڑکی نابالغہ کو اس کے سسر اور ساس کے ساتھ بھیجا گیا، جو ۸-۱۰/ دن وہاں رہی، اُس کے بعد تعلیم حاصل کرنے کے لئے پھر میکہ چلی آئی، اُس کے بعد سسر سے ایک بوٹ اور اٹیچی بھی یہ کہہ کر لڑکی کے والد نے لی کہ یہ تمہاری بہو ہے، اسے ہاسٹل جانا ہے، آپ ہی دے دیں، اور اَب ساڑھے چار سال گذر گئے، لڑکی شرعی طور پر بالغ بھی ہے، ان دونوں کنبوں میں اختلاف ہوگیا، تو لڑکی کے والد نے زیور اور ایک عدد اٹیچی واپس کرنے کے لئے تیسرے آدمی

کے پاس رکھی، اس نیت کے ساتھ واپس کرنے سے نکاح فسخ ہوجائے گا، اور ساتھ میں شرعی قانون کے خلاف سہارا حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہا ہے، کیا یہ عقد درست ہے؟ اور حق مہر ادا شدہ واپس کرنے سے فسخ نکاح ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں ہوسکتا ہے تو کیا غیر شرعی قانون کی آڑ میں وہ دوسری جگہ لڑکی کا عقد کرے، تو وہ جائز ہے یا حرام ہے؟ اور قاضی علاقہ نے اس حقیقت کو صدر انجمن کے پاس بھیجا اور بروئے بیانات گواہان متذکرہ بالا معاملہ ثابت ہوگیا، کیا صدر انجمن یا قاضی (مولوی) کو حق حاصل ہے کہ مسئلہ کو بروئے درمختار تحریر کرکے فریقین کو آگاہ کرے کہ والد اور دادا کو ولایتِ اِجبار حاصل ہے، بعد بلوغت کے بھی لڑکی لڑکا نابالغہ اور نابالغ اس نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے، اور ولی جائز کی رضامندی دو طریقہ سے ہوتی ہے: یا تو ولی کہہ دے کہ میں نکاح سے راضی ہوں یا ایسے فعل کا سرزد ہونا ثابت ہو کہ حق مہر مقرر کرے، یا حق مہر کا مطالبہ کرے یا عورت کو سسرال روانہ کرے، یہ دلالۃً رضامندی ہوتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حقیقی والد کے ذریعہ نابالغہ لڑکی کا نکاح شرعاً نافذ اور لازم ہوجاتا ہے، اور لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد اُسے اِس نکاح کے فسخ کا اختیار نہیں رہتا، اور نہ ہی اُس کا باپ اسے فسخ کرنے کا حق رکھتا ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں والد کا ادا شدہ مہر واپس کرنے کو فسخ سمجھنا صحیح نہیں ہے، اور جب تک مذکورہ لڑکی کا بالغ شوہر طلاق نہ دے، یا ان دونوں کے درمیان تفریق واقع نہ ہو، اُس وقت تک اُس لڑکی کا کسی دوسری جگہ نکاح قطعاً جائز نہ ہوگا، اگر لڑکی کا باپ اِس مسئلہ کے خلاف اقدام کرے، تو ذمہ دار حضرات کو مناسب انداز میں اسے روکنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

عن الحسن أنه كان يقول: نكاح الأب جائز على ابنته، بكرًا كانت أو ثيبًا كرهت لو لم تكره. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٦/٣ ٤ رقم: ١٥٩٦٨ دار الكتب العلمية بيروت)

عن مالك بن أنس قال: كان القاسم وسالم يقولان: إذا زوّج أبو البكر البكرَ فهو لازم لها وإن كرهت. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٦/٣ ٤ رقم: ١٥٩٧٠ دار الكتب العلمية بيروت)

فإن زوجها الأب أو الجد، يعني الصغير والصغيرة، فلا خيار لهما بعد بلوغهما. (الهداية ۳۱۷/۲، كذا في البحر الرائق ۲۱۱/۳ زكريا، الدر المختار / باب الولي ٦٦/٣ كراچی)

جعل الإسلام الطلاق من حق الرجل وحده الخ. (فقه السنة بحواله: فتاویٰ محمودیه ۱۷۱/۱۳ ڈابھیل)

وللولي إنكاح الصغير والصغيرة ولو ثيبًا ولزم النكاح، أي بلا توقف على إجازة أحد، وبلا ثبوت خيار الصغير والصغيرة ولو ثيبا ...... فإن كان أبا أو جدا لزم العقد، فليس لها خيار الفسخ بعد البلوغ. (مجمع الأنهر ۳۳۵/۱ بيروت)

لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة. (الفتاویٰ الهندية ۲۸۰/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۷/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں باپ کے شادی میں تاخیر کرنے کی وجہ سے بالغ لڑکے لڑکی کا اَزخود نکاح کرنا؟

سوال (۲۷۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکا یا لڑکی اگر بالغ ہوجائیں اور ماں باپ اُن کی شادی میں تاخیر کریں، تو بالغ لڑکا یا لڑکی اپنے طور پر نکاح کرسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب بچے شادی کے قابل ہوجائیں اور نکاح کی وسعت بھی ہو، تو والدین کو اُن کے نکاح کی فکر کرنا لازم ہے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تاکید فرمائی ہے؛ لیکن اگر توجہ دلانے کے باوجود والدین نکاح پر آمادہ نہ ہوں اور لڑکا لڑکی عاقل، بالغ اور مکلّف ہوکر اپنی اَزدواجی ذمہ داریاں بخوبی اَدا کرنے کے اہل ہوجائیں، تو اُنہیں

والدین کی رضامندی کے بغیر اپنا نکاح خود کرنے کی بھی اِجازت ہے؛ تاہم بہتر یہی ہے کہ والدین کو راضی کرلیا جائے۔

عن بحرية بنت هانئ بن قبيصة قالت: زوجت نفسي القعقاع بن شور، وبات عندي ليلة، وجاء أبي من الأعراب فاستعدىٰ عليًا، وجاءت رسله، فانطلقوا به إليه، فقال: أدخلت بها؟ قال: نعم، فأجاز النكاح. (سنن الدارقطني، النكاح ۲۲۳/۳ رقم: ۳۸۳۷ - ۳۸٤٠)

عن الشعبي قال: إن كان كفؤا جاز. (المصنف لابن أبي شيبة، النكاح / باب ما أجازه بغير ولي ولم يفرق ۳۱/۹ رقم: ١٦٠٠)

فتنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضاء ولي، والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه. (شامي ١٥٥/٤ زكريا، كذا في كنز الدقائق على البحر الرائق / باب الأولياء والأكفاء ۱۹۲/۳ زكريا)

الحرة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من رجل هو كفو لها أو ليس بكفو لها، وفي الخانية: بكرًا كانت أو ثيبًا، نفذ النكاح في ظاهر رواية أبي حنيفة رحمه الله وهو قول أبي يوسف آخرًا. (الفتاوىٰ التاتارخانية ١٠٠/٤ رقم: ٥٦٤٤ زكريا، كذا في الهداية ۳۱۳/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱۱/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغہ کا اپنی مرضی سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی کی عمر ۲۵ رسال ہے، والدین حیات ہیں، دو بھائی بڑے شادی شدہ ہیں، ایک بڑی بہن بھی شادی شدہ ہے، لڑکی اپنی مرضی سے کسی لڑکے سے باعزت نکاح کرنا چاہتی ہے، دیگر رشتہ

دار بھی اس رشتہ سے راضی ہیں؛ لیکن دونوں بھائی راضی نہیں؛ سخت ناراض ہیں، اور ساری پراپرٹی کے مالک ہیں، لڑکی کے پاس کچھ نہیں ہے، ایسی صورت میں لڑکی کے سگے تائے، چچا، خالو اور بہنوئی نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ رشتہ مناسب ہے اور کفو میں ہے اور خاندانی اعتبار سے کسی مصلحت کے خلاف نہیں ہے، تو لڑکی کی رضامندی اور تائے چچا کی سرپرستی میں یہ نکاح درست ہوگا، اور بھائیوں کی ناراضگی کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، اور لڑکیوں کا جو بھی حق باپ کے ترکہ میں سے بنتا ہے وہ اُنہیں دینا ضروری ہے، اگر بھائی بہنوں کے حق کو غصب کریں گے، تو اُن سے آخرت میں سخت مؤاخذہ ہوگا۔

عن بحرية بنت هانئ بن قبيصة قالت: زوجت نفسي القعقاع بن شور، وبات عندي ليلة، وجاء أبي من الأعراب فاستعدىٰ عليًا، وجاءت رسله، فانطلقوا به إليه، فقال: أدخلت بها؟ قال: نعم، فأجاز النكاح. (سنن الدارقطني، النكاح ۲۲۳/۳ رقم: ۳۸۳۷-۳۸٤۰)

عن الشعبي قال: إن كان كفؤا جاز. (المصنف لابن أبي شيبة، النكاح / باب ما أجازه بغير ولي ولم يفرق ۳۱/۹ رقم: ۱٦۰۰)

فتنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضاء ولي، والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه. (شامي ۱۵۵/٤ زكريا، كذا في كنز الدقائق على البحر الرائق / باب الأولياء والأكفاء ۱۹۲/۳ زكريا)

ويثبت للأبعد من أولياء النسب التزويج بعض الأقرب، أي بامتناعه عن التزويج إجماعا، أي من كفء بمهر المثل. (الدر المختار مع الشامي ۲۰۱/٤ زكريا)

الحرة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من رجل هو كفو لها أو ليس بكفو

لهـا، وفـي الـخـانية: بـكـرًا كـانت أو ثيبًا، نفذ النكاح في ظاهر رواية أبي حنيفة رحمه الله وهو قول أبي يوسف آخرًا. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤/١٠٠ رقم: ٥٦٤٤ زكريا، كذا في الهداية ٢/٣١٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۲/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغ لڑکا لڑکی کا ولی کی اِجازت کے بغیر نکاح کرنا؟

سوال (۲۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ایک بالغ لڑکا اور بالغ لڑکی اپنے ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح کرے تو نکاح ہوجاتا ہے یا باطل ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عاقل بالغ لڑکا لڑکی اگر شرائط نکاح کی رعایت کرتے ہوئے نکاح کرلیں، تو اُن کا کیا ہوا نکاح منعقد ہوجاتا ہے، خواہ والدین کی رضامندی ہو یا نہ ہو؛ البتہ اگر لڑکی نے غیر کفو میں نکاح کیا ہے، تو اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہے، وہ اس معاملہ میں قریبی محکمۂ شرعیہ سے رجوع کرسکتے ہیں۔

عـن مـعـمر قال: سألت الزهري عن امرأة تُزوَّج بغير ولي، فقال: إن كان كفؤا جاز. (المصنف لابن أبي شيبة ٣/٤٤٣ رقم: ١٥٩٤٤ دار الكتب العلمية بيروت)

عـن عـلـي رضـي الـلّـه عـنـه أنـه أجاز نكاح امرأة بغير ولي أنكحتها أمها برضاها. (المصنف لابن أبي شيبة ٣/٤٤٣ رقم: ١٥٩٤٦ دار الكتب العلمية بيروت)

نـفـذ نكاح حرة مـكـلـفة بـلا ولـي، والأصـل أن كل من تصرف في ماله تصرف من نفسه، وله أي للولي إذا كان عصبة الاعتراض في غير الكفء. (الدر المختار مع الشامي ٤/١٥٥-١٥٦ زكريا، مجمع الأنهر ١/٤٨٨ ديوبند، الفتاویٰ التاتارخانية ٤/١٠٢ زكريا)

نـفـذ نـكـاح حرة مكلفة بلا ولي؛ لأنها تصرفت في خالص حقها وهي من أهلـه لكونها عاقلة بالغة ...... والأصل هنا أن كل من يجوز تصرفه في ماله بولاية نفسه يجوز نكاحه على نفسه. (البحر الرائق ۱۰۹/۳ کوئٹہ)

في الهـداية: ويـنـعـقـد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها، وإن لم يعقد عـليهـا ولـي بـكـرًا كـانـت أو ثيبًا – إلى قوله – ثم في ظاهر الرواية: لا فرق بين الكفوء وغير الكفوء، لكن للولي الاعتراض في غير الكفوء. (الهداية ۳۱٤/۲)

وتـحتـه فـي الـفتح القدير: فتحصل أن الثابت الآن هو إتفاق الثلاثة على الجواز مطلقاً من الكفوء وغيره ...... (فتح القدير ۲٥٦/۳ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کی عمر کی زیادتی کی وجہ سے اگر مناسب رشتہ نہ ملے، تو کیا سرپرست گنہگار ہوں گے؟

سوال (۲۷۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی لڑکی کی عمر پچاس کے قریب پہنچ چکی ہو، تو کیا اُس کو نکاح کے لئے مجبور کرنا سرپرستوں کا فرض ہے؟ کیا دوسری صورت میں سرپرست گنہگار ہوں گے؟ یا یہ کہ بغیر نکاح رہنے کا کوئی وبال پڑے گا؟ آں جناب سے گزارش ہے مسئلہ ہذا کا قرآن وشریعت کی روشنی میں بالوضاحت جواب تحریر فرمادیں؟ جزاکم اللہ۔ اللہ رب العزت آپ کے مراتب کو مزید بلند فرمائیں، آمین۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر یہی ہے کہ کوئی عورت بے نکاحی نہ رہے؛ اس لئے سرپرستوں کو چاہئے کہ مناسب جوڑ ملنے پر مذکورہ لڑکی کا نکاح کردیں؛ لیکن اگر کوشش کے

باوجودلڑکی کے لئے مناسب رشتہ نہ ملے، تو سر پرستوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اور عمر زیادہ ہونے پر لڑکی کو نکاح پر مجبور کرنا صحیح نہیں؛ بلکہ اس کی رضامندی ضروری ہے۔

قال اللّٰہ تعالی: ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ [النور، جزء آیت: ۳۲]

عن علي بن أبي طالب رضي اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال له: یا عليّ! ثلاث لا تؤخرها: الصلاة إذا آنت، والجنازة إذا حضرت، والأیم إذا وجدت لها کفوا. (سنن الترمذي، النکاح / باب ما جاء في تعجیل الجنازة ۲۰٦/۱ رقم: ۱۰۸۱)

عن عبد اللّٰہ بن دینار عمن حدثه عن الحسن قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إذا أنکح الرجل ابنه وهو کارهٌ فلیس بنکاح، وإذا زوجه وهو صغیر جاز نکاحه. (المصنف لابن أبي شیبة ٤٤٩/۳ رقم: ۱٦۰۰٤ دار الکتب العلمیة بیروت)

عن ابن طاؤس عن أبیه قال: لا یکره الرجل ابنته الثیب علی نکاح هي تکرهه. (المصنف لابن أبي شیبة ٤٤٦/۳ رقم: ۱۵۹٦۹ دار الکتب العلمیة بیروت)

ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح؛ لانقطاع الولایة بالبلوغ. (الدر المختار ۱۵۹/٤)

ولا یزوج البکر البالغة أبوها علی کره منها. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۲۳/۳، خانیة ۳۵۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغہ لڑکی کا والدین کی مرضی کے بغیر اپنے تعلق دار لڑکے سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۸۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ایک پڑھی لکھی اور عقل مند بالغ لڑکی ہوں، میں اپنے سگے چچازاد بھائی کو پسند کرتی ہوں، اور اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہوں، سماجی اعتبار سے لڑکے کے والدین یعنی میرے چچا

اور چچی رشتہ لے کر آئے، پر میرے والدین نے لڑکی کی مالی حیثیت کچھ کم ہونے کی وجہ سے انکار کردیا، جب کہ میرے والدین میری مرضی سے اچھی طرح واقف ہیں، اور میں لڑکے کی حیثیت کو جانتے ہوئے بھی اس کے ساتھ زندگی گذارنا چاہتی ہوں؛ کیوں کہ میرا مسئلہ بہت پیچیدہ ہے، میں عورت ذات ہوں، سوائے خدا اور رسول کے فرمان کے دائرے میں رہ کر میں اپنے لئے اور کسی طرح انصاف نہیں کروا پاؤں گی، کیا مجھے اپنی مرضی کا کوئی حق نہیں ہے؟ اور کیا میں اپنی مرضی سے شادی نہیں کرسکتی ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بالغہ مسلمان عورت اپنی مرضی سے کفو میں نکاح کرنے کی شرعاً مجاز ہے، والدین کو بھی اپنی بالغ اولاد کے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے، اور اولاد کو بھی چاہئے کہ والدین کی منشاء کے خلاف اقدام کرنے سے گریز کریں، ان باتوں کی رعایت نہ رکھنے کی وجہ سے طرح طرح کے خاندانی مفاسد پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي وله، أي للولي ...... الاعتراض في غير الكفو. (شامي ٤/١٥٦ زكريا)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي؛ لأنها تصرفت في خالص حقها وهي من أهله لكونها عاقلة بالغة ...... والأصل هنا أن كل من يجوز تصرفه في ماله بولاية نفسه يجوز نكاحه على نفسه. (البحر الرائق ٣/١٠٩ کوئٹہ)

ثم إنما يحتاج إلى الولي في الصغير والصغيرة والمجنونة إذا زال الصغر زال الولاية عندنا. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤/٨٧ رقم: ٥٦٠٨ زكريا)

يستحب للمرأة تفويض أمرها إلى وليها كي لا تنسب إلى الوقاحة. (شامي ٤/١٥٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۲/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حکومت کے غیر شرعی قانون کے دباؤ کی وجہ سے لڑکی کی عمر زیادہ لکھنا؟

سوال (۲۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرکاری عدالت لڑکی کو اٹھارہ سال میں بالغ مانتی ہے، اور شرعی روسے لڑکی حیض آنے سے بالغ مانی جاتی ہے، جس کی مدت ۹-تا-۱۵؍سال ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح کے وقت لڑکی شرعاً بالغ ہے؛ لیکن سترہ سال سے کم ہے؛ لہٰذا رجسٹر پُر کرتے وقت سرکاری عمر ۱۸؍سال لکھیں یا جو عمر فی الوقت ہے اُس کو لکھیں؟ اگر عمر سرکاری اعتبار سے کم لکھتے ہیں اور اتفاق سے جھگڑے کی نوبت عدالت میں پہنچتی ہے، تو وہاں پر عمر ۱۸؍سال سے کم ہونے کی بنا پر لڑکی نابالغ ہے، جب کہ شرعی اعتبار سے وہ بالغ شمار ہوگی؛ لہٰذا رجسٹر پُر کرتے وقت کونسی عمر لکھیں، شرعی یا عدالتی؟ نیز شریعت میں رجسٹر کا پُر کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کے وقت لڑکی کی جتنی عمر ہے اتنی ہی لکھنی چاہئے اور حکومت کے غیر شرعی قانون سے نہ ڈرنا چاہئے۔ اور نکاح کے وقت رجسٹر پُر کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان. (صحيح البخاري، كتاب الإيمان / باب علامة المنافق ۱۰/۱ رقم: ۳۳)

عن منصور بن المعتمر رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: تحروا الصدق، وإن رأيتم أن الهلكة فيه فإن فيه النجاة. (رواه ابن أبي الدنيا في كتاب الصمت رقم: ۴۴۹)

عن أبي بكر رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: الكذب مجانب الإيمان. (شعب الإيمان للبيهقي رقم: ٤٨٠٥)

عن النواس بن سمعان رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: كبرت خيانة أن تحدث أخاک حديثًا هو لک مصدقٌ، وأنت له كاذب. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ١٨٣/٤، الترغيب والترهيب مكمل، كتاب الأدب / الترغيب في الصدق والترهيب من الكذب ٦١٨ رقم: ٤٤٦٠ بيت الأفكار الدولية)

والكذب محظور. (الفتاوىٰ الهندية ٣٥٢/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۵/۳/۱۴۱۲ھ

جبریہ نکاح سے متعلق مسائل

اِسلام میں عاقلہ بالغہ پر نکاح کیلئے جبرواکراہ کی اِجازت نہیں

سوال (۲۸۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا جبرودباؤ کی مختلف حالتوں میں شریعت نے فرق کیا ہے، اور کیا جبرودباؤ کے ساتھ نکاح جیسا معاملہ انسانی آزادی کے مطابق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعتِ اسلامی عاقلہ بالغہ پر جبرواکراہ کی اِجازت نہیں دیتی؛ بلکہ منکوحہ کی رضا ضروری قرار دیتی ہے؛ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر منکوحہ زبانی یا بروقت خاموش رہ کر بھی رضا کا اظہار کردے، تو مختلف مصالح کی بنا پر اُسے معتبر مان لیا جاتا ہے؛ کیوں کہ نکاح وطلاق جیسے معاملات میں شریعت نے ظاہر کا اعتبار کیا ہے، دِلی جذبات کا لحاظ نہیں رکھا، ورنہ بعد میں سخت فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ مثلاً کوئی لڑکی نکاح کے وقت زبانی قبول کرے اور بعد میں کہنے لگے کہ میں دل سے راضی نہیں تھی، تو اس دعویٰ کا اعتبار نہ ہوگا؛ بلکہ کہا جائے گا کہ تمہیں اگر دل سے منظور نہ تھا، تو نکاح کے وقت ہی انکار کرنا چاہئے تھا، نکاح کے وقت اقرار اور بعد میں انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے، بہر حال شریعت کا حکم اپنی جگہ صحیح ہے اور مصلحت کے عین مطابق ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاث جدهن جد وهزلهن جد: النكاح والطلاق والرجعة. (مشكاة المصابيح ٢٨٤)

عن ابن طاؤس عن أبيه قال: لا يكره الرجل ابنته الثيب على نكاح هي تكرهه. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٤٦/٣ رقم: ١٥٩٦٩ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ثابت بن قيس الغفاري قال: كتبت إلى عمر بن عبد العزيز في جارية من جهينة زوجها وليها رجلاً من قيس، وزجهاأخوها رجلاً من جهينة، فكتب عمر بن العبد العزيز أن ادخل عليها شهودًا عدولا ثم خيرها، فأيهما اختارت فهو زوجها. (المصنف لابن أبي شيبة، النكاح / في الولبين يزوجان ٥٦/٩ رقم: ١٦٢٤٩)

لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها، بكرًا كانت أو ثيبًا، فإن فعل ذٰلک فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل، كما في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب الرابع في الأولياء ٢٨٧/١ زكريا)

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية على البلوغ، فإن استأذنها هو أي الولي وهو السنة (الدر المختار) وإن زوجها بغير استيمار فقد أخطأ السنة، وتوقف على رضاها، بحر عن المحيط. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / باب الولي ١٩٤/٣ كراچی، وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح / باب الأولياء والأكفاء ١٩٤/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۶/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جبریہ نکاح کی شرعی حیثیت

سوال (۲۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ملک میں عاقلہ بالغہ لڑکیوں نیز لڑکوں کے جبری طریقہ پر ہورہے نکاح کی فقہ کی رو سے قانونی حیثیت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر جبر کے باوجود لڑکی زبان سے یا عمل سے قبول

کرلے تو یہ نکاح شرعاً منعقد اور نافذ ہوجاتا ہے؛ لیکن والدین کو چاہئے کہ زبردستی دباؤ ڈال کر نکاح نہ کرائیں؛ کیوں کہ ایسا کرنے سے ازدواجی زندگی کامیاب نہیں ہو پاتی اور جلد ہی ناچاقی کی نوبت آجاتی ہے، سب نکاح زوجین کی رضامندی ہی سے ہونے چاہئیں۔

وینعقد بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار / کتاب النکاح ٤/٦٩ زکریا)

نکاح المکره صحیح. (شامي ٤/٨٧ زکریا)

طلاق وإیلاء وظهار ورجعة ونکاح ...... یشمل ما إذا أکره الزوجة أو الزوج علی عقد النکاح کما هو مقتضی إطلاقهم. (الرد المحتار، کتاب الطلاق / مطلب في المسائل التي تصح مع الإکراه ٣/٢٣٦ کراچی)

قوله: یستحق رضاها أي یصدر ما من شانه أن یدل علی الرضاء؛ إذ حقیقیة الرضاء غیر مشروط في النکاح لصحته مع الإکراه والهزل. (الرد المحتار، کتاب النکاح / مطلب: التزوج بإرسال کتاب ٣/٢١ کراچی، کذا في حاشیة الطحطاوي علی الدر المختار / کتاب النکاح ٢/١٠ دار المعرفة بیروت)

رکن النکاح: الإیجاب والقبول. (الفتاویٰ التاتارخانیة ٤/٣ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۶/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بے دین گھرانہ میں نکاح کرنے پر لڑکے کا انکار کرنا اور والد کا اِصرار کرنا؟

سوال (۲۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک عالم شخص ہے اس کے نکاح کے لئے ایک پیغام آیا، اس کے والد صاحب نے قبول کا ارادہ کرلیا مگر زید نے صراحۃً منع کردیا کہ آپ شادی نہ طے کریں، میں وہاں نکاح نہیں کروں گا،

والد صاحب نے کہا کہ میں شادی وہیں طے کروں گا، چاہے تم نکاح کرنا یا نہ کرنا، گویا کہ زبردستی طے کرلیا اوراس رشتہ پروالد اورایک بھائی کے علاوہ گھر کا کوئی بھی فرد اورکوئی رشتہ دارراضی نہ تھے، خیر والد صاحب نے بات پکی کرلی، زید نے بادل ناخواستہ چند دنوں کے بعد کہا کہ اگر آپ لوگ زبردستی نکاح کرنا ہی چاہتے ہیں،تو میں کرلوں گا؛ لیکن چار مہینہ کے بعد زید نے بالمشاہدہ خفیہ طور سے لڑکی کے گھر اوراس کے گھر والوں کا جائزہ لیا،تو معلوم ہوا کہ اس گھر میں دین داری اور نماز وغیرہ کا کوئی بھی خیال نہیں ہے، اب زید نے اپنی عالمانہ اوردینی غیرت کی بناء پراس نکاح سے دوبارہ انکارکردیا،حتی کہ طے شدہ رشتہ اب بالکلیہ ختم ہوچکا ہے،اس میں دراصل انکارکی وجہ دین داری کا لڑکی والوں میں فقدان اورلڑکی کے حالات کاعلم تو کچھ بھی نہیں ہے،اس انکار کے نتیجہ میں اب تک زید کے والد زید سے ناراض ہیں، بات چیت بھی نہیں کرتے، زید باہر رہتا ہے، برابر تقریباً چار ماہ سے اپنی اس انکارکی غلطی پرمعافی نامہ لکھ کر بھیجتا رہا،مگر والدصاحب کوئی جواب نہیں دیتے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ نوعیت کے رشتہ سے زیدکاانکارکرنا درست ہے یانہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں درج شدہ باتیں صحیح ہوں،تو زیدکا مذکورہ نوعیت کے رشتہ سے انکار کرنا شرعاً درست ہے، والدکو زبردستی نہیں کرنی چاہئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۸/۳۳۴، احسن الفتاویٰ ۵/۹۳)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: تنكح المرأة لأربع: لمالها، ولحسبها، وجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك. (صحيح البخاري، النكاح / باب الأكفاء في الدين ۲/۷۶۲ رقم: ۴۸۹۹، صحيح مسلم، الرضاع / باب استحباب نكاح ذات الدين ۱/۴۷۴ رقم: ۱۴۶۶)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: تخيروا لنطفكم وأنكحوا الأكفاء وأنكحوا إليهم. (سنن ابن ماجة، النكاح / باب الأكفاء ۱/۱۴۱ رقم: ۱۹۶۸، المستدرك للحاكم / النكاح ۳/۱۰۱۱ رقم: ۲۶۸۷)

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية. (الدر المختار) وفي الشامية: ولا الحر البالغ. (شامي ١٥٩/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۴/۸ ۱۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کی سخت ناراضگی کے باوجود جبراً کئے ہوئے نکاح کا حکم

سوال (۲۸۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ریحانہ کا رشتہ راشد کے ساتھ طے پایا، دونوں ہی جے پور میں نوکری کرتے تھے، رشتہ کے بعد فون اور ملاقات کا سلسلہ شروع ہوگیا، ریحانہ راشد کے مزاج کے بارے میں اپنی والدہ کو بتایا کرتی تھی، کچھ دنوں کے بعد ہی ریحانہ کی والدہ نے رشتہ ختم کردیا، ریحانہ نے گھر والوں کو سمجھایا کہ میں راشد کے علاوہ کسی دوسرے سے شادی نہیں کروں گی؛ لیکن گھر والوں نے ایک نہ سنی اور اس کا رشتہ عارف کے ساتھ کردیا، عارف کو ساری حالت کا علم تھا، وہ ریحانہ کی والدہ کے مطابق چلنے لگا، ریحانہ کسی حال میں راضی نہیں ہوتی تھی اس نے راشد کے ساتھ ملاقات کا سلسلہ جاری رکھا، ریحانہ کی شادی کی تاریخ ۲۲/۱۰/ طے کردی اور حالات کو دیکھتے ہوئے ریحانہ کو دماغ کے ڈاکٹر کی دوائیں دی جانے لگیں جس کی وجہ سے وہ زیادہ وقت سوتی رہتی اور غصہ کو کم کیا جانے لگا، طے پایا کہ شادی کی تاریخ ۲۲/۱۰/ سے ۳/ روز قبل ۱۹/۱۰/ کو بلاکر نکاح کردیا جائے جس سے شادی والے دن کوئی ہنگامہ نہ ہو، ۱۹/۱۰/ کو عارف ایک اپنے بہنوئی اور تین دوستوں کے ساتھ ریحانہ کے گھر پر آگیا، ریحانہ بہت رورہی تھی کہ میں منع کردوں گی، ریحانہ نے دوا کھا رکھی تھی، والد وکیل بنے، بھائی گواہ اور عارف کا بہنوئی گواہ نمبر دو، ریحانہ سے اجازت لی گئی دو مرتبہ تو خاموش رہی تیسری مرتبہ میں ریحانہ نے روتے ہوئے جی کہا، پھر بھائی نے نکاح نامہ پر دستخط کرائے، باقی نکاح مردوں کے درمیان مکمل ہوا، عارف اپنے دوستوں کے ساتھ چلا گیا، ریحانہ نے بہت شور مچایا اور بعد میں بہت روئی اپنے ہاتھ کی نس تک کاٹنے کی کوشش کی، عارف کو فون پر ریحانہ نے کہا کہ

میرا معاملہ ابھی آ کر صاف کرو، مگر عارف نہیں آیا، ریحانہ کہہ رہی تھی میں نے پاپا کی عزت کی وجہ سے جی کہا تھا، دل سے نہیں کہا تھا، تین دن بعد ہوٹل میں بارات آئی، دونوں ہی طرف کے لوگ جمع تھے، سب کو دکھانے کی غرض سے ایک نکاح اور ہوا، اس میں والد نے قاضی صاحب کو اجازت دی ہوئی بتائی، پھر ریحانہ کی رخصتی ہوجاتی ہے، ریحانہ کی دوائیں برابر چلتی رہیں، ریحانہ کا راشد سے فون پر سلسلہ برابر جاری تھا، رخصتی سے چند گھنٹہ پہلے تک ریحانہ نے راشد سے بات کی، ریحانہ عارف کے پاس بہت کم جاتی، زیادہ وقت اپنے والد کے گھر رہتی اور بہت دباؤ میں عارف کے پاس جاتی، چار ماہ میں کبھی ٦/دن، کبھی ۵/دن، کبھی ۳/دن، تو کبھی ۴/دن کے لئے وہ عارف کے پاس رہی ہوگی، اور برابر ہی عارف سے طلاق مانگتی رہی، عارف کے ساتھ رہنے کو کسی حال میں راضی نہ ہوتی، اس درمیان ریحانہ کے حمل ٹھہر گیا، جو اس نے ختم کرادیا، بہت پریشان ہوکر عارف نے ایک اِی میل ۱۴/فروری کو ریحانہ کو بھیجا، جس میں لکھا تھا کہ: ''جاؤ ریحانہ میری طرف سے تم آزاد ہو، میں نے تم کو بہت سمجھایا؛ لیکن تم نہ مانی، میں نے تمہیں طلاق دی، میں نے تمہیں طلاق دی، میں نے تمہیں طلاق دی، جو جی میں آئے وہ کرو''۔

یہ خبر فون پر عارف نے ریحانہ کو دی کہ ایک ای میل بھیج دیا ہے، ای میل پڑھنے کے بعد جیسے ریحانہ کی زندگی ہی بدل گئی، وہ رونے لگی کہ مجھے معاف کردو، میں تمہارے بنا نہیں رہ سکتی، اب ریحانہ نے دباؤ بنایا کہ میرا دوبارہ نکاح کرایا جائے، وہ روتی تڑپتی رہتی تھی، ریحانہ کی والدہ نے عارف کو سمجھایا، یہ اپنے کئے پر بہت پشیمان ہے، کچھ مولانا لوگوں سے معلوم کیا، اُنہوں نے کہا جو نکاح ہوا ہے، ہوا ہی نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ ریحانہ کی مرضی کے خلاف اور زبردستی ہوا ہے؛ اس لئے اس نکاح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اب دوبارہ نکاح ریحانہ اور عارف کا ہوگیا ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا ریحانہ اور عارف کا جو نکاح پہلا ہوا تھا وہ صحیح تھا، کیا دونوں کے درمیان طلاق ہوچکی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ریحانہ اور عارف کا پہلا نکاح بلاشبہ درست ہوچکا تھا؛

اس لئے کہ نکاح میں دل کے اِرادہ کا اعتبار نہیں ہوتا؛ بلکہ ایجاب وقبول کا اعتبار ہوتا ہے اور بر تقدیر صحتِ سوال جب کہ عارف نے ''اِی میل'' کے ذریعہ تین طلاقیں دے دی ہیں؛ تو ریحانہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ہے، اب حلالہ شرعیہ کے بغیر اُن دونوں میں ازدواجی تعلق ہرگز قائم نہیں ہوسکتا۔

وینعقد بإیجاب من أحدهما، وقبول من الآخر. (الدر المختار علی الشامي ٦٨/٤ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ٢٧٠/١ زکریا)

کل تصرف یصح من الهزل کالطلاق والعتاق والنکاح یصح مع الإکراه.

(البحر الرائق ٧٥/٨ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ٣٣/٥ زکریا، الدر المختار علی الشامي ١٨٩/٩ زکریا)

الکتابة علی نوعین: إن کانت مرسومة یقع الطلاق نوا أو لم ینو. (خانیة ٤٧١/١، الفتاویٰ الهندیة ٣٧٨/١ زکریا، شامي ٤٥٥/٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۳/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کی رضامندی کے بغیر جبراً نکاح نامہ پر اَنگوٹھا لگوانا؟

سوال (۲۸۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور کوئی اولاد بھی نہیں ہے، اب ہندہ کی عدت گذرنے کے بعد شوہر کے بھائیوں نے رات میں ایک کاغذ پر انگوٹھا جبراً لیا، جس کا ہندہ کو پتہ نہیں کہ کس بات کا انگوٹھا لیا گیا ہے، صبح کو یہ شہرت ہوگئی کہ ہندہ کا نکاح دیور کے ساتھ ہوگیا ہے، جب کہ ہندہ کی طرف سے نکاح کی اِجازت نہ کل تھی اور نہ آج ہے، ہندہ نکاح پر راضی نہیں ہے، آیا ہندہ کی بغیر اجازتِ نکاح جس نے پڑھا یا وہ قاضی یا قاضی اور وکیل یا جو بھی شریک ہوئے، اُن سب کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ہندہ سے نکاح کی اِجازت لیتے وقت صرف انگوٹھا لگوایا گیا ہے اور اُس نے زبان سے کچھ نہیں کہا، تو اِس طرح زبردستی انگوٹھا لگوانے سے نکاح نہ

ہوگا، اور جولوگ بھی قصداً ایسے معاملہ میں پیش پیش رہے ہیں، وہ سب سخت گنہگار ہوں گے، ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔

عن خنساء بنت حذام أن أباها زوجها وهي ثيب فكرهت ذٰلك، فأتت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فرد نكاحها. (مشكاة المصابيح ٢٧٠، صحيح البخاري ٧٧١/٢ رقم: ٤٩٤٥، ف: ٥١٣٨)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم رد نكاح بكر وثيب أنكحها أبوهما، وهما كارهتان فرد النبي صلى اللّٰه عليه وسلم نكاحها. (سنن الدار قطني ١٦٤/٣ رقم: ٣٥٢٣)

فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد، والأظهر أن يقول: قالت قبلت الخ، إذا الكتابة من الطرفين بلا قول لا تكفي ولو في الغيبة. (شامي ٧٣/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۵/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دلی رضامندی کے بغیر دباؤ میں نکاح کی اِجازت دینا؟

سوال (۲۸۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی لڑکی دل سے نکاح کے لئے راضی نہ ہو؛ لیکن مجبوری میں یا کسی قسم کے دباؤ میں آکر نکاح کرلے، تو کیا یہ نکاح جائز ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ نکاح صحیح نہیں، دل سے راضی ہونا ضروری ہے، جتنی مدت بھی وہ میاں بیوی کی طرح رہیں، اُن کا عمل زنا میں شمار ہوگا، کیا یہ بات صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی لڑکی دل سے نکاح کے لئے راضی نہ ہو؛ لیکن زبان سے اِجازت دیدے یا کنواری ہونے کی صورت میں اِجازت لیتے وقت انکار نہ کرے، تو

اس کا نکاح شرعاً درست ہوجائے گا، دل سے راضی نہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاث جدهن جد وهزلهن جد، النكاح والطلاق والرجعة. (مشكاة المصابيح ٢٨٤/٢)

إذا أكره على أن يعقد عقدا من العقود فهو على وجهين: إن كان عقدا لا يبطله الهزل مثل الطلاق والنكاح ...... جاز العقد ولا يبطل بالإكراه. (تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١٥٦/٢، البحر الرائق ١٣٦/٨ زكريا)

والأصل أن تصرفات المكره كلها منعقدة عندنا إلا ...... وما لا يحتمل الفسخ كالطلاق والعتاق والنكاح، فهو لازم. (الفتاویٰ الهندية / نكاح المكره ٣٥/٥ زكريا، شامي ٢١/٣ كراچی)

قوله: يتحقق أي يصدر ما من شانه أن يدل على الرضاء، إذ حقيقة الرضاء غير مشروط في النكاح لصحته مع الإكراه والهزل. (شامي، النكاح / هل ينعقد النكاح بألفاظ المصحفة ٨٦/٤ زكريا، ٢١/٣ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۸/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کا دعوی کہ میری شادی میری مرضی کے خلاف کی گئی؟

سوال (۲۸۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی عورت شادی کی پہلی ہی رات سے اپنے شوہر سے یہ کہنے لگے کہ میری شادی آپ کے ساتھ میرے بھائیوں نے زبردستی اور میری مرضی کے خلاف کرائی ہے، اور اپنے بھائیوں کو برا کہتی ہے اور کوستی بھی رہتی ہے، اور اپنے شوہر سے دوسرے مرد کا نام باربار لیتی ہے کہ میں اُن کے لئے چار چار دن بھوکی رہی، میں اُن سے شادی کرنا چاہتی تھی، اور شادی کی پہلی ہی رات سے شوہر کی مرضی کے خلاف چوری سے بچہ نہ ہونے کی دواؤں کا استعمال کررہی تھی، اور ان دواؤں کو دومہینہ

بعد جب شوہر نے پکڑ لیا، تو اپنے گھر جا کر بیٹھ گئی اور وہاں سے طلاق مانگ رہی ہے، کیا اِن حالات میں نکاح ہوا بھی یا نہیں؟ اگر نکاح ہوا تھا تو طلاق مانگنے پر ایسی عورت اپنے مہر لینے کی حق دار ہے یا نہیں؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر مذکورہ عورت نے نکاح کے وقت اپنی ناراضگی ظاہر نہیں کی تھی، تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہو چکا ہے، اب بعد میں وہ بلا کسی وجہ کے طلاق مانگتی ہے تو شوہر کو حق ہے کہ وہ مہر کی معافی کی شرط پر طلاق دینے پر آمادگی ظاہر کرے، اگر بلا شرط طلاق دے دی تو مہر دینے پڑیں گے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ﴾ [البقرۃ، جزء آیت: ۲۲۹]

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود اللّٰہ، فلا بأس بأن تفدي نفسها منه بمال یخلعها به. (الهدایة، کتاب الطلاق / باب الخلع ۲/۴۰۴ مکتبة شرکة علمیة ملتان، الدر المختار علی تنویر الأبصار، کتاب الطلاق / باب الخلع ۳/۳، الفتاویٰ الهندیة ۱/۴۸۸ زکریا)

وبطل خیار البکر بالسکوت. (الدر المختار مع الشامي ۴/۱۸۷ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۱/۵/۱۴۲۵ھ

کفاءت سے متعلق مسائل

مسئلہ کفاءت اور حضرت تھانویؒ

سوال (۲۸۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امداد الفتاوی ۲/۳۵۵، باب کتاب النکاح ''کفاءت میں حرفۃ اور چال چلن کا معتبر ہونا'' کے عنوان میں درج سوال نمبر ۴۵۰ کے جواب میں اپنے فتویٰ کے ذریعہ مسلمانوں کو دو طبقوں میں تقسیم کیا ہے، ایک شریف وبڑی قوم (سید، شیخ، مغل پٹھان) دوسرے ذلیل قومیں وچھوٹی قومیں مثل جولاہا وتیلی، سوال وجواب درج ذیل ہے:

سوال نمبر ۴۵۰:- مسلمانوں میں جو تفریق ذاتوں کی ہے، مثلاً شیخ، سید، مغل، پٹھان، جولاہا، تیلی گوجر، جاٹ وغیرہ، معاملہ اُخروی میں اگر چہ کچھ تفریق معتبر نہیں عمل کی ضرورت ہے، مگر اُمور دنیوی مثلاً نکاح وغیرہ میں یہ سب ایک سمجھے جاویں گے یا کچھ تفاخر کو اس میں دخل ہے، زید کہتا ہے کہ شیخ سید کے سواسب ایک ذات ہے کچھ تمیز نہ کرنی چاہئے، عمرو کہتا ہے کہ علاوہ شیخ سید ودیگر اقوام جو شریف ہیں، مثلاً مغل، پٹھان وہ ہم پلہ ہرگز ذلیل قوم مثل جولاہا وتیلی کے نہیں ہیں، نکاح وغیرہ میں سب کا معاملہ ایک ساتھ ہونا چاہئے، اور کفوء غیر کفو ہونا علاوہ شیخ سید دوسری قوموں میں باعتبار پیشہ اور چال چلن دنائت وغیرہ کے دیکھا جاوے گا، اور ایسا تفاخر اور چھوٹی قوم سے نکاح وغیرہ میں عار کرنا شرعاً جائز ہے، اب علماء شرع سے سوال ہے کہ ان دونوں میں کون حق پر ہے؟ اور نسب وحسب میں کیا فرق ہے، جیسا فخر نسب پر ہوسکتا ہے، کیا شرعاً حسب پر بھی جائز ہے؟

الجواب: أخرج الدار قطني ثم البيهقي ...... فيه التفاخر بالدنيا فافهم.

(سنن الدار قطني ۲/۵۲۸)

ان روایات حدیثیہ وفقہیہ سے ثابت ہوا کہ قول عمرو کا صحیح ہے اور یہ کہ مبنی اس کا عرف پر ہے جس کا حدیث میں بھی اعتبار کیا گیا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باہم عجم میں جو نسباً کفاءت معتبر نہ ہونا فقہاء نے لکھا ہے، یہ بھی مقید ہے، اس کے ساتھ کہ جب عرف میں اس تفاوت کا اعتبار نہ ہو، ورنہ ان میں بھی باعتبار نسب وقومیت کے معتبر ہوگا۔ **کما مر من الاستثناء الخ۔** (امدادالفتاویٰ)

اَب مذکورہ سوال و جواب کی روشنی میں علماءِ شرع سے سوال ہے کہ:

سوال(۱):- یہ فتویٰ قرآنِ حکیم وسرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبۂ حجۃ الوداع کے خلاف ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو قرآنِ کریم کی کس آیتِ کریمہ اور کس حدیث شریف سے ثابت ہے؟

سوال(۲):- قرآن حکیم اور حدیث شریف میں کن کن قوموں کو شریف و بڑی قومیں اور ذلیل وچھوٹی قومیں کہا گیا ہے؟ اگر نہیں تو مولانا تھانویؒ کا یہ فتویٰ غلط بیانی پر مبنی ہے یا نہیں؟

سوال(۳):- مثل جولاہا و تیلی میں مثل سے مراد کیا ہے؟ مولانا کے نزدیک اور کون کون قومیں ذلیل وچھوٹی قوموں میں شامل ہیں؟

سوال(۴):- شیخ، مغل اور پٹھان قوموں و مثل جولاہا و تیلی قوموں کا ظہور اسلام میں کب ہوا؟

سوال(۵):- اسلام میں کون کون قومیں شریف قوموں اور کون کون قومیں ذلیل وچھوٹی قوموں میں شامل ہیں؟ یا مولانا کا فتویٰ غلط بیانی پر مبنی ہے؟

سوال(۶):- ''چھوٹی قوم سے نکاح وغیرہ میں عار کرنا شرعاً جائز ہے''؟ پر فتویٰ دینا قرآن وحدیث کے مطابق صحیح ہے، یا غلط بیانی پر مبنی ہے؟

سوال(۷):- مولانا تھانویؒ کا فتویٰ ہندوستان کی تمام پیشہ ور برادریوں کی دل آزاری کرنے والا ہے یا نہیں؟

سوال(۸):- مولانا تھانویؒ کا مسلمانوں کی تمام پیشہ ور برادریوں پر ذلیل وچھوٹی قوموں کا فتویٰ احترام آدمیت، اِسلام کے اُصول مساوات کو پارہ پارہ کرنے والا اور اشاعتِ

اسلام میں رکاوٹ ہے یا نہیں؟

سوال (۹):- آقاء نامدار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن پیشوں کو پسند فرمایا اور اُن پر عمل کر کے دکھایا ہے، اور کن کن پیشوں کو ذلیل پیشہ فرمایا ہے، اور کن کن پیشوں سے عار کرنے کے لئے فرمایا ہے؟

سوال (۱۰):- علماء دیوبند اور ہندوستان کے دار الفتاویٰ کو مولانا کے فتویٰ کو رد کرنا چاہئے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مولانا تھانویؒ کے اسلام میں شریف قوم (سید، شیخ، مغل، پٹھان) اور ذلیل قوم (تمام جائز پیشہ کرنے والی برادریاں) کی تقسیم کے مشن اور تعلیمات کو آگے بڑھانے، اس کی تبلیغ کرنے اور اس تعلیم کو مسلمانوں کے گھر گھر میں پہنچانے کی سعی کرنی چاہئے یا نہیں؟ اب تک علماء دیوبند نے اس سلسلہ میں کیا سعی فرمائی؟

سوال (۱۱):- مولانا تھانویؒ کا مسلمانوں کو شریف وذلیل قوموں میں تقسیم کرنا مسلمانوں میں نفاق پیدا کرنا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب فرما کر عند اللہ ماجور ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اللہ تبارک وتعالیٰ کی نظر میں انسانوں کی ایک دوسرے پر فضیلت کا مدار خاندان نہیں ہے؛ بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے، نیز اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ فاضلہ ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ﴾ اس لئے کسی بھی انسان کو برادری یا رنگ ونسل کی بنیاد پر حقیر سمجھنا قطعاً جائز نہیں ہے؛ البتہ عقد نکاح کا تعلق چوں کہ معاشرتی زندگی سے ہے اور معاشرتی زندگی میں کامیابی اور پائیداری کے لئے زوجین اور متعلقہ خاندانوں کے درمیان طبعی موافقت کی ضرورت ہوتی ہے؛ اس لئے شریعت نے انتظامی طور پر نکاح میں کفائت کا لحاظ رکھا ہے، یہ کوئی ایسا ضروری امر نہیں کہ اس کو پیشِ نظر رکھے بغیر نکاح ہی صحیح نہ ہو؛ کیوں کہ اگر فریقین راضی ہوں تو کسی بھی خاندان سے تعلق رکھنے والے زوجین میں نکاح منعقد ہوسکتا ہے، شرعاً اِس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے فتویٰ کا تعلق بھی اسی

انتظامی امر سے ہے، اس سے کسی برادری کی توہین مقصود نہیں ہے، اور آپ نے سوال میں جن برادریوں کی نشان دہی کی ہے، اُن کا ذکر ''امداد الفتاویٰ'' میں حضرت کے جواب میں نہیں ہے؛ بلکہ سائل نے اپنے سوال میں اس کا ذکر کیا ہے، جس کی ذمہ داری حضرت حکیم الامتؒ پر نہیں ڈالی جاسکتی ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال: يا بني بياضة! أنكحوا أبا هند، وانكحوا إليه، قال: وكان حجاما. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب لا يرد نكاح غير الكفو الخ ١٣٦/٧، المستدرك للحاكم ١٧٨/٢، المعجم الكبير ٣٢١/٢٢ رقم: ٨٠٨)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا أتاكم من ترضون خلقه ودينه فانكحوه إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد عريض. (المستدرك للحاكم ١٧٩/٢ رقم: ٢٦٩٥)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: كرم المؤمن دينه، ومروءته عقله، وحسبه خلقه. (المستدرك للحاكم ١٧٧/٢ رقم: ٢٦٩١)

عن سماك بن حرب قال: جاء رجل إلى علي رضي اللّٰه عنه، فقال: امرأة أنا وليها تزوجت بغير إذني، فقال علي رضي اللّٰه عنه: تنظر فيما صنعت إن كانت تزوجت كفوا أجزنا ذٰلك لها، وإن كانت تزوجت من ليس لها كفوا جعلنا ذٰلك إليك. (سنن الدارقطني ١٦٦/٣ رقم: ٣٥٣١)

الكفاءة معتبرة في ابتداء النكاح للزومه أو لصحته. (الدر المختار مع الشامي ٢٠٦/٤ زكريا)

وتعتبر الكفاءة نسبا وحرية وإسلامًا وديانةً ومالًا وحرفةً. (الدر المختار مع الشامي ٢٠٩/٤-٢١٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۷/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر خاندان میں نکاح؟

سوال (۲۹۰):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیٹی نشاط پروین جس کی عمر تقریبا پچیس سال شمسی برادری سے تعلق رکھتی ہے، عرض یہ ہے کہ اب سے دو ماہ قبل میری بیٹی اچھی صحت مند تھی کہ اچانک عید الاضحیٰ سے دس بارہ دن قبل طبیعت خراب ہوگئی، حتی کہ پیشاب پاخانہ تک کا ہوش نہ رہا، یعنی دماغی توازن درست نہ رہا، دوا کے ساتھ ساتھ دعا کے واسطے بھی مظفر نگر باغوں والی حضرت جی میاں موسیٰ صاحب جن سے میں علاج ومعالجہ کے تعلق سے پہلے بھی وابستہ رہی ہوں، ان کے پاس مذکورہ بیٹی کو لے کر حاضر ہوئی، تو انہوں نے بتایا کہ اس لڑکی کا دل ودماغ اور ناف باندھ رکھی ہے، جب تک اس کا علاج نہ ہوجائے، نہ اس کے اوپر نماز فرض اور نہ ہی اس کا نکاح واجب ہے؛ کیوں کہ ہوش وحواس درست نہیں ہیں، اسی دوران ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً چھبیس سال سیفی برادری سے تعلق رکھتا ہے، اس لڑکی سے محبت کرتا تھا، اس لڑکے نے اپنے گھر کی عورتوں کو بھی رشتہ کے سلسلہ میں میرے گھر بھیجا تھا، ان عورتوں نے رسم ورواج کے مطابق میری بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پیار کیا اور کہنے لگیں کہ رشتہ اچھا ہے لڑکا اچھا ہے، تو اس سے نکاح کرلے ورنہ یہ لڑکا تجھے بھگا کرلے جائے گا؛ لیکن میں لڑکی کی والدہ اور میرے دونوں لڑکوں کی قطعاً مرضی نہیں تھی، صرف برادری کی وجہ سے اور میرے شوہر لڑکی کے والد کی بھی بالکل مرضی نہیں تھی کہ میں اپنے بچوں کا رشتہ کسی غیر برادری میں کروں ہرگز نہیں، میرے شوہر لڑکی کے والد کا انتقال ہوچکا ہے، اب گھر کی ذمہ داری میرے اور میرے دونوں بیٹوں پر عائد ہوتی ہے، محمد عدنان جن کی عمر ۲۳؍سال اور محمد امان ۲۰؍سال ہے اور مذکورہ میری بیٹی ایک اسکول میں ٹیچر ہے، اس لڑکی سے محبت کرنے والا لڑکا محمد ندیم اسکول کے داخلی وقت یعنی چھٹی سے قبل بستی سے ۵-۶؍کلومیٹر دوری پر لے جاکر مسجد میں ایک امام صاحب سے نکاح پڑھوا کر خاموشی سے اسکول کی چھٹی کے وقت لڑکی میرے گھر پہنچ گئی، اس نکاح کی کسی کو بھی خبر نہ ہوئی، اس کے بعد روزانہ اسکول اور گھر آتی جاتی رہی، اسکول کے وقت کے علاوہ کسی دن یا کسی رات میں تنہائی کا کوئی موقع بھی نہیں

ملا، مذکورہ لڑکا نکاح کے دس دن کے بعد سعودی عرب چلا گیا اور میری بیٹی نشاط پروین میرے گھر ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ جیسا کہ بہشتی زیور حصہ چار ص:٦ ولی کا بیان مسئلہ۳ میں مرسوم ہے ''البتہ اپنے سے کم ذات والے سے نکاح کرلیا اور ولی ناخوش ہے، تو نکاح درست نہ ہوگا''؛ لہٰذا لڑکی اور لڑکی کا خاندان شمسی برادری سے تعلق رکھتا ہے، لڑکا سیفی برادری کا ہے سیفی برادری شمسی برادری سے نیچی سمجھی جاتی ہے اور یہ نکاح خفیہ طریقہ سے ہو چکا ہے، گھر میں کسی کی مرضی نہیں ہے کہ اس نکاح کو برقرار رکھا جائے۔ مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور اس نکاح کو توڑا جائے، تو شریعت کی رو سے کوئی حرج ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نکاح لڑکی کے ہوش وحواس کی درستگی کی حالت میں رضامندی سے ہوا ہے اور لڑکی خود عاقلہ بالغہ ہے؛ لہٰذا نکاح شرعاً منعقد ہوگیا اور چوں کہ شمسی اور سیفی دونوں برادریاں عجمی ہیں؛ لہٰذا دونوں ایک دوسرے کی کفو بن سکتی ہیں، ولی کو اعتراض کا حق نہیں، اور زیر بحث معاملہ میں بہشتی زیور میں لکھا گیا مسئلہ منطبق نہیں ہوگا۔

وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وإن لم يعقد عليها ولي بكرا كانت أو ثيبًا عند أبي حنيفة وأبي يوسف في ظاهر الرواية. (الهداية باب فى الأولياء والأكفاء ٢٩٣/٢ رشيدية، ٣٣٥/٢ بلال ديوبند)

ونفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي الخ ...... ولاتجبر البالغة البكر على النكاح الخ. (الدر المختار / باب الولي ٥٥/٣ كراچى)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولى. (النهر الفائق / باب الأولياء ٢٠٢/٢ بيروت)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي؛ لأنها تصرفت في خالص حقها، وهي من أهله لكونها عاقلةً بالغةً ...... ولا تجبر بكر بالغة على النكاح: أي لا ينفذ عقد الولي عليها بغير رضاها عندنا الخ. (البحر الرائق / باب الأولياء والأكفاء ١٩٢/٣ زكريا،

وكذا في الفتاوىٰ الهندية / الباب الرابع في الأولياء ۲۸۷/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دھوکہ دے کر غیر کفو میں نکاح کرانا

سوال (۲۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محبوب عالم نے اپنی لڑکی کا نکاح اس شرط پر کیا کہ لڑکا شادی شدہ نہ ہو، اور ہماری برادری شیخ ہے، اگر تمہاری برادری شیخ نہ ہوئی یا شادی شدہ ہوا، تو ہم نکاح نہیں کریں گے، لڑکے والوں نے جواب دیا کہ اگر لڑکا شادی شدہ ہوا یا ہماری برادری شیخ نہ ہوئی، تو آپ کا جوتا ہوگا اور ہمارا سر ہوگا۔ اب رشتہ ہونے کے بعد نکاح کا وقت آیا، تو صرف وکیل صاحب نے اجازت لڑکی سے لی اور گواہ بھی کوئی نہیں تھا، اجازت کے وقت تو لڑکی نے صرف اجازت کنوارے لڑکے کے لئے دی، اب وکیل صاحب نجیب آباد سے دہلی گئے اور وہاں دو گواہ بنائے اور نکاح ہوگیا، دس دن کی رخصتی طے ہوئی، مگر دس دن کے اندر معلوم ہوا کہ لڑکا شادی شدہ ہے اور دو نکاح پہلے کر چکا، جن کا مقدمہ چل رہا ہے اور قوم کا بھی انصاری ہے، اور وہ ایسے ہی دوسری لڑکیوں سے بھی نکاح کرتا ہے، اور پھر ان سے پیسے لے کر طلاق دیتا ہے، جب فریب پورا معلوم ہوگیا تو لڑکی نے جانے سے انکار کر دیا اور نہ رسید پر اپنے دستخط کئے، اور لڑکی نے کہا کہ یہ تو میرے ساتھ دھوکہ ہوا ہے، میں نے اجازت نہیں دی تھی، یہ شادی شدہ ہے، اور قوم کا انصاری ہے، اس لئے آپ حضور والا سے درخواست ہے کہ وضاحت فرمائیں کہ یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں چوں کہ بالغ لڑکی نے وکیل کو نفس نکاح کی اجازت دی ہے اور اجازت لیتے وقت گواہ موجود نہ ہوں؛ لیکن مجلسِ نکاح میں حسبِ تحریر سوال دو گواہ موجود تھے، اس لئے شرعاً یہ نکاح منعقد ہوگیا، اور نکاح سے پہلے کی شرطیں پوری نہ

ہونے کے باوجود اس کو منعقد قرار دیا جائے گا؛ اس لئے کہ نکاح کا مدار ایجاب وقبول پر ہوتا ہے، شرطوں پر نہیں ہوتا، اور مسئولہ صورت میں لڑکا متعین اور مشخص ہے، مجہول نہیں ہے، اس لئے اس کے بارے میں غیر برادری یا شادی شدہ ہونے کے متعلق لاعلمی صحتِ نکاح سے مانع نہ ہوگی؛ تاہم چوں کہ دھوکہ دے کر غیر کفو میں نکاح کیا گیا ہے، اس لئے لڑکی کو اور اس کے گھر والوں کو حقِ فسخ حاصل ہے، اگر وہ اس نکاح کو فسخ کرانا چاہیں تو قریبی محکمۂ شرعیہ میں درخواست دائر کر کے نکاح فسخ کراسکتے ہیں، باقاعدہ فسخ وتفریق کئے بغیر اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح درست نہ ہوگا۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۵/۱۹۷ زکریا، الحیلۃ الناجزۃ ۱۷۰)

أما إذا شرطوا أو أخبروهم بالكفاءة ...... فزوجوها على ذٰلک، ثم ظهر أنه غير كفوء كان لهم الخيار. (الفتاوىٰ الهندية ۲۹٦/۱ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ١٣٦/٤ رقم: ٥٧٤٥، الفتاوىٰ الولوالجية ٣٢٢/١)

ولو زوجها برضاها ولم يعلموا لعدم الكفاءة، ثم علموا لا خيار لأحد، إلا إذا شرطوا الكفاءة أو أخبرهم بها وقت العقد فزوجوها على ذٰلک، ثم ظهر أنه غير كفء كان لهم بالخيار. (الدر المختار مع الشامي ٢٠٨/٤-٢٠٩ زكريا)

ولو أظهر رجل نسبه لامرأة فزوجت نفسها منه ثم ظهر نسبه على خلاف ما أظهره، فالأمر لا يخلو أن المكتوم مثل المظهر ...... وإن كان أدون منه بأن أظهر أنه قرشي ثم ظهر أنه عربي فلها الخيار. (بدائع الصنائع ٦٢٩/٢ زكريا، ومثله في الفتاوىٰ الهندية ٢٩٦/١ زكريا)

وله أي للولي إذا كان عصبة الإعتراض في غير الكفوء فيفسخه القاضي. (شامي ٥٦/٣ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱۰/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کے جھوٹے اَوصاف بیان کر کے نکاح کرانا

سوال (۲۹۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک لڑکی سے نکاح کیا نکاح کے وقت سر پرستوں نے کہا کہ لڑکی صحت مند ہے، اسے کوئی بیماری نہیں ہے، قرآن پڑھی ہوئی اور بارہویں جماعت پاس ہے، اس بنیاد پر اس لڑکی سے نکاح کرلیا گیا، نکاح کے بعد واضح ہوا کہ لڑکی کو لہسٹر یا کی بیماری ہے جس میں اس لڑکی کو پاگل پن کے دورے آتے ہیں، اور وہ دوسروں کو نقصان پہنچانے اور خودکشی کرنے کی کوشش کرتی ہے، اس طرح اس لڑکی کو لکوریا (سفید پانی) کی بیمار ہے جس میں بے حد بدبودار پانی نکلتا ہے، اور اس سے شوہر کی طبیعت متنفر ہوجاتی ہے، اور وہ لڑکی نہ قرآن پڑھنا جانتی ہے اور نہ اسکول پڑھی ہوئی ہے، حالانکہ نکاح کے وقت اسے صحت مند، تعلیم یافتہ اور قرآن خواں بتایا گیا تھا، اس لڑکی کا حتی الامکان علاج کرایا گیا ہے، لیکن افاقہ نہیں ہے۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس لڑکی سے نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان دونوں میں ہونے والی بدکاری کا گناہ کس پر ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورتِ مسئولہ میں مذکورہ لڑکی کا نکاح درست ہوگیا ہے، البتہ جن لوگوں نے نکاح سے پہلے اس کے جھوٹے اوصاف بیان کئے ہیں وہ دھوکہ دینے کی وجہ سے سخت گنہگار رہوں گے، تاہم اس کی وجہ سے نکاح کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من غشنا فليس منا . (رواه البزار في كشف الاستار ۱۲۵٦، والطبراني في الكبير والصغير ۲٦۱/۱، مسند أحمد بن حنبل ۵۰/۲، سنن أبي داؤد ۱۳۱/۲، صحيح مسلم ۷۰/۱)

وينعقد بالإيجاب والقبول فإذا قال لها: أتزوجک بكذا قالت: قبلت يتم النكاح. (الفتاوىٰ الهندية ۲۷۰/۱ زكريا)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۶/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر برادری میں شادی کرنے کو برا سمجھنا؟

سوال (۲۹۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سبھی اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی اپنی برادری میں ہی کرنا چاہتے ہیں، کیا ایسا کرنا اسلام میں ہے، کیوں کہ جو لوگ دوسری برادری میں شادی کر دیتے ہیں، ان کو برا بھلا کہا جاتا ہے؟ ایسے نکاح کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کے لئے برادری کی شرط لگانا انتظامی اُمور میں سے ہے؛ تاکہ زوجین میں ہم مزاجی اور ہم فکری پائی جائے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسری برادری میں رضامندی سے نکاح کرنا برا ہے؛ کیوں کہ اگر فریقین راضی ہوں، تو برادری سے باہر نکاح کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس کو برا سمجھنا غلط ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۶۰۵-۶۱۰ ڈابھیل، کفایت المفتی ۵/۲۰۳ جدید پاکستان)

لا یزوج بنته من غیر کفء أو بغبن فاحش إلا لمصلحة تزید علی ھٰذا الضرر، کعلمه بحسن العشرة معها، وقلة الأذی ونحو ذٰلک. (الرد المحتار، کتاب النکاح / باب الولي ۳/۶۷ کراچی، البحر الرائق، کتاب النکاح / فصل في الکفاءۃ ۳/۲۳۷ زکریا)

ولزم النکاح إن کان الولي أبًا أو جدًّا لم یُعرف منهما سوء الاختیار، وإن عرف لا یصح. (الرد المحتار، کتاب النکاح / باب الولي ۳/۶۷ کراچی)

ولو زوج طفله من غیر کفء أو بغبن فاحش صح، ولم یجز ذٰلک لغیر الأب والجد ...... وأطلق في الأب والجد، وقیده الشارحون وغیرهم بأن لا یکون معروفًا بسوء الاختیار ...... إذا کان عالمًا بأنه لیس بکفء، علم أنه تأمل غایة التأمل، وعرف ھٰذا العقد مصلحة في حقها. (البحر الرائق، کتاب النکاح / الباب الخامس في الأکفاء ۳/۲۳۷-۲۳۸ زکریا)

إذا زوجها من غير كفوء فعند أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ يجوز؛ لأن الأب كامل الشفقة وافر الرءي، فالظاهر أنه تأمل غاية التأمل ووجد غير الكفوء أصلح من الكفو. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب الخامس في الأكفاء ۲۹۱/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۸/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کی ویب سائٹ کے فارم پر برادری کے خانہ میں صرف مسلمان لکھنا؟

سوال (۲۹۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص خالص مسلمان لڑکے ولڑکیوں کا رشتہ طے کرانے کے لئے ایک ویب سائٹ چلاتا ہے، اور باضابطہ نظم ونسخ کے ساتھ یہ کام انجام پاتا ہے، اسی کے لئے انہوں نے ایک فارم بنا رکھا ہے، اس پر خاندان کے خانہ میں صرف مسلمان لکھا تھا، جس کی وجہ سے رشتہ کے خواہش مند لوگوں کو بے حد پریشانی ہوتی تھی؛ کیوں کہ اس سے یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ لڑکا یا لڑکی کا حسب ونسب کیا ہے؟ کس برادری اور خاندان سے تعلق رکھتی ہے، اس لئے ان لوگوں کی پریشانی کا لحاظ رکھتے ہوئے برادری سسٹم کو واضح کردیا گیا ہے، اب آسانی سے لوگ یہ جان سکتے ہیں کہ لڑکا لڑکی کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟ لیکن کچھ لوگ یہ کہہ کر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ اسلام کی تقسیم ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ اعتراض کرنا درست ہے؟ کیا اس صورت میں اسلام کو تقسیم وتفریق کرنا مانا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: شرعی اعتبار سے نکاح ایسا عقد ہے جس میں مضبوطی اور استحکام مطلوب اور پسندیدہ ہے، اس لئے زوجین میں کفو یعنی خاندانی برابری وغیرہ کا لحاظ رکھنے کا حکم ہے؛ کیوں کہ ہم مزاج افراد میں رشتہ جتنا کامیاب ہوتا ہے، نامانوس لوگوں میں اتنا کامیاب نہیں ہو پاتا۔ بریں بنا اگر اِس قصد سے مسئولہ صورت میں معلوماتی فارم میں حسب ونسب کی

صراحت کردی جائے، تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اسے مسلمانوں کو بانٹنا نہیں کہا جائے گا؛ بلکہ یہ صرف تعارف کی ایک شکل ہے۔

قال اللّٰہ تعالی: ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا﴾ [الحجرات، جزء آیت: ۱۳]

عن علي بن أبي طالب رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال له: يا عليّ! ثلاث لا تؤخرها: الصلاة إذا آنت، والجنازة إذا حضرت، والأيم إذا وجدت لها كفوا. (سنن الترمذي، النكاح / باب ما جاء في تعجيل الجنازة ۱/۲۰۶ رقم: ۱۰۸۱)

قوله عليه السلام: ألا لا يزوج النساء إلا الأولياء ولا يزوجن الأكفاء. (حاشية: الرد المحتار ۳/۲۰٤)

الكفاءة معتبرة في إبتداء النكاح للزومه، أو لصحته. (الدر المختار ۳/۲۰٦)

نـوٹ:- واضح رہنا چاہئے کہ شریعت کی نظر میں رشتہ ناطہ کے لئے باقاعدہ کمیٹی بنانا مطلوب اور پسندیدہ نہیں ہے، اور موجودہ زمانہ میں اس کام میں بڑے مفاسد پائے جاتے ہیں، اس لئے اصولی طور پر ایسے کاروبار سے احتراز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳؍۱۰؍۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدین کی مرضی کے خلاف بالغہ کا غیر برادری میں نکاح کرنا؟

سـوال (۲۹۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر بالغ لڑکی والدین کو مطلع کئے بغیر کسی غیر برادری کے لڑکے کے ساتھ نکاح کرلے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بعد نکاح لڑکی کے والدین اظہار ناراضگی کریں، تو کیا نکاح قائم ہے یا اس میں شرعاً کوئی کمی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مسئولہ صورت میں حنفیہ کی ظاہر الروایۃ میں یہ نکاح

منعقد ہو چکا ہے؛ البتہ اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہے، یعنی وہ اگر چاہیں تو عدالتِ شرعیہ یا محکمۂ شرعیہ میں مقدمہ دائر کر کے اِس نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں۔ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ سے حسن بن زیادؒ کی روایت یہ ہے کہ اولیاء کی مرضی کے بغیر غیر کفو میں نکاح ہی منعقد نہیں ہوتا ہے، بہت سے متأخرین فقہاء نے اِسی روایت پر فتویٰ دیا ہے؛ لیکن موجودہ مخلوط ماحول میں اس روایت کے بجائے ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

عن عبد اللّٰه بن بريدة عن أبيه قال: جاء ت فتاة إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقالت: إن أبي زوجني ابن أخيه ليرفع بي خسيسة، قال: فجعل الأمر إليها، فقالت: قد أجزت ما صنع أبي، ولكن أردت أن أعلم النساء أن ليس إلى الآباء من الأمر شيء. رواه ابن ماجة ورجاله رجال الصحيح. (نيل الأوطار ٣٥، إعلاء السنن ١١/٩٠ رقم: ٣١٤٨ دار الكتب العلمية بيروت)

دلالته على الجزء الأول من حيث إنه صلى اللّٰه عليه وسلم خيّرها بعد النكاح، وظاهر أنه كان لعدم الكفؤ، لقوله: ''ليرفع بي'' الخ. (إعلاء السنن ١١/٩٠ دار الكتب العلمية بيروت)

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، والأصل أن من تصرف في ماله تصرف في نفسه وما لا فلا، وله أي للولي إذا كان عصبةً الخ، الاعتراض في غير الكفوء الخ، ويفتي في غير الكفوء بعدم جوازه أصلاً، وهو المختار للفتوىٰ (الدر المختار) هٰذه رواية الحسن عن أبي حنيفة. (الدر المختار مع الشامي ٤/١٥٧ زكريا)

إن المرأة إذا زوجت نفسها من كفوء لزم على الإولياء، وإن زوجت من غير كفو لا يلزم أو لا يصح. (شامي ٣/٨٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۲/۳/۴ھ

پردیسی مسلمان کا گوجر لڑکی کو اِغواء کر کے اُس سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۹۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسمیٰ مائی پسوال قوم گوجر برادری نے ایک حافظ عابد علی خاں صاحب جو کہ بلند شہر کا رہنے والا تھا، قوم کا دیسی تھا، معلوم نہیں کس برادری کس قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا؟ البتہ مسلمان تھا، اور حافظ قرآن تھا، نمازی تھا، بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کے لئے مائی پسوال نے رکھا تھا، اور بچوں کو تعلیم دیتا تھا، مائی پسوال کی جوان لڑکی مسماۃ بولو مصر بی بی کو حافظ عابد علی اغواء کر کے لے گیا، اور بلند شہر جا کر مسماۃ بولو مصر بی بی سے حافظ عابد علی نے لڑکی کے ولی کی اِجازت کے بغیر نکاح کرلیا۔ مسماۃ مذکورہ کی عمر تقریباً ۲۵؍ سال تھی؛ لہٰذا یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں حافظ عابد علی کا نکاح مائی پسوال گوجر کی لڑکی سے درست ہوگیا ہے، اب اسے کسی کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہا، وجہ یہ ہے کہ اولاً عجمی قبائل میں نسب کا اعتبار نہیں ہوتا؛ بلکہ باپ دادا کا دونوں جانب مسلمان ہونا کافی ہے۔

ثانیاً اگر حرفت وصنعت کا لحاظ رکھا جائے، تو بھی عابد علی کے حافظ ہونے کی بناء پر وہ لڑکی سے برتر ہوگا۔

تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ حافظ عابد علی نے لڑکی کو بلا اجازت والدین اغوا کر کے نہایت بے غیرتی اور بے حیائی کا ثبوت دیا ہے، وہ اپنے اس عمل کی بناء پر سخت گنہگار رہوگا۔

وأما في العجم فتعتبر حرية وإسلاماً. (الدرالمختار / باب الكفاءة ۸۷/۳ كراچی، الفتاویٰ الهندية / الباب الخامس في الكفاءة ۲۹۰/۱ زكريا، البحر الرائق / فصل في الكفاءة ۲۲۸/۳ زكريا)

والحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب، وأما العجم فلا يعتبر في حقهم، ولذا كان بعضهم كفوءًا لبعض ...... الحرية والإسلام، فهما معتبران في حق العجم؛ لأنهم يفتخرون بهما دون النسب ...... وأما السادس فالكفاءة في

الحرفة ...... لأن الناس يتفاخرون بشرف الحِرَف، ويتعيرون بدناء تها، وهي وإن أمكن تركها يبقى عارها ...... والحائک يكون كفوءاً للعطار بالإسكندرية، لما هناک من حسن اعتبارها وعدم عدّها نقصًا البتة، إلا أن يقترن بها خساسة غيرها الخ. (البحر الرائق، كتاب النكاح / باب الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة ۲۳۱/۳- ۲۳٤- ۲۳٥ زكريا)

ذكر قاضي خان في جامعه، قالوا: الحسب كفوء للنسب، فالعالم العجمي يكون كفوًا للجاهل العربي والعلوية؛ لأن شرف العلم فوق شرف النسب والحسب ومكارم الأخلاق. والمحيط عن صدر الإسلام: الحسيب الذي له جاه وحشمة ومنصب الخ. (البحر الرائق، كتاب النكاح / فصل في الكفاءة ۲۳۰/۳ زكريا، وكذا في الشامي، كتاب النكاح / باب الكفاءة ۹۲/۳ كراچی، حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب النكاح / باب الكفاءة ٤٤/۲ دار المعرفة بيروت)

والذي يظهر لي أن شرف النسب أو العلم يجبر نقص الحرفة؛ بل يفوق سائر الحرف. (شامي ۹۰/۳ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۸/۲/۱۴۱۲ھ

شاہ برادری کا لڑکا عالم دین، پٹھان زادی کا کفو ہوسکتا ہے؟

سوال (۲۹۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید شاہ برادری (جو لوگوں کی نظر میں ہلکے درجہ کی شمار ہوتی ہے) سے تعلق رکھتا ہے، زید عالم دین اور مفتی ہے، کیا زید پٹھان زادی کے لئے کفو ہوسکتا ہے؟ نفی کی صورت میں صاحبِ درمختار کی مندرجہ ذیل عبارت کی کیا توجیہ ہوگی۔

كان شرف العلم أقوىٰ من شرف النسب. (الدر المختار ٤۹۸/۲)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: صورتِ مسئولہ میں عالم ہونے کی وجہ سے زید شرعاً

پٹھان زادی کا کفو ہوسکتا ہے۔

وإن بالعالم فكفوء؛ لأن شرف العلم فوق شرف النسب والمال، كما جزم به البزازي وارتضاه الكمال وغيره. (الدر المختار ۹۲/۳ کراچی)

ذكر قاضي خان في جامعه، قالوا: الحسب كفوء للنسب، فالعالم العجمي يكون كفواً للجاهل العربي والعلوية؛ لأن شرف العلم فوق شرف النسب والحسب ومكارم الأخلاق. والمحيط عن صدر الإسلام: الحسيب الذي له جاه وحشمة ومنصب الخ. (البحر الرائق، كتاب النكاح / فصل في الكفاءة ۲۳۰/۳ زكريا، وكذا في الشامي، كتاب النكاح / باب الكفاءة ۹۲/۳ كراچى، حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب النكاح / باب الكفاءة ٤٤/٢ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۲/۱ھ

سیدہ عورت کا غیر سید مرد سے نکاح

سوال (۲۹۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سیدہ کا نکاح غیر سید سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ سیدہ عورت کا نکاح غیر سید سے ہو ہی نہیں سکتا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر فریقین راضی ہوں، تو سیدہ کا نکاح غیر سید سے ہونے میں کوئی حرج نہیں، مذکورہ صاحب کا یہ کہنا کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے ہو ہی نہیں سکتا، غلط ہے۔

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه. (شامي ١٥٥/٤ زكريا)

فإذا تزوجت المرأة رجلاً خيرًا منها، فليس للولي أن يفرق بينهما، فإن الولي

لا يتعيّر بأن يكون تحت الرجل من لا يكافؤه. (الفتاویٰ الهندية / الباب الخامس ٢٩٠/١ زكريا)

وإنما تحل في الصورة الرابعة، وهي رضا الولي بغير الكفؤ مع علمه بأنه كذٰلک. (شامي ١٥٧/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۳/۴/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں باپ کی مرضی کے خلاف شادی کرنا؟

سوال (۲۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی لڑکا یا لڑکی کسی لڑکے یا لڑکی سے پیار ومحبت کرتے ہیں اور ماں باپ کی نامرضی سے شادی کرلیں تو جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ نکاح منعقد ہوجائے گا؛ لیکن اگر لڑکا غیر کفو ہو تو لڑکی کا ولی بذریعہ محکمہ شرعیہ ایسے نکاح کو ختم کرا سکتا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ایسا نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔

وله أي للولي الاعتراض في غير الكفوء الخ، ويفتى في غير الكفوء بعدم جوازه أصلاً، وهو المختار للفتوىٰ. (الدر المختار مع الشامي ٥٦/٣-٥٧ كراچی، ١٥٦/٤-١٥٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۱۷/۲/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پنج وقتہ نمازی لڑکی کا بے نمازی سے نکاح کرنے سے انکار کرنا؟

سوال (۳۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کسی ایسی لڑکی کے لئے جو بحمد اللہ نماز پنج گانہ کی پابندی کے ساتھ ساتھ پابند شرع بھی ہے، اس حدیث کی روشنی میں کہ ''جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا'' کسی بھی ایسے انسان سے

نکاح سے انکاری ہوجانا جونماز تو پڑھے؛ لیکن پنج گانہ پابند نہ ہو صحیح ہے؟ یا پھر محض خام خیالی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بے نمازی شخص نمازی پرہیز گار عورت کا کفو اور جوڑ بننے کے لائق نہیں ہے؛ لہٰذا اگر دین دار لڑکی بے نمازی شخص سے رشتہ کا انکار کردے، تو اُسے اس نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

فليس فاسق كفو الصالحة. (الدر المختار مع الشامي ٢١٣/٤ زكريا)

وتعتبر في العرب والعجم (ديانة): أي تقوىٰ، فليس فاسق كفؤًا لصالحة أو فاسقة بنت صالح، معلنًا كان أولا، على الظاهر. (الدر المختار) **والظاهر أن الصلاح منها أو من آبائها كاف لعدم كون الفاسق كفؤا لها ...... إذا كانت فاسقة بنت صالح، لا يكون الفاسق كفؤاً لها؛ لأن العبرة لصلاح الأب، فلا يعتبر فسقها، ويؤيده أن الكفاءة حق الأولياء إذا أسقطتها هي؛ لأن الصالح يعير بمصاهرة الفاسق ...... وقوله: بنت صالح، نعت لكل من قوله: صالحة وفاسقة، وأفرده للعطف "بأو" فرجع إلى أن المعتبر صلاح الآباء فقط.** (الرد المحتار، كتاب النكاح / باب الكفاءة ٨٩/٣ كراچی، وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح / فصل في الكفاءة ٢٣٣/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غریب لڑکے کا اپنے کو مال دار ظاہر کرکے مال دار عورت سے نکاح کرانا؟

سوال (۳۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ناظرہ بیگم کی شادی 07/06/1993 کو ہوئی، شادی ہونے سے پہلے ان کے شوہر نے ایک دوسرے کی بہت ساری جائیداد دکھائی، جیسے لوہے کی دوکان اور دیگر کاروباری لائن اور بڑی غلط بیانی سے کام لیا اور اپنے آپ کو مال دار ثابت کرنے کے لئے اور میرے والد محترم سے زر حاصل

کرنے کے لئے دوسرے کی دوکان وغیرہ بھی دکھائی، بہرحال ناظرہ بیگم کی شادی ان کے والد اور بھائی وغیرہ سے مل کر غوث شریف ابن عبدالحمید کے ساتھ کرادی، جس کا مہر ایک ہزار ایک سو پچیس روپیہ ہے، اور ناظرہ کے والد نے ۱۹؍تولہ سونا اور پندرہ ہزار روپیہ بھی تلک میں دیا، نیز زندگی گذارنے کے لئے سارا سامان دیا۔ بہرحال جب ناظرہ بیگم سسرال گئی، تو ان کے شوہر نے سارا مال جو کچھ کہ ناظرہ کے والد نے دیا تھا، بیچ ڈالا، جب سارا مال ختم ہوگیا، تو ان کے شوہر نے ناظرہ بیگم کو مار پیٹ کر ان کے باپ کے یہاں سے روپئے منگواتا رہا، آخرکار جب ناظرہ بیگم کے والد کا انتقال ہوگیا تو غوث شریف ابن عبدالحمید جو کہ ناظرہ کا شوہر ہے، ان کی آمدنی کا ذریعہ ختم ہوگیا، آخرکار وہ گھر سے فرار ہوگیا اور جب سے غائب ہے، ناظرہ بیگم کو چھ سال کی لڑکی بھی ہے، لہٰذا ناظرہ بیگم چاہتی ہیں کہ اس صورت میں فسخ نکاح کردیا جائے؛ تاکہ آئندہ زندگی کے متعلق غور وفکر کیا جائے، نیز خلاصہ کلام یہ ہے کہ فسخ نکاح کردیا جائے، ناظرہ بیگم بھی اپنا نکاح فسخ کرانا چاہتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ معاملہ محض فتویٰ سے حل نہیں ہوسکتا؛ بلکہ اپنا مقدمہ کسی قریبی محکمۂ شرعیہ/ دارالقضاء میں دائر کریں، اور اس کے فیصلہ کے مطابق ہی عمل کریں، جب تک محکمۂ شرعیہ سے باقاعدہ تفریق نہ ہوگی، آپ کا دوسری جگہ نکاح درست نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱۰/۲۸ھ

مہر سے متعلق مسائل

نکاح میں مہر کی حکمت ومصلحت

سوال(۳۰۲):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مہر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اس کی فرضیت میں کیا حکمت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مہر مقرر کرنے کا طریقہ زمانۂ جاہلیت میں بھی شریف خاندانوں میں جاری تھا، اسلام نے اس کو نہ صرف برقرار رکھا؛ بلکہ اس کو ضروری قرار دیا، اس کی مصلحت بیان کرتے ہوئے صاحبِ بدائع الصنائع شمس العلماء علامہ علاء الدین کاسانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

لو لم يجب المهر بنفس العقد لا يبالي الزوج عن إزالة هٰذا الملك بأدنىٰ خشونة تحدث بينهما؛ لأنه لا يشق عليه إزالتهٗ لما لم يخف لزوم المهر فلا تحصل المقاصد المطلوبة من النكاح ولأن مصالح النكاح ومقاصده لا تحصل إلا بالموافقة ولا تحصل الموافقة إلا إذا كانت المرأة عزيزة مكرمة عند الزوج، ولا عزة إلا بإنسداد طريق الوصول إليها إلا بمال له خطرٌ عندهٗ؛ لأن ما ضاق طريق إصابتهٖ يعز في الأعين فيعز بهٖ إمساكهٗ وما تيسر طريق إصابتهٖ يهون في الأعين فيهون إمساكهٗ، ومتىٰ هانت في أعين الزوج تلحقها الوحشة فلا تقع الموافقة ولا تحصل مقاصد النكاح. (بدائع الصنائع ۲/۲۷۵، الموسوعة الفقهية ۳۹/۱۵۲)

اگر محض عقد نکاح کی وجہ سے مہر لازم نہ ہوتو شوہر تھوڑی سی بھی ناچاقی پیدا ہونے پر اس

ملکیت نکاح کو ہٹانے میں کوئی تکلف نہ کرے گا؛ کیوں کہ جب اس پر مہر لازم نہیں ہے تو نکاح کو زائل کرنا اس پر گراں نہ گذرے گا، پس نکاح سے مطلوب مقاصد حاصل نہ ہو پائیں گے؛ کیوں کہ نکاح کے مقاصد ومصالح بغیر باہمی موافقت کے حاصل نہیں ہو سکتے، اور یہ موافقت اسی وقت متحقق ہوسکتی ہے جب کہ بیوی شوہر کی نظر میں قیمتی اور معزز ہو اور یہ عزت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک کہ اس تک پہنچنے کے لئے کسی قابل قدر مال کو لازم نہ کیا جائے؛ کیوں کہ جس چیز کے حاصل کرنے کا راستہ تنگ ہوتا ہے، وہ چیز آدمی کی نظر میں باعزت ہوتی ہے، اور اس کو روک کر رکھنا اسے عزیز ہوتا ہے، اور جس چیز کا حاصل کرنا آسان ہوتا ہے، وہ نظروں میں بھی ہلکی ہوتی ہے، اور اس کو روک کر رکھنے کی بھی اہمیت نہیں ہوتی؛ لہٰذا اگر یہ عورت شوہر کی نظر میں کم وزن ہوگی تو اس کی وجہ سے عورت کو وحشت ہوگی، اور زوجین میں موافقت نہیں پائی جائے گی، اور نکاح کے مقاصد حاصل نہ ہوں گے۔

اِنہی باتوں کو حکیم الامت حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انداز میں ذکر فرمایا ہے: چناں چہ شارحِ حجۃ اللہ البالغہ حضرت الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند حضرت شاہ صاحبؒ کی ترجمانی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

پہلی مصلحت:- مہر سے نکاح پائدار رہتا ہے، نکاح کا مقصد اس وقت تکمیل پذیر ہوتا ہے جب میاں بیوی خود کو دائمی رفاقت ومعاونت کا خوگر بنائیں، اور یہ بات عورت کی طرف سے تو اس طرح متحقق ہوتی ہے کہ نکاح کے بعد زمام اختیار اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے، وہ مرد کی پابند ہوجاتی ہے، مگر مرد بااختیار رہتا ہے، وہ طلاق دے سکتا ہے، اور ایسا قانون بنانا کہ مرد بھی بے بس ہوجائے، جائز نہیں؛ کیوں کہ اس صورت میں طلاق کی راہ مسدود ہوجائے گی، اور مرد بھی عورت کا ایسا اسیر ہوکر رہ جائے گا، جیسا عورت اسیر تھی، اور یہ بات اس ضابطہ کے خلاف ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اور دونوں کا معاملہ کورٹ کو سپرد کرنا بھی درست نہیں؛ کیوں کہ قاضی کے یہاں مقدمہ لے جانے میں سخت مراحل سے گذرنا پڑتا ہے، اور قاضی وہ مصلحتیں نہیں جانتا جو شوہر اپنے بارے

میں جانتا ہے۔ پس مرد کو دائمی نکاح کا خوگر بنانے کی راہ یہی ہے کہ اس پر مہر واجب کیا جائے؛ تاکہ جب وہ طلاق دینے کا ارادہ کرے تو مالی نقصان اس کی نگاہوں کے سامنے رہے اور وہ ناگزیر حالات ہی میں طلاق دے، پس مہر نکاح کو پائیدار بنانے کی ایک صورت ہے۔

دوسری مصلحت:- مہر سے نکاح کی عظمت ظاہر ہوتی ہے، نکاح کی عظمت واہمیت بغیر مال کے جو کہ شرم گاہ کا بدل ہوتا ہے، ظاہر نہیں ہوتی؛ کیوں کہ لوگوں کو جس قدر مال کی حرص ہے، اور کسی چیز کی نہیں، پس مال خرچ کرنے سے نکاح کا مہتم بالشان ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ بالغہ ۵/۶۸)

ومنها أن النكاح لا تتم فائدتُه إلا بأن يوطِّن كلُّ واحد نفسه على المعاونة الدائمة، ويتحقق ذٰلک من جانب المرأة بزوال أمرها من يدها، ولا جائز أن يُشرَّع زوالُ أمره أيضًا من يده، وإلا انسدَّ بابُ الطلاق، وكان أسيرًا في يدها كما أنها عانيةٌ بيده، وكان الأصل أن يكونوا قوَّامين على النساء، ولا جائز أن يُعجل أمرُها إلى القضاة، فإن مرافعة القضية إليهم فيها حرج، وهم لا يعرفون ما يعرف هو من خاصة أمره، فتعين أن يكون بين عينيه خسارةُ مالٍ، إن أراد فكَّ النظم، لئلا يجترئ على ذٰلک إلا عند حاجة لا يجد منها بدًا، فكان هٰذا نوعًا من التوطين.

وأيضًا: فلا يظهر الاهتمام بالنكاح إلا بمال يكون عوضَ البضع، فإن الناس لما تشاحُّوا بالأموال شحًّا لم يتشاحُّوا به في غيرها: كان الاهتمام لا يتم إلا ببذلها.

وبالاهتمام تقرُّ أعينُ الأولياء، حين يتملک هو فَلذَة أكبادهم، وبه يتحقق التمييز بين النكاح والسِّفاح، وهو قوله تعالىٰ: ﴿اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ مُحۡسِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسَافِحِيۡنَ﴾ فلذٰلک أبقى النبي صلى الله عليه وسلم وجوبَ المهر كما كان. (حجة الله البالغة ۲/۳۳۶-۳۳۷ حجاز ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۳۶/۶/۸ھ

(ندائے شاہی کتاب المسائل سے ماخوذ)

مہرِ معجّل اور مؤجل کی تعریف

سوال (۳۰۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کہتا ہے کہ عقد مسنونہ میں جو بھی مہر زوجین کی طرف سے متعین ہو اس کی ادائیگی واجب ہے؛ تاہم معجّل اور مؤجل کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں، عمر کہتا ہے معجّل اور مؤجل جب زوجین کی طرف سے متعین ہو چکا ہے تو اسی طرح ادائیگی واجب ہوگی، اس کے برخلاف شوہر عاصی کہلائے گا۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ شریعتِ محمدیہ میں معجّل اور مؤجل کو کیا حیثیت حاصل ہے، معجّل اور مؤجل کے شرعی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو مہر فی الحال دینا قرار پائے اسے مہر معجّل کہتے ہیں اور جس مہر کو ادا کرنے کے لئے کچھ مدت مقرر کی گئی ہو یا لاعلی التعیین چھوڑ دیا گیا ہو، وہ مہر مؤجل کہلاتا ہے، مہر معجّل کے مطالبہ کا حق عورت کو علی الفور حاصل ہوتا ہے، اور مؤجل کے متعلق حق مطالبہ مدتِ متعینہ یا طلاق وموت کے وقت ملتا ہے، اس سے پہلے وہ مطالبہ نہیں کرسکتی؛ لیکن اگر شوہر مہر مؤجل پہلے ہی ادا کردے تو اسے اختیار ہے اور اس پر کچھ گناہ نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر زوجہ کی رضامندی سے مہر معجّل کو مؤجل کردے تو بھی گنہگار نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۲۴۹/۸)

عن الشعبي أنه كان يقول: في الآجل من المهر إلى أن يكون طلاق أو موت. (سنن سعيد بن منصور، النكاح / باب التزويج بالعاجل والآجل ۲۱۵/۱ رقم: ۸۳۵)

عن الحسن أنه كان يقول: في الآجل من المهر هو حال إلا أن تكون له مدة معلومة. (المصنف لابن أبي شيبة، النكاح / في الرجل يتزوج المرأة على صداق عاجل وآجل ۹۰/۹ رقم: ۱٦٤٤۱، سنن سعيد بن منصور، النكاح / باب التزويج بالعاجل والآجل ۲۱۵/۱ رقم: ۸۳٤)

ولها منعه في الوطئ ......، لأخذ ما بين تعجيله من المهر كله أو بعضه. (الدر المختار ۱۷۳/۳)

وفـي الهندية: لاخلاف لأحد أن تأجيل المهر إلى غاية معلومة نحو شهر أو سـنة صحيح، وإن كان لا إلى غاية معلومة، فقد اختلف المشائخ فيه، قال بعضهم: يـصح، وهٰذا؛ لأن الغاية معلومة في نفسها وهو الطلاق والموت. (الفتاویٰ الهندية / الفصل الحادي عشر ۳۱۸/۱ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ۱۹۱/٤ رقم: ۵۹۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۳/۲۳ھ

کیا حضور اور صحابہ کے زمانہ میں مہر مؤجل تھا؟

سوال (۳۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مہرِ مؤجل کا کہیں ذکر ہے؟ اور اس کی کیا حقیقت ہے؟ کونسا مہر درست واَفضل ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اَفضل یہ ہے کہ کل مہرِ معجّل ادا کیا جائے؛ لیکن اگر بروقت ادائیگی کا موقع نہ ہو تو مؤجل بھی کر سکتے ہیں، چناں چہ ایک روایت میں ہے کہ ایک تنگ دست صحابی کو آپ نے حکم دیا کہ وہ بلا مہر ادا کئے بیوی کے پاس چلے جائیں، پھر جب اُن کو وسعت ہوگئی تو اُنہوں نے مہر ادا کیا۔

عـن خيثـمة بـن عبـد الرحمٰن أن رجلاً تزوج امرأة وكان معسرًا فأمر نبي اللّٰه صلـى اللّٰه عليه وسلم أن يرفق به فدخل بها ولم ينقدها شيئًا، ثم أيسر بعد ذٰلک فساق. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصداق / باب المرأة ترضي بالدخول بها الخ ۴۱۳/۷ رقم: ۱٤٤٦٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۶/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہرِ معجّل اور مہرِ مؤجل کا رواج؟

سوال (۳۰۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مہر مؤجل کی کیا بنیاد ہے؟ اس کی اصطلاح اور رواج کہاں سے آیا؟ کیا دورِ صحابہ میں اس کی کوئی مثال موجود ہے؟ چوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس لفظِ مؤجل اور غیر معجّل نے مہر کی اِفادیت اور قدر کو بہت گرادیا ہے؛ بلکہ یہ سمجھئے کہ نہ دینے والا مہر ہے، جس کی ادائیگی یا تو عند الطلاق ہوتی ہے یا شوہر کی موت پر معاف کرایا جاتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مہر کونقد دینا بہتر اور اَفضل ہے؛ لیکن اگر نقد کا موقع نہ ہو تو بعد میں بھی دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، دورِ صحابہ میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں کہ نکاح اور رخصتی کے بعد مہر کی ادائیگی کی گئی۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک صحابی اور صحابیہ کا نکاح کرایا، اور نکاح کے وقت اُن کا کوئی مہر مقرر نہیں ہوا، پھر اُن صحابی نے اپنے انتقال سے پہلے اپنی بیوی کا مہر اس حصہ سے ادا کیا جو اُنہیں جہاد سے حاصل ہوا تھا، جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد میں بھی دیا جاسکتا ہے؛ لیکن جب بھی وسعت ہو ضرور ادا کرنا چاہئے، خواہ مخواہ ٹال مٹول کرنے کی اجازت نہیں۔ اور ہمارے یہاں جو یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ مہر صرف طلاق یا موت پر ادا کیا جاتا ہے، یہ محض جہالت ہے، اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَآتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نَحْلَةً﴾ [النساء، جزء آیت: ٤]

عن عقبة بن عامر رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال لرجل: أترضى أن أزوجک فلانة؟ قال: نعم، وقال للمرأة: أترضين أن أزوجک فلانا؟ قالت: نعم، فزوج أحدهما صاحبه، فدخل بها الرجل، ولم يفرض لها صداقًا، ولم يعطها شيئا، وكان ممن شهد الحديبية، وكان من شهد الحديبية لهم سهم بخيبر، فلما حضرته الوفاة قال: إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم زوجني فلانة، ولم أفرض لها صداقا، ولم أعطها شيئا، وإني أشهدكم أني أعطيتها من

صداقها سهمي بخيبر، فأخذت سهمًا فباعته بمائة ألف. (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح / باب فيمن تزوج ولم يسم صداقًا ۱/۲۸۸ رقم: ۲۱۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۴/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لوگوں کا زیادتی مہر کو اچھا اور قابل فخر سمجھنا؟

سوال (۳۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل مہر کے بارے میں لوگوں کا یہ ذہن بنا ہوا ہے کہ مہر جتنا زیادہ ہو، اتنا ہی اچھا ہے؛ لیکن شریعت کی نظر میں مہر کی کم سے کم مقدار کیا ہے؟ نیز سکہ رائج الوقت کے اعتبار سے اس کی تخمینی مقدار کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ خیال کرنا کہ مہر جتنا زیادہ ہو اتنا ہی اچھا ہے، یہ شرعاً ممنوع ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مہر بڑھا کر نہ باندھو؛ اس لئے کہ اگر یہ کوئی شرافت اور فخر کی چیز ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ لائق تھے، لوگ اپنی شان وشوکت اور فخر ومباہات کی خاطر زیادہ سے زیادہ مہر متعین کر لیتے ہیں، اور پھر یا تو معاف کرانے کی کوشش کرتے ہیں یا ادائیگی ومعاف کرائے بغیر ہی عورت کا اہم ترین حق لے کر دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں جو انتہائی خسارہ کی بات ہے، اس لئے اصل سنت تو یہ ہے کہ حسبِ استطاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور صاحب زادیوں کا مہر متعین کیا جائے، اور اگر زیادہ ہی مہر باندھنے کی بات ہے تو ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق اتنی مقدار متعین کرے جس کو بآسانی ادا بھی کر سکے؛ کیوں کہ مہر عورت کا اہم ترین حق ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ کبائر کے بعد بدترین گناہ یہ ہے کہ آدمی اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ اس پر کسی کا قرضہ (حق) ہو؛ اس لئے اتنا مہر متعین کریں کہ جو بآسانی ادا کر سکیں، مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے، اس سے کم مہر متعین کرنا جائز نہیں۔ دس درہم کا وزن موجودہ گرام کے حساب سے ۳۰/تولہ ۶۱۸/ملی گرام ہے، جس کی قیمت بازار سے معلوم کر لی جائے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۶/۴۲-۱۲/۴، ایضاح المسائل ۱۲۹، جواہر الفقہ ۶/۴۲۴)

عـن الـعجفاء السلمي قال: خطبنا عمر رضي اللّٰه فقال: ألا لا تغالوا بصُدُق النسـاء؟ فـإنهـا لو كانت مكرمة في الدنيا أو تقوىٰ عند اللّٰه، كان أولاكم بها النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ما أصدق رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم امرأة من نسائه ولا أُصدقت امرأة من بناته أكثر من ثنتي عشر أوقية. (سنن أبي داؤد ۲۸۷/۱ رقم: ۲۱۰۶، سنن الترمذي ۲۱۱/۱ رقم: ۱۱۱٤، سنن ابن ماجة ۱۳۷/۱ رقم: ۱۸۸۷، مشكاة المصابيح ۲۷۷)

عـن أبـي مـوسـى رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: إن أعظم الـذنوب عند اللّٰه أن يلقاه بها عبد بعد الكبائر التي نهى اللّٰه عنها أن يموت رجل وعليه دين. (مشكاة المصابيح / باب الإفلاس ۲٥۳)

عـن الـشـعبي عن علي رضي اللّٰه عنه: لا مهر أقل من عشرة دراهم. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ۲٤۰/۷، سنن الترمذي ۲۱۱/۱)

ولو سمى أقل من عشرة دراهم فلها العشرة عندنا. (الهداية ۳۲٤/۲)

وتـجـب الـعشـرة إن سماها أو دونها ويجب الأكثر منها إن سمى الأكثر (قـولـه: ويـجـب الأكثـر) أي بـالـغًا ما بلغ فالتقدير بالعشرة لمنع النقصان. (الدر الـمختار مع الرد المحتار / باب المهر ۱۰۲/۳ کراچی، الفتاوىٰ الهندية / الباب السابع في المهر ۳۰۳/۱ کوئٹه، مجمع الأنهر / باب المهر ۵۰۹/۱ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۳/۷ ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَزواجِ مطہرات کا مہر کتنا تھا؟

سوال (۳۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اَزواجِ مطہرات میں سے ہر ایک کا مہر کتنا کتنا تھا؟ اور کیا کیا تھا؟ کیا سب کے مہر کی مقدار یکساں تھی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہشتی زیور میں معتبر کتب سیر وتاریخ کے حوالہ سے لکھا

ہے کہ ازواجِ مطہرات میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مہر پانچ سو درہم یا اُس کی قیمت کے اُونٹ تھے جو حضرت ابوطالب نے اپنے ذمہ رکھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ۱۰/درہم کا کوئی سامان تھا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا مہر ۴۰۰/درہم تھے۔ اور حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر سب سے زیادہ یعنی چارسو دینار تھا، جو بادشاہ نجاشی نے اپنے ذمہ رکھا۔ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا مہر ۴۰۰/درہم تھا۔ (بہشتی زیور ۶/ ۴۳۰)

دیگر ازواجِ مطہرات کے بارے میں خاص طور پر صراحت نہیں ملی؛ البتہ مشکوٰۃ شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساڑھے بارہ اَوقیہ (تقریباً ۵۰۰/درہم) سے زیادہ مہر پر نہ خود نکاح کیا اور نہ اپنی صاحبزادیوں کا کرایا۔

(مظاہر حق/کتاب النکاح ۳/ ۱۵۶)

عن العجفاء السلمي قال: خطبنا عمر رضي اللّٰه فقال: ...... ما أصدق رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم امرأة من نسائه ولا أُصدقت امرأة من بناته أكثر من ثنتي عشر أوقية. (سنن أبي داؤد ۱/ ۲۸۷ رقم: ۲۱۰۶، سنن الترمذي ۱/ ۲۱۱ رقم: ۱۱۱٤، سنن ابن ماجة ۱/ ۱۳۷ رقم: ۱۸۸۷، مشكاة المصابيح ۲۷۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۶/۱/ ۱۴۱۲ھ

اُمہات المؤمنین اور بناتِ طاہرات کا مہر کتنا تھا؟

سوال (۳۰۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اَزواجِ مطہرات اور بناتِ طاہرات کے مہروں کی علیحدہ علیحدہ وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کی صاحبزادیوں اور اَکثر اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی مہریں پانچ سو درہم تھیں، جس کی مقدار ڈیڑھ کلو ۳۰/گرام ۹۰۰/ملی گرام چاندی ہے؛

البتہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی مہر دس درہم کے بقدر تھی، جو اقلِ مہر کا معیار رہے، اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار ہزار درہم ہے، جسے نجاشی بادشاہ نے اپنی طرف سے ادا کیا تھا، اس کی مقدار ۱۲ر کلو ۲۴۴ر گرام ۹۴۴ر ملی گرام چاندی ہے۔

قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: ألا لا تغالوا صدقة النساء؟ فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا، أو تقوى عند الله لكان، أولاكم بها نبي الله صلى الله عليه وسلم، ما علمت رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئا من نسائه ولا أنكح شيئا من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية. (سنن الترمذي ٢١١/١، سنن أبي داؤد ٢٨٧/١)

عن أبي سعيد رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم تزوج أم سلمة على متاع بيت قيمته عشرة دراهم. (المعجم الأوسط ٢٨٦/١، رقم: ٤٦٧)

عن أم حبيبة رضي الله عنها أنها كانت تحت عبيد الله بن جحش فمات بأرض الحبشة، فزوجها النجاشي النبي صلى الله عليه وسلم وأمهرها عنه أربعة آلاف، وبعث بها إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم مع شرحبيل ابن حسنة.

(سنن أبي داؤد ٢٨٧/١، سنن النسائي ٨٧/٢، انوار نبوت ٦٥٢-٦٥٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۶/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق سے پہلے بھی بیوی مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے

سوال (۳۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر شوہر طلاق نہ دے پھر بھی عورت اپنے مہر جہیز طلب کرے تو مہر جہیز وغیرہ دینا پڑے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مہر اور جہیز کا سامان عورت کا حق ہے اور وہ طلاق سے پہلے بھی شوہر سے اس کا مطالبہ کرسکتی ہے۔

عن محمد بن عبد الرحمٰن بن ثوبان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من كشف خمار امرأة ونظر إليها فقد وجب الصداق الخ. (سنن الدارقطني ۲۱۳/۳ رقم: ۳۷۸۰)

إن الجهاز للمرأة إذا طلقها تأخذه كلها. (شامي / مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية ۱۵۸/۳ كراچی)

وفي الثيب البالغة حق القبض لها دون غيرها. (الفتاوى الهندية ۳۱۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۸/۳ ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر فاطمی کی مقدار کیا ہے؟

سوال (۳۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مہرِ فاطمی کا وزن اور مقدار کیا ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مہرِ فاطمی کی مقدار صحیح اور راجح قول کے مطابق موجودہ گراموں کے اعتبار سے ڈیڑھ کلو ۳۰؍ گرام ۹۰۰؍ ملی گرام چاندی ہے۔ (ایضاح المسائل ۱۰۳)

اور تولہ کے حساب سے ۱۳۱؍ تولہ ۳؍ ماشہ ہے؛ لہٰذا ۱۴۰۱؍ تولہ کا قول مرجوح ہے۔ (جواہر الفقہ ۴۲۴/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۷/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر فاطمی میں سکہ رائج الوقت لکھوانا؟

سوال (۳۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مہرِ فاطمی میں سکہ رائج الوقت جو لکھواتے ہیں، تو کیا مہرِ فاطمی میں سکہ رائج الوقت دے سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مہرِ فاطمی کی مقدار ۱۳۱؍ تولہ ۳؍ ماشہ چاندی ہے۔ (جواہر الفقہ

۱؍۴۲۴)سکہ رائج الوقت اس لئے لکھا جاتا ہے کہ ادائیگی کے وقت مذکورہ مقدار کی جو قیمت بازار میں ہوگی وہ ادا کرنی لازم ہوگی، تو اس طرح ادائیگی کی شرط میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴؍۱؍۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہرِ فاطمی سے متعلق ایک روایت، اور مہرِ فاطمی کی مقدار

سوال (۳۱۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک کتاب بنام ''سچی حکایات'' صفحہ ۲۲۵ پر جامع المعجزات صفحہ ۶۲ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ: ''**جعلت شفاعة أمتي محمد صداق فاطمة**'' یعنی میں نے اُمتِ محمدیہ کی شفاعت فاطمہ کا مہر مقرر کیا۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ کیا یہ روایت صحیح ہے اور مہرِ فاطمی جو کتابوں میں درج ہے کیا وہ صحیح مہر نہیں ہے، اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مہر کیا تھا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مہرِ فاطمی کی صحیح مقدار پانچ سو درہم یعنی ۱۳۱؍تولہ ۳؍ماشہ چاندی ہے۔ (جواہر الفقہ ۱؍۴۲۴)

اور موجودہ اوزان کے اعتبار سے اس کا وزن ایک کلو ۵۳۰؍گرام نوسو ملی گرام ہوتا ہے، آپ نے سوال میں جس حدیث شفاعت کا حوالہ دیا ہے وہ باوجود تتبع کے ہمیں نہ مل سکی، ہمارے کتب خانہ میں ''جامع المعجزات'' اور ''سچی حکایات'' نام کی کتابیں نہیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۸؍۶؍۱۴۱۴ھ

مہرِ فاطمی کی مقدار کے بارے میں علماء کا اختلاف اور راجح قول

سوال (۳۱۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہاں مہرِ فاطمی کے بارے میں کچھ اختلاف ہوگیا ہے کچھ لوگ حضرت تھانویؒ کے حوالہ سے

۱۳۲ / تولہ چاندی بتلاتے ہیں، تو کچھ حضرات علم الفقہ کے حوالہ سے ایک ۴۰۰ / تولہ ۲ / ماشہ اور بعض افراد ۱۵۰ / تولہ کا قول پیش کرتے ہیں، مراجعتِ کتب سے علم الفقہ کے قول کی تائید معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ ایک مثقال ۱۰۰ / جو کے برابر ہے، جب کہ بہشتی زیور وغیرہ سے ایک مثقال کا ۱۴۴ / جو ہونا ظاہر ہوتا ہے، بایں طور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ اور ایک ماشہ ۸ / رتی، تو ایک مثقال برابر ۳۶ / رتی ہوا، اور ایک رتی برابر ۴ / جو، نتیجہ ظاہر ہے ۱۴۴ / جو ہوا، جو بظاہر نادرست معلوم ہوتا ہے، اس لئے علم الفقہ میں سیم وزر کے ساڑھے باون اور ساڑھے سات تولہ کے نصابوں کو غیر محقق بتایا گیا ہے، حالاں کہ تقریباً سارے اکابر اسی نصاب یا اس کے قریبی نصاب کے قائل ہیں؛ لہٰذا دریافت یہ کرنا ہے کہ ایک مثقال کا ہمارے یہاں صحیح وزن کیا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مہرِ فاطمی وغیرہ کی مقدار کے بارے میں واقعی اختلاف ہے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب جواہر الفقہ جلد اول میں تمام اختلافات کو ذکر فرما کر خود ناپ تول کر یہ ثابت کیا ہے کہ سونے کا نصاب ۷ / تولہ ۶ / ماشہ اور چاندی کا نصاب ۵۲ / تولہ ۶ / ماشہ، اسی طرح مہر فاطمی کی مقدار ۱۳۱ / تولہ ۳ / ماشہ ہے، اور یہی ۱۳۱ / تولہ تین ماشہ ہے۔ اور یہی بات بہشتی زیور کے حاشیہ میں درج ہے؛ البتہ آپ کا یہ کہنا کہ بہشتی زیور سے ایک مثقال کا وزن ۱۴۴ / جو ہونا ظاہر ہوتا ہے، غلط اور بے بنیاد ہے؛ کیوں کہ آپ نے ایک رتی برابر ۴ / جو مان کر ایک مثقال کا وزن ۱۴۴ / جو قرار دیا ہے، حالاں کہ یہ بات بہشتی زیور میں مذکور نہیں کہ ایک رتی برابر ۴ / جو ہے؛ بلکہ صحیح اور راجح بات یہ ہے کہ ایک رتی برابر نہ تو ۴ / جو ہے اور نہ پورے ۳ / جو؛ بلکہ ۳ / جو سے بھی کسی قدر کم ہے؛ لہٰذا ۳۶ / رتی برابر ۱۰۰ / جو ہی ہوتے ہیں۔ (جواہر الفقہ ۱ / ۴۱۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶ / ۷ / ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہرِ فاطمی کی ادائیگی میں ادا کے وقت بازاری قیمت کا اعتبار ہوگا

سوال (۳۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک حنفی المسلک مسلمان نے تقریباً ڈھائی سال قبل ایک حنفی المسلک مسلم خاتون سے بعوض مہرِ فاطمی نکاح مسنونہ کیا، نکاح ایک مفتی دین سے پڑھایا اور رسیدات نکاح ہر دو زن وشوہر کو جاری فرمائیں، اب تقریباً دو سال قبل شوہر نے اپنی منکوحہ کو بذریعہ تحریر طلاق دے دی، بعدہ مفتی مذکور ودیگر مسلمان حضرات کی موجودگی میں تحریری طلاق کا اقرار کرلیا، مزید طلاق ثلاثہ ایک مجلسی زبانی طور پر بھی دے دی۔ اب سوال ادائیگی پر معجّل (مہر فاطمی مذکور) کا ہے کہ مہرِ فاطمی کی رقم سکہ رائج الوقت میں کس قدر رہے، مہر فاطمی کا وزن سونے میں کتنے تولہ ہے اور مہر فاطمی کا وزن چاندی میں کتنے تولہ ہے، سونے یا چاندی کی رقم سکہ رائج الوقت میں نکالنے کے لئے سیم وزر کا نرخ تاریخ نکاح کو ذہن میں رکھ کر دیکھا جائے گا یا تاریخ طلاق پر اعتبار ہوگا یا تاریخ ادائیگی مہر فاطمی کو ترجیح دی جائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مہر فاطمی کی مقدار ۱۳۱؍تولہ ۳؍ماشہ چاندی ہے۔ (جواہر الفقہ ۱؍۲۴۲) اور موجودہ اوزان کے اعتبار سے اس کی مقدار ایک کلو ۵۳۰؍گرام ۹۰۰؍ملی گرام چاندی ہوتی ہے، ادائیگی کے دن بازار سے چاندی کا بھاؤ معلوم کرکے اس مقدار کے بقدر قیمت مہر میں دے دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۴/۸/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر میں اشرفی طے کرکے رائج الوقت سکے کے حساب سے اُس کی قیمت ادا کرنا؟

سوال (۳۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری شادی ۱۹۳۸ء میں حاجی عبدالرحمٰن خاں سے ہوئی تھی، ہمارے کوئی اولاد نہیں ہے اس

لئے میرے شوہر نے مکان مسجد کے نام وقف کرکے اپنے بھتیجہ کے لڑکے کو متولی بنادیا ہے اور چار روپیہ مہینہ کرایہ قائم کیا اور اپنا کاروبار بھی اپنے بھتیجہ کے نام کردیا ہے، اس وقت میری عمر تقریباً ۷۰؍سال اور میرے شوہر کی عمر ۹۰؍سال ہے، میرے مہر کے ایک ہزار روپیہ اور پانچ اشرفیاں ہیں، جوکہ ۱۹۳۸ء میں لکھی گئی تھیں، کیا میں وہ لے سکتی ہوں، اشرفی کا وزن ۱۱؍گرام ۶۰۰؍ملی گرام ہے اور ریٹ ۴۶۵۰ روپیہ کا دس گرام ہے، ایک ہزار روپیہ جوکہ ۱۹۳۱ء میں لکھے گئے تھے اب ان کی کتنی قیمت بنی، ۱۹۳۸ء میں چاندی کا سکہ چلتا تھا اور مہر میں سکہ رائج الوقت لکھا ہوا نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو زمین آپ کے شوہر نے وقف کردی، اس میں آپ کا کوئی حصہ وراثت نہیں ہے، اور ۱۹۳۸ء میں مہر میں جو ایک ہزار روپیہ متعین ہوئے ہیں، وہ اس زمانہ کے رائج شدہ روپیوں کے حساب سے واجب الاداء ہوں گے، یعنی یا تو وہی سکے مہر میں دئے جائیں یا جو قیمت اُن چاندی کے سکوں کی اس وقت بازار میں ہو وہ ادا کی جائے۔

ومن أطلق الثمن في البيع كان على غالب نقد البلد؛ لأنه المتعارف. (الهداية ٤/٣)

اسی طرح پانچ اشرفی سونے کا جو وزن اس وقت ہے وہ بنفسہ دیا جائے، یا اس کی موجودہ قیمت روپیوں میں ادا کی جائے، سوال میں درج ایک اشرفی کے وزن ۱۱؍گرام ۶۰۰؍ملی گرام کے اعتبار سے ۵؍اشرفیوں کا وزن کل ۵۸؍گرام ہوتا ہے، اس کی قیمت بازار سے معلوم کرلی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶؍۱۱؍۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں باپ کی رضامندی کے بغیر مہرِ فاطمی مقرر کرنا؟

سوال (۳۱۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بوقتِ نکاح میرے بیٹے اعجاز کی شادی کے مہر بغیر میری مرضی کے اور بغیر مشورہ کے لکھادئے

گئے ہیں، اور مہر فاطمی باندھے ہیں، جس کا ہمیں بعد میں علم ہوا تو ہم نے فتویٰ مانگا تھا، جس کا جواب صاف صاف نہیں ملا، اس لئے دوبارہ فتویٰ طلب کیا جارہا ہے، کچھ غنڈوں نے جن کے نام راحل اور اللہ بخش، امام الدین لوگوں نے ہی اسکیم کے تحت نکاح پڑھوادیا، اور میرے دو مکان و گودام پر قبضہ کررکھا ہے، اور دباؤ کی خاطر ہی مہر فاطمی بندھوائے ہیں، اور اس غلط صورت سے نکاح پڑھوا کر مجھے پریشان کررکھا ہے، بدمعاشوں سے دھونس دلواتے ہیں اور لڑکوں کو برباد کرنا چاہتے ہیں، انکے فعل کی بابت فتویٰ دیں؛ تاکہ ان بدمعاشوں کو فتویٰ دکھا کر خوفِ خدا سے ڈرایا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مہر فاطمی اگر لڑکے کی رضامندی سے لکھے گئے ہیں، تو اُن کی ادائیگی لڑکے پر واجب ہے، آپ پر اُس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، اور آپ کی رضامندی کے بغیر آپ کی جائیداد پر کسی کو قبضہ کرنے کا حق نہیں ہے، ناجائز قبضہ کرنے والے سخت گنہگار ہیں۔

تعريف المهر أنه اسم للمال الذي يجب في عقد النكاح على الزوج في مقابلة البضع، إما بالتسمية أو بالعقد. (شامي ۱۰۰/۲ کراچی، ۲۳۰/٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر شرع پیغمبری؟

سوال (۳۱۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح کے مہر کے سلسلہ میں عام طور پر لفظ ’’شرعِ پیغمبری‘‘ بولا جاتا ہے، اس کی وضاحت اور شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر کسی نے بغیر وضاحت کے ’’شرعِ پیغمبری‘‘ مہر باندھ دیا ہے، تو اس پر کتنا مہر واجب ہوگا؟۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: ’’شرعِ پیغمبری‘‘ سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں خاندانوں کا عرف الگ الگ ہے، بعض جگہ اس سے اقلِ مہر مراد ہوتا ہے، جس کی مقدار ۳؍تولہ

۶۱۸/ملی گرام چاندی ہوتی ہے، اور بعض جگہ اس سے مہر فاطمی مراد ہوتا ہے، جس کی مقدار ڈیڑھ کلو ۳۰/گرام ۹۰۰/ملی گرام چاندی ہے، اب آپ تحقیق کر کے جیسا عرف ہو اس کے مطابق عمل کریں (ایضاح المسائل ۱۲۹، فتاوی محمودیہ ۹/ ۲۲۸، انوار نبوت ۶۵۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/ ۶/ ۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۰۰/روپیہ مہر پر بھول سے نکاح پڑھایا؟

سوال (۳۱۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں محلّہ اصالت پورہ میں حلالہ کے لئے ایک نکاح ہوا، جس میں مہر کی مقدار کل سو روپیہ لکھی گئی ہے، نکاح پڑھانے والے کا کہنا ہے کہ مجھے معلوم نہیں تھا، مہر کی مقدار کم از کم ڈھائی تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہونی چاہئے، میں نے ایسا بھول سے کیا ہے، اب یہ نکاح ہوگیا یا نہیں؟ کیا دوبارہ سے نکاح ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں نکاح صحیح ہوگا، دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں؛ ہاں البتہ اگر مہر دس درہم سے کم متعین کیا گیا ہے، جیسا کہ سوال نامہ میں اس کی صراحت ہے، تو اس پر پورے دس درہم لازم ہوں گے، اور دس درہم میں دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی ہوتی ہے، اور یہ موجودہ گراموں کے اعتبار سے ۳۰ گرام ۶۱۸ ملی گرام ہوتا ہے، جس کی قیمت بازار سے معلوم کر لی جائے۔

عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: ولا مهر أقل من عشرة. (إعلاء السنن / باب لا مهر أقل من عشرة ۱۱/ ۸۱ إدارة القرآن کراچی)

ویصح النکاح وإن لم یسم فیه مهراً – إلی قوله – ولو سمی أقل من عشرة فلها العشرة. (الهدایة ۲/ ۳۲۳-۳۲۴)

وتجب العشرة إن سماها أو دونها. (شامي ٤/٢٣٣ زكريا، البحر الرائق / باب المهر ٣/١٤٤ كوئٹه، منجمع الأنهر / باب المهر ١/٥٠٩ بيروت، إيضاح المسائل ١٢٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح میں دئے گئے زیورات کو مہر میں دینا؟

سوال (۳۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) جو زیور بوقت نکاح عورت کو چڑھایا جاتا ہے کیا وہ مہر میں دیا جاسکتا ہے؟

(۲) اگر زیورات دینے کی نیت نہ تھی، تو بعد میں اس طرح کے چڑھائے ہوئے زیورات کو مہر کہنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) دیا جاسکتا ہے، اور بہتر ہے کہ دیتے وقت مہر کی صراحت کردے؛ تاکہ بعد میں اختلاف نہ پیدا ہو۔

ولو بعث إلیٰ امرأته شيئًا: أي من النقدين أو العروض أو مما يؤكل قبل الزفاف أو بعد ما بنى بها، نهر. قوله: (ولم يذكر، الخ) المراد أنه لم يذكر المهر ولا غيره، فقالت هو: أي المبعوث هدية، وقال: هو من المهر أو من الكسوة أو عارية، فالقول له بيمينه والبينة لها. (الدر المختار مع الشامي، باب المهر / مطلب فيما يرسله إلى الزوجة ٣/١٥١ كراچی، ٣٠١ زكريا)

(۲) اس صورت میں عرف کا اعتبار ہوگا، اگر لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی کو زیورات کے مالک بنادینے کا عرف ہو اور دیتے وقت شوہر نے مہر کی ادائیگی کی نیت نہ کی ہو تو بعد میں اسے مہر میں شمار نہیں کریں گے۔

مستفاد: ولم يذكر جهة عند الدفع غير المهر ...... فالقول له. (التنوير مع الدر ٣/١٥١ كراچی، شامي ٤/٣٠١ زكريا)

لوقوعه هدية فلاينقلب مهراً. (كذا في الدر المختار ۱۵۱/۳ کراچی، شامي ۳۰۱/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۵/۶/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زیورات کو مہر میں دیتے وقت رجسٹر میں درج کرنا ضروری نہیں

سوال (۳۲۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جب مہر میں زیورات دینے کی نیت تھی تو قاضی کے نکاح نامہ میں زیورات کی وضاحت ضروری تھی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ضروری نہیں تھی؛ البتہ بہتر تھا کہ وضاحت کردی جاتی؛ تاکہ بعد میں اختلاف کا اندیشہ نہ رہتا۔

اشترى لامرأته أمتعة بأمرها بعد ما بنى بها ودفع إليها دراهم حتى اشترت هي أيضًا، ثم اختلفا فقال الزوج: هو من المهر، وقالت المرأة: هٰذه هدية، فالقول قول الزوج، إلا أن يكون شيئًا مأكولاً. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب النكاح / باب المهر ۲۱۰/٤ رقم: ۵۹۹۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۶/۱/۲۸ھ

مہر متعین کی مقدار بھول جانے پر مکان مہر میں دینا؟

سوال (۳۲۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا نکاح آمنہ خاتون سے ہوا تھا، ۴۵؍سال کا عرصہ ہوگیا؛ اس لئے نکاح میں جو مہر مقرر ہوا تھا وہ دونوں کو یاد نہیں اور یہ بھی یاد نہیں کہ دونوں کے گھر والوں کا مہر مثل کیا ہے، اور نہ ہی گھر

والوں کو کچھ یاد ہے؛ لہٰذا اب زید اپنی زوجہ آمنہ کا مہر ادا کرنا چاہتا ہے، جب کہ زید کے سبھی لڑکیاں ہیں، لڑکا ایک بھی نہیں ہے، زید کے پاس ایک مکان ہے جس میں دونوں رہتے ہیں، آمنہ خاتون کہتی ہے کہ مہر میں مکان ہم کو دے دو، زید بھی دینے کو راضی ہے، کیا زید مہر میں مکان دے سکتا ہے؟ کیا اس مکان میں لڑکیوں کا حق نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آپ مکان کو مہر میں ماننے پر تیار ہو جائیں، تو وہ مکان مہر قرار دیا جا سکتا ہے؛ لیکن بہتر ہے کہ آپ اپنی اولاد کو محروم نہ کریں۔

وإن تزوجها ولم يسم لها مهراً ثم تراضيا على تسمية فهي لها. (الهداية ٥/٢ ٣٢، الفتاویٰ التاتارخانية ١٦١/٤ رقم: ٥٨٣٩ زكريا)

وجاء في رواية عن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه: إنک إن تذر ورثتک أغنياء خير من أن تذرهم عالة يتكففون الناس. (صحيح البخاري رقم: ٢٧٤٢، صحيح مسلم رقم: ١٦٢٨، كذا في مشكاة المصابيح ٢٦٥/١)

قال الملا علي القاري: وفيه دليل على ...... مراعاة العدل بين الورثة والوصية، وأجمعوا على أن من له وارث لا تنفذ وصيته فيما زاد على الثلث. (مرقاة المفاتيح، كتاب الفرائض / باب الوصايا ٢٣١/٦ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۲/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مہر میں دیئے گئے مکان کو بیوی فروخت کر سکتی ہے؟

سوال (۳۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حافظ عبد الباری نے ہندوستان میں شادی کی، ہندوستان میں ہی پیدائش ہوئی، اُنہوں نے نکاح میں اپنی بیوی جعفری کو ایک مکان مہر میں دیا، ۱۹۴۷ء میں یہ دونوں میاں بیوی پاکستان چلے

گئے،اب یہاں پر موجود مکان ان کی بیوی جعفری بیچنا چاہتی ہیں،ان کی دو نندیں ان کی دواولا دیں ان کومکان بیچنے پر اعتراض کرتی ہیں،وہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں مکان مہر میں ذریات کے رہنے کے لئے دیا جاتا ہے، بیچنے کے لئے نہیں دیا جاتا ہے، قانونی اعتبار سے بھی دونوں بہنیں اُن کے پاکستان چلے جانے کے بعد مالک ہوجاتی ہیں، دونوں بہنیں مزید یہ بھی کہتی ہیں کہ بھابھی اور ہمارے بھائی کے پاس پاکستان میں سب کچھ ہے، ہم یہاں ضرورت مند ہیں؛ لہٰذا یہ مکان آپ ہماری ذریت کو دیں یا ہم دونوں بہنوں کو دیں ،شریعت کے حکم کے ساتھ ساتھ اُن کا اخلاقی فرض کیا ہے؟ وہ بھی تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حافظ عبدالباری نے اپنی بیوی کو جو حصۂ مکان مہر کے عوض میں دیا ہے، وہ بیوی اس کی تنہا مالک ہے،اوراس کے پاکستان چلے جانے کے باوجود مکان سے اس کی ملکیت ختم نہیں ہوئی ہے؛ لہٰذا اگر وہ چاہے،تو اپنی ملکیت کا مکان فروخت کرکے اُس کی رقم اپنے استعمال میں لاسکتی ہے، کسی شخص کو اُسے روکنے کا حق نہیں ہے؛ البتہ اگر وہ بلا کسی دباؤ کے اپنی رضامندی سے مکان کی فروخت سے باز رہے اور اور مکان کو اپنی نندوں کے استعمال میں رہنے دے،تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ؛ بلکہ یہ ایک خوش خلقی کی بات ہوگی۔

ثم المهر واجب شرعًا، وقال الشافعي: ما يجوز أن يكون ثمنًا في البيع يجوز أن يكون مهرًا لها؛ لأنه حقها. (هداية) قوله حقها: شرعه اللّٰه تعالىٰ لها؛ صيانة لبعضها عن الابتذال مجانًا. (العناية ٢٠٥/٣، مع الهداية / باب المهر ٥٣/٣ مكتبة البشرىٰ كراچی)

ونفذ عتق المرأة في الكل، وكذا بيعها وهبتها لبقاء ملكها في الكل الخ. (البحر الرائق ١٤٤/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۸/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا دستخط کراتے وقت لڑکی کے سامنے مہر کا ذکر کرنا ضروری ہے؟

سوال (۳۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح کے وقت لڑکی سے رجسٹر میں دستخط کروالینا کافی ہیں اور مہر کا ذکر کرنا کیسا ہے؟ اگر صرف نکاح کے رجسٹر پر دستخط کردئے، تو اس کو کافی سمجھا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکی کے دستخط کرتے وقت نکاح کی صحت کے لئے مہر کا ذکر کرنا لازم نہیں ہے؛ البتہ بہتر ہے کہ ذکر کردیا جائے، اور فریقین کے مشورہ سے جو مہر مقرر ہوا ہے، اور لڑکی نے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں کیا ہے، اسی کی ادائیگی شوہر پر لازم ہوگی، نزاع سے بچنے کے لئے مہر کی صحیح مقدار رجسٹر پر درج کردینی چاہئے۔

عن عبد اللّٰہ في رجل تزوج امرأة فمات عنها ولم یدخل بها، ولم یفرض لها صداقًا، فقال: لها الصداق کاملاً، وعلیها العدة، ولها المیراث. (سنن أبي داؤد، کتاب النکاح / باب فیمن تزوج ولم یسم صداقًا حتی مات ۲۸۸/۱ رقم: ۲۱۱٤، سنن الترمذي، کتاب النکاح / باب ما جاء في الرجل یتزوج المرأة فیموت عنها قبل أن یفرض لها ۲۱۷/۱ رقم: ۱۱٥٤)

صح النکاح بلا ذکره؛ لأن النکاح عقد انضمام وازدواج لغة یتم بالزوجین، ثم المهر واجب شرعاً إبانة لشرف المحل فلا یحتاج إلی ذکره.

(البحر الرائق ۱٤۲/۳، فتح القدیر ۳۱٦/۳)

یجب مهر المثل فیما إذا لم یسم مهراً إذا لم یتراضیا علی شيء بعد العقد، وإلا بأن تراضیا علی شيء فهو الواجب بالوطء أو الموت. (شامي ۲٤۲/٤ زکریا، الهدایة / باب المهر ۵۵/۳ مکتبة البشریٰ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۴/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قاضی اور گواہوں کے سامنے طے شدہ مہر ہی اصلاً شوہر کے ذمہ لازم ہے

سوال (۳۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکا اور لڑکی کے وارثین نے مہر کی رقم طے کی اور ناکح نے لڑکی سے اجازت لیتے وقت مہر ذکر نہیں کیا اور لڑکے کے پاس مہر کے ساتھ جو دونوں کے والدین نے مقرر کیا تھا ذکر کیا، جس پر لڑکی کی طرف سے نکاح کے رجسٹر پر دستخط بھی ہیں، تو ایسی صورت میں کون سا مہر ہوگا؟ یعنی وہ مہر ہوگا جو دونوں کے والدین نے طے کیا ہے، اور مجلسِ نکاح میں ذکر کیا گیا ہے، اور لڑکی نے دستخط بھی کیے ہیں، یا دوسرا کوئی مہر ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قاضی اور گواہوں کے سامنے نکاح کے وقت جو مہر طے کیا گیا ہے، اَصلاً شوہر کے ذمہ وہی لازم ہے، اُس کے علاوہ کا اعتبار نہیں۔

والمتبادر التسمية وقت العقد فخرج ما فرض أو زيد بعد العقد إلا ما فرض أو زيد بتراضيهما. (شامي ٤/٢٣٥-٢٤٦ زكريا)

فإن سمى في العقد ما لا كان المملوك بالعقد مضمونا بالمسمّٰى.

(الفتاویٰ التاتارخانية ٤/١٥٩ رقم: ٥٨٣٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۴/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا عاقلہ بالغہ کا مہر امام اپنی مرضی سے تبدیل کرسکتا ہے؟

سوال (۳۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے ایک دولہا سے مسجد میں نماز نفل پڑھنے کے ۵۱/ روپیہ بضد وصول کیے، بارات قریب ہی کی تھی، امام صاحب اپنے حجرے ہی میں رہے، گواہ اور وکیل کو لڑکی کے پاس اِجازت طلب

کرنے کے لئے بھیجا، لڑکی نے ۱۰؍ہزار روپیہ پر ہاں کردی، اس کے بعد گواہ وکیل امام صاحب اس محفل میں آئے، جہاں بارات بیٹھی تھی، لڑکے نے دس ہزار روپیہ پر رضا مندی کا اظہار نہیں کیا، تب وکیل نے کہا (جو لڑکی کے ماموں تھے) کہ ۹؍ہزار مہر کردو، اس پر لڑکے نے ہاں کردی، امام صاحب نے نکاح پڑھا دیا، تو لڑکی نے دس ہزار پر اور لڑکے نے ۹؍ہزار پر ہاں کی، اس پر میں نے امام صاحب سے کہا، نکاح صحیح نہیں ہوا ہے، آپ لڑکی کو ۹؍ہزار مہر کی اطلاع کرو، تو امام صاحب نے کہا کہ وکیل اور امام کو اتنا حق ہے کہ وہ اپنی مرضی سے تبدیل کرسکتے ہیں، اگر آپ کو شک ہے تو فتویٰ لے آئیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بعد میں لڑکی نے ۹؍ہزار روپیہ پر رضامندی ظاہر کردی، تو یہ نکاح درست ہوگیا؛ لیکن یہ بات یاد رکھی جائے کہ جب لڑکی عاقلہ بالغہ ہو تو اپنے مہر کی تعیین میں وہ خود مختار ہے، اس کے اولیاء کو کمی بیشی کا حق نہیں ہے، اس بارے میں امام صاحب مذکور کا نظریہ صحیح نہیں ہے۔

بالغة وكلت رجلاً بتزويجها من فلان بألف درهم فزوجها الوكيل بخمس مائة، فلما أخبرت بذٰلك، قالت: لا يعجبني هٰذا لأجل نقصان المهر، فقيل لها: لا يكون لك منه إلا ما تريدين، فقالت: رضيت، قال الفقيه أبوجعفر: يجوز النكاح؛ لأن قولها لا يعجز ليس برد النكاح، فإذا رضيت بعد ذٰلك فقد صادفت إجازتها عقداً موقوفاً فصحت الإجازة. (قاضي خان على الهندية ۱/۳٤٥)

امرأة وكّلت رجلاً بأن يزوجها بأربع مائة درهم، فزوجها الوكيل وأقامت، ثم قال الزوج: تزوجتها بدينار وصدقه الوكيل، إن أقر الزوج أن المرأة لم توكله بدينار، فالمرأة بالخيار، إن شاءت أجازت النكاح بدينار وإن شاءت ردّت. (خلاصة الفتاوىٰ، كتاب النكاح / الفصل الحادي عشر في الوكالة في النكاح ۲/۳۱ لاهور) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۵/۱/۸ھ

نکاح کے وقت نقد اور اُدھار مہر کا تذکرہ کرنا بھول گیا؟

سوال (۳۲۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح پڑھاتے وقت اگر مہر کے اُدھار یا نقد ادا کرنے کی کوئی بات نکاح پڑھانے والے نے نہیں کہا؛ بلکہ مطلق مہر کی رقم کی مقدار بتایا، تو کیا ایسی صورت میں بیوی کو پہلی ملاقات میں ہی مہر کی رقم اَدا کرنا ضروری ہے، یا اُس کے بعد بھی کسی وقت بھی دے سکتے ہیں؟ نیز اگر مہر نقد اَدا کرنے کی بات نکاح پڑھاتے وقت آئی ہو، تو اُس کا کیا حکم ہے؟ اگر اِس صورت میں پہلی ملاقات میں بیوی کو مہر ادا نہیں کیا؛ بلکہ کسی بھی وقت دینے کا اِرادہ ہے، تو اس میں کوئی ممانعت تو نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اصل میں مہر بیوی کا حق ہے، اور اس کو پہلی فرصت میں اَدا کرنا افضل اور بہتر ہے، حتی کہ اگر نکاح میں مہر پیشگی ادا کرنے کی شرط لگائی گئی ہے، تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مہر وصول کئے بغیر شوہر کو اپنے اوپر قدرت نہ دے؛ البتہ اگر بیوی کی طرف سے نکاح کے وقت یا بعد میں تاخیر کی اجازت ہوجائے، تو مہر بعد میں ادا کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

عن سفیان قال: إذا لم یقم بینة فیمینها وتأخذ مهرها، وإذا تزوج الرجل المرأة علی مهر مسمی فهو علیه حال کله، ولها أن تأبی حتی یوفیها مهرها.

(المصنف لعبد الرزاق، کتاب النکاح / باب الرجل یتزوج المرأة ۶/۲۹۷ رقم: ۱۰۹۰۸)

ولها منعه من الوطء، ودواعیه والسفر بها، ولو بعد وطء وخلوة رضیتهما؛ لأن کل وطأة معقود علیها، فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقي لأخذ ما بین تعجیله من المهر کله أو بعضه. (الدر المختار / مطلب في منع الزوجة نفسها الخ ۴/۲۹۰ زکریا، کذا في الفتاویٰ الهندیة / الفصل الحادي عشر ۱/۳۱۷، البحر الرائق / باب المهر ۳/۳۰۸ زکریا، خلاصة الفتاویٰ / الفصل الثاني عشر ۲/۳۲ لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۱/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خلوتِ صحیحہ سے مہر مؤکد ہو جاتا ہے

سوال (۳۲۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بچی کی شادی چند ماہ پیشتر محمد عادل کے ہمراہ ہوئی تھی، بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکا قطعاً نامرد اور حق زوجیت کی ادائیگی سے قاصر ہے، اس بنا پر ہم نے طلاق کا مطالبہ کیا، تو اُن لوگوں نے طلاق تو دلوادی؛ لیکن مہر ہم سے یہ کہہ کر واپس لے لئے کہ لڑکی اگر ازخود طلاق مانگے تو اُس کو مہر واپس کرنے ہوتے ہیں، حالاں کہ ہم تو آج تک علماء سے یہ سنتے آئے ہیں کہ خلوت کے بعد پورا مہر لڑکی کا حق ہے جو اس سے واپس نہیں لیا جاسکتا۔ از روئے شریعت فیصلہ فرمائیں کہ کیا اُن کا مہر واپس لے لینا صحیح تھا؟ اگر نہیں تو کیا وہ مہر انہیں لڑکی کو لوٹانا ہوگا؟ واضح رہے کہ فریقین میں یہ طے ہوگیا تھا کہ کوئی فریق دوسرے فریق سے کوئی مطالبہ نہیں کرے گا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب طلاق دیتے وقت یہ طے ہوگیا کہ کوئی فریق ایک دوسرے سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرے گا، تو ایسی صورت میں لڑکے کو طلاق دینے کے بعد مہر کا مطالبہ کرنا شرعاً درست نہیں ہے، ہاں اگر طلاق دیتے وقت مہر کی واپسی کی شرط لگادیتا تو پھر مہر واپس لینا درست ہوتا، اب جو مہر کی رقم واپس لے لی ہے، اس کا لوٹانا ضروری ہے؛ کیوں کہ مہر عورت کا حق ہے، جو خلوت سے مؤکد ہوگیا ہے۔

عن محمد بن عبد الرحمٰن بن ثوبان رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من کشف خمار امرأة ونظر إلیها، فقد وجب الصداق، دخل بها أو لم یدخل بها. (سنن الدارقطني ۲۱۳/۳ رقم: ۳۷۸۰، السنن الکبریٰ للبیهقي، الصداق / باب من قال: من أغلق بابا أو أرخی سترًا فقد وجب الصداق ۵۱/۱۱ رقم: ۱۴۸۵۰)

فإن کان البدل مسکوتا عنه، ففیه روایتان: أصحهما براءة کل منهما عن المهر لا غیر، فلا ترد ما قبضت، ولا یطالب هو بمابقي. (شامي ۴۵۳/۳ کراچی، ۱۰۵/۵ زکریا)

ویتأکد عند وطء أو خلوة صحت من الزوج. (شامي ۱۰۳/۳ کراچی، ۲۳۳/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کا خوش دلی سے مہر معاف کرنا یا کم کرنا؟

سوال (۳۲۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی صاحب نے زید سے یہ بتایا کہ اگر عورت مہر مؤجل معاف کردے تو معاف ہوجائیں گے، یا رقم کے اندر کمی کردے تو وہ بھی کم ہوجائے گی۔ کیا شریعتِ مطہرہ میں یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ اگر شوہر اپنی بیوی سے یہ کہے کہ تم مہر مؤجل معاف کردو اور یہ کہنے پر بیوی بحسن خوبی اور خوش دلی کے ساتھ یہ کہہ دے کہ میں نے معاف کردیا، یا یہ کہا کہ رقم کے اندر کچھ کمی کردو اور اس نے خوش وخرم یہ کہہ دیا کہ میں نے اتنی رقم کم کردی، دونوں فعل صحیح ہیں یا نہیں؟ اور شریعتِ مطہرہ اور فتویٰ کی رو سے کیا یہ صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج کل مہر کی ادائیگی کے بارے میں حد درجہ کوتاہی ہوتی ہے اور ماحول ایسا بنادیا گیا ہے کہ بیوی کی طرف سے مہر کا مطالبہ یا اس سے معافی کی درخواست پر اسے قبول نہ کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے، اور عموماً عورت بادلِ ناخواستہ مہر معاف کرنے کا دم بھرتی ہے؛ لہٰذا ایسے ماحول میں محض زبانی معافی کا اعتبار نہیں، پہلے بیوی کو کل مہر ادا کرکے اسے قابض بنادیا جائے، پھر وہ اپنی خوش دلی سے اگر واپس کرنا چاہے تو کرسکتی ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَآتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً، فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْئًا مَرِيْئًا﴾ [النساء: ٤]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِلَّآ اَنْ يَعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ، وَاَنْ

تَعْفُوْآ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۳۷]

حدثنا المعتمر ابن سليمان عن أبيه، قال: زعم الحضرمي أن رجالاً كانوا يفرضون المهر، ثم عسى أن يدرك أحدهم العسرة، فقال: ولا جناح عليكم أيها الناس فيما تراضيتم به من بعد الفريضة. يعني إن وضعت لك منه شيئًا فهو لك سائغ. (تفسیر ابن کثیر مکمل ۳۱۰ دار السلام ریاض)

عن ابن جريج عن الزهري: ﴿اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ﴾ قال: الثيبات ﴿اَوْ يَعْفُوَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ ولي الكبر. (المصنف لابن أبي شيبة ۳/ ۵۴۰ رقم: ۱۶۹۹۵ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن عباس رضي الله عنه قال: رضي الله بالعفو وأمر به؛ فإن عفت عفت، وإن أبت وعفا وليها جاز وإن أبت. (المصنف لابن أبي شيبة ۳/ ۵۴۰ رقم: ۱۶۹۹۶ دار الكتب العلمية بيروت)

وصح حطها لكله أو بعضه عنه، وقيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير صحيح لو صغيرة، ولو كبيرة توقف على إجازتها، ولا بد من رضاها. (الدر المختار مع الشامي ۴/ ۲۴۸ زكريا، كذا في البحر الرائق / باب المهر ۳/ ۲۶۴ زكريا، تبيين الحقائق / باب المهر ۲/ ۱۴۱ إمدادية ملتان)

ولابد في صحة حطها من الرضا. (الفتاوى الهندية ۱/ ۳۱۳، كذا في البحر الرائق ۳/ ۲۶۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۶/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کی رضامندی کے بغیر شوہر کا متعینہ مہر میں سے کم کرنا؟

سوال (۳۲۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے گھر والوں نیز ان کے جملہ احباب واقرباء نے ان کی شادی کی نسبت ہندہ کے گھر

والوں سے تقریباً ایک سال قبل ۹؍ ہزار روپئے سکہ رائج الوقت مہر دین جانبین کی رضامندی سے طے کرلیا گیا تھا، جب زید کے گھر والے شادی کی مقررہ تاریخ میں ہندہ کے گھر والے کے یہاں بارات کی صورت میں زید کے نکاح کے لئے گئے تو ہندہ کے گھر والے نے ناسازگار ماحول بنا کر جبراً وقہراً ۹؍ ہزار روپئے کے بجائے ۵۱؍ ہزار روپئے زید کا مہر مقرر کردیا، اور ساتھ ہی ایک لاکھ روپئے کا پاؤنڈ بھی بندھوالیا، اب جب کہ دونوں طرفین کے سبھی لوگ رضامند ہیں، تو کیا ان سب کی رضامندی کی صورت میں زید کے مہر کو جو جبراً وقہراً باندھا گیا تھا، اس میں کم وبیش کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کے گھر والوں نے نکاح کے وقت پہلے سے طے شدہ مہر ۹؍ ہزار کے بجائے ۵۱؍ ہزار روپیہ بطور مہر قبول کرلیا تو وہ لازم ہوگیا، اور اس کا ادا کرنا واجب ہے، بعد میں لڑکی اپنی خواہش سے کچھ کم کرنا چاہے تو اس کو کم کرنے کا حق ہے؛ لیکن اگر لڑکی کم کرنے پر راضی نہ ہو تو کمی نہ ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ۴۱۲/۷)

وصح حطها لكله أو لبعضه عنه. (الدر المختار مع الشامي ٤/٢٤٨ زكريا)

للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق، دخل بها زوجها أو لم يدخل، وليس لأحد من أوليائها أب ولا غيره الاعتراض عليها، كذا في شرح الطحاوي. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب السابع في المهر، الفصل العاشر في هبة المهر ١/٣١٦ زكريا، وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح / باب ذكر مسائل المهر، فصل في حبس المرأة نفسها بالمهر ١/٣٨٩ زكريا)

ولا بد في صحة حطها من الرضا، حتى لو كانت مكرهة لم يصحّ. (البحر الرائق / باب المهر ٣/٢٦٤ زكريا، كذا في الرد المحتار / مطلب في حط المرأة والإبراء منه ٣/١١٣ كراچی) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۳/۲/۲۰ھ

زوجین کی رضامندی سے مہر کی رقم میں اِضافہ کرنا؟

سوال (۳۳۰):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہر بیوی کا نکاح مہر فاطمی پر ہوا؛ لیکن کچھ دنوں بعد میں شوہر بیوی کے بیچ جھگڑا شروع ہوگیا، شوہر کی بدچلنی اور شوہر کی مار پیٹ اور جہیز کی مانگ سے پریشان عورت نے شوہر کے گھر جانے سے انکار کردیا؛ لیکن جب معزز لوگوں نے عورت کو سمجھایا کہ آئندہ تمہارا شوہر ایسی حرکتیں نہیں کرے گا، تو عورت نے ایک شرط رکھ دی کہ میں اپنا مہر فاطمی کے بجائے ۲/لاکھ روپیہ لوں گی، اور آج سے میرا مہر دولاکھ روپیہ ہی ہوگا، جس کو لڑکے نے پنچایت کے بیچ میں منظور کرلیا اور ایک شرائطی اسٹامپ بھی لکھ دیا گیا، اس فیصلہ کے تقریباً ۸/ ماہ بعد لڑکے نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دی، تو اب شوہر اپنی بیوی کو مہر فاطمی ادا کرے گا، یا ۲/لاکھ روپیہ کے مہر ادا کرے گا؟ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال چوں کہ آپسی رضامندی سے مہر کی مقدار میں اضافہ کیا گیا ہے اور باقاعدہ اس کا اسٹامپ پیپر بھی لکھ دیا گیا؛ اس لئے یہ اضافہ شرعاً معتبر ہے، اور مسئولہ صورت میں شوہر پر دولاکھ روپئے مہر ادا کرنا لازم ہے۔ (مستفاد امداد الاحکام ۳/۳۵۴)

قال تعالیٰ: ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ﴾ [النساء: ۲٤]

أي من زيادة ونقصان في المهر، فإن ذٰلك سائغ عند التراضي بعد استقرار الفريضة، والمراد إبراء المرأة عن المهر، أو توفية الرجل كل المهر إن طلق قبل الدخول. (الجامع لأحكام القرآن الكريم/ سورة النساء ۳/۱۱۹، المكتبة التجارية)

قال في البحر ودل وضع المسئلة على جواز الزيادة في المهر بعد العقد، وهي لازمة له بشرط قبولها في المجلس على الأصح، كما في الظهيرية، واستدلوا بجوازها بقوله تعالى: ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ

الْفَرِيْضَةِ﴾ فإنه يتناول ما تراضوا على إلحاقه وإسقاطه. (البحر الرائق ۲٦١/٣، ومثله في الشامية ٢٤٦/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر اَدا کرنے سے پہلے شوہر کا انتقال ہوگیا؟

سوال (۳۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: الف مرحوم کی وفات سے ایک دن پہلے الف کے والدین بہنوں اور بھائی نے الف کی بیوی کے ساتھ زیادتی کی، اسے مارا پیٹا اور انتہائی زیادتی کی جس کی وجہ سے وہ مسلسل بے ہوش ہوگئی، بحالتِ مجبوری اس کے والدین اہل محلّہ کے سامنے بے ہوشی کے عالم میں اسے لے آئے، اور داخل اسپتال کیا، جہاں چار دن تک اسے ہوش نہیں آیا، دوسرے دن الف کی وفات ہوگئی، الف کی بیوی اس کے مہر معاف نہیں کرسکی، چوں کہ وہ بے ہوشی کے عالم میں تھی نہ شریک جنازہ ہوسکی، تو کیا الف کی بیوہ کی جانب سے اس کے والد مہر معاف کرنے کے مجاز ہیں، اگر مہر معاف نہیں ہوئے تو وہ مہر کس سے وصول کئے جائیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: الف کی بیوی اگر مہر لینا چاہے تو اس کو حق حاصل ہے کہ وہ الف کے والدین سے مہر کا مطالبہ کرے۔

عن ابن جريج قال: سمعت عطاء يقول: سمعت ابن عباس رضي اللّٰه عنه سئل عن المرأة يموت عنها زوجها وقد فرض لها صداقًا، قال لها: الصداق والميراث. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٤٠٣/٧ رقم: ١٤٤٢٥ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي الكافي: وإذا مات الزوج وقد سمى لها مهرٌ، فلورثتها أن يأخذوا ذٰلک من تركة الزوج، وإن لم يكن سُمي لها مهرٌ فلا شيء لورثتها عند أبي

حـنيـفة، وعـنـدهـمـا لـورثتهـا الـمسمىٰ في الوجه الأول، ومهر المثل في الوجه الثاني. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢٠٣/٤ رقم: ٥٩٦٢ زكريا)

قـال عـلمائنا رحمهم الله رحمهم اللّٰه: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة: مـرتبة الأول يبـدأ بتـكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله. (السراجي في الميراث ٣، كذا في البحر الرائق / كتاب الفرائض ٤٨٩/٨ کوئٹہ)

ثـم تـقـدم ديـونه التي مطالب لها من جهة العباد ويقدم دين الصحة هو ما كـان ثـابتـًا بالبينة مطلقاً أو بالإقرار في حال الصحة. (الـدر الـمختار مع الشامي / كتاب الفرائض ٤٨٥/١٠ زكريا، مجمع الأنهر ٤٨٥/٤ بيروت)

وتـطـالـب أيـا شـاء ت من زوجها البالغ أو الولي الضامن. (الـدر الـمختار مع الشامي ١٤١/٣ کراچی، ٢٨٧/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کا بیٹے کی طرف سے بہو کو دَین مہر دینا؟

سوال (۳۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد صدیق کی شادی ہوئی، اور دو ثلث آراضی دین مہر میں متعین کئے گئے، اب ناکح کے والد کلن عرف کریم بخش) نے اپنے بیٹے (محمد صدیق) کی جانب سے اپنی بہو (بی بی ہاجرہ) کے نام اپنی آراضی میں سے دو ثلث دین مہر میں لکھ دیئے، اب زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ کیا ادائے گی دین مہر کا اختیار ناکح کو ہے یا اس کے علاوہ کسی اور کو بھی؟ اور ناکح کی جانب سے ناکح کے والد نے جو اپنی بہو کے نام دو ثلث آراضی دین مہر میں لکھوا کر دیئے ہیں، تو کیا یہ دین مہر ادا ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں محمد صدیق کے والد کا اپنے بیٹے کی

جانب سے دین مہر کا ادا کرنا شرعاً درست ہے، اور محمد صدیق کے ذمہ سے دین مہر ساقط ہوگیا، اب کسی کو اس سے مطالبہ کا حق نہ ہوگا۔

وإذا زوّج ابنه الصغير امرأة وضمن عنه المهر، وكان ذٰلك في صحته جاز، إذا قبلت المرأة الضمان، وإذا أدّى الأب ذٰلك إن كان الأداء في حالة الصحة لا يرجع على الابن بما أدّى استحسانًا، إلا إذا كان بشرط الرجوع في أصل الضمان، كذا في الذخيرة. (الفتاویٰ الهندية / الفصل الرابع عشر ٣٢٦/١ زكريا)

وصح ضمان الولي مهرها. (الدر المختار) وفي الشامية: ثم إن كان بأمره رجع وإلا فلا. (شامي ٢٨٦/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شبِ زفاف میں دوسرے بھائی کی بیوی سے صحبت کرلی، مہر کا کیا حکم ہے؟

سوال (۳۳۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو سگے بھائی دونوں کی شادی ایک ساتھ ہوئی اور سہاگ رات منانے کے لئے دونوں بھائیوں کو الگ الگ گھر دیا گیا، دھوکہ سے بڑے بھائی کی بیوی چھوٹے بھائی کے پاس اور چھوٹے بھائی کی بیوی بڑے بھائی کے پاس پہنچ گئی، اور باضابطہ سہاگ رات منائی گئی، سہاگ رات منانے کے بعد پتہ چلا کہ یہ میری بیوی نہیں ہے، پھر بعد میں اَپنی اَپنی بیوی کو لے کر رہنے لگے، شناخت ہونے کے بعد دونوں کے نکاح میں کچھ اثر ہوا یا نہیں؟ اور رات کی ملاقاتیں ہونے سے گنہگار ہوئے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب دونوں بھائیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ گھر متعین

کر دیا گیا، پھر دھوکہ سے بیوی میں تبدیلی ہوگئی اور دونوں بھائیوں نے اپنے گمان کے مطابق شبِ زفاف بھی منالی، تو اُمید ہے کہ وہ گنہ گار نہ ہوں گے، اور نکاح پر بھی کوئی اثر نہیں پڑا؛ البتہ دونوں بھائیوں پر ایک دوسرے کی بیوی کو مہرِ مثل دینا واجب ہوگیا اور دونوں لڑکیوں پر بھی عدت واجب ہوگئی؛ لیکن جب دونوں بھائی عدت کے اندر ہی اپنی بیوی کو لے کر رہنے لگے، تو اس کی وجہ سے گنہگار ہوں گے؛ لہٰذا خداوندِ قدوس سے توبہ کریں، اللہ مغفرت کرنے والا ہے۔

عن إبراهيم قال: من وطئ فرجًا بجهالة درئ عنه الحدّ وضمن العقر.

(سنن سعيد بن منصور / باب الرجل يتزوج المرأة فيدخل عليها ومعها نساء، فوقع على امرأة منهن ۲۴۹/۱ رقم: ۱۰۱۳)

لا بأجنبية زفت، وقيل: هي زوجتك أي لا يحد ...... وعليه مهر بذٰلك قضى علي رضي الله عنه وبالعدة؛ لأن الوطء في دار الإسلام لا يخلو عن الحد أو المهر وقد سقط الحدّ فتعين المهر وهو مهر المثل. (البحر الرائق / كتاب الحدود ۱۴/۵ كوئٹه)

لو زفت إليه غير امرأته فوطئها لزمه مهر مثلها. (البحر الرائق / باب المهر ۱۷۳/۳ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۵/۹/۱۵ھ

جوعورت وطی کے قابل نہ ہو، اُسے خلوت کے بعد طلاق دینے سے کتنا مہر واجب ہوگا؟

سوال (۳۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا نکاح ہوا، شبِ زفاف میں لڑکی نے کہہ دیا کہ میں تمہاری بیوی بن کر نہیں رہ سکتی، بہن بن کر رہ سکتی ہوں: کیوں کہ میں بیوی بننے کے قابل نہیں ہوں، مگر لڑکے کو یقین نہیں آیا اور اس نے صحبت کی کوشش کی، جس کے بعد وہ سمجھ گیا کہ واقعۃً لڑکی نے صحیح کہا ہے، لڑکی نے ساری حقیقت

بتائی کہ اس میں بالکل خواہش نہیں ہے اور اس کی پیشاب کی جگہ میں صرف ایک سوراخ ہے، جس سے وہ صرف پیشاب کرسکتی ہے، اس لڑکی نے شادی سے پہلے والدین کو منع بھی کیا تھا، اُنہوں نے پھر بھی شادی کردی، فی الحال لڑکی اس کے والدین کے ساتھ ہے اور وہ آنے کو منع کررہی ہے، مگر والدین اپنی عزت بچانے کی غرض سے کہہ رہے ہیں کہ لڑکی بیمار ہے، اس پر آسیب کا اثر ہے، حالاں کہ عاملین کو بھی دکھا چکے ہیں، اُنہوں نے بھی کہہ دیا کہ لڑکی میں ایسے کچھ اَثرات نہیں ہیں۔ اب مسئلہ دریافت یہ کرنا ہے کہ طلاق کی نوبت آگئی، تو وہ لوگ مہر کا مطالبہ کررہے ہیں، شرعاً لڑکے پر مہر واجب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر واقعۃً بیوی وطی کے قابل نہیں ہے، تو یہ خلوت صحیح نہیں ہوئی، اب اگر شوہر طلاق دے گا تو اس پر صرف آدھا مہر واجب ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۳۷]

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أنه قال في الرجل: يتزوج المرأة يخلو بها فلا يمسها ثم يطلقها ليس لها إلا نصف الصداق؛ لأن اللّٰه تعالىٰ يقول: ﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ [البقرة: ۲۳۷] (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصداق / باب الرجل يخلو بامرأته ثم يطلقها قبل المسيس ۴۱۵/۷ مكة المكرمة)

ويجب نصفه بطلاق قبل وطء أو خلوة. (الدر المختار مع الشامي ۲۳۵/۴ زكريا)

ومن الموانع لصحة الخلوة أن تكون المرأة رتقاء أو قرناء أو عفلاء. (الفتاوىٰ الهندية ۳۰۵/۱، كذا في الدر المختار / مطلب في أحكام الخلوة ۲۵۰/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۶/۳/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری بیوی کومہر دینے سے پہلی بیوی کا مہر ساقط نہ ہوگا

سوال (۳۳۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شریعت پیغمبری مہروں کا مسئلہ اور شریعت بی بی فاطمہ کا مسئلہ چاہتا ہوں، کس حساب سے ہیں؟ اور اگر لڑکے کے پاس اس وقت مہر ادا کرنے کے لئے نہیں ہوں تو لڑکا اپنی بیوی سے کس طرح مہروں کے بارے میں بات چیت کرسکتا ہے؟ اور اگر بیوی کا انتقال ہوجائے اور مہر ادا نہیں ہوئے ہوں، لڑکی کی نیت ادا کرنے کی ہوجائے تو انتقال کے بعد کس طرح مہر ادا ہوسکتے ہیں، اور اگر بچے موجود ہوں بیوی کا انتقال ہوگیا تو اس کا کیا مسئلہ ہوسکتا ہے، اور اگر لڑکے نے دوسری شادی کرلی اور اس نے دوسری بیوی کے مہر ادا کردئے تو پہلی بیوی کا بھی کیا مسئلہ ہوتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''شرعِ پیغمبری مہر'' عرف میں کم سے کم مقدار مہر کو کہتے ہیں، دس درہم ۲/تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی، یا ۳۰/گرام ۶۱۸ /ملی گرام چاندی ہوتی ہے، اور مہرِ فاطمی کی مقدار ۵۰۰/ درہم ۱۵۳۰/گرام ۹۰۰/ملی گرام چاندی ہے۔ (ایضاح المسائل ۱۲۹)

اس کا حساب بازار بھاؤ سے لگاکر مہر ادا کئے جائیں، اور اگر اس وقت پیسے نہ ہوں، تو عورت سے مہلت لے لے، اور جب استطاعت ہو ادا کردے، عورت کے انتقال کے بعد اگر مہر دینے ہوں تو اس کے شرعی ورثہ کو دینے ہوں گے، ورثہ میں بچے اور خود شوہر بھی داخل ہے اور دوسری بیوی کو مہر دینے سے پہلی بیوی کے مہر کی ادائیگی نہ ہوگی۔

وإن علم أنها ماتت أولا فنصب الزوج من ذٰلک یسقط. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۱۲۲/۳، الفتاویٰ الهندیة ۳۲۱/۱ زکریا)

إذا مات الزوجان وقد سمی لها مهرًا ثبت ذٰلک بالبینة أو بتصادق الورثة فلو رثتها أن یأخذوا ذٰلک من میراث الزوج، هٰذا إذا علم أن الزوج مات أولاً، أو علم أنهما ماتا معًا أو لم تعلم الأولیة، وأما إذا علم أنها ماتت أولاً فیسقط منه

نصيب الزوج، كذا في فتح القدير. (الفتاویٰ الهندية ۳۲۱/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۴/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر ادا کئے بغیر شبِ زفاف منانا؟

سوال (۳۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے شادی کی اور مہر بھی ادا نہیں کیا، بغیر مہر ادا کئے شبِ زفاف منائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر اتنا مال نہیں ہے جو لڑکی کو مہر دیدے، تو اس حالت میں لڑکی کو کب مہر دینا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بیوی مہر کا مطالبہ نہیں کرتی ہے، تو شبِ زفاف منانا درست ہے؛ البتہ وجوبِ مہر ذمہ پر باقی رہے گا؛ تا آں کہ ادا کردے۔

لا يحل لها وطؤها على كره منها إن كان امتناعها لطلب المهر. (شامي ۱٤۲/۳ كراچی، ۲۹۰/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۶/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نزع کے عالم میں مہر کی معافی کا اعتبار نہیں

سوال (۳۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر شوہر زندگی میں مہر ادا نہ کرے، تو شوہر اور بیوی میں سے کسی ایک کا وفات کا وقت قریب ہونے پر مہر معاف کرالی جائے، تو کیا ایسے مہر معاف ہو جائے گی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایسے معاف نہیں ہوتی ہے، قیامت کے دن شوہر سے مہر کا مطالبہ کیا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نزع کے عالم میں مہر کی معافی کا کوئی اعتبار نہیں؛ کیوں کہ یہ محض رسمی معافی ہوتی ہے؛ البتہ اگر صحت اور ہوش حواس کی حالت میں خوش دلی سے بیوی

مہر معاف کرے، تو شوہر کا ذمہ معاف ہو جائے گا، اور آخرت میں اس سے مطالبہ نہ ہوگا۔

ففي هبة الخلاصة: خوّفها الضربَ حتى وهبت مهرها لم يصح لو قادرا على الضرب، وأن لا يكون مريضة مرض الموت. (شامي / مطلب في حطّ المهر والإبراء منه ٢٤٨/٤ زكريا)

وإن حطت عنه من المهر أي بأن حطت المرأة مهرها المعقود عليه بعضا أو كلا عن الزوج صح الحط؛ لأن المهر حقها، والحط يلاقي حقها. (مجمع الأنهر ٥١٤، شامي ٢٤٨/٤ زكريا، البحر الرائق ٢٦٤/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر ادا کرنے سے پہلے زوجین میں سے کسی ایک کا انتقال ہو گیا؟

سوال (۳۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر شوہر کسی مجبوری کے تحت مہر ادا نہ کر سکے اور شوہر یا بیوی میں سے کسی ایک کو اچانک موت آجائے، تو ایسی صورت میں مہر کی ادائیگی کے لئے کیا کرنا چاہیے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں اگر بیوی کا انتقال ہو جائے اور اس کا مہر ادا نہیں کیا گیا تو شوہر پر لازم ہے کہ وہ مہر کی رقم بیوی کے شرعی ورثاء کو ادا کر دے، اور اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کے ترکہ سے بیوی کا مہر ادا کیا جائے گا؛ کیوں کہ وہ میت پر قرض ہے۔ اس کے بعد جو مال بچے گا اسے حسبِ حصصِ شرعیہ بیوی کے وارثین کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

وموت أحدهما كحياتهما لا يسقط اعتباره بموت أحدهما؛ ولهذا يجب في المفوضة مهر المثل بعد موت أحدها بالاتفاق. (مجمع الأنهر ٥٣٠/١)

لأنه كان دينا في ذمته فلا يسقط بالموت كالمسمى؛ فإن علم أنها ماتت

أولاً سقط منه ما بقي فلورثتها. (البحر الرائق ۳/ ۳۲۰، شامي ٤/ ۲۹۹ زكريا، السراجي في الميراث ۳۰ ٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/ ۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے عاجز ہونے کی وجہ سے لڑکی والوں کا اُس کے بہنوئی سے مہر طلب کرنا؟

سوال (۳۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا نکاح دو سال قبل **21000** روپیہ مہر کے عوض سائمہ بی بنت حسین کے ساتھ ہوا تھا، نکاح کے ٹائم جہیز وغیرہ کے لئے کسی بھی طرح کی کوئی مانگ ہماری طرف سے نہیں کی گئی تھی، اس درمیان ایک لڑکی پیدائش ۱۱/ ماہ قبل ہوئی تھی، شادی کے کچھ وقت بعد یہ بات سامنے آئی کہ لڑکی ضدی ہے، اور من مانی کرنے والی ہے، اس میں ناراضگی بھی ظاہر کی گئی اور سمجھایا بھی گیا؛ لیکن اس کی ضد والی بات ختم نہیں ہوئی، گھر اور خاندان کے دوسرے لوگوں نے سمجھایا؛ لیکن بے کار ثابت ہوا، میں نے یہ طریقہ اختیار کیا جب بھی وہ کسی بات پر اڑ جاتی اور ضد کم نہیں کرتی تو میں گھر نہیں آتا تو وہ اپنے میکہ چلی جاتی اور پھر میری بڑی بہن سے معاملہ رفع دفع کراتی، اور یہ وعدہ کرتی کہ آئندہ شکایت کا موقع نہیں دوں گی؛ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا، یہ شکایت بدستور ہوتی رہی معزز لوگوں نے بیچ میں پڑ کر سمجھایا؛ لیکن وہ نہیں مانی اور یہ بات بار بار کہی گئی کہ اگر عادت نہیں بدلی تو فیصلہ ہوگا، میں نے بیوی کو برا بھلا نہیں کہا، بس ہر بار یہی کہا کہ اب فیصلہ کرنا ہے، ایک بار وہ اپنے میکے گئی اور اس کے ماں باپ اور بھائی بہن نے ہمارے گھر پر ہنگامہ کیا اور یہ دھمکی دی کہ گھر پر نہیں رہو گے تو جہیز ایکٹ میں رپورٹ لکھوا دی جائے گی اور یہ بھی کہ مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا ہے اور نازیبہ کلمات بھی کہے ہیں، میر طرف سے امید ختم ہوگئی بس فیصلہ کرنا باقی رہ گیا تھا، چوں کہ میں کاروبار کے اعتبا سے کمزور

تھا، اس لئے میں نے کہا کہ قرض لے کر تمہارا مہر ادا کروں گا، سسرال والے کہنے لگے کہ تمہارے بدلے تمہارے بہنوئی ادا کریں، تو کیا یہ بات درست ہے کہ میرے بدلے میرے بہنوئی مہر ادا کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر آپ اپنی مرضی سے طلاق دیں گے تو پوری مہر اور عدت کا نان ونفقہ ادا کرنا ہوگا البتہ اگر آپ لڑکی والوں کی طرف سے طلاق کے مطالبے پر یہ شرط لگادیں کہ میں اسی صورت پر طلاق دوں گا جب کہ مہر معاف کردی جائے اور یہ شرط لڑکی منظور کرلے تو ایسی صورت میں آپ پر مہر ادا کرنا لازم نہ ہوگا، اور آپ کی سسرال والوں کا یہ کہنا کہ شوہر کے بدلے اس کا بہنوئی مہر ادا کردے یہ قطعاً درست نہیں ہے ان کو اس طرح کے کسی مطالبے کا حق حاصل نہیں ہے۔

النفقة واجبة للمعتدة. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳۹۹/۵ رقم: ۸۳۰۳ زكريا)

المهر يتأكد بأحد معاني الثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين. (الفتاویٰ الهندية ۳۰۳/۱)

رجل خلع امرأته بمالها عليه من المهر ...... كان الخلع بمهرها إن كان المهر على الزوج يسقط. (الفتاویٰ الهندية ٤٨٩/١)

إن طلقها على مال فقبلت وقعت الطلاق ولزمها المهر وكان الطلاق بائنا. (الفتاویٰ الهندية ٤٩٠/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۱۱/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جہیز سے متعلق مسائل

جہیز کی شرعی حیثیت

سوال (۳۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جہیز کی شرعی حیثیت، نیز کون سی چیز کا مالک کون ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکی والے اپنی بیٹی کوشادی کے وقت ضروریاتِ زندگی کا جو سامان دیتے ہیں وہ شرعاً مباح ہے، اور جو سامان لڑکی کو جہیز میں دیا جاتا ہے وہ اس کی ملکیت ہے، شوہر کا اُس میں کوئی حق نہیں ہے؛ البتہ لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کا مطالبہ کرنا اور اُس پر اِصرار کرنا قطعاً جائز نہیں۔ (کفایت المفتی ۵/۱۳۱، امداد الاحکام ۳/۳۷۱)

عن علي رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لما زوّجه فاطمة بعث معها بخميلة ووسادة أدم حشوها ليف ورحائين وسقاءين. (الإصابة ۸/۲۶۷، البداية والنهاية ۳/۳۴۶، شعب الإيمان للبيهقي ۷/۳۱۷)

جهّز ابنته بجهاز وسلّمها ذٰلک ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده إن سلمها ذٰلک في صحته؛ بل تختص به وبه يفتى. (تنوير الأبصار على الدر المختار / باب المهر ۴/۳۰۶ زكريا)

المختار للفتوى أن يحكم بكون الجهاز ملكا لا عارية. (شامي ۴/۳۰۹ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۶/۲/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جہیز کا لینا درست ہے یا نہیں؟

سوال (۳۴۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جہیز کے متعلق یہ ہے کہ جہیز کا لینا اور دینا درست ہے یا نہیں؟ اگر سنت کے موافق جہیز لیا جائے اور دیا جائے، تو اُس کی مقدار کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: لڑکی والے اگر اپنی بچی کو شادی کے موقع پر اپنی حیثیت کے مطابق رسم ورواج کی رعایت رکھے بغیر بلا کسی جبر و دباؤ کے اپنی خوشی سے جو چاہیں دیں، شرعاً اِس میں کوئی ممانعت نہیں ہے، ممانعت اُس صورت میں ہے جب کہ جہیز کے نام پر لڑکے والوں کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً لڑکی والوں کو زبردستی جہیز ادا کرنے پر مجبور کیا جائے، جیسا کہ عام رواج ہوگیا ہے، اُس کی شرعاً قطعاً اجازت نہیں؛ بلکہ کھلا ہوا جبر وظلم ہے، جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

قال الإمام المرغيناني: الصحيح أنه لا يرجع على أب المرأة بشيء؛ لأن المال في النكاح غير مقصود. (الفتاویٰ الهندية / الفصل السادس عشر في جهاز البنت ۳۲۷/۱)

لو زفت إليه بلا جهاز يليق به، فله مطالبة الأب بالنقد، قنية. وزاد في البحر عن المبتغىٰ: إلا إذا سكت طويلاً، فلا خصومة له؛ لكن في النهر عن البزازية: الصحيح أن لا يرجع على الأب بشيء؛ لأن المال في النكاح غير مقصود، تزوجها وأعطاها ثلاثة آلاف دينار الدستيمان وهي بنت موسر، ولم يعط لها الأب جهازًا، أفتى الإمام جمال الدين وصاحب المحيط بأن له مطالبة الجهاز من الأب على قدر العرف والعادة وطلب الدستيمان، قال: وهذا اختيار الأئمة. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية ۱۵۸/۳ کراچی، ۳۱۰/٤ زکریا، بزازية على الهندية ١٥٠/٤، البحر الرائق / باب المهر ١٨٦/٣ کوئٹه)

من تزوج لمالها لم يزده الله إلا فقراً. (مجمع الزوائد ۲۰٤/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۸/۳/۱۴۲۲ھ

شادی میں ملے ہوئے سامان کا حکم اور جائیداد میں لڑکی کا حق؟

سوال (۳۴۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی شادی بکر کی لڑکی سے ہوئی ہے، زید نے بکر سے کوئی سوال نہیں کیا، اب رخصتی ہونے کے وقت زید کو بکر نے موٹر سائیکل فریج وغیرہ دیا ہے، کیا یہ سب سامان لینا جہیز میں شمار ہوگا؟ حدیث میں جہیز لینا مسلمان کے لئے حرام قرار دیا ہے یا نہیں؟ یا زمین جو لڑکی کا حق ہے زمین کے بدلہ میں قیمت دے دی تو یہ بھی جہیز میں شمار ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا کسی مطالبہ کے شادی کے وقت زید نے اَپنے داماد کو جو چیزیں دی ہیں، اُن کا لینا داماد کے لئے جائز ہے، اور باپ کی جائیداد میں لڑکی کا جو حق ہوتا ہے، وہ جہیز دینے سے ساقط نہیں ہوسکتا، باپ کے انتقال کے بعد لڑکی حسبِ حصصِ شرعیہ ترکہ کی مستحق ہوگی۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۶/۴۳)

عن علي رضي اللّٰه عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما زوّجه فاطمة بعث معها بخميلة ووسادة أدم حشوها ليف ورحائين وسقاءين. (الإصابة ۲٦۷/۸، البداية والنهاية ۳٤٦/۳، شعب الإيمان للبيهقي ۳۱۷/۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۷/۳/۲۳/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جہیز کا حکم؟

سوال (۳۴۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اپنی دیگر بناتِ طیبات کو

شادی میں جہیز کا سامان دیا تھا؟ مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زرہ فروخت کرکے اُس کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز میں صرف کیا تھا، اس کی کیا حقیقت ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نوشہ سے روپیہ وغیرہ لے کر جہیز میں صرف کر سکتے ہیں؟ اِس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی باپ بخوشی اپنی لڑکی کو شادی کے وقت کچھ سامان دے تو یہ ممنوع نہیں ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عقدِ نکاح کے وقت کچھ سامان دینا اسی قبیل سے تھا، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیگر صاحبزادیوں کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ کچھ دینے کا انتظام کیا تھا، چنانچہ روایت ہے کہ جب بدر کے موقع پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر گرفتار ہوئے، جو اس وقت اسلام نہ لائے تھے، تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کی رہائی کے لئے وہ ہار بھیجا تھا، جو نکاح کے موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عطا کیا تھا، اِس سے نفسِ نکاح میں والدین کی طرف سے بیٹی کو سامان دینے کی تائید ہوتی ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: لما بعث أهل مكة في فداء أسراء هم بعثت زينب في فداء أبي العاص بمال وبعثت فيه بقلادة لها كانت عند خديجة أدخلتها لها على أبي العاص قالت لما راٰها رسول الله صلى الله عليه وسلم رق لها رقة شديدة، وقال: إن رأيتم أن تطلقوا لها عليها وتردوا أسيرها الذي لها، فقالوا نعم! وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ عليه أو وعده أن يخلي سبيل زينب إليه وبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم زيد بن حارثة ورجلا من الأنصار، فقال كونا ببطن يا جج حتى تمر بكما زينب فتصحباها حتى تأتيا بها. (سنن أبي داؤد ۳٦٧/٢)

اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی سلسلہ کی تمام روایتوں کو سامنے رکھنے کے

بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی زرہ مہر میں دے دی تھی، گھر میں کوئی سامان نہیں تھا، خود سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے وہ سامان مہیا نہیں فرما سکتے تھے، اس لئے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مہر والی زرہ فروخت کردو، اور اس سے جو رقم آئے اس سے ضروری سامان لے لو۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے:

فبعتها من عثمان بن عفان بأربع مائة وثمانين درهمًا، ثم إن عثمان رد الدرع إلى علي رضي اللّٰه عنه فجاء بالدرع والدراهم إلى المصطفى صلى اللّٰه عليه وسلم فدعا لعثمان رضي اللّٰه عنه بدعوات كما في رواية. (زرقاني شرح مواهب لدنية ٢٨/٣)

وقال الزرقاني: يشبه أن العقد وقع على الدرع وأنه صلى اللّٰه عليه وسلم أعطاها عليا ليبيعها وأتاه بثمنها. (زرقاني شرح مواهب لدنية ٦/٢، فتاویٰ دارالعلوم ٣٦٢/٨)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۲/۲۵ھ

رشتہ کے وقت لڑکے لڑکی والوں کا آپس میں ہدایا دینا؟

سوال (۳۴۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی بیاہ کے رشتوں میں عام طور پر یہ رواج ہے کہ جب دولہے والے بات چیت پکی کرنے کے لئے دولہن کو خوشی اور پسندیدگی کا ہار پہناتے یا میٹھی چیز کھلاتے ہیں، تو ایسے موقع پر دولہا خود اپنی طرف سے کوئی چیز تحفہ دولہن کے لئے بھیجتا ہے، جس کو فریقین دولہن دولہا کے رشتہ داروں میں کوئی برا عمل تصور نہیں کیا جاتا، تو آیا رشتہ کی محض بات چیت پکی ہونے پر دولہے کا دولہن کے لئے جو ابھی نامحرم ہے، کوئی چیز تحفہ میں دینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: رشتہ کے وقت لڑکے والوں اور لڑکی والوں کا آپس

میں ہدایا اورتحائف دینا ممنوع نہیں ہے۔

عن عطاء الخراساني أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: تصافحوا يذهب الغل وتهادوا تحابوا تذهب الشحناء. (مؤطا مالك ٣٦٥، مشكاة المصابيح ٤٠٣)

روي ابن شهاب الزهري أنه قيل لخويلد بن أسد بن عبد العزى، وهو ثمل من الخمر: هٰذا ابن أخيك محمد بن عبد اللّٰه بن عبد المطلب يخطب خديجة وقد رضيت …… فخلقت خديجة أباها وحلت عليه حلة، ودخل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بها، فلما صحا الشيخ من سكرته، قال: ما هٰذه الخلوق وما هٰذه الحلة؟ قالت ابنته أخت خديجة: هٰذه حله كساها ابن أخيك محمد بن عبد اللّٰه بن عبد المطلب أنكحته خديجة …… عن ابن عباس قال: …… فزوجها إياه فخلقته وألبسته حلةً، وكذٰلك كانوا يصنعون إذا زوّجوا نساء هم.

(تاريخ الخميس في أحوال أنفس نفيس، بحث: تزوجه عليه السلام خديجة ٢٤٦/١ مؤسسة شعبان بيروت)

مستفاد: خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء. (الدر المختار مع الشامي ١/٣ كراچی)

اور نامحرم کوتحفہ دینا جب کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۸/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی والوں سے جہیز کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۳۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی میں جہیز کے طور پر لڑکی والے سے ۱۰-۲۰ / ہزار روپیہ یا اسکوٹر، ریڈیو، گھڑی، سونے کی انگوٹھی وغیرہ مانگنا اور نہ دینے پر لڑکی کو گالی دینا مارنا پیٹنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ عمل قطعاً ناجائز اور نہایت رذالت کی دلیل ہے۔

شریعت میں نکاح کا اصل خرچ یعنی مہر یا ولیمہ لڑکے والوں پر رکھا ہے، لڑکی والوں پر شرعاً کوئی خرچ لازم نہیں ہے، اُن کی طرف سے سب سے بڑی قربانی یہی ہے کہ وہ اپنی بیٹی دے رہے ہیں، اِس کے باوجود ان پر دباؤ بنانا نہایت نامعقول بات ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ٣٥٠/٣، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٧٦٩/٢ رقم: ٥٤٩٣)

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي ٦١/٤ كراچی، شرح المجلة رقم المادة: ٩٧ ص: ٦٢ كوئٹه)

أخذ أهل المرأة شيئًا عند التسليم فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة. (الدر المختار مع الشامي ٣٠٧/٤ زكريا، البحر الرائق ١٨٧/٣ كوئٹه، الفتاوىٰ الهندية ٣٢٧/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۲/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے کو ملے ہوئے روپیہ پیسے کا حکم؟

سوال (۳۴۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کو بوقت عقد جہیز جو روپیہ اور سامان کی شکل میں ملا تھا، اب زید کے انتقال کے بعد کیا پورا کا پورا جہیز سلمیٰ کو واپس ملے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جہیز میں دئے جانے والے سامان کی مالک سلمیٰ ہی ہے، وہ اِسی کو پورا کا پورا واپس ملے گا اور بوقتِ عقد جو روپیہ زید یا اُس کے والد کو ملا تھا، اُس کی

واپسی ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ۸/۳۵۷)

کما في الشامي: فإن كل أحد يعلم أن الجهاز ملك المرأة، وأنه إذا طلقها تأخذه كله، وإذا ماتت يورث عنها، ولا يختص بشيء منه. (الرد المحتار / باب النفقة، مطلب: فيما لو زفت إليه بلا جهاز ۲۹۹/۵ زكريا، ۱۵۵/۳ و ۵۸۵ كراچى)

وفي الخانية: وأما الذي بعث أبو المرأة إن كان هالكاً لا يرجع على الزوج بشيء. (خانية على الهندية ۳۹۰/۱، الدر المختار مع الشامي ۱۵۳/۳ كراچى، ۲۹۹/۵ زكريا)

المختار للفتوىٰ أن يحكم بكون الجهاز ملكًا لا عاريةً. (شامي ۱۵۷/۳ كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۵/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کو گلا گھونٹ کر مارنے پر جہیز اور دیگر سامان کا حکم

سوال (۳۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں اپنی لڑکی نفیسہ کی شادی دوسال پہلے محمد ابرار کے ساتھ کردی تھی، تقریباً ۳۰؍ ہزار روپیہ کا جہیز دیا تھا، لڑکا محمد ابرار ٹیلی ویژن اسکوٹر مانگتا تھا میں نہیں دے سکا، تو اس نے میری لڑکی کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا، تو اب میں نے جو جہیز اپنی لڑکی کو دیا تھا، وہ واپس ملے گا یا نہیں، حکم شرعی کیا ہے؟ ابھی لڑکی کے کوئی اولاد بھی نہیں ہوئی ہے، اور شوہر قاتل ہے، تو یہ سارا سامان جہیز اس لڑکی کے والدین کو ملے گا یا نہیں؟ شریعت کا جو بھی حکم ہو تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جہیز لڑکی کی ملکیت تھا، اُس کے مرنے کے بعد وہ سب سامان اُس کے والدین کو دیا جائے گا، شوہر کا اُس میں کوئی حق نہیں؛ اس لئے کہ وہ قاتل ہے، اور قاتل وراثت کا حق دار نہیں ہوتا۔

المانع من الإرث ...... القتل الذي يتعلق به وجوب القصاص. (سراجي ٧)
المختار للفتوى أن يحكم بكون الجهاز ملكاً لا عاريةً. (شامي ١٥٧/٣ كراچی، ٣٠٩/٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۵/۲/۲۴ھ

رشتہ ختم ہونے کے بعد سگائی کے وقت دیئے ہوئے تحفے تحائف واپس کرنا؟

سوال (۳۴۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے لڑکے کا رشتہ اپنے قریبی عزیز کی لڑکی سے طے ہونے پر جب ہم لڑکی اپنانے کے لئے ان کے مدعو کرنے پر کچھ سامان جیسے مٹھائیاں جوڑے، زیور لے کر لڑکی کے گھر پر گئے، تو انہوں نے ہم ۲۰-۲۵ / بچے عورتوں کو ناشتہ وکھانا دیا، دوسرے دن ہم لڑکی والوں کو اپنے یہاں بلایا، اس میں تقریباً ۳۰ سے ۳۵ / تک عورتیں مرد اور بچے شامل تھے، وہ اپنے ساتھ جوڑے مٹھائیاں اور تحفہ وغیرہ لے کر آئے، ہم نے ان کی خاطر ناشتہ کا اہتمام کیا، کچھ وقفہ کے بعد جب ہم چند لوگ تاریخ شادی روپیہ اور مکان اپنی لڑکی کے نام کرنے کو کہا، جب یہ بات لڑکے کے سامنے آئی تو اپنی حیثیت کو دیکھتے ہوئے اس نے اس رشتہ سے انکار کردیا، اور لڑکی کے والدین سے کہلوایا کہ جو بھی کل سامان آپ کا ہمارے پاس ہے واپس لے لیں، اور ہمارا کل سامان واپس کردیں، اس کے جواب میں لڑکی کے والدین نے کہلوایا، کہ جو ہم نے کھانے میں خرچہ کیا ہے، اس کو بھی واپس کردیں تو اس بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: رشتہ ختم ہونے کے بعد سگائی کے وقت میں جانبین نے جو تحفے وتحائف دئے ہیں، اُن میں سے جو کچھ باقی ہے وہ ایک دوسرے کو واپس کریں گے، اور جو

چیزیں ختم ہوچکی ہیں، یا کھانے کی چیز کھا کر ختم کردی ہے، اُس کا تاوان لازم نہیں؛ لہٰذا لڑکی والوں نے جو سامان دیا ہے اور وہ بچا ہوا ہے لڑکے والوں پر اُس کی واپسی لازم ہے، اور لڑکے والوں نے جو دیا ہے اُس میں سے جو باقی ہے، اُس کا واپس کرنا لڑکی والوں پر لازم ہے، اور جانبین نے جو ناشتہ کرایا یا کھانا کھلایا اس میں جو خرچہ ہوا، اس کا تاوان ایک دوسرے پر لازم نہیں، نیز لڑکی والوں کی طرف سے جو کھانا کھلایا گیا تھا، اس کے خرچہ کا مطالبہ بھی درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۹۲/۳)

خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوجها أبوها فما بعث للمهر يسترد عينه قائماً فقط، وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكًا؛ لأنه معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد، وكذا يسترد ما بعث هدية وهو قائم دون الهالك والمستهلك؛ لأن فيه معنى الهبة. (الطحطاوي على الدر، باب المهر / مطلب: لو بعث إلى زوجته شيئًا الخ ٦٦/٢ دار المعرفة بيروت، البحر الرائق / باب المهر ١٨٦/٣ كوئٹه، الدر المختار / باب المهر ١٥٣/٣ كراچی، ٣٠٤/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۲/۱۱/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے انتقال کے بعد اُس کا زیور دوسری بیوی کو دینا؟

سوال (۳۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، اس کے بچے بھی ہیں اور اس کے کچھ زیورات بھی ہیں، اور وہ شخص دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، تو کیا وہ شخص اس زیور کو اپنی دوسری بیوی کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور وہ دیا ہوا زیور ملکیت کے طور پر ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحومہ بیوی کا زیور اس کے ترکہ میں شامل ہے؛ لہٰذا اس کے مالک اس کے سب شرعی وارثین میں شوہر بھی ایک وارث ہے، وہ دوسری بیوی کو اپنے

حصہ شرعی سے زائد زیور نہیں دے سکتا؛ بلکہ یہ زیور مرحومہ بیوی کے سبھی وارثین میں تقسیم ہوگا۔
(مستفاد کفایت المفتی ۳۸۱/۸، ۳۸۲/۸)

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير يعني من الأموال. (شامي ۴۹۳/۱۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رشتہ ٹوٹ جانے پر جانبین سے دیا ہوا سامان واپس لینا؟

سوال (۳۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) زید نے خالد کے لڑکے سے اپنی لڑکی کا رشتہ طے کیا اور دنیوی رسم و رواج کے مطابق زید نے اپنے ہونے والے داماد کو اپنا کر بیس ہزار روپئے دئے، ادھر خالد کی بیوی نے اپنی ہونے والی بہو کو دیکھ جوڑا پہنانے کی رسم پورا کرتے ہوئے ایک لاکھ کا زیور دیا، بعد میں زید نے اپنے ہونے والے داماد میں کچھ خامیاں دیکھتے اور سنتے ہوئے رشتہ ختم کر دیا، فریقین کی طرف سے پنچایت بیٹھی اور طے یہ کیا کہ زید کی غلطی ہے، اس نے رشتہ ختم کیا ہے؛ اس لئے زید نے جو کچھ اپنے ہونے والے داماد کو دیا ہے وہ داماد ہی کے پاس رہے گا، اور اوپر سے تین ہزار روپیہ مزید جرمانہ پنچایت نے کیا، اور خالد کا سب سامان زید سے واپس لے لیا۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا شرعاً یہ فیصلہ درست ہے، یا ہر ایک کو دوسرے کے پیسے زیور سامان وغیرہ واپس کرنا چاہئے؟

(۲) کیا اس طرح کے موقعہ پر پنچایت کو مالی جرمانہ کسی پر دباؤ ڈال کر لینا شرعاً درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) رسم و رواج کے مطابق رشتہ طے کرتے وقت لین دین بجائے خود قابلِ ترک اور لائق مذمت ہے؛ لیکن اگر بالفرض رشتہ درمیان میں ٹوٹ جائے تو کسی ایک فریق کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی لی ہوئی چیز ضبط کرے؛ بلکہ دونوں فریقوں کو اپنا دیا ہوا

سامان لینے کا یکساں حق ہے، اور مسئولہ صورت میں برادری کی پنچایت نے جو یک طرفہ فیصلہ کیا ہے، وہ سراسر ناانصافی اور ظلم ہے، اس فیصلہ کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۵۹/۷، کفایت المفتی ۳۹/۵ مطبوعہ ملتان)

(۲) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مالی جرمانہ لینا جائز نہیں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں پنچایت کی طرف سے کسی فریق پر مالی جرمانہ عائد کرنے کا فیصلہ ناقابل عمل ہے۔

خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوجها أبوها فما بعث للمهر يسترد عينه قائما فقط، وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكا؛ لأنه معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد. (الدر المختار مع الشامي ۱۵۳/۳ کراچی، ۳۰٤/٤ زکریا، مجمع الأنهر ۳٦۲/۱ قديم مطبوعه بيروت)

وأيّده في الخيرية في كتاب النفقات: وأفتى به حيث سئل فيمن خطب امرأة وأنفق عليها وعلمت أنه ينفق ليتزوجها فتزوجت غيره، فأجاب بأنه يرجع، واستشهد له بكلام قاضي خان المذكور وغيره، وقال: إنه ظاهر الوجه فلا ينبغي أن يعدل عنه ...... وعلى هٰذا فما يقع في قرى دمشق من أن الرجل يخطب امرأة ويصير يكسوها ويهدي إليها في الأعياد ويعطيها دراهم للنفقة والمهر إلى أن يكمل لها المهر فيعقد عليها ليلة الزفاف، فإذا أبت أن تتزوّجه ينبغي أن يرجع عليها بغير الهدية الهالكة على الأقوال الأربعة المارة؛ لأن ذٰلک مشروط التزوّج كما حققه قاضي خان. (الرد المحتار، باب المهر / مطلب: أنفق على معتدة الغير ۳۰۵/٤-۳۰٦ زكريا)

قوله: لا بأخذ المال في المذهب، قال في الفتح: وعن أبي يوسفؒ يجوز التعزير للسطان بأخذ المال، وعندهما وباقي الأئمة لايجوز، ومثله في المعراج، وظاهره إن ذلک رواية ضعيفة عن أبي يوسفؒ قال: في الشرنبلالية: ولا يفتى

بهذا لما فيه من تسليط الظلمة على أخذ مال الناس فيأكلونه. (شامي ١٠٥/٦-١٠٦ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ١٦٧/٢، فتح القدير ٣٤٥/٥ قديم مطبوعه بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۶/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کو سسرال اور میکے سے ملے ہوئے زیورات کس کی ملکیت ہیں؟

سوال (۳۵۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عرض خدمت ہے کہ میں قمرالدین آپ سے ایک شرعی مسئلہ میں رائے جاننا چاہتا ہوں، مسئلہ میرے چھوٹے بیٹے تبریز عالم کا ہے، جس کی شادی ۱۵/فروری ۲۰۱۰ء کو دہلی کی عظمیٰ پروین (ولد نعیم الدین احمد) کے ساتھ ہوئی تھی، یہ شادی بغیر کسی جہیز کے ہوئی ہے۔

میرا بیٹا کمپیوٹر انجینئر ہے، اور چار سال سے بنگلور میں سروس کررہا تھا، عظمیٰ پروین کا بڑا بھائی کناڈا میں رہتا ہے، اور کوئی چھوٹا موٹا کام کرتا ہے، اس نے شادی سے پہلے سے ہی عظمیٰ کا کناڈا میں رہنے کے لئے مستقل ویزا لگایا ہوا تھا، شادی کے بعد میرے بیٹے کے کاغذات بھی معہ نکاح نامہ کے ساتھ لگادئے گئے، لڑکا شادی کے بعد بنگلور چلا گیا اور عظمیٰ اپنے ماں باپ کے ساتھ دہلی میں رہنے لگی، مئی میں بنگلور جانے کا پروگرام بنا اس بیچ کناڈا کے لئے ویزا منظور ہوکر آگیا، عظمیٰ کے گھر والوں نے اس کو بنگلور نہیں بھیجا اور لڑکے پر دباؤ بنایا کہ نوکری چھوڑ کر کناڈا جاؤ نہیں تو عظمیٰ کو اکیلے بھیج دیں گے، لڑکے نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا، اور کناڈا جانے کی ساری تیاریاں مکمل کرلیں، کناڈا جانے سے دو دن پہلے عظمیٰ نے بقیہ زیور جو کہ میرے لاکر تجوری میں رکھا ہے وہ مانگا، تقریباً ۲۰ تولہ سونا عظمیٰ شادی کے بعد سے ہی اپنے ساتھ دہلی لے کر گئی تھی، جو کہ اس نے وہیں پر چھوڑ دیا تھا، اس زیور میں اس کا حق مہر جو کہ شرعی فاطمی تھا وہ بھی شامل تھا۔

لڑکے نے کہا کہ ہم کناڈا میں رہیں گے وہاں ہم کوئی زیور لے کر نہیں جائیں گے، جب کبھی ہندوستان آئیں گے ضرورت پڑنے پر گھر سے لے کر استعمال کرلیں گے، لیکن عظمیٰ کا کہنا تھا

کہ میں پورا زیور دہلی میں رکھوں گی، اس بات پر خفا ہوکر عظمیٰ اپنے ماں باپ کے ساتھ دہلی چلی گئی اور لڑکے سے بات چیت کا سلسلہ بھی بند کر دیا، جب لڑکا کناڈا جانے کے لئے دہلی گیا، توماں باپ نے کہا کہ ہم تمہیں ابھی کناڈا نہیں بھیج رہے ہیں، اور لڑکی کو بھی لڑکے سے نہیں ملنے دیا، اور ٹکٹ کینسل کرنے کے کہا، اور سارا زیور لے کر آنے کو کہا، ان کا کہنا ہے کہ لڑکی کناڈا ضرور جائے گی اور سسرال سے اور سسرال کے لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھے گی، وہ لڑکی کو کناڈا بھیج کر سارا زیور اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں، ان کی نیت میں کھوٹ کو دیکھتے ہوئے ہی ہم نے بقیہ زیور دینے کو منع کیا تھا، اور جو وہاں پر ہے وہ بھی منگانے کو کہا تھا، وہ سارا زیور دبا کر اپنی من مانی کرنا چاہ رہے ہیں، اور لڑکے پر آگے بھی شرطیں لگانا چاہتے ہیں۔

اِن حالات میں آپ ہمیں شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ لڑکی کا حق مہر کے علاوہ زیور پر کیا حق بنتا ہے؟ میرا لڑکا بھی اس وقت میرے پاس بے روزگار رہ رہا ہے، شادی میں سارا خرچ میں نے خود اپنے پیسہ سے کیا تھا۔

نوٹ:- مسئلہ کی رو سے ہمیں کیا کرنا چاہئے اِس کی وضاحت بھی فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو زیور لڑکی کو مہر میں دیا گیا ہے اور جو اس کے میکہ کی طرف سے اس کو ملا ہے، وہ خالص لڑکی کا حق ہے، وہ اسے جہاں چاہے رکھ سکتی ہے، یا پہن سکتی ہے، یا اپنے ساتھ لے جاسکتی ہے؛ لیکن مہر والے اور میکہ سے ملے ہوئے زیورات کے علاوہ جو زیورات لڑکے والوں کی طرف سے ملے ہیں ان میں برادری کے عرف کا اعتبار ہے، اگر برادری کا عرف یہ ہے کہ اس طرح کے زیورات پر تصرف اور ملکیت کا حق لڑکے والوں کو ہوتا ہے تو اختلاف کی شکل میں انہیں لڑکے والے جہاں رکھنا چاہیں رکھنے کا حق ہوگا، لڑکی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہ ہوگا، اور اگر برادری کا عرف یہ ہے کہ یہ زیورات پورے طور پر لڑکی کی ملکیت میں دے دیئے جاتے ہیں تو پھر لڑکی اور اس کے گھر والوں کو اسے رکھنے کا اختیار ہوگا۔ بہرحال سوال میں ذکر کردہ

معاملہ میں ضد بندی نہیں ہونی چاہئے؛ بلکہ سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کر کے معاملات حل کر لئے جائیں اور اسے اپنی انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے، اور سنجیدہ اور معاملہ فہم لوگوں کو بیچ میں ڈال کر بدگمانیاں دور کی جائیں، اور جہاں تک ہو سکے طلاق کے اقدام سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۱۰۶-۱۰۷ ڈابھیل)

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: ...... وقال: المنحة مردودة. (سنن الترمذي / باب ما جاء لا وصية لوارث ۳۲/۲)

وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج، فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلک، إذا بعث إليها على جهة التمليک – إلى قوله – وقال في الواقعات: إن كان العرف ظاهراً بمثله في الجهاز كما في ديارنا، فالقول قول الزوج، وإن كان مشتركا، فالقول قول الأب. (الفتاویٰ الهندية ۳۲۷/۱)

المعتمد البناء على العرف. (شامي ۳۰۱/٤ زكريا)

حكم الهبة ثبوت الملک للموهوب له. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤١٣/١٤)

قال الشيخ الإمام الجل الشهيد: المختار للفتوى أن يحكم بكون الجهاز ملكاً لا عاريةً؛ لأنه الظاهر الغالب. (شامي ۱۵۷/۳ كراچی)

إن العادة إنما تعتبر إذا أطردت أو غلبت. (شامي عن الأشباه ۱۵٦/۳، شامي ۳۰۸/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کے تحائف کا مالک کون ہے؟

سوال (۳۵۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی کے موقع پر جو زیورات، قیمتی تحائف کا لین دین، زوجین میں اور بسا اوقات اعزاء اقرباء کی طرف سے ہوتا ہے، اس کا مالک کون ہے؟ اگر عاریت کی وضاحت نہ ہو تو کیا یہ تملیک ہے؟ یا عاریت ہی راجح ہے؟ اِس خلجان کو دور کرنے کے لئے بہتر شرعی طریقہ کیا ہونا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے لڑکی کو جو دیا جاتا ہے خواہ وہ سامان کی شکل میں ہو یا ملبوسات وزیورات کی شکل میں ہو، وہ سب لڑکی ہی کی ملک ہے، آج کل سب جگہ یہی عرف ہے؛ البتہ لڑکے والوں کی طرف سے اس موقع پر جو زیورات وملبوسات دئے جاتے ہیں ان کے بارے میں خاندانی عرف ورواج کو دیکھا جائے گا، بعض خاندانوں میں یہ دینا ملکیت کے طور پر ہوتا ہے اور بعض خاندانوں میں اسے عاریت کے طور پر دیا جاتا ہے، چناں چہ شوہر جب چاہتا ہے واپس لے لیتا ہے، اور طلاق یا تفریق کے موقع پر اس کی واپسی کا مطالبہ ہوتا ہے؛ لہٰذا خاندانی عرف ورواج کی تحقیق کے بعد ہی اس کے بارے میں ملکیت یا عاریت کا حکم لگایا جائے گا، اور دیگر اہل خاندان کی طرف سے شادی کے موقع پر جو تحفے دئے جائیں گے ان کے بارے میں یہ دیکھا جائے گا کہ اگر وہ چیز لڑکی کے استعمال کی ہے، تو لڑکی اس کی مالک ہے اور لڑکے کی استعمال کی ہے تو لڑکا مالک ہے، اور اگر مشترک استعمال کی ہے مثلاً برتن وغیرہ تو اگر یہ چیزیں لڑکی والوں کے توسط سے آئی ہیں تو یہ سب لڑکی کی ملک ہیں اور اگر لڑکے والوں نے فراہم کی ہیں تو لڑکے کی ملک ہیں۔

جهز ابنته ثم ادعیٰ أن ما دفعه لها عارية، وقالت: هو تمليك، فالمعتمد أن القول للزوج، ولها إذا كان العرف مستمراً أن الأب يدفع مثله جهازاً لا عارية

(الـدر الـمـختـار) قـلت: ومقتضاه أن المراد من استمرار العرف هنا غلبته، ومن الاشتراک کثرة کل منهما إذ لا نظر إلی النادر؛ ولأن حمل الإستمرار علی کل واحـد من أفراد الناس في تلک البلدة لا یمکن، ویلزم علیه إحالة المسألة إذ لا شک فـي صـدور الـعـاریة مـن بعض الأفراد، والعادة الناشیة الغالبة في أشراف الـناس وأوساطهم دفع ما زاد علی المهر من الجهاز تملیکاً، سوی ما یکون علی الزوجة لیلة الزفاف من الحلي والثیاب؛ فإن الکثیر منه أو الأکثر عاریة.

قـال الشیـخ الإمـام الأجـل الشهیـد: الـمـختـار لـلفتویٰ أن یحکم بکون الـجهـاز مـلـکاً لا عاریةً؛ لأنه الظاهر الغالب إلا في بلدة جرت العادة بدفع الکل عـاریة فالقول للأب، وأما إذا جرت في البعض یکون الجهاز ترکة یتعلق بها حق الـورثة وهـو الـصـحیـح، ولعل وجهه أن البعض الذيیدعیه الأب بعینهٖ عاریة لم تـشهد له به العادة بخلاف ما لو جرت العادة بإعارة الکل فلا یتعلق به حق ورثتها بل یکون کله للأب. (شامي ٣٠٦/٤-٣٠٩ زکریا)

والفتویٰ أنه إن کان العرف مستمراً أن الأب یدفع الجهاز ملکاً لا عاریةً.

(الأشباه والنظائر ١٥٧)

وکـذا مسـألة دعـوی الأب عـدم تـمـلیـکه البنت الجهاز فقد بنوها علی الـعرف مع أن القاعدة أن القول للملک في التملیک. (شرح عقود رسم المفتي ٩٦)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳/۸/۵ھ

اِنکار کے باوجود لڑکی والوں کا جہیز دینا؟

سـوال (۳۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے جہیز لینے سے اِنکار کردیا تھا؛ لیکن لڑکی والوں نے ایک ہفتہ پہلے ہی جہیز کا سامان لڑکے کے گھر بھیج دیا، تو کیا اِس طرح جہیز لینا زید کے لئے درست ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مطالبہ کے بغیر لڑکی والے اپنی خوشی سے جو سامان دیں اُس کا لینا مسئولہ صورت میں زید کے لئے جائز ہے؛ لیکن صراحۃً یا اشارۃً جہیز کا مطالبہ نہیں ہونا چاہئے۔ (انوارِ نبوت ۶۹۰، بہشتی زیور ۶/۴۰)

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: جاء ت امرأة سعد بن الربيع بابنتيها من سعد إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقالت: يا رسول اللّٰه! هاتان ابنتا سعد بن الربيع قتل أبوهما معك يوم أحد شهيدا، وإن عمها أخذ مالهما فلم يدع لهما مالا ولا تنكحان إلا ولهما مال، قال: يقضي اللّٰه في ذٰلك فنزلت آية الميراث، فبعث رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إلى عمهما فقال: اعط ابنتي سعد الثلثين وأعط أمهما الثمن وما بقي فهو لك. (سنن الترمذي ۲/۲۹، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۳/۳۵۲)

ولم يدع لهما مالا أي لم يترك عمهما لهما مالا ينفق عليهما أو تجهزان به للزوج، ولا تنكحان أي لا تزوجان عادة أو غالبا أو مع العزة إلا لهما مال. (مرقاة المفاتيح ۶/۱۷۴ ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۸/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جہیز میراث کا بدل نہیں

سوال (۳۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض لوگ جہیز کو میراث کا بدل سمجھ کر بیٹی یا بہن کو جہیز دیتے ہیں اور بعد میں میراث سے بیٹی

یا بہن کو محروم کردیا جاتا ہے، کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اِس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی کے موقع پر لڑکی کو جو کچھ دیا جاتا ہے، یہ محض تحفہ ہے، یہ میراث کا بدل نہیں؛ لہٰذا جہیز دے کر بہن یا بیٹی کو محروم کردینا سراسر جہالت اور صریح ظلم ہے، اَحادیثِ شریفہ میں میراث کے حق دار کو حق نہ دینے پر سخت وعیدیں وارد ہیں۔

عن سعيد بن زيد رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من أخذ من حق امرئ من المسلمين شبرا بغير حق طوقه اللّٰه تعالىٰ يوم القيامة سبع أرضين. (صحيح مسلم ۳۳/۲، صحيح البخاري ۳۳۱/۱، معجم الأوسط ۱٦۷/٦)

عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من فر من ميراث وارثه قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن ماجة ۱۹٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۱۴/۳۳/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جہیز دینے سے لڑکی کا حق وراثت ختم نہیں ہوتا

سوال (۳۵۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رسم ورواج ودستور کا شرع میں کیا مقام ہے، عرب ممالک میں دستور ہے کہ لڑکی والے مہر کی رقم نکاح سے پہلی ہی لے کر اُسی سے لڑکی کی شادی کردیتے ہیں، جب کہ ہندوستان جیسے ملک میں لڑکی کے والدین کو اُلٹا جہیز وغیرہ دینا پڑتا ہے۔ اِسی طرح عرب ممالک میں لڑکے کی شادی بھاری پڑتی ہے اور ہندوستان میں لڑکی کی شادی بھاری پڑتی ہے، اِسی طرح ہندوستان میں یہ دستور عام ہے کہ لڑکی کو زیادہ سے زیادہ جہیز دے کر اس کو جائیداد میں حصہ نہیں دیتے ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث میں ارشادِ نبوی ہے: **أعظم النكاح بركة أيسره مؤنةً.** (مشكاة المصابيح ٢٦٨/٢) (سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں سب سے کم خرچ ہو) اس لئے اس زمانہ میں وہ سبھی رسومات جنہیں حد درجہ ضروری قرار دے دیا گیا ہے، خواہ لڑکی والوں کی طرف سے ہوں یا لڑکے والوں کی طرف سے، سب بے اصل ہیں، شریعت اسلامی اس بے جا اسراف وتبذیر کی کسی طرح اجازت نہیں دیتی، ان رسومات کا ترک لازم اور ضروری ہے اور جہیز دینے کی وجہ سے لڑکی وراثت سے ہرگز محروم نہیں ہوسکتی، جو لوگ اس بنا پر لڑکی کو محروم کرتے ہیں وہ ظالم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۱/۲۳ھ

کیا نکاح میں لین دین بالکل منع ہے؟

سوال (۳۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض حضرات دین دار ہیں اور سادگی کے نام پر پیسے بچانے کی خاطر دین وشریعت کی آڑ لے کر ضروری اخراجات ومستحسن ہدایا سے اجتناب برتتے ہیں، اور خرچ کرنے کو بالکلیہ ممنوع وغلط سمجھتے ہیں، اِس کی وضاحت فرمائیں کہ کہاں تک گنجائش ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خوشی کے موقع پر فریقین کی جانب سے مالی ہدایا اگر بغیر مطالبہ کے لئے اور دیئے جائیں، تو قدرتی طور پر یہ ہدایا طرفین میں محبت کے اضافہ کا سبب بنتے ہیں، جو خاص طور پر نکاح کے مقاصد میں سے ہے، اس بنا پر خیر القرون سے نکاح کی تقریبات میں لین دین کا تسلسل جاری ہے، بریں بنا سادگی کے نام پر پرخلوص اور بے غرض ہدایا قبول نہ کرنے کا التزام مستحسن نہیں۔

عن عطاء الخراساني أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: تصافحوا یذهب الغل، وتهادوا تحابوا، وتذهب الشحناء . (مشكاة المصابيح ٤٠٣، مؤطا لإمام مالك ٣٦٥)

لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الراشي والمرتشي، ومن الرشوة ما أخذه ولي المرأة قبل النكاح إذا كان بالسوال، أو كان إعطاء الزوج بناءً على عدم رضائه على تقدير عدمه، أما إذا كان بلا سوال ولا عن عدم رضائه فیكون هدية فيجوز. (مجموعة الفتاویٰ ٢٣٠/٢ بحواله: محمودیه ١٨٧/١١ ڈابھیل)

فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم، والتخصيص من غير مخصص مكروها. (مجموعة رسائل ٣٤/٣ لكهنوي، بحواله: فتاویٰ محمودیه ٢٠٣/١١ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۳/۱/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جہیز میں دیا ہوا سب سامان واپس لینا؟

سوال (۳۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) بوقت شادی زید کے باپ نے جو زیور زید کی بیوی کو چڑھایا تھا اب وہ زیور زید کا باپ رکھ لے یا وہ زید کی بیوی کو اس کے باپ کے گھر سے بطور جہیز ملا تھا وہ زید کی بیوہ اب واپس لے جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اگر واپس لے جاسکتی ہے تو کل سامان یا کچھ تفصیل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر زید کے باپ نے زید کی بیوی کو زیور کا مالک بنادیا تھا یا برادری میں بیوی کو ہی مالک بنادینے کا رواج ہو تو وہ زیور بیوی کی ملکیت ہے، زید کے باپ کو اسے لینے کا حق نہیں ہے۔

كـذا تستفـاد من العبارة الآتية : جهز ابنته بجهاز و سلمها ذٰلک ليس له الاستر داد مـنها هٰذا إذا كان العرف مستمراً أن الأب يدفع مثله جهازاً لا عادية.

(شامي ۱۵۵/۳ كراچي، ۳۰۹/٤ زكريا)

(۲) جہیز کا سب مال لے جاسکتی ہے، الا یہ کہ ایسا سامان جوصرف شوہر کے لئے ہی خاص مثلاً مردانہ کپڑے وغیرہ تو یہ لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے کو ہبہ سمجھا جائے گا، اور شوہر کی ملکیت میں شامل ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۲/۱۱/۱۴۱۳ھ

اپنا زیور اپنی مرضی سے خرچ کرنے کے بعد شوہر سے مطالبہ کرنا

سوال (۳۵۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سعید کی شادی مورخہ ۹۹-۴-۱۴ کو مسمی سعدیہ کوثر کے ساتھ ہوئی، میاں بیوی نے تقریباً دس سال بحسن وخوبی زندگی گذاری، اس دوران ایک لڑکی تولد ہوئی، بیوی کے والدین نے اس کو ۱۴۰ر گرام سونے کے زیورات دئے اور شوہر کو ۲۱ر گرام زیورات بطورتحفہ دئے، شوہر سعید کے ذمہ داروں نے سعدیہ کوثر کو ۸۷ر گرام سونا کے زیورات دئے کل ملا کر بیوی کے زیورات ۲۲۷ر گرام ہوئے، اب میاں بیوی کے درمیان اختلاف پیدا ہوا نا اتفاقی اس حد تک پہنچ گئی کہ بیوی نے خلع کی درخواست دارالقضاء میں دیدی، اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ سعدیہ کے ۲۲۷ر گرام زیورات میں سے ۱۲۱ر گرام زیورات انہیں کے پاس ہیں، بقیہ ۱۰۶ر گرام زیورات کا حساب درج ذیل ہے:

الف: - ۴ر گرام سونے کا ایک زیور بیوی پہن کر کسی تقریب میں گئی، رات میں سوتے وقت بیوی نے وہ زیور نکال کر شوہر کو حفاظت کے لئے دے دیا، شوہر اس کو جیب میں رکھ کر سویا، اس دوران وہ زیور غائب ہوگیا، صبح کو میاں بیوی نے مصالحت کرلیا کہ جو چیز گم ہوگئی اس کو چھوڑ دیا جائے، اب اس کا مطالبہ بیوی کی طرف سے کیا جارہا ہے، جب کہ اس واقعہ کو ہوئے دس سال

ہوگئے، کیا اس زیور کا ضمان شوہر پر شرعاً واجب ہے؟

ب:- شوہر کے بھائی کی شادی ہوئی ایسے موقعوں پر نئے جوڑے کو تحفہ دینے کا رواج ہے، اس رواج کے مطابق میاں بیوی اپنی رضامندی کے ساتھ ۱۶/ گرام کا ایک زیور نئے جوڑے کو تحفہ میں دیا، اس واقعہ کو گذرے ہوئے تقریباً ۵/ سال ہوگئے، اب علیحدگی کی صورت میں بیوی کی طرف سے اس زیور کا مطالبہ ہو رہا ہے، کیا شرعاً شوہر پر اس زیور کا تحفہ واپس لے کر لوٹانا واجب ہے؟

ج:- بیوی کے والدین بہت قرض دار تھے اور اس وجہ سے وہ بہت پریشان رہتے تھے، انہوں نے اپنے داماد سے درخواست کیا کہ کہیں سے سودی قرض لے کر دیں، داماد نے ان کے لئے سودی قرض کا انتظام کردیا، اور اس کے علاوہ عقد کے کئی سال تک عدم استقرار حمل رہا، شوہر نے استقرار حمل کے علاج کے لئے بھی سودی قرض لیا، اس کی صورت حقیقت یہ ہے کہ داماد نے سسرال والوں کے قرض اور بیوی کے لئے علاج کے لئے بھی سودی قرض لیا، سودی قرض اتنا ہوگیا کہ اس کو ادا کرنا محال ہوگیا، تو ایسی مجبوری کی صورت میں سعدیہ نے شوہر سے کہا کہ میرے زیورات فروخت کر کے اس سود کی رقم ادا کردو، سعدیہ کے حکم سے شوہر سعید نے ۷۷/ گرام سونے کے زیورات فروخت کر کے ادا کیا، بعد میں سسرال والوں نے اصل رقم ادا کر کے قرض کو ختم کیا، اب سوال یہ ہے کہ ۷۷/ گرام سونا جو سعدیہ کوثر کے حکم سے فروخت کر کے سعید نے سود کی رقم ادا کی ہے، کیا ان زیورات کا شوہر پر ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو زیورات بیوی نے برضا ورغبت فروخت کرادئے اور اس کی رقم آپسی رضامندی سے قرض وغیرہ میں ادا کردی گئی، اسی طرح جو زیور بیوی نے دیور کی شادی میں ہدیہ کیا، نیز شوہر سے گم شدہ جس زیور پر مصالحت ہوچکی تھی، ان تمام چیزوں کا اب خلع کے وقت مطالبہ درست نہ ہوگا۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لیس علی المستعیر غیر المغل

ضمان، ولا على المستودع غير المغل ضمان. (سنن الدار قطني ٣٦/٣ رقم: ٢٩٣٩)

كل يتصرف في ملكه ماشاء. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦٥٣/١)

حكم الهبة ثبوت الملك للموهوب له. (الفتاوى التاتارخانية ٤١٣/١٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بارات اور ولیمہ وغیرہ

بارات کا شرعی حکم؟

سوال (۳۵۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: راشد کے والدین چاہتے ہیں کہ ۱۰۰/آدمیوں کی بارت لے جائیں، شرعاً بارات کا کیا حکم ہے؟ اگر ہے تو شرعاً کتنے آدمی ہوں؟ اور اگر نہیں ہے تو پھر کس طرح نکاح کیا جائے کہ شرعاً صحیح اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بارات کوئی شرعی چیز نہیں ہے، نام ونمود اور اسراف سے بچتے ہوئے چند لوگ لڑکے کے ساتھ چلے جائیں اور نکاح میں شریک ہو جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۳/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بارات میں جانا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

سوال (۳۶۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بارات میں جانا شرعاً جائز ہے یا ناجائز، غیروں کا طریقہ ہے یا سنت کے خلاف عمل ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بارات میں جانے کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے، اور نہ سنت سے اس کا کوئی ثبوت ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص دولہا کی دل داری کے لئے ضروری نہ سمجھتے

ہوئے بارات میں چلا جائے، تو اُس کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۶۸/۹، فتاویٰ محمودیہ ۴۱۹/۱۵، بہشتی زیور ۴۰/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادیوں میں لمبی لمبی باراتیں لے جانا؟

سوال (۳۶۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لوگ اپنی شادیوں میں لمبی لمبی باراتیں لے جایا کرتے ہیں، کیا بارات کا مطالبہ کرنا اور اُس کا لے جانا صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادیوں میں بارات لے جانے کا مطلب یہ ہے کہ دولہا کے ساتھ چند مخصوص افراد چلے جائیں، جو نکاح پڑھا کر دلہن کو رخصت کر کے لے آئیں، اس کو بارات کہتے ہیں۔ (بہشتی زیور ۴۲/۶)

اور اِس بارات میں افراد کی تعداد لڑکی والوں کو متعین کرنا جائز ہے، لڑکی والے جتنا کہیں اس کے دائرہ میں لے جانے کی گنجائش ہے، اُس کے برخلاف لڑکے والوں کا زیادہ بارات لانے پر اصرار اور دباؤ ڈالنا قطعاً جائز اور درست نہیں ہے۔ حدیث شریف میں اِس کی سخت ممانعت آئی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۹۹/۱۳)

عن نافع قال: قال عبد اللّٰہ بن عمر رضي اللّٰہ عنہما: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من دُعِيَ فلم یجب فقد عصی اللّٰہ ورسولہ، ومن دخل علی غیر دعوۃ دخل سارقاً وخرج مغیراً. (سنن أبي داؤد ۵۲۵/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۸/۳/۱۴۲۲ھ

لڑکی کی شادی میں ۲۰۰/لوگوں کا بارات میں آنا؟

سوال (۳۶۲): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری لڑکی کی شادی ہے، لڑکی کی سسرال والے بارات میں ۲۰۰/اشخاص لانے کی فرمائش یا خواہش کررہے ہیں، جبر نہیں کررہے ہیں، کہتے ہیں کہ اگر آپ کی حیثیت ہے تو ایسا کریں، میری حیثیت بفضلہٖ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ لوگوں کی خاطر کرنے کی ہے، تو میرے لئے مندرجہ بالا مہمانوں کو بلانے میں ناجائز حرام یا خلافِ سنت فعل تو نہیں ہے، کیا میں بلاسکتا ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج کل بارات کے نام سے دولہا کے ساتھ جو دلہن کے گھر جایا جاتا ہے، اوراس میں زیادہ سے زیادہ تعداد کا ہونا قابلِ فخر سمجھا جاتا ہے، اوراس میں کم تعداد کا ہونا ذلت اور رسوائی سمجھی جاتی ہے، یہ طریقہ شرعاً قابل مذمت اور ناپسندیدہ ہے، ہاں البتہ دولہا کے ساتھ ان کے خاص آدمی باپ بھائی وغیرہ کچھ افراد بحسبِ اطلاع آجائیں، تو اس کی گنجائش ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں شادی کی یہ شان نہ تھی جو آج کل رائج ہے۔ حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ نے شادی کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدعو نہیں کیا؛ بلکہ خبر تک بھی نہیں کی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۴۱۹/۱۵، فتاویٰ دارالعلوم ۲۱/۷ ۵، مجموعۃ الفتاویٰ ۵۲۸/۱)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه أن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم رأی علی عبد الرحمٰن بن عوف صفرة، فقال: ما هٰذا؟ قال إني تزوجت امرأة علی وزن نواة من ذهب، قال بارک اللّٰه لک أولم ولو بشاة. (صحیح البخاري ۷۷٤/۲)

عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: کنا مع النبي صلی اللّٰه علیه وسلم في غزوة فلما کنا قریبًا من المدینة، قلت: یا رسول اللّٰه! إني حدیث عهد بعرس قال: تزوجت، قلت: نعم! (مشکاة المصابیح، کتاب النکاح الفصل الأول ۲٦۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۶/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بارات میں رشتہ داروں کے بجائے جان پہچان کے لوگوں کو لے جانا؟

سوال (۳۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی کے نام پر جو چند آدمی دولہن کو لینے جاتے ہیں، اپنے آباء واجداد اور خاص رشتہ داروں کو چھوڑ کر اپنی پہچان کے علماء، قراء کو لے جانا جب کہ وہ رشتہ میں خاص نہیں، اور جو خاص ہیں یقیناً اُن کے دل پر اپنائیت کے ناطے ٹھیس بھی پہنچتی ہے، کیا شریعت میں قرابت داری کا کوئی حق نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بارات میں رشتہ داروں کو لے جانا کوئی ضروری نہیں؛ بلکہ یہ لڑکے والوں یا لڑکے کی اپنی صواب دید پر موقوف ہے، وہ جن کو چاہے لے جائے، جن کو چاہے نہ لے جائے، اِس پر کسی کو شکوہ وشکایت کا شرعاً موقع نہیں، نکاح میں اصل دعوتِ ولیمہ کی ہوتی ہے، اِس میں یقیناً رشتہ داروں کو ترجیح دینی چاہئے۔

قال في الهندية: ووليمة العرس سنة وفيها مثوبة عظيمة، وهي إذا بنى الرجل بامرأته ينبغي أن يدعوا الجيران والأقرباء والاصدقاء. (الفتاوى الهندية ٣٤٣/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۶/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بارات کے کھانے میں شرکت پر سخت رویہ اپنانا؟

سوال (۳۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا تعلق ایک دین دار گھرانے سے ہے، زید کے والد کا کہنا ہے کہ بارات کا کھانا جو آج کل رائج ہے یہ رسم ہے، شریعت میں اِس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے، اس لئے اُنہوں نے کسی بھی بارات کھانے میں تقریباً ۲۰؍سال سے شرکت نہیں کی، خواہ وہ تقریب اُن کے اپنے عزیز کی ہی کیوں نہ ہو؟ اُن کی دیکھا دیکھی ان کے بعض رشتہ داروں نے بھی اپنے بچہ اور بچیوں کی شادی میں

نہ ہی بارت کا کھانا دیا اور نہ لیا صرف اپنے گھروں میں اپنے رشتہ داروں کو بلاکر دعوت دے دی۔ اَب زید کا رشتہ اُنہیں کی برادری میں طے ہوا ہے اس لئے زید کے والد کا کہنا ہے کہ ہم بارات کا کھانا نہیں لیں گے اور صرف نکاح کر کے لڑکی کو گھر لے آئیں گے؛ لیکن لڑکی والوں کا کہنا ہے کہ ہم نکاح کے بعد بارات کا کھانا بھی دیں گے اور صرف برادری کے لوگوں کو اس میں مدعو کریں گے، اور لڑکے والے کو مدعو کریں گے اور اس پر حد درجہ مصر ہیں۔

واضح رہے کہ لڑکی بن ماں کی ہے، اور وہ اپنے ماموں جو کہ صاحبِ حیثیت ہے، اُن کے پاس رہتی ہے، اور ماموں کا کہنا ہے کہ ہماری بھی لڑکیاں ہیں، ہم مستقبل میں اُن کی شادی میں تو بارات کا کھانا دیں گے، اب اگر بھانجی کی شادی میں دعوت (یعنی بارات کا کھانا) نہیں کیا، تو کل کو لوگ طعن کریں گے کہ اپنی بیٹی کی شادی میں تو خرچ کیا؛ لیکن بھانجی جو بیچاری بن ماں کی ہے، اُس کو سستے میں رخصت کردیا؛ اس پر زید کے والد کا کہنا ہے کہ اگر آپ دعوت کرنا چاہتے ہیں، تو نکاح کے بعد آپ اپنے عزیز واُقارب کی دعوت کردیں، اور ہم اپنے عزیز واقارب کی دعوت کردیں؛ لیکن اس پر بھی وہ لوگ تیار نہیں ہیں اور بارات کا کھانا دینے پر مصر ہیں، ایسی صورت میں زید کے والد کیا کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بارات کا کھانا واجب یا سنت تو نہیں ہے؛ لیکن ناجائز بھی نہیں ہے؛ بلکہ اگر رسومات اور تکلفات سے خالی ہو تو محض مباح ہے؛ لہٰذا اُس میں شرکت میں شرعاً کوئی حرج نہیں، آپ کے والد صاحب کو چاہئے کہ اِس معاملہ میں زیادہ سخت رویہ نہ بنائیں، اور بارات کے کھانے میں شرکت سے انکار نہ کریں۔ (مستفاد: انوارِ نبوت ۵٦٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۵/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح میں لڑکی والوں کی طرف سے کھانے کی دعوت کا حکم؟

سوال (۳٦۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: نکاح لڑکی کے گھر کے پاس ہوا، اور جس میں شرکت کے لئے دونوں جانب سے لوگ آتے ہیں، لڑکی والوں کے یہاں کیا لڑکے والے بھی کھانا کھا سکتے ہیں؟ اگر ہاں، تو کیا یہ بارات کی شکل نہ ہوگی؟ اِس میں اَفضل کیا ہے؟ اِجازت کیا ہے اور ممانعت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: لڑکی والے اگر نکاح کے موقع پر نام ونمود اور اِسراف سے بچتے ہوئے بلا کسی جبر و اِکراہ کے اپنے پڑوسیوں اور متعلقین کو کھانے پر مدعو کریں، تو یہ ناجائز نہیں ہے، اِس لئے مسئولہ صورت میں جو بھی مدعوئین ہیں، خواہ وہ لڑکے کے ساتھ آئے ہوں یا لڑکی والوں نے بلایا ہو، سب کے لئے اس دعوت میں شرکت جائز ہے؛ البتہ یہ دعوت اِس طرح مسنون نہیں جس طرح ولیمہ کی دعوت مسنون ہوتی ہے، صرف جواز کی حد تک ہے۔ بعض ضعیف روایات سے اس کا ثبوت ملتا ہے، مگر ان سے سنیت کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔ (المعجم الکبیر ۲۲/ ۴۱۱ رقم: ۱۰۲۲، مصنف عبدالرزاق ۵/ ۴۸۷ رقم: ۹۷۸۲)

وفي حديث أنس رضي الله عنه خطبها علی بعد أن خطبها أبو بكر – إلى قوله – فقال: أدع لي أبا بكر وعمر وعثمان وعبد الرحمن بن عوف وعدة من الأنصار فلما اجتمعوا وأخذوا مجالسهم. (شرح الزرقاني مع المواهب اللدنية ۲/ ۲-۳ بيروت، بحواله: فتاویٰ محمودیه ۳۸۹/۱۷ میرٹھ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴/ ۱/ ۱۴۳۳ھ

نکاح کی دعوت کھانا؟

سوال (۳٦٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری برادری میں نکاح کے سلسلے میں یہ طریقہ رائج ہے کہ نکاح مسجد میں پڑھا جاتا ہے، اس کے بعد وقت مقرر پر متعینہ جگہ (شادی ہال) میں لڑکی والوں کی طرف سے کھانے کی دعوت

ہوتی ہے اور لوگ اس میں شرکت کرتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اِس دعوت میں شرکت کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۲) لڑکے والے اپنے اعزاء واقارب کو لے کر اس کھانے میں شرکت کے لئے جاتے ہیں، جس میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں جو کھانے کے بعد لڑکی کو رخصت کرا کر لے آتی ہیں؟ شرعاً اس طرح کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) لڑکی والے اگر نکاح کے موقع پر نام ونمود اور اِسراف سے بچتے ہوئے دعوت کا انتظام کریں، تو مدعوین خواہ وہ لڑکے کے ساتھ آئے ہوں یا لڑکی والوں نے بلایا ہو، سب کے لئے اس دعوت میں شرکت کرنا جائز ہے؛ لیکن یہ دعوتِ ولیمہ کی دعوت کی طرح مسنون نہیں ہے۔ (مستفاد: دینی مسائل اور اُن کا حل ۲۲۱)

(۲) آج کل جس طرح مردوں اور عورتوں کے بڑے مجامع کے ساتھ باراتیں لے جائی جاتی ہیں وہ بہت سے منکرات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہیں، سلف صالحین سے ان کا ثبوت نہیں ملتا ہے؛ البتہ نام ونمود اور رسومات کے بغیر شرعی حدود اور پردے کی مکمل رعایت رکھتے ہوئے مختصر تعداد میں لڑکی کو اپنے ساتھ لانے کے لیے اپنے محرم مردوں کے ہمراہ کچھ عورتیں بھی چلی جائیں؛ تاکہ اُنسیت میں اضافہ ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: دینی مسائل اور ان کا حل ۲۱۹، کفایت المفتی ۸۶/۹ زکریا، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴۰۸/۶، فتاویٰ محمودیہ ۲۳۱/۱۱ ڈابھیل)

عن نافع عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من دعي إلى عرس أو نحوه فليجب. (صحيح مسلم ٤٦٢/١)

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا دُعِيَ أحدكم إلى طعام فليجب، فإن شاء طعم وإن شاء ترك. (صحيح مسلم ٤٦٢/١)

عـن نـافـع عـن عبد اللّٰه بن عـمر رضي اللّٰه عنه قال : قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إئتوا الدعوة إذا دعيتم. (صحيح مسلم ٤٦٢/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱۰/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کی تقریب میں دعوت پر جانا؟

سوال (۳۶۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے عزیز یا دوست کی لڑکی یا بہن کی شادی ہے، اس میں مجھے انہوں نے کھانے کی دعوت دی ہے، اس شادی میں شرکت کرنا اور کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ یہ فعل خلافِ سنت تو نہیں ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: آپ کے دوست جنہوں نے آپ کو اپنی لڑکی یا بہن کی شادی کی تقریب میں مدعو کیا ہے، اگر اس تقریب میں کوئی منکرات نکاح اور معصیت کا کام نہ ہونے کا یقین ہے، تو اس میں آپ کا شریک ہونا درست ہے، یہ فعل خلافِ سنت نہ ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تمہیں کسی دعوت میں بلایا جائے تو تم اسے قبول کرو۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ ۴۷۲)

عـن نـافـع عـن عبد اللّٰه بن عـمر رضي اللّٰه عنه قال : قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إئتوا الدعوة إذا دعيتم. (صحيح مسلم ٤٦٢/١)

لـو دُعِـي إلـى دعـوة فـالواجب أن يجيبه إن لم يكن هناك معصية ولا بـدعة إن لـم يـجـب كان عاصياً والامتناع أسلم في زماننا إلا إذا علم يقينا بأنه ليـس فيهـا بـدعة ولا معصية، كذا في الينابيع. (الـفتـاوىٰ الهندية ٣٤٣/٥، الموسوعة الفقهية ٢٣٧/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۶/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ولیمہ سنت ہے

سوال (۳٦٨): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: راشد کے والد راشد کے نکاح اور واپسی کے بعد دعوتِ ولیمہ کرنا چاہتے ہیں، اور وہ بھی مسنون اور شرعی طور پر؛ لہٰذا کس طرح اور کس انداز ومعیار کا کریں کہ جو دین وشریعت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ولیمہ کرنا سنت ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس میں اپنی وسعت کے مطابق ریا ونمود سے بچتے ہوئے احباب اور رشتہ داروں کو کھانا کھلانا چاہئے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم رأى على عبد الرحمٰن بن عوف أثر صفرة، فقال: ما هذا؟ قال: إني تزوجت امرأة على وزن نواة من ذهب، قال بارک اللّٰه لک أولم ولو بشاة. (مشكاة المصابيح ٢٧٧)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: الوليمة حق وسنة، فمن دُعِيَ فلم يجب فقد عصى اللّٰه ورسوله. (مجمع الزوائد ٥٢/٤)

ووليمة العرس سنة، وفيها مثوبة عظيمة. (الفتاویٰ الهندية ٣٤٢/٥ زكريا)

وليمة العرس سنة وهي مثوبة عظيمة وهي غذا بني الرجل بامرأته ينبغي أن يدعوا الجيران والأقرباء والأصدقاء. (الفتاویٰ الهندية ٣٤٢/٥ زكريا)

فلما زوّجه، قال له رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يا علي! إنه لا بد للعروس من وليمة. فقال سعد: عندي كبش وجمع له رهط من الأنصار آصعًا من ذرة، وكان ذلک وليمة عرسه. (تاريخ الخميس / باب تزوج عليّ بفاطمة رضي اللّٰه عنها ٣٦٢/١ بيروت)

قال أنس: ثم دعاني عليه الصلاة والسلام بعد أيام فقال: ادع لي أبا بكر

وعـمـر وعثـمـان وعبـد الرحمن وعدةً مـن الأنـصـار، فلـمـا اجتمعوا وأخذوا مجالسهم، وكان علي غائبًا ...... الخ. (شرح العلامة الزرقاني / باب تزويج علي بفاطمة رضي الله عنهما ٢/٢ ٣٦ عباس أحمد الباز مكة المكرمة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۳/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ولیمہ کب تک مسنون ہے اور اُسکے کیا شرائط ہیں؟

سوال (۳۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ولیمہ کب کہاں اور نکاح سے کتنے دنوں کے اندر رہنا چاہئے؟ اور اُس کی دیگر شرائط کیا ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ولیمہ دراصل نکاح کے شکرانہ کی دعوت ہے اور اس کے لئے اَفضل وقت رخصتی کے بعد ہے، کسی مصلحت سے دو چار دن بعد بھی ولیمہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اتنی تاخیر نہ ہو کہ بشاشت نکاح باقی نہ رہے۔ (مستفاد: باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ ۲۵۸)

عـن أنـس بـن مـالـک رضي اللّٰه عنه أنه كان ابن عشر سنين مقدم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فكان أمهاتي يواظبني على خدمة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، فخدمته عشر سنين. وتوفي النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وأنا ابن عشرين سنة، فكنت أعلم الناس بشأن الحجاب حين أنزل، وكان أول ما أنزل في مبتنى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بزينب بنت جحش أصبح النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بها عروسًا، فدعا القوم، فأصابوا من الطعام ثم خرجوا، وبقي رهط منهم.

(صحيح البخاري ٧٧٦/٢، إعلاء السنن ١٦/١١ رقم: ٣٠٨٢ دار الكتب العلمية بيروت)

يـجـوز أن يولم بعد النكاح أو بعد الرخصة، أو بعد أن يبنى بها، والثالث: هو الأولىٰ. (بذل المجهود ٣٤٥/٤ هندي)

وحديث أنس في هٰذا الباب صريح في أنها أي الوليمة بعد الدخول، لقوله فيه: أصبح عروسًا بزينب فدعا القوم. (إعلاء السنن ١١/١٦-١٧ بيروت)

عن حفصة بنت سيرين قالت: لما تزوج أبي دعا الصحابة سبعة أيام.

(إعلاء السنن ١١/١٧ رقم: ٣٠٨٤ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: تزوج النبي صلى اللّٰه عليه وسلم صفية، وجعل عتقها صداقها، وجعل الوليمة ثلاثة أيام، أخرجه أبو يعلى بسند حسن.

(فتح الباري ٩/ ٢١٠، مسند أبي يعلى ٦/ ٣٨٣٤ بحواله: إعلاء السنن ١١/١٧ رقم: ٣٠٨٣ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي الهندية: ولا بأس بأن يدعو يومئذ من الغد وبعد الغد، ثم ينقطع العرس والوليمة كذا في الظهرية. (الفتاوىٰ الهندية / الباب الثاني عشر في الهدايا ٥/ ٣٤٣ زكريا)

قيل: إنها تكون بعد الدخول، وقيل: عند العقد، وقيل: عندهما، واستحب أصحاب مالك أن تكون سبعة أيام، والمختار أنه على قدر حال الزوج. (مرقاة المفاتيح ٦/ ٢٥٠ ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰؍۴؍۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متعدد جگہوں پر ولیمہ کرنا؟

سوال (۳۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص رہتا تو ممبئی میں ہے اور لڑکی کلکتہ کی ہے، اور دونوں کو شادی کے بعد مستقل ممبئی میں رہنا ہے، نکاح کسی وجہ سے دہلی میں ہوا، اور سہولت کے لئے ولیمہ دوسرے دن وہیں ہوگیا، اب ممبئی آنے کے بعد متعلقین نے دعوت کا مطالبہ کیا اور کلکتہ والے بھی اپنے یہاں دعوت کرنا چاہتے ہیں، تو کیا اِن دونوں مقامات پر دعوت کی گنجائش ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ تینوں جگہوں کے مدعوین الگ الگ حضرات ہیں، اس لئے ولیمہ کے نام پر سوال میں مذکورہ تینوں جگہوں کی دعوتوں میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

باب حق إجابة الوليمة والدعوة: ومن أولم سبعة أيام ونحوه، ولم يوقت النبي صلى الله عليه وسلم يوما ولا يومين. (صحيح البخاري ۷۷۷/۲)

قال في فتح الباري: يشير إلى ما أخرجه ابن أبي شيبة من طريق حفصة بنت سيرين قالت: لما تزوج أبي، دعا الصحابة سبعة أيام ومن وجه آخر ...... فيه ثمانية أيام......، وقال أيضا بحثاً فيه: أما الكراهة في اليوم الثالث فأطلقه بعضهم بظاهر الخبر، وقال العمراني: إنما تكره إذا كان المدعو في الثالث هو المدعو في الأول، وكذا صوره الروياني ...... وإذا أكثر الناس فدعا في كل يوم فرقة لم يكن في ذٰلک مباهاة غالبا ...... وقال بعضهم: محله إذا دعا في كل يوم من لم يدعو قبله ولم يكرر عليهم. (فتح الباري، النكاح / باب حق إجابة الوليمة والدعوة ۳۰۲/۱۱-۳۰۳ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۴/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکیوں کی شادی میں ولیمہ کرنا؟

سوال (۳۷۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا لڑکیوں کی شادی میں ولیمہ مسنون اور مباح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کے موقع پر لڑکی والوں کا عام لوگوں کو کھانا کھلانا ضروری یا مسنون نہیں ہے؛ بلکہ صرف مباح ہے، اِس کی وہ حیثیت نہیں جو ولیمہ مسنونہ کی ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۷/ ۳٦۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۱۸/۳/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر کسی وجہ سے زُفاف نہ ہوسکی تو ولیمہ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۳۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کچھ عذر کی وجہ سے میاں اور بیوی میں میل ملاپ نہ ہوسکا، یعنی شبِ زفاف نہ ہوسکی، تو ولیمہ کا کیا حکم ہے؟ اس سے ولیمہ پر کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟ لہٰذا یہ تحریر فرمائیں کہ ولیمہ سنت یا مستحب یا مسنون! میاں بیوی کے ملاپ نہ ہونے پر ولیمہ کا کیا حکم ہے؟ اگر ولیمہ میں ایک دو روز اور بڑھ جائے، تو کیا سنت میں کچھ کمی ہوگی یا مکمل اَجر ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عقد نکاح کے بعد لڑکے کی طرف سے جب بھی نکاح کی دعوت کی جائے تو ولیمہ کی سنت ادا ہوجائے گی، خواہ زوجین میں خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو؛ تاہم بہتر یہی ہے کہ خلوتِ صحیحہ کے بعد ولیمہ کیا جائے اور اس میں اگر کچھ روز کی تاخیر ہوجائے، تو بھی کوئی حرج نہیں۔

والمنقول من فعل النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم أنها بعد الدخول كأنه يشير إلی قصة زينب بنت جحش، وقد ترجم عليه البيهقي وقت الوليمة ...... وحديث أنس في هٰذا الباب صريح في أنها: أي الوليمة بعد الدخول. (إعلاء السنن ۱۱/ ۱٦-۱۷ دار الكتب العلمية بيروت)

يجوز أن يؤلم بعد النكاح، أو بعد الرخصة، أو بعد أن يبنی بها، والثالث هو الأولی. (بذل المجهود ٤/ ۳٤٥ قديم، فتاوی دارالعلوم ۷/ ۱٦۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۰/۱/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ولیمہ کے لئے صحبت کرنا ضروری ہے؟

سوال (۳۷۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور بکر دونوں دوست ہیں اور زید کی چندروز قبل شادی ہوئی، اور دوسرے روز ولیمہ ہوا؛ لیکن جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ بارات رات کو دیر سے روانہ ہوئی اور رخصتی ۴/۵ ربجے کے قریب پہلے میاں بیوی دونوں میں خلوت تو ہوگئی؛ لیکن صحبت نہ کر سکے؛ اسلئے بکر کا کہنا ہے کہ زید کا ولیمہ صحیح نہیں ہوا، ولیمہ درست ہونے کیلئے ضروری ہے کہ صحبت کی جائے، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ ولیمہ درست ہونے کے لئے صحبت کرنا ضروری ہے یا خلوت (تنہائی) ہی کافی ہے؟ نیز اگر صحبت ضروری ہے، تو شب عروس میں دلہن اگر حیض کی حالت میں ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کے بعد جب کہ میاں بیوی میں خلوت ہوگئی، تو اگلے روز ولیمہ کرنا صحیح ہوگیا، ولیمہ کے لئے صحبت ضروری نہیں ہے۔ (مستفاد: بذل المجہود ۵/۳۴۵، انوار نبوت ۶۵۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل جدید مدلل ومحقق ۶/۳۰۹)

ولا خلاف بين أهل العلم في أن الوليمة سنة في العرس مشروعة لما روي أن النبي صلى الله عليه وسلم أمر بها وفعلها، وليست واجبة في قول أكثر أهل العلم. (إعلاء السنن ۱۰/۱۲)

قيل: إنها تكون بعد الدخول، وقيل: عند العقد، وقيل: عندهما. والمختار أنه على قدر حال الزوج. (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح / باب الوليمة ۳/۴۵)

شبِ زفاف میں اگر عورت حائضہ ہو تو اس سے جماع جائز نہیں ہے، حیض سے پاک ہو تو جماع میں حرج نہیں ہے۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ، وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ [البقرة، جزء آيت: ۲۲۲]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من

أتى حائضًا ...... كفر بما أنزل على محمد صلى اللّٰه عليه وسلم. وفي رواية: فقد برئ مما أنزل على محمد صلى اللّٰه عليه وسلم. (سنن أبي داؤد رقم: ۳۹۰٤، مسند أحمد ۲/ ٤۰۸، الترغيب والترهيب مكمل ٥۲٥ رقم: ۳۷۰٤ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۴/۱۱/۲۲ھ

شادی کی مشترکہ دعوت میں ولیمہ کی نیت کرنا؟

سوال (۳۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض علاقوں میں لڑکی اورلڑکے والے مل کر بموقع نکاح دعوت کا انتظام کرتے ہیں، اس کے بعد کیا ولیمہ کی ضرورت باقی رہتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر تو یہی ہے کہ رخصتی کے بعد ولیمہ ہو؛ لیکن اگر نکاح کے بعد دعوت میں ولیمہ کی نیت کرلی جائے، تو بھی ایک قول کے مطابق سنتِ ولیمہ ادا ہو جائے گی اور بعد میں ولیمہ کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۷/ ۱٦۷)

قيل: إنها تكون بعد الدخول، وقيل: عند العقد، وقيل: عندهما. والمختار أنه على قدر حال الزوج. (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح / باب الوليمة ۳/ ٤٥)

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۴/۵/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی والوں کے مہمانوں کو ولیمہ میں مدعو کرنا؟

سوال (۳۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا لڑکی والوں سے یہ کہنا کہ آپ لوگ محض نکاح کا انتظام کریں، بقیہ آپ کے تمام قریبی رشتہ داروں کے کھانے کا انتظام اپنے یہاں ولیمہ میں کریں گے؛ کیوں کہ لڑکی والوں پر کھانے کا

بوجھ ڈالنے کا کہیں ثبوت نہیں ہے، کیا زید کا اِس طرح کا مطالبہ کرنا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کے موقع پر لڑکی والوں کے لئے کھانے کا اہتمام سنت نہیں ہے؛ بلکہ صرف مباح ہے؛ البتہ لڑکے والوں کے لئے ولیمہ سنت ہے۔ بریں بناء اگر زید نے مذکورہ مشورہ دیا ہے، تو یہ کوئی غلط مشورہ نہیں ہے، لڑکی والے اگر اسے قبول کرلیں، تو کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۹۲/۱۷ میرٹھ، انوارنبوت ۵۷۶، بہشتی زیور ۴۱/۶)

عن أنس رضي اللّٰہ عنہ قال: لما قدموا المدينة نزل المهاجرين على الأنصار، فنزل عليه عبد الرحمن بن عوف على سعد بن الربيع، فقال: أقاسمک مالي وأنزل لک لمن إحدى امرأتي، قال: بارک اللّٰہ في أهلک ومالک، فخرج إلى السوق، فباع واشترىٰ، فأصاب شيئًا من أقط وسمن فتزوج، فقال النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم: أولم ولو بشاة. (صحيح البخاري ۷۷۷/۲ رقم: ۵۱۶۷، إعلاء السنن ۱۵۰۱۴/۱۱ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي هريرة رضي اللّٰہ عنه قال: الوليمة حق وسنة فمن دعىٰ فلم يجب فقد عصى اللّٰہ ورسوله. (المعجم الأوسط ۵۶۳/۴ رقم: ۳۹۴۸ قديم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۸/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دعوتِ ولیمہ یا نکاح میں شرکت کیلئے لمبا سفر کرنا؟

سوال (۳۷۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا نکاح یا ولیمہ میں شرکت کے لئے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دور دراز سے بلا سکتے ہیں؟ اس کے لئے لمبا سفر کرنا اور بلانا کیسا ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نکاح یا ولیمہ میں شرکت کے لئے دور دراز کا سفر کرنا غلط ہے؛ کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مدینہ ہی میں

نکاح کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح میں مدعو نہیں فرمایا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ولیمہ یا نکاح کی تقریباً میں شرکت کے لئے رشتہ داروں اور متعلقین کو دعوت دینا اور مدعو حضرات کا ان دعوتوں میں شریک ہونا، خواہ مقامی طور پر ہو یا بیرونِ شہر سے آکر ہو، ہر طرح جائز ہے؛ کیوں کہ یہ طریقہ خیر القرون سے آج تک سلفاً وخلفاً بلانکیر جاری ہے، اور اِس مقصد سے سفر کرنے کی ممانعت کسی روایت میں نظر سے نہیں گذری، اور سوال میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے جس واقعہ کا حوالہ دیا گیا ہے، اُس سے محض اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی دعوت دینا ضروری اور لازم نہیں ہے؛ لیکن اس سے یہ استدلال کہ اگر دعوت دی جائے تو اُسے قبول نہ کیا جائے درست نہیں ہے؛ کیوں کہ خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ولیمہ کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدعو فرمایا ہے، اور آپ بھی شادی کی دعوت میں تشریف لے گئے، اور ولیمہ کی دعوت کا اہتمام مسنون ہے اور یہ بھی اعلان نکاح کی ایک بہترین شکل ہے جس کا حدیث میں حکم دیا گیا ہے۔

أخبرني أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنہ أنہ کان ابن عشر سنین فقدم في حدیث طویل: وکان أول ما أنزل في مُبتَنیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بزینب بنة جحش، أصبح النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم بھا عروسا، فدعا القوم فأصابوا من الطعام ثم خرجوا. (صحیح البخاري ۷۷۶/۱)

عن عائشة رضي اللّٰہ عنہا قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أعلنوا ہٰذا النکاح واجعلوہ في المساجد. (سنن الترمذی ۲۰۷/۱)

عن عبد اللّٰہ بن عمر رضي اللّٰہ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: إذا دعي أحدکم إلی الولیمة فلیأتہا. (صحیح البخاري / باب حق إجابة الولیمة والدعوة رقم: ۵۱۷۳)

وفي روایة: من لم یجب الدعوة فقد عصی اللّٰہ ورسولہ. (سنن أبي داؤد ۵۲۵/۲)

وفي الاختيار: وليمة العرس سنة قديمة إن لم يجبها أثم؛ لقوله عليه السلام: من لم يجب الدعوة فقد عصى الله ورسوله، قال عليه السلام: لو دعيت إلى كراع لأجبت. (الرد المحتار على الدر المختار ۹/۱ ۵۰)

دعا أبو سعيد الساعدي رضي الله عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم في عرسه، وكانت امرأته يومئذ خادمهم، وهي العروس. قال سهل: تدرون ما سقتَ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم؟ أنقعت له تمرات من الليل، فلما أكل سقته إياه. (صحيح البخاري / باب إجابة الوليمة والدعوة ۷۷۸/۲ رقم: ۵۱۷۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دعوتِ ولیمہ میں عورتوں کو مدعو کرنا؟

سوال (۳۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا دعوت ولیمہ میں عورتوں کو بلانا جائز ہے، جہاں پردے کا معقول نظم ہو؛ تاکہ خاندانوں کا سماجی وثقافتی جوڑ اور تعلق ومحبت کی بنیاد پڑے، مگر دوسری طرف اکثر وبیشتر خواتین کے ایسے اجتماع میں زیورات ملبوسات کی نمائش ہوتی ہے، ساتھ ہی ایسی محفلیں غیبت، چغل خوری اور فوقیت پسندی کا ایک پلیٹ فارم بنتی ہیں، اس کا صحیح طریقہ کیا ہو، اور کس حد تک گنجائش ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ولیمہ یا نکاح کی تقریب میں عورتوں کا بلانا یا اُن کا جمع ہونا فی نفسہٖ منع نہیں ہے، چنانچہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے موقع پر خواتین گھر میں جمع ہوئی تھیں۔ بریں بنا اگر اور کوئی منکر نہ ہو، تو ایسی تقریبات میں خواتین کے جانے میں حرج نہیں، اب رہ گئی یہ بات کہ اس موقع پر زیورات وملبوسات کی نمائش یا زبان کے گناہ کثرت سے ہوتے ہیں، تو واقعۃً حسن تدبیر کے ساتھ ان منکرات کو روکنے کی کوشش کرنی چاہئے، اگر مرد اپنی خواتین کی ذہن سازی کریں، تو امید ہے کہ اِن منکرات میں کمی آسکتی ہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ [الحجرات، جزء آیت: ۱۲]

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: تزوجني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم – في حديث طويل – فأوقفتني على الباب فقلت: هه هه حتى ذهب نفسي فأدخلتني بيتًا، فإذا نسوة من الأنصار، فقلن: على الخير والبركة وعلى خير طائر، فأسلمتني إليهن فغسلن رأسي وأصلحنَني فلم يُرعني إلا ورسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ضُحي فأسلمني إليه. (صحيح مسلم / باب تزوج الأب البكر الصغيرة ۴۵۶/۲ رقم: ۱۴۲۲)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من رأى منكم منكرا فليغيره بيده ومن لم يستطع فبلسانه، ومن لم يستطع فبقلبه وذٰلک أضعف الإيمان. (سنن الترمذي ۴۰/۲)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: أبصر النبي صلى اللّٰه عليه وسلم نساء وصبيانا مقبلين من عرس فقام ممتّنا، فقال: اللّٰهم أنتم من أحبِّ الناس إلي.

(صحيح البخاري / باب ذهاب النساء والصبيان إلى العرس ۷۷۸/۲ رقم: ۵۱۸۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ولیمہ میں پوری برادری کو مدعو کرنا؟

سوال (۳۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا تعلق ایسی برادری سے ہے جو بہت بڑی ہے، زید اپنے بیٹے کے ولیمہ میں برادری کے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو بلانا چاہتا ہے واضح رہے کہ زید صاحب حیثیت ہے اور وہ ان تمام لوگوں کی دعوت منظّم شکل میں بغیر کسی منکرات اور رسوم قبیحہ کے کرسکتا ہے، تو دریافت طلب امر ہے کہ کیا زید اپنے تمام برادری کے لوگوں کو اس میں مدعو کرسکتا ہے، اگر نہیں کرسکتا تو کتنے لوگوں کو کرسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ولیمہ کے اندر پوری برادری کی دعوت ضروری نہیں

ہے؛ بلکہ اپنے قریبی متعلقین کی دعوت کافی ہے، زیادہ بڑی دعوت میں بدنظمی کے اندیشہ کے ساتھ دوسرے اہل برادری کے لئے غلط نظیر بننے کا بھی اندیشہ رہتا ہے، اس لئے تمام مصالح کی رعایت رکھتے ہوئے اور تکلفات سے بچتے ہوئے قریبی لوگوں کو مدعو کرنا کافی ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ کَفُوْرًا﴾ [بنی اسرائیل: ۲۷]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلاَ تُسْرِفُوْا، اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ﴾ [الأعراف: ۳۱]

أما الدعو ة إلى الطعام غير العرس؛ فإنها جائزة حتى كانت خالية من محظورات ديني. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل ٤٢٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۵/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے والوں کا لڑکی والوں سے بہت زیادہ رقم لے کر ولیمہ کرنا؟

سوال (۳۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آندھرا پردیش میں لڑکے والے لڑکی والے سے بہت زیادہ رقم کا مطالبہ کرتے ہیں، پھر اسی رقم سے مختلف اقسام کے کھانے تیار کر کے ولیمہ کی دعوت کی جاتی ہے، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کس درجہ کا، کیا بالکل حرام ہے، جب کہ لڑکی والے کچھ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی مرضی سے پیشگی رقم تلک کے نام پر دیتے ہیں، اگر لڑکی والوں ہی کی جانب سے نکاح اور ولیمہ کی دعوت آئی ہے، تو کیا اس صورت میں بھی ولیمہ کا کھانا ناجائز ہوگا؟ میں چوں کہ امام اور الحمد للہ قاسمی بھی ہوں، اس لئے یہ باتیں دل میں آرہی ہیں، کیا ایسی دعوت کے کھانے سے حرام لقمہ کھانے کا گناہ ہوگا، یا مکروہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ بات یقینی ہو کہ ولیمہ کا کھانا حرام پیسوں سے تیار کیا گیا ہے، تو ایسی صورت میں شرکت کرنے سے احتراز کرنا لازم ہے، خواہ دعوت لڑکے والوں کی طرف سے دی گئی ہو یا لڑکی والوں کی طرف سے، اور اگر حرام کا ہونا یقینی نہ ہو، اور نہ ہی اس کا گمان

غالب ہوتو پھر دعوت میں شرکت کی شرعاً اِجازت ہے۔

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: جاء إليه رجل فقال: إن لي جاراً يأكل الربا، وإنه لا يزال يدعوني، فقال: مهنأه لک وإثمه عليه، قال سفيان: فإن عرفته بعينه فلا تصبه. (المصنف لعبد الرزاق / باب طعام الأمراء وآكل الربا ۸/۱۵۰ رقم: ۱٤٦۷۵)

عن سلمان الفارسي رضي اللّٰه عنه قال: إذا كان لک صديق عامل أو جار عامل أو ذو قرابة عامل فأهدىٰ لک هدية أو دعاک إلىٰ طعام فاقبله، فإن مهنأه لک وإثمه عليه. (المصنف لعبد الرزاق / باب طعام الأمراء وآكل الربا ۸/۱۵۰ رقم: ۱٤٦۷۷)

أكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه، أو أضافه، وغالب ماله حرام لايقبل ولا يأكل ما لم يخبر أن ذٰلک المال أصله حلال ورثه أو استقرضه، وإن كان غالب ماله حلالاً لابأس بقبول هديته والأكل منها. (الفتاوىٰ الهندية ۳٤۳/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۳/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی والوں کا بارات کو ناشتہ کرانا؟

سوال (۳۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی کے موقع پر نکاح کرنے کے لئے دولہا کے ساتھ جو آدمی جاتے ہیں، جس کو بارات کہا جاتا ہے، جب دولہا اور اس کے ساتھی دولہن کے گھر پہنچتے ہیں، تو دولہا کے اصرار کئے بغیر لڑکی والے اپنے مہمانوں کو اولاً ناشتہ کراتے ہیں چاہے بارات ایک بجے پہنچے، پھر بعد میں کھانا کھلاتے ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ اس طرح کے موقعوں پر بارات کو ناشتہ کرانا کیا ازروئے شرع ممنوع ہے، لڑکی والے مہمان نوازی کے طور پر ناشتہ کرائیں، یا لڑکے والے دولہن کے والدین پر ناشتہ اور عمدہ کھانے کی ترغیب دیں دونوں کا حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے بلاجبر اپنی

خوشی سے باراتیوں کو اور مہمانوں کو ناشتہ کرانا فی نفسہٖ جائز ہے؛ البتہ اسراف، ناموری اور رسومات سے بچنا ہر حالت میں لازم ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۱۵۶/۵)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ﴾ [بنی اسرائیل: ۲۷]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من كان يؤمن باللّٰه واليوم الآخر فليكرم ضيفه. (صحيح البخاري، الأدب / باب إكرام الضيف ۹۰٦/۲)

والضيافة من سنن سيد المرسلين وعباد اللّٰه الصالحين. (عمدة القاري، الأدب / باب حق الضيف ۲۷۰/۲۳ دار الكتب العلمية بيروت)

عن جندب رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من سمّع سمع اللّٰه به، ومن يرائي يرائي به. (متفق عليه، مشكاة المصابيح / باب الريا والسمعة ٤٥٤)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤونة. (مشكاة المصابيح / الفصل الثالث ٢٦٨)

عن غضيف بن الحارث الشمالي رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ما أ؛دث قوم بدعة إلا رفع مثلها من السنة، فتمسك بسنة خير من أحداث بدعة. (رواه أحمد، كذا في مشكاة المصابيح / باب الاعتصام بالكتاب والسنة ۳۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رسوماتِ نکاح

شادی سے متعلق ہدایتِ نبوی اور لڑکے کو سہرا باندھنا؟

سـوال (۳۸۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکا یا لڑکی کی شادی میں اللہ اور اُس کے رسول کا کیا حکم ہے؟ اور کہتے ہیں کہ لڑکے کو سہرا باندھنا سنت ہے، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ دولہا بننے کے بعد گھوڑے پر بیٹھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکے اور لڑکی کی شادی میں حکم شریعت یہ ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق عمل کرنے کی پوری کوشش کی جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة.** (مشکاة المصابیح ۲۶۸/۲) (سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم مشقت ہو)

سہرا باندھنا اور اسی طرح لڑکے کو گھوڑے پر ریا ونمود کے لئے اور رسم ورواج کی رعایت کرتے ہوئے بٹھانا یہ دونوں ہندوانہ طریقے اور اُن کی مشابہت ہیں، جس سے شریعت میں منع کیا گیا ہے؛ لہٰذا مذہبِ اسلام سے اُن کا کوئی تعلق نہیں ہے؛ بلکہ اُن کا ترک لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۱۲/۱۱ ڈابھیل، بہشتی زیور ۲۵/۶)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ۵۵۹/۲ رقم: ۴۰۳۱ مكتبة دار الحديث ملتان)

قال العلامة المناوي تحته: أي تزيّا في ظاهره بزيّهم، وفي تعرّفه بعرفهم،

وفـي تـخـلـقـه بخلقهم، وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم ...... وبـأبلغ من ذٰلک صرّح القرطبي فقال: لو خص أهل الفسوق والمُجون بلباس، مـنـع لبسـه لـغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الـظان والمظنون فيه بسبب العون عليه. (فيـض القدير شرح الجامع الصغير ۵۷۴/۱۱ رقم: ۸۵۹۳ مكتبة نزار مصطفیٰ الباز رياض) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۱/۲/۵ھ

بیاہ شادی کی رسومات کو کس طرح ختم کیا جائے؟

سوال (۳۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے شادی بیاہ کے رسم ورواج کے خلاف گاؤں کی برادری کی میٹنگ بلاکر جس میں تقریباً گیارہ دیہات مدعو تھے، اس میں یہ تجویز رکھی کہ بارات میں صرف سوآدمیوں کو لے جانے کی اِجازت ہوگی، اور منگنی میں صرف ایک آدمی جایا کرے گا، اس پر عمر نے تجویز رکھی کہ سو سے بڑھاکر ایک سو پچاس باراتی کردئے جائیں، زید نے اِس تجویز کو مسترد کردیا، اِس پر تین دیہات عمر کے ساتھ ہوگئے، اور اُنہوں نے زید کی تجویز ماننے سے انکار کردیا، شادی کی تاریخ طے ہونے کے بعد برادری میں بتاشے وغیرہ بٹتے ہیں، جس کا مقصد تاریخ کی اطلاع دینا ہوتا ہے، بکر نے اس نشانی کو لینے سے انکار کردیا، اس پر زید نے تمام برادری میں بکر کا حقہ پانی بند کردیا، نہ وہ کسی کے یہاں شریک ہوسکتا ہے نہ کوئی اس کے یہاں، یہاں تک کہ خود اس کی اولاد بھی اس کے یہاں مرنے جینے میں شریک نہیں ہوسکے، جو بکر کو اپنے یہاں شادی بیاہ میں شریک کرے گا اس کے یہاں برادری کا کوئی فرد شادی وغیرہ میں شرکت نہیں کرے گا، اس کا حقہ پانی بند کرنے کی واحد وجہ تاریخ نشانی نہ لینا ہے۔

برادری کی اس میٹنگ سے قبل زید کے یہاں منگنی میں سات آدمی گئے، زید نے ان کو

بہت پریشان کیا، لیکن یہی زید جب خود منگنی کے لئے چلتا ہے تو اپنے بنائے ہوئے اصول کے خلاف منگنی میں ۷۰؍آدمی لے جاتا ہے۔

اس فیصلہ اور میٹنگ کے بعد زید کے یہاں سے دو بارات باہر جاتی ہیں، اور ایک بارات میں تین سو حضرات شامل ہوتے ہیں، اور ان دونوں باراتوں میں وہ تمام لوگ شریک تھے جنھوں نے عمر کو ڈیڑھ سو باراتیوں کی اجازت نہیں دی تھی، لیکن بارات لے جانے والوں سے ان چودھریوں نے کوئی باز پرس نہیں کی۔

عمر اپنے بھانجے کی شادی کے موقع پر بارات میں بکر کو بھی اپنے ساتھ لے گیا، جس کا حقہ پانی بند تھا، اس پاداش میں عمر کے بھانجے کی بارات کا بالکل بائیکاٹ کر دیا گیا اور کوئی شریک نہ ہوا، جب بکر نے یہ دیکھا کہ میری وجہ سے کوئی بھی عمر کے یہاں بارات میں شریک نہیں ہو رہا ہے، تو اس نے پنچایت سے معافی مانگی، لیکن برادری نے اس کو معاف نہیں کیا، حالات دیکھ کر بکر بارات میں جانے سے رک گیا، لیکن پھر بھی برادری شادی میں شریک نہیں ہوئی۔

عمر کے بھانجے کا بہنوئی شادی میں شریک ہوا، تو اس پر جرمانہ عائد کیا گیا اور کہا گیا کہ اپنی بیوی بچوں سب کو وہاں سے بلاؤ، اب اتنا ہی نہیں کہ عمر کا حقہ پانی بند ہوا؛ بلکہ اس کو راستہ چلتے پریشان بھی کیا جاتا ہے، نہ وہ کسی کے دروازہ کے آگے اپنا ٹھیلا کھڑا کر سکتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ سڑک پر ٹھیلا کھڑا کر کے تو اپنا سامان بھی نہیں لاد سکتا، اور یہ دھمکی بھی دی جاتی ہے کہ اگر تو کسی کے مرنے جینے میں شریک ہوا تو ہم تجھ کو مار دیں گے۔

عمر نے اپنے یہاں مرنے والے کسی بزرگ کی موت کی اطلاع مرنے والے کے بھانجے اور داماد اور بھتیجوں وغیرہ کو دی، ان لوگوں نے شرکت کی اوروں نے اجازت چاہی تو پنچایت کر کے جنازہ میں شرکت کی اجازت تو دے دی؛ لیکن وہاں کھانے پینے پر بالکل پابندی لگا دی کہ وہاں کا پانی تک نہیں پیا جائے گا، اس کے بعد پھر پنچایت کر کے یہ طے کیا کہ اب عمر کے یہاں کوئی شرکت نہیں کرے گا، اس میں خود عمر کی اولاد وغیرہ کو بھی پابند کیا گیا، اور اولاد سے عہد لیا کہ وہ اپنے ماں

باپ سے کوئی رشتہ داری نہیں رکھیں گے۔

جولوگ کمزور ہوتے ہیں ان پر جرمانہ کر دیا جاتا ہے اور جو طاقتور اور صاحب ثروت ہوتے ہیں ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اس طرح اپنے بنائے ہوئے اصولوں کی پامالی ہوتی رہی، کمزوروں پر جرمانہ پڑتا رہا، اور منہ زور اور طاقتور بری رہے، ان سے کوئی باز پرس نہیں کی گئی، عمر کو پچیس کی اجازت نہیں اور خود کو سو کی بھی اِجازت اور کوئی جرمانہ نہیں، دوسرے کے لئے منگنی میں سات کی اجازت نہیں اور خود ساٹھ اور ستر افراد منگنی میں لئے چلے آتے ہیں، اِس رویہ سے برادری میں بڑا اختلاف اور بگاڑ ہے، یہ اُصول وقواعد اور حقہ پانی بند کرنا کہاں تک درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی بیاہ وغیرہ کی رسومات کے متعلق ایسے اصول وقواعد مقرر کرنا جن سے غیر شرعی رسومات کا خاتمہ ہو سکے بہت اچھی بات ہے، لیکن جو بھی فیصلہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر کیا جائے اس پر سب ہی اہل معاہدہ کو عمل کرنا چاہئے، یہ طریقہ بالکل غلط ہے کہ کمزور پر تو سارے ضابطے لاگو کئے جائیں اور بڑے لوگ اس سے مستثنیٰ رہیں، سماجی اصلاح کے قوانین سب کے لئے یکساں ہونے چاہئیں؛ تاکہ پوری طرح برائیوں کا اور غیر ضروری رسموں کا خاتمہ ہو سکے۔ بریں بنا صورتِ مسئولہ میں برتقدیر صحتِ واقعہ زید اور پنچایت کا کوئی بھی غیر منصفانہ فیصلہ نافذ اور قابلِ عمل نہیں ہے؛ بلکہ ان کا تفریق برتنا قابلِ ملامت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۳۱۵/۶)

عن عبد اللّٰہ بن عمر بن عوف المزني عن أبیه عن جده رضي اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحًا حرّم حلالاً أو أحلّ حرامًا، والمسلمون علی شروطهم إلا شرطا حرّم حلالاً، أو أحلّ حراماً. (سنن الترمذي، أبواب الأحکام / باب ما ذکر عن النبي ﷺ في الصلح بین الناس ۲۵۱/۱)

عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰہ عنه قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده فإن لم یستطع فبلسانه، فإن

لم يتسطع فبقلبه و ذٰلک أضعف الإيمان. (صحيح مسلم ٤٩، سنن الترمذي رقم: ٢١٧٢)

قولـه: ''فبلسانه'': أي فليغيره بالقول و تلاوة ما أنزل اللّٰه من الوعيد عليه وذكر الوعظ والتخويف والنصيحة ...... ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراماً وجب الزجر عنه، وإذا كان مكروهاً ندب، وشرطهما أن لا يؤدي إلى الفتنة. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح ٨/ ٨٦١-٨٦٢ رقم: ٥١٣٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۸/۵ھ

کیا دولہے کے استغفار اور ایمانِ مفصل پڑھے بغیر نکاح ہوجاتا ہے؟

سوال (۳۸۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا نکاح ہوا کلمہ استغفار کچھ نہیں پڑھایا، نہ ایمانِ مفصل پڑھایا، صرف ایک بار قبول کرایا تو نکاح ہوا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ناکح پہلے سے مؤمن ہے تو اسے کلمہ یا ایمانِ مفصل پڑھانے کی ضرورت نہیں، اِسی طرح نکاح کے انعقاد کے لئے ایک مرتبہ قبول کرنا بھی کافی ہے، اس لئے مذکورہ نکاح بلاشبہ درست ہوگیا۔

وينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الاٰخر. (الدر المختار ۳/ ۹ کراچی، ٤/ ٦٩ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۲/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی میں جانے سے پہلے دولہا کا دو رکعت پڑھنا؟

سوال (۳۸۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بارات جانے سے پہلے لڑکا شکرانے کے طور پر دو رکعت یا چار رکعت جو نماز پڑھتا ہے، شریعت میں اس کا کیا حکم ہے، آیا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ اس کو ضروری سمجھ کر پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بارات میں جانے سے پہلے شکرانے کی نماز کو ضروری سمجھنا جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص تبرکاً پڑھ لے اور اسے ضروری نہ سمجھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

عن عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من أحدث في أمرنا هٰذا ما لیس منه فهو رد. (صحیح البخاري، الصلح / باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود رقم: ۲۶۹۷، صحیح مسلم، الأقضیة / باب کراهیة قضاء القاضي وهو غضبان رقم: ۱۷۱۸، سنن أبي داؤد، السنة / باب في لزوم السنة رقم: ٤٦٠٦)

وفیه من أصرّ علی أمر مندوب وجعله عزمًا، ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال، فکیف من أصرّ علی بدعة أو منکر. (مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة / باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول ۳/ ۳۱ رقم: ۹٤٦ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/ ۱۱/ ۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح سے قبل دولہا کو کلمہ پڑھوانا؟

سوال (۳۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جب ہمارے معاشرہ میں تقریب نکاح ہوتی ہے، بعض مقام پر قاضی اور نکاح خوان حضرات خطبہ کے بعد ایجاب وقبول سے قبل کلمہ پڑھواتے ہیں، اور بعض حضرات بعد میں پڑھواتے ہیں، کیا کلمہ پڑھوانا دولہا کو ضروری ہے از روئے قرآن وسنت اس کی کوئی اَصلیت موجود ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص کا نکاح پڑھایا جارہا ہے وہ تو پہلے ہی سے

مسلمان ہے، پھراس کوعین ایجاب وقبول سے پہلے کلمہ پڑھوا کرمسلمان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ عمل نہ تو شریعت سے ثابت ہے اور نہ اس کی کوئی اصل ہے؛ ویسے کلمہ ایک ذکر ہے بلاکسی رسم کے بطور ثواب کوئی شخص کبھی بھی کلمہ پڑھ سکتا ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۱۵۵/۵، فتاویٰ محمودیہ ۶۱/۱۰ -۶۱۱ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۷/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی میں قوالی پڑھوانا؟

سوال (۳۸۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادیوں میں قوالی وغیرہ باجے کے ساتھ پڑھوانا صحیح ہے یانہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گانا بجانا شرعاً حرام ہے وہ کسی حالت میں جائز نہیں ہے اور دینی قصوں اور نعتوں کے ساتھ گانے کو ملا دینا مزید موجب حرمت ہے، اس لئے کہ اس میں گانے کی برائی کے علاوہ دین کی توہین ہے اس لئے کسی بھی موقع پر گانے بجانے کے ساتھ قوالی سننا سنانا جائز نہیں ہے۔

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه أنه سئل عنها؟ فقال: الغناء والذي لا إلٰه إلا هو. (المصنف لابن أبي شيبة ١٠١/١١ رقم: ٢١٥٣٧)

قال إبراهيم: الغناء ينبت النفاق في القلب قال: وقال مجاهد: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ هو الغناء. (المصنف لابن أبي شيبة ١٠٢/١١ رقم: ٢١٥٤٥)

الملاهي كلها حرام حتى التغني بضرب القصب. (البحر الرائق، الكراهية / فصل في اللبس ١٨٨/٨ كوئٹہ)

ودلت المسئلة أن الملاهي كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم لإنكار

المنكر، قال ابن مسعود: صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات. وفي البزازية: استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام. (الدر المختار / الحظر والإباحة ۹/۲ ۵۰۴-۵۰ زكريا)

قال رحمه الله تعالىٰ: السماع والقول والرقص الذي يفعله المتصوفة في زماننا حرام لايجوز القصد إليه والجلوس عليه وهو الغناء والمزامير سواء. (الفتاویٰ الهندية ۳۵۲/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی میں دَف بجانے کے جواز سے بینڈ باجے پر اِستدلال کرنا؟

سوال (۳۸۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی میں دف بجانے کے متعلق حدیث میں آیا ہے لیکن فی زماننا دعوت نامہ اور ٹوئیس کو چھاپتے ہیں اور اس کو ہر آدمی کے ہاتھ دیا جاتا ہے، اور ٹوٹیس کو اکثر جگہ میں لگایا جاتا ہے اور شادی بھی شادی ہال میں ہوتی ہے، اس طرح کے کسی اعلان کے باوجود بھی دف بجانے کی ضرورت کیا ہے؟ اور وہ بھی جلا جل اور راگ راگنی اور سیٹی کے ساتھ بجایا جاتا ہے اور بعض شہروں میں تو نوجوانوں کا ایک گروہ باقاعدہ مشق کرکے اس کو اپنا پیشہ بنا چکا ہے اور شادیوں میں بجاتا ہے، اس طرح کا دف بجانا سنت ہے یا حرام؟ مردوں کا کام ہے یا عورتوں کا؟ اور اس کو بجانے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: پہلی بات تو یہ کہ دف کا مقصد اعلان نکاح ہے اگر یہ مقصد کسی اور ذریعہ سے حاصل ہوگا تو پھر دف کی ضرورت بالکل نہیں رہتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس دف کی اِجازت بعض اَحادیث میں ہے وہ آج کے معروف دف سے بالکل مختلف ہے، آج دف میں راگ اور موسیقی کے تمام آداب ملحوظ رکھے جاتے ہیں، جو کسی بھی طرح جائز نہیں ہے، اور

دَف کے جواز کی روایت سے موجودہ زمانہ کے بینڈ باجوں کے جواز پر استدلال کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ (جواہر الفقہ ۲۱۱-۲۱۳)

قال الفقهاء: المراد بالدف ما لا جلاجِلَ له، كذا ذكره ابن الهمام. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح / باب إعلان النكاح ٣١٦/٦ زكريا)

قال الفقيه أبو الليث السمرقندي ؒ بعد نقل الأقوال والدلائل: أما الدف الذي يضرب في زماننا هٰذا مع الفنجات والجلاجل ينبغي أن يكون مكروهًا بالاتفاق، وإنما الاختلاف في الدف الذي كان يضرب في الزمن التقدم، والله أعلم. (بستان العارفين / الباب الثالث والثمانون في ضرب الدف ٦٥ كوئٹه، بحواله: فتاویٰ محموديه ٤٢٨/١٧ ميرٹھ)

قوله: الدف الخ: ما يكون مجلدًا من جانب واحدٍ وصرح الفقهاء بعدم جواز ذي جلاجل، أقول: تدل المسائل على التوسيع، وجواز ما يقال له الدهل، وجواز النقارة والطبل؛ فإنه لا ذوق ولا حظ في هٰذه الأشياء. (العرف الشذي ٣٥٧ رحيمية ديوبند، شامي، كتاب الحظر والإباحة / فصل في اللبس ٥٠٥/٩، مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح / باب إعلان النكاح ٤٢٥/٣ أصح المطابع ممبائي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۵/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دولہا کے گلے میں پھول کا سہرا ڈالنا؟

سوال (۳۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی میں پھول وغیرہ کا سہرا گلے میں ڈالنا کیسا ہے، درست ہے یا نہیں؟ اِس اندازہ سے تحریر فرمائیں کہ اگر شادی میں پھول کا سہرا گلے میں نہ ڈالا گیا، تو جھگڑا کھڑا ہو جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سہرا باندھنا ہندوانہ طریقہ ہے، مسلمانوں کے لئے اس

سے احتراز لازم ہے، اگر جھگڑے کا اندیشہ ہوتو مسئلہ شرعی بتا کر لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی جائے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱۷/۱ ۴۵ میرٹھ، فتاویٰ دارالعلوم ۷/۵۱ ۱، اصلاح الرسوم ۳۱، کفایت المفتی ۵/۱۴۰)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ۵۵۹/۲ رقم: ۴۰۳۱ مكتبة دار الحديث ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا حضور نے سہرا باندھا ہے؟

سوال (۳۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سہرے باندھے ہیں، یہ سات سہرے کیا ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سہرا باندھنا ہندوانی رسم ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی طرح ثابت نہیں، جو لوگ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سہرا باندھنے کی بات منسوب کرتے ہیں وہ خلافِ واقعہ اور غلط ہے، مسلمانوں کو بہرحال اِس طرح کی ''ہندوانی رسم'' سے بچنا لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۰ ۴۵ میرٹھ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۳/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خطبۂ نکاح کھڑے ہوکر پڑھے یا بیٹھ کر؟

سوال (۳۹۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح کا خطبۂ نکاح پڑھانے سے پہلے پڑھنا افضل ہے یا بعد میں؟ نیز نکاح کا خطبہ کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا مسنون ہے، اور خطبۂ نکاح کے لئے قیام ضروری نہیں، کھڑے ہوکر پڑھنے میں اگر اعلان زیادہ ہوتا ہوتو یہ مندوب ہوگا؛ البتہ متعدد روایات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر خطبہ پڑھنا ثابت ہے، اور شراحِ حدیث نے لکھا ہے کہ یہ خطبۂ جمعہ کے علاوہ ہے؛ لہٰذا خطبۂ نکاح کے لئے مستقل قیام کی ضرورت نہیں ہے۔
(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۹۲/۱۶-۱۹۳ میرٹھ)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: جلس رسول اللّٰه صلى اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم على المنبر وجلسنا حوله، فقال: إن مما أخاف عليكم بعدي ما يفتح عليكم من زهرة الدنيا وزينتها، الحديث. (صحيح مسلم، كتاب الزكاة / باب التحذير من الاغترار بزينة الدنيا الخ ۳۳٦/۱ زكريا)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده جلس النبي صلى اللّٰه عليه وسلم عام الفتح على درج الكعبة، فحمد اللّٰه وأثنىٰ عليه، ثم قال: من كان له حلف في الجاهلية لم يزده الإسلام إلا شدة ولا هجرة بعد الفتح. (أخرجه الترمذي في سير وابن خزيمة في الزكاة الخ، الأدب المفرد على هامش فصل اللّٰه الصمد في توضيح الأدب المفرد / باب لا حلف في الإسلام ۵۵۸/۱-۵۵۹ رقم: ۵۷۰ عباس أحمد الباز مكة المكرمة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱۰/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

روپیوں کے ہار کی رسم ختم کرنے کے لئے دولہے کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالنا؟

سوال (۳۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عام طور پر مشاہدہ ہے کہ شادیوں کے اندر بہت سی رسومات ہوا کرتی ہیں، جوسب ناجائز اور

حرام ہوتی ہیں، اِن تمام رسومات میں سے ایک قبیح رسم یہ بھی ہے کہ دولہے کے گلے میں روپیوں کے ہار ڈالے جاتے ہیں اور یہ رسم نہایت بدتمیز رسم ہے؛ کیوں کہ خرید وفروخت کے وقت کھلم کھلا اس کے اندر سود دیا جاتا ہے، کیا اس رسم کو ختم کرنے کے لئے اور ناجائز اور حرام سے بچنے کے لئے پھولوں کے ہار کو گلے میں ڈالنا اور ان کو ایجاد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نوٹوں کا ہار اور پھولوں کا ہار دولہا کو پہنانا دونوں ہندوانی رسمیں ہیں، اس لئے ایک کے بدلہ دوسری رسم کو جاری کرنے کی اجازت بالکل نہیں دی جاسکتی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۴۵۲/۱۷ میرٹھ)

عن ابن عمر رضي اللّٰہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من تشبہ بقوم فھو منھم. (سنن أبي داؤد، کتاب اللباس / باب في لبس الشھرۃ ۵۵۹/۲ رقم: ۴۰۳۱ مکتبۃ دار الحدیث ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۳/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی میں لڑکی والوں سے دباؤ ڈال کر پیسہ لینا اور ولیمہ کرنا؟

سوال (۳۹۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے دس ہزار روپئے لے کر ہندہ سے شادی کی اور اسی رقم سے دعوت ولیمہ کررہا ہے، تو کیا اس دعوت میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ نیز شادی کے موقع پر مسجد مدرسہ میں بھی چندہ دینے کا رواج ہے، تو کیا اِس رقم سے مسجد ومدرسہ میں چندہ دیا جاسکتا ہے، اِسی طرح نکاح پڑھانے والے کو اِس رقم میں سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید نے لڑکی والوں سے جو رقم لی ہے وہ رشوت اور

حرام ہے، اگر خصوصاً اسی رقم سے وہ دعوت کرے تو اس میں شرکت نہ کرنی چاہئے، اِسی طرح وہ رقم مدارس ومساجد کے چندہ اور نکاح خوانی کی اُجرت میں بھی اُس وقت تک نہ لی جائے، جب تک کہ اَصل مالک (لڑکی والے) بخوشی اِجازت نہ دے دیں۔

قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۱۸۸]

قال العلامة الآلوسي تحت الآية: "والمراد من الأكل" ما يعم الأخذ والاستيلاء، وعبّر به؛ لأنه أهم الحوائج ...... والمعنى: لا يأكل بعضكم مال بعض. (روح المعاني ٦٩/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ٣٥٠/٣، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٧٦٩/٢ رقم: ٥٤٩٣)

وأخذ أهل المرأة شيئًا عند التسليم فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة. (البحر الرائق ١٨٧/٣ كوئٹه، الدر المختار ٣٠٧/٤ زكريا)

فعلم من هٰذا أن ما يأخذه الزوج من أهل المرأة قبل التزوج، فلهم أن يستردوه بالأولىٰ؛ لأنها رشوة كما في هبة. رد المحتار. (كذا في مجموعة الفتاوىٰ ١٩١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۲/۲۳ھ

شادی سے پہلے لڑکی والوں سے پیسہ لینا؟

سوال (۳۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی شادی کی بات ہوئی، لڑکی والوں نے طے کرتے وقت لڑکے کو یا اس کے ولی کو کچھ رقم

دی، تو کیا یہ رقم لینا اور دینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اس پیسہ کو لینے کا لڑکی والوں سے مطالبہ کیا جائے اور جبر کیا جائے یا نہ دینے پر رشتہ توڑنے کی دھمکی دی جائے، تو یہ لین دین ہرگز درست نہیں ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ للعلامۃ اللکنوی ۲/۱۹۱)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا یحل مال إمرء إلا بطیب نفس منه. (مشکاة المصابیح / باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتیح ۳۵۰/۳، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإیمان للبیهقي ۷۶۹/۲ رقم: ۵۴۹۳)

ولا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي. (کذا في البحر الرائق ۴۱/۵، الفتاویٰ الهندیة ۱۶۷/۲، شامي / باب التعزیر، مطلب في التعزیر بأخذ المال ۱۰۶/۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۵/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بے پردگی والی شادی میں بیوی کو جانے پر مجبور کرنا؟

سوال (۳۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادیوں اور تقریبات میں آج کل عام طور سے بے پردگی ہوتی ہے، اگر شرکت نہ کریں تو اعزاء سے قطع رحمی ہے، اور اگر شرکت کریں تو بہت بے پردگی ہوتی ہے، کیا یہ بے پردگی معاف ہے؟ نیز میرے شوہر کہتے ہیں کہ تمہاری بے پردگی کا گناہ میرے اوپر ہے تم چلو، اگر شوہر کا حکم نہ مانوں تب بھی گھر میں رہنا دوبھر کر دیتے ہیں، کیا کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جہاں بے پردگی یقینی ہو، وہاں عورت کو جانے پر مجبور

کرنا شوہر کے لئے قطعاً جائز نہیں ہے، اور یہ کہنا کہ تمہارا گناہ میرے سر ہوگا، تو بڑی جسارت اور خطرہ کی بات ہے، اس جملہ پر توبہ اور استغفار لازم ہے، اور تقریبات میں جانا جب ناگزیر ہو تو مکمل پردہ کے ساتھ جانا چاہئے، اور شادی کے مقام پر بھی پردہ کا حتی الامکان خیال رکھنا چاہئے، مثلاً مردوں سے آڑ میں بیٹھیں یا زیادہ بے پردگی ہو، تو وہاں بھی برقع اوڑھے رہیں، اس طرح شرکت بھی ہوجائے گی اور بے پردگی کا گناہ بھی نہ ہوگا، اور شوہر کا منشاء بھی پورا ہوجائے گا۔ (درمختار ۹/۵۳۲)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى، وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آیت: ۳]

ودل قوله تعالىٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ على وجوب التعاون بين الناس على البر والتقوىٰ، والانتهاء عما نهى اللّٰه عنه، وحرمة التعاون على المعاصي والذنوب، ويؤكده حديث: ''الدال على الخير كفاعله''. (التفسير المنير ٦/٧٤ دار الفكر بيروت)

وقال الإمام ابن الكثير: يأمر تعالىٰ عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوىٰ، وينهاه عن التناصر على الباطل، والتعاون على المأثم.

عن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ...... ومن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل اٰثام من أتبعه إلى يوم القيامة، لا ينقص ذٰلك من اٰثامهم شيئًا. (تفسير ابن كثير ٢/٦ لاهور)

عن علي رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم – في حديث طويل – لا طاعة في معصية اللّٰه إنما الطاعة في المعروف. (صحيح مسلم / باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ٢/١٢٥، صحيح البخاري ٢/١٠٥٨ رقم: ٧١٤٥)

لا طاعة لأحد من المخلوقين كائنًا من كان، ولو أبا أو أما أو زوجًا في

معصية اللّٰه. (فيض القدير ٦٤٨٥/١٢ مكتبة الباز مكة المكرمة، مرقاة المفاتيح / كتاب الإمارة والقضاء ٢٤٦/٧ زكريا)

عن عبد اللّٰه رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (سنن الترمذي رقم: ١١٧٣، مسند بزار–البحر الذخار رقم: ٢٠٦١، صحيح ابن خزيمة / باب اختيار صلاة المرأة في بيتها رقم: ١٦٨٥، صحيح ابن حبان / ذكر الأخبار عما يجب على المرأة رقم: ٥٥٩٨)

وإن كان هناک لعب وغناء قبل أن يحضر فلا يحضر؛ لأنه لا يلزمه الإجابة إذا كان هناک منكر. (البحر الرائق، الكراهية / قبيل فصل في اللبس ١٨٨/٨ كوئٹه، شامي ٥٠١/٩ زكريا)

عن الأحوص قال: قال عبد اللّٰه: احبسوا النساء في البيوت؛ فإن النساء عورة الخ. (المصنف لابن أبي شيبة ٥٤/٤ رقم: ١٧٧٠٤ دار الكتب العلمية بيروت)

فأمر اللّٰه سبحانه وتعالىٰ المؤمنين والمؤمنات بغضّ الأبصار عما لا يحل فلا يحل للرجل أن ينظر إلى المرأة ولا المرأة إلى الرجل. (تفسير القرطبي ١٥١/١٢)

النظر إلى وجه المرأة الأجنبية الحرة ليس بحرام ولكنه يكره بغير حاجة.

(الفتاویٰ التاتارخانية ٩٥/١٨ رقم: ٢٨١٤٥، وكذا في الدر المختار مع الشامي / الحظر والإباحة ٥٣٢/٩ زكريا)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولايجوز تاخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أوكبيرة. (روح المعاني ١٠٩/٢٨ بيروت، شرح النووي على مسلم ٣٥٤/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۴/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے کے والد کا لڑکی والوں سے تلک مانگنا؟

سوال (۳۹۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کی شادی شرعی طور پر کرنے کے لئے والد صاحب تیار نہیں، یہ کشمکش کئی سال سے چل رہی ہے، اور والد صاحب کی رضامندی سے شادی کرنے پر والد صاحب نے ایک لاکھ روپئے تلک مانگا ہے، زید مذہبی لڑکا ہے، عذابِ جہنم سے ڈرتا ہے، ایسی صورت میں والد کی رضامندی کے بغیر شادی کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اولاً آپ اپنے والد صاحب کو سمجھانے کی کوشش کریں کہ لڑکی والوں سے تلک لینا کھلی رشوت ہے، جو حرام اور باعثِ عذاب ہے، اگر یہ بات اُن کی سمجھ میں آجائے تو اُن کی رضامندی کا خیال رکھیں، مگر وہ اصرار کریں اور تلک لئے بغیر شادی کرانے کے لئے تیار نہ ہوں، تو ایسی صورت میں والد کی رضامندی کے بغیر آپ کے لئے دوسری جگہ بغیر تلک لئے شادی کرنا جائز و درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۵/۳۱۴-۳۴۲، عزیز الفتاویٰ ۱۵۸)

عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم – في حديث طويل – لا طاعة في معصية الله إنما الطاعة في المعروف. (صحيح مسلم / باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ۱۲۵/۲، صحيح البخاري ۱۰۵۸/۲ رقم: ۷۱٤٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۲/۴/۶ھ

نکاح سے قبل داماد یا بہنوئی کو رقم ہدیہ دینا؟

سوال (۳۹۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح سے پہلے بننے والے داماد یا بہنوئی کو اِعلانیہ یا پوشیدہ طور پر کچھ رقم ہدیہ کے نام سے دینا جائز ہے یا ناجائز یا اسراف؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر داماد یا بہنوئی کی طرف سے کسی قسم کا مطالبہ نہ ہو اور

نہ لڑکی والوں پر کسی قسم کا دباؤ ہو، تو ایسی صورت میں تعلقات اور محبت کی غرض سے بہنوئی یا داماد کو کوئی چیز بطور ہدیہ دینا درست ہے؛ لیکن لڑکے کی طرف سے لڑکی والوں سے تحائف یا رقومات کا مطالبہ کسی طرح جائز نہیں ہے؛ بلکہ یہ نہایت گھٹیا حرکت ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تهادوا تحابوا. (السنن الكبرى للبيهقي / باب التحريض على الهبة والهدية ٢٨٠/٦ رقم: ١١٩٤٦ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴/۷/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منڈھا کرنا کیسا ہے؟

سوال (۳۹۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: منڈھا کرنا کیسا ہے؟ اور منڈھے کی دعوت کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ غیروں کی رسم ہے یا برادری کا کھانا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شادی میں صرف دعوتِ ولیمہ مسنون ہے، جو نکاح کے بعد لڑکے کی طرف سے کی جاتی ہے؛ لہٰذا بارات سے پہلے منڈھا کے نام سے کی جانے والی دعوت سنت نہیں کہی جائے گی، اس طرح کی دعوت کو ختم کر کے ولیمہ کی مسنون دعوت کا اہتمام کرنا چاہئے، باقی جو مہمان شادی سے قبل لڑکے والوں کے یہاں پہنچ جائیں، اُن کو بلا کسی التزام کے کھانا کھلانے میں حرج نہیں ہے۔

إن الوليمة هي الطعام في العرس، قال ابن رسلان: وهم أعرف بموضوعات اللغة، وأعلم بلسان العرب، فظاهر الأمر الوجوب، وقال: مشهور المذهب إنها مندوبة. (بذل المجهود / كتاب النكاح ١٢٧/١٠ بيروت)

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه. (صحيح البخاري رقم: ٦١٣٦، صحيح مسلم رقم: ٤٨، سنن الترمذي ٢/١٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۷/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''منڈھا'' کی حقیقت اور اُس کے کھانے کا حکم

سوال (۳۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں شادی کے موقع پر لڑکے کی شادی ہو یا لڑکی کی، نکاح سے ایک روز پہلے کچھ مہمان بھی آجاتے ہیں، کچھ خاندان کے لوگ بھی رہتے ہیں، کچھ وہ لوگ بھی رہتے ہیں جو نکاح والے دن کھانا وغیرہ کھلاتے ہیں، ان سب کی نکاح سے ایک روز پہلے دعوت کردیتے ہیں، اس کو عوامی زبان میں منڈھا بولتے ہیں، بعض لوگ اس کا اتنا اہتمام کرتے ہیں کہ شادی کارڈ میں بھی لکھا دیتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ اس منڈھا کے نام سے کھانا کھلانا یا کھانا کیسا ہے؟ اور یہ منڈھا لفظ کیا ہے، کہاں سے آیا ہے؟ ہم اہل علم حضرات اس کھانے میں شریک ہوں یا نہ ہوں، اگر ہم شریک نہ ہوں تو ہم سے لوگ معلوم کرتے ہیں کہ کیوں شریک نہیں ہوئے؛ جب کہ یہ دعوت صرف نکاح کے استقبال میں ہے کوئی رواجی یا رسمی نہیں ہے؟ منڈھا تو اصل غیر مسلموں میں ہوتا ہے، جو منڈھے میں کڑھی چاول پکاتے ہیں، عوام ہم کو اس طرح سمجھاتے ہیں، اس لئے آپ ہمیں وضاحت سے شرعی حکم سے آگاہ فرمادیں، پھر ہم عوام کو سنادیں گے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی سے پہلے اپنے قریبی اعزاء اور دوستوں کو گھر پر بلاکر کھانا کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ جب کہ اس میں دیگر رسومات شامل نہ ہوں، بعض جگہ یہ رسم تھی کہ شادی سے ایک دن پہلے لڑکے والوں اور لڑکی والوں کی طرف سے نئی جوڑا اور مہندی

لے کر ایک دوسرے کی طرف بھیجا جاتا تھا، اور اُس کی آمد کے اہتمام میں دعوت ہوتی تھی، اور بھی بعض دیگر احمقانہ اور جاہلانہ رسومات ہوتی تھیں، اور اُنہیں سب باتوں کے مجموعہ کو ''منڈھا'' کہا جاتا تھا، تو اگر یہ باتیں پائیں جائیں، تو اُس میں شرکت درست نہیں ہے، اور اگر یہ رسومات نہ ہوں؛ بلکہ محض حاضر مہمانوں کو کھانا کھلایا جائے، تو اس میں حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: اصلاح الرسوم ۳۳، بہشتی زیور ۶/ ۲۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/ ۶/ ۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منگنی کی دعوت کھانا کیسا ہے؟

سوال (۳۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: منگنی کی دعوت کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: منگنی کی دعوت شریعت سے ثابت نہیں ہے، اور عام طور پر اس طرح کی دعوت میں نام ونمود اور فضول خرچیاں بکثرت ہوتی ہیں، اس لئے ایسی دعوتوں کا اہتمام مناسب نہیں ہے؛ تاہم اگر بلا کسی اہتمام وانتظام کے اس موقع پر کچھ اہل خانہ یا اعزاء جمع ہوجائیں، تو اُن کو کھانا کھلانے میں کوئی حرج نہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۹/ ۶۶، بہشتی زیور ۶/ ۴۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/ ۷/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''چوٹی'' کا کھانا کھانا کیسا ہے؟

سوال (۴۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فتاوی رشیدیہ ۵۶۸ پر سوال لکھا ہے، شادی سے پہلے کھانا کرنا جیسا رواج ہے، اور اس کو

چوٹی کا کھانا کہتے ہیں، کیسا ہے؟ اور اس کھانے کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے؟ جواب میں لکھا ہے کہ خوشی میں عزیزوں دوستوں کو کھانا کھلانا درست ہے، جب تک فخر وریا نہ ہو، اور نہ اس کو رسم جیسی واجب جانے، اس سوال وجواب سے کیا یہی کھانا مراد ہے جس کا اوپر کے سوال میں ذکر ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دولہا کو تیار کرتے وقت جو کھانا کھلایا جاتا ہے، اُس کو ’’چوٹی کا کھانا‘‘ کہتے ہیں، اِس بارے میں فتاویٰ رشیدیہ میں جو فتویٰ لکھا ہے، وہ اپنی جگہ درست ہے۔ (مستفاد: اِصلاح الرسوم ۳۴، بہشتی زیور ۶/ ۲۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۶/ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح سے قبل ہونے والی بہو کو جوڑا پہنانا؟

سوال (۴۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح سے قبل ہونے والی بیٹے یا بھائی کی بہو کو جوڑا پہنانا جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بطور خوشی جوڑا پہنانے میں کوئی حرج نہیں؛ البتہ اِس کو رسم نہ بنایا جائے، اور نہ اِس کو ضروری سمجھا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۶/ ۳۲۰)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: تهادوا تحابوا.

(السنن الكبرى للبيهقي / باب التحريض على الهبة والهدية ٦/ ٢٨٠ رقم: ١١٩٤٦ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ٣/ ٣٥٠، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٥/ ٧٢، شعب الإيمان للبيهقي ٢/ ٧٦٩ رقم: ٥٤٩٣)

فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم و التخصيص من غير مخصص مكروها. (مجموعة رسائل اللكنوي / مباحة الفكر في الجهر بالذكر ٣٤/٣، ڈابھیل)

قال الطيبي: وفيه من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصرّ على بدعة أو منكر، وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله عنه أن اللّٰه عزوجل يحب أن تؤتى رخصة، كما يحب أن تؤتى عزائمه. (مرقاة المفاتيح / باب الدعاء في التشهد ٢٦/٣ رقم: ٩٤٦ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/ ۷/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زیور عاریت پر لے کر دولہن کو پہنانا؟

سوال (۴۰۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض علاقوں میں دولہا والے دولہن کو بموقع نکاح شہرت کی غرض سے زیورات اپنے اعزاء واقرباء سے مستعار لے کر چڑھاتے ہیں، جو چند دنوں کے بعد واپس لے لئے جاتے ہیں، اور تاویل یہ پیش کی جاتی ہے کہ ہم نے دولہن کو اس کا مالک نہیں بنایا تھا، شریعت میں اس کی کہاں تک گنجائش ہے؟ واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو زیورات دیگر اعزاء سے عاریت پر لے کر دلہن کو وقتی طور پر پہنائے جاتے ہیں اور بعد میں واپس لے لئے جاتے ہیں، تو دولہن اس کی مالک نہیں ہوتی؛ بلکہ یہ عاریت میں داخل ہے، اور ضرورت کے وقت اِس طرح عاریت کے لین دین میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن حضرت اسماء کا ہار بطور عاریت پہننے کے لئے لیا تھا۔

عـن عـائشة أنهـا استعـارت من أسماء قلادة. (صحيح البخاري ٧٧٦/٢، رقم: ٤٩٧٠، سنن أبي داؤد ٥٠٢/٢)

عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: العارية موداة والزعيم غارم والدين مقضى. (سنن الترمذي ٣٣٩/١، سنن أبي داؤد ٥٠٢/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھات کی رسم

سوال (۴۰۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اپنی بیٹی یا بہن کی شادی پر بھات کے نام سے دی جانے والی رقم آیا جائز ہے یا ناجائز، غیروں کا طریقہ ہے، یا محض رسم اور تمام مذکورہ بالا باتوں پر، یا کسی ایک پر عمل کرنا ''من تشبه بقوم فهو منهم'' کے قبیل سے ہوگا یا خلافِ شرع ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شادی کے موقع پر بھات کی رسم کو اِس قدر ضروری سمجھ لیا گیا ہے کہ چاہے دینے والوں میں استطاعت ہو یا نہ ہو، اور اُن کے حالات کتنے ہی کمزور ہوں، اُن کو برادری کے دباؤ کی وجہ سے قرض وغیرہ لے کر کے دینا پڑتا ہے، یہ صورت انتہائی ناپسندیدہ اور ظالمانہ ہے، جو ہندوانی رسم ورواج سے ماخوذ ہے؛ لہٰذا اِس عمل کو کرنے والے حدیث ''من تشبه بقوم فهو منهم'' کی رو سے قابلِ مذمت ہیں، اور معاشرہ سے اِس رسم کو مٹانے کی سخت ضرورت ہے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ٥٥٩/٢ رقم: ٤٠٣١ مكتبة دار الحديث ملتان)

وفي المرقات: أي من يشبه نفسه بالكفار، مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصدق والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، اللباس / الفصل الثاني ۲۵۵/۸ تحت رقم: ۴۳۴۷)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح ۳۵۰/۳، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۷۶۹/۲ رقم: ۵۴۹۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۲/۷/۱۴۲۷ھ

تقریب کے موقع پر فریقین کی طرف سے دیئے گئے تحائف کی واپسی کا حکم؟

سوال (۴۰۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو تحائف لڑکے کو اور لڑکے والوں کے رشتہ داروں کو دئے گئے تھے ان کا کیا ہونا ہے؟ جو تحائف لڑکے والوں نے لڑکی والوں کو دئے تھے ان کا کیا ہونا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تقریبات کے موقع پر فریقین کے رشتہ داروں کو آپس میں جو تحائف دئے جاتے ہیں، عموماً ان کی واپسی کی نیت نہیں ہوتی، اور نہ اُن کی واپسی کا عرف ہے؛ لہٰذا اُن کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

عن أبي منصور قال: قال إبراهيم إذا وهبت المرأة لزوجها، أو وهب الرجل لامرأته فالهبة جائزة، وليس لواحد منهما أن يرجع في هبته. (شرح معاني الآثار / باب الرجوع في الهبة ۳۵۵/۳ رقم: ۵۷۰۳)

وإذا وهب أحد الزوجين ليس له حق الرجوع. (لفتاویٰ التاتارخانية ٤٤٩/١٤ زکریا)

ولو رفعت في تجهيزها لابنتها أشياء من أمتعة الأب بحضرته وعلمه، وكان ساكتًا وزفّت إلى الزوج، فليس للأب أن يسترد ذٰلک من ابنته لجريان العرف به، وكذا لو أنفقت الأم في جهازها ما هو معتاد، والأب ساكت لاتضمن الأم. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / باب المهر، مطلب في دعوىٰ الأب أن الجهاز عارية ٣٠٩/٤-٣١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۴/۲/۷ھ

جہیز کا مطالبہ، تلک اور کاغذ چھپوائی کی رسم؟

سوال (۴۰۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جہیز، تلک، شادی کے کاغذ چھپوانا، جہیز کا لینادینا اور دولہا کے ساتھ زیادہ لوگوں کا جانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کا مطالبہ اور تلک کی رسم قطعاً ناجائز اور ظلم ہے؛ البتہ اگر لڑکی کے گھر والے بغیر کسی مطالبہ اور دباؤ کے اپنی خوشی سے لڑکی کو کچھ سامان وغیرہ دیں تو اس کی شرعاً گنجائش ہے، نیز شادی کارڈ میں فضول خرچی اور لڑکی والے کی اجازت اور رضامندی کے بغیر بارات میں دولہا کے ساتھ زیادہ لوگوں کو لے جانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ٣٥٠/٣، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٧٦٩/٢ رقم: ٥٤٩٣)

لو جهز ابنته بجهاز وسلمها ذٰلک لیس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده إن سلمها ذٰلک في صحته؛ بل تختص به وبه یفتیٰ. (الدر المختار علی رد المحتار ۶/٤ ۳۰ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ۳۲۷/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی میں نیوتہ کی رسم؟

سوال (۴۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: شادی بیاہ یا عقیقہ یا ولیمہ کی دعوت موقع پر دعوت والوں کے یہاں جوڑے کپڑے، اور لفافے روپیوں کا نوتہ لیتے ہیں، یہاں تک کہ ایک آدمی دروازے پر قلم کاغذ لے کر بیٹھتا ہے جو سب کے نام اور روپئے جوڑے لکھتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نیوتہ کی جو شکل سوال میں تحریر ہے یہ محض ایک رسم ہے، جو بہت سے مفاسد کو شامل ہے اور جس میں لین دین کرنے والے عموماً خوش دلی سے لین دین نہیں کرتے؛ بلکہ برادری اور ماحول کے دباؤ میں دیتے دلاتے ہیں۔ بریں بنا یہ رسم قابلِ ترک ہے، اِس کے خلاف ذہن سازی کی ضرورت ہے؛ البتہ بغیر کسی رسم یا بعد میں واپسی کی امید کے بغیر اظہار تعلق کے طور پر بخوشی اگر کوئی ہدیہ دیا جائے تو وہ ممنوع نہیں ہے۔ (مستفاد: اِصلاح الرسوم ۲۴-۴۰)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا یحل مال إمرء إلا بطیب نفس منه. (مشکاة المصابیح / باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتیح ۳۵۰/۳، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإیمان للبیهقي ۷۶۹/۲ رقم: ۵٤۹۳)

عن عطاء الخراساني أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: تصافحوا

یذهب الغل وتهادوا تحابوا تذهب الشحناء. (المؤطا لإمام مالك ٦٥، مشكاة المصابيح ٤٠٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۶/۷ ۱۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کے گھر کی دعوت اور نام نمود کے لئے جہیز کا لین دین؟

سوال (۴۰۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی کی شادی میں لڑکی کی گھر والوں اگر دعوت دیں، تو اِس دعوت میں شرکت کا کیا حکم ہے؟ نیز ہمارے معاشرہ میں جو جہیز رائج ہے، جیسے کچھ لوگ تو صرف دکھاوے کے لئے زیادہ سے زیادہ جہیز دیتے ہیں، اور ایک بڑا طبقہ مجبوراً جہیز دیتا ہے، دونوں کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: لڑکی کے گھر کی دعوت مباح ہے، اگر کوئی منکر نہ ہو تو اس میں شرکت کی گنجائش ہے، اور نام ونمود دکھاوا کے لئے جہیز کا لین دین درست نہیں، نیز لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی والوں پر جبریہ مطالبہ کر کے جہیز لینا بھی جائز نہیں؛ البتہ بلا کسی مطالبہ اور جبر کے اگر لڑکی والے کے اعزاء واقرباء اپنی خوشی سے بچی کو حسب گنجائش نام ونمود کے بغیر کچھ دے دیں، تو یہ منع بھی نہیں ہے۔ (انوار نبوت ۶۷۵ -۶۹۱، فتاویٰ محمودیہ ۱۲/ ۱۲۷ ڈابھیل)

عن علي رضی الله عنه قال: جهّز رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة في خميل وقربة وسادة حشوها إذخر. (سنن النسائي ۷۷/۲)

عن عكرمة قال: لما زوج رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة كان فيما جهزت به سرير مشروط ووسادة من أدم حشوها ليف، وثور من آدم وقربة الخ. (الطبقات الكبرىٰ لابن سعد ۱۹/۸)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى

اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ٣٥٠/٣، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٧٦٩/٢ رقم: ٥٤٩٣)

عن جندب رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من سمّع سمع اللّٰه به، ومن يرائي يرائي به. (متفق عليه، مشكاة المصابيح / باب الريا والسمعة ٤٥٤)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۴/۷/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر معاف کرانے کی رسم قابلِ ترک ہے

سوال (۴۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیوی سے دین مہر معاف کرانے کا رواج عام ہوگیا ہے کیا یہ مناسب اور صحیح ہے؟ دین مہر حالات ناخوش گوار ہونے پر جھگڑے کا سبب بن جاتا ہے، لڑکی مع سامان ومال اپنے شوہر کے گھر چلی جاتی ہے، لڑکی کے والدین کا اختیار ختم ہوجاتا ہے، قول وقرار ہوکر دین مہر کی رقم صرف تحریر میں ہوتی ہے، دین مہر کے بدل میں لڑکی لڑکے کے اختیار میں ہوجاتی ہے، عرض میری یہ ہے کہ تاریخ رکھتے وقت تخمیناً پچاس آدمیوں کی محفل میں مبلغ پچیس ہزار روپیہ طے ہوئے تھے، لیکن کچھ عرصہ بعد لڑکے کے والد سے ملاقات ہونے پر لڑکے کے والد نے کہا کہ لڑکا تو دین مہر کے معاملہ میں دس ہزار کے قابل بھی نہیں ہے، لڑکے کی ہمشیرہ نے کہا کہ پانچ ہزار روپیہ کے قابل نہیں ہے اور گفتگو بات چیت معاہدہ کے خلاف ہوگئی اور شک میں پڑگئی اور مشکوک ہوگئی، ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مہر بیوی کا لازمی حق ہے جس کی ادائیگی شوہر پر لازم اور فرض ہے، مہر کو معاف کرانے کی عرفی اور جبری رسم انتہائی مذموم اور قابل ترک ہے اور کسی طرح

کا دباؤ ڈال کر بیوی سے مہر معاف کرانا شرعاً معتبر نہیں ہے، مہر اُسی وقت معاف ہوسکتا ہے جب کہ بیوی بغیر کسی خاندانی دباؤ کے محض اپنی خوشی سے مہر معاف کردے۔ آج کل ہمارے معاشرہ میں اس طرح بخوشی مہر کی معافی کا رواج نہیں ہے؛ بلکہ عموماً رسم ورواج اور خاندانی دباؤ کی وجہ سے یا بے عزتی اور لعن طعن کے ڈر سے عورتیں مہر معاف کرتی ہیں؛ اس لئے بہرصورت شوہر پر ادائیگی لازم ہے۔ افضل یہ ہے کہ نکاح کے بعد پہلی فرصت میں مہر بیوی کے حوالہ کردیا جائے اور اس کی آسان صورت یہ ہے کہ لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی کو جو زیور دیا جارہا ہے، وہ مہر کی نیت سے دے کر لڑکی کو اس کا پوری طرح مالک اور متصرف بنادیا جائے، اور مسئولہ صورت میں جب کہ نکاح کی تاریخ رکھتے وقت ۲۵/ ہزار روپیہ مہر کا وعدہ ہوگیا تھا تو لڑکے والوں کو اس وعدہ کا لحاظ رکھنا چاہئے تھا؛ کیوں کہ وعدہ خلافی شرعاً بری بات ہے، تاہم منگنی کے وقت طے شدہ مہر کا اصلاً اعتبار نہیں ہے، اور اصل اعتبار نکاح کے وقت طے شدہ رقم کا ہے، اس لئے فریقین جس رقم پر خوش دلی سے متفق ہوجائیں وہی مہر قرار پائے گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۸/۲۵۱، ۸/۳۲۷، کفایت المفتی ۵/۱۱۱-۱۱۸)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَآتُوا النِّسَآءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً، فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْئًا مَرِيْئًا﴾ [النساء: ٤]

عن سعيد بن المسيب أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قضى في المرأة إذا تزوجها الرجل أنه إذا أرخيت الستور فقد وجب الصداق. (المؤطا لإمام مالك، النكاح / باب إرخاء الستور ٣٤٢ رقم: ١٢-١٣، سنن الدارقطني / النكاح ٣/٢١٢ رقم: ٣٧٧٨-٣٧٧٩، سنن سعيد بن منصور / باب فيما يجب به الصداق ١/٢٠١ رقم: ٧٥٧)

عن عمر رضي اللّٰه عنه قال: إذا أجيف الباب، وأرخيت الستور فقد وجب المهر. (سنن الدار قطني / النكاح ٣/٢١٢ رقم: ٣٧٧٦، سنن سعيد بن منصور / باب فيما يجب به الصداق ١/٢٠١ رقم: ٧٥٨)

أيما رجل تزوج امرأة، فنوىٰ أن لا يعطيها صداقها، مات يوم يموت وهو

زان. (فيض القدير ٢٤٧٣/٥ رقم: ٢٩٥٢ مكتبة نزار مصطفىٰ الباز مكة المكرمة)

والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط منه شيء بعد ذٰلک إلا بالإبراء من صاحب الحق. (الفتاوىٰ الهندية / الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر ٣٠٣/١ زكريا، الدر المختار مع رد المحتار / باب المهر ١٠٢/٣ كراچی، وكذا في بدائع الصنائع / فصل في بيان ما يتأكد المهر ٥٣٠/٣ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا بد في صحة حطها من الرضا حتى لو كانت مكرهةً لم يصح. (البحر الرائق، كتاب النكاح / باب المهر ٢٦٤/٣ زكريا، وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح / باب المهر، مطلب في حط المرأة والإبراء منه ١١٣/٣ كراچی، مجموعة الفتاوىٰ، كتاب الهبة وما يتصل بهذا ٣٩٦/٤ لاهور)

وصح حطها لكله أو بعضه عنه، قال الشامي: ففي هبة الخلاصة خوفها بالضرب حتى وهبت مهرها لم يصح لو قادرا على الضرب. (الدر المختار مع الشامي ٢٤٨/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۲/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اُبٹن اور گیت گانے کی رسم؟

سوال (۴۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل دیکھتے ہیں کہ جب شادی ہوتی ہے تو ایک دن قبل لڑکے لڑکی دونوں کے گھر والے اُبٹن لگواتے ہیں اور مہندی بھی، اور ساتھ ساتھ عورتیں گیت بھی گاتی ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِن رسومات کی پابندی غلط ہے، انہیں چھوڑنا لازم ہے۔ (دیکھئے: بہشتی زیور اختری ۲۳/۶-۲۴)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ۵۵۹/۲ رقم: ۴۰۳۱ مكتبة دار الحديث ملتان)

قال العلامة المناوي تحته: أي تزيّا في ظاهره بزيّهم، وفي تعرّفه بعرفهم، وفي تخلقه بخلقهم، وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم ...... وبأبلغ من ذٰلک صرّح القرطبي فقال: لو خص أهل الفسوق والمُجون بلباس، منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الظان والمظنون فيه بسبب العون عليه. (فيض القدير شرح الجامع الصغير ۵۷۴/۱۱ رقم: ۸۵۹۳ مكتبة نزار مصطفىٰ الباز رياض) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۲/۲۱ھ

شادی سے پہلے لڑکے/لڑکی کومہندی لگانا؟

سوال (۴۱۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہت سے علاقے میں یہ رواج ہے کہ لڑکے اورلڑکیوں کوجن کی شادی ہورہی ہے، ہفتوں پہلے سے ہلدی ملنی شروع کردیتے ہیں، یہ عمل قرآن وحدیث کی روسے کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ہلدی اور اُبٹن ملنے کی رسومات شرعاً بے اصل ہیں، اگر بدن کی صفائی مقصود ہوتو کسی بھی چیز سے کی جاسکتی ہے، اس میں ہلدی کی کوئی قید نہیں، اُسے لازم سمجھنا صحیح نہیں، اور اِن مواقع پر جوخرافات رائج ہیں وہ سب ممنوع ہیں۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۲۳/۶)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۹/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس تقریب میں کھڑے ہوکر کھلایا جارہا ہو، اُس میں علماء کا الگ جگہ بیٹھ کر کھانا؟

سوال (۴۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس جگہ کھڑے ہوکر کھانا کھایا جارہا ہوں، ایسی جگہ اہل علم حضرات کی بھی دعوت ہو، مگر اہلِ علم کے بیٹھنے کا انتظام کرر کھا ہو، کیا اہلِ علم حضرات ایسی دعوت قبول کر کے کھانا کھانے جاسکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مقتدیٰ حضرات کو ایسی دعوت میں شرکت سے احتراز کرنا چاہئے، اور اگر پیشگی علم نہ ہونے کی وجہ سے شریک ہوجائیں، تو نکیر ضرور کرنا چاہئے؛ تاکہ صاحبِ خانہ کو اَپنی غلطی کا احساس ہوسکے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۸/۱۲۹ ڈابھیل)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا، اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ [لقمان: ٦]

في معالم التنزيل: عن عبد اللّٰہ بن مسعود وابن عباس رضي اللّٰہ عنهما والحسن وعكرمة وسعيد بن جبير رحمهم اللّٰہ تعالیٰ قالوا: لهو الحديث الغناء والمزامير والمعازف. وفي تفسير التي لهو الحديث الغناء وتعلم الموسيقات وما يتغن به كالدف والبربط والطنبور والتصفيق وما يشبه ذٰلک، فكل ذٰلک حرام وفسق، والجلوس عليها معصية، والتلذذ به كفرٌ. (البحر الرائق، كتاب الكراهية / فصل في الأكل والشرب ٨/٢٤٦ زكريا، وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان والكراهية / الفصل الثامن عشر في الغناء واللهو وسائر المعاصي والأمر بالمعروف ٦/١١٢ زكريا)

ومن دعی إلی وليمة فوجد ثمة لعباً أو غناء، فلا بأس أن يقعد، ويأكل هٰذا إذا لم يكن مقتدی بها، أما إذا كان ولم يقدر علی منعهم، فإنه يخرج ولا يقعد،

ولـو كـان عـلـى ذٰلك الـمائدة لاينبغي أن يقعد، وإن لم يكن مقتدى به. (الفتاویٰ الهندية ٣٤٣/٥، وكذا في البحر الرائق / الكراهية ٣٤٥/٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈیمانڈ دینا درست ہے یا نہیں؟

سـوال (۴۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فی زماننا ڈیمانڈ دینا درست ہے کہ نہیں؟ جب کہ حالت یہ ہے کہ ڈیمانڈ نہ دینے پر لڑکا برابری کا نہیں مل پاتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجـواب وبـالله التوفيق: لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی کے گھر والوں پر رقم لینے کا دباؤ بنانا، بہت بڑی بے شرمی کی بات ہے، اور لڑکی والے اگر ان کے دباؤ کو قبول کرلیں تو یہ ایک طرح سے غلط بات کو جاری کرنے میں تعاون ہوگا؛ اس رسم بد کو جڑ سے ختم کرنے کی واحد تدبیر یہ ہے کہ سب لڑکی والے مل کر بے جا مطالبات کی نفی کرے، اگر ڈیمانڈ اور بے جا مطالبات کا سلسلہ جاری رہے گا، تو یہ رسم کبھی ختم نہیں ہوگی۔

عـن أنـس بـن مـالك رضـي الله عنه يقول: سمعت النبي صلى اللّٰه عليه وسـلـم يقول: من تزوّج امرأة لعزها لم يزده اللّٰه إلا ذلاً، ومن تزوجها لمالها، لم يزده اللّٰه إلا فقراً. الحديث (المعجم الأوسط للطبراني ١٧٨/٣ رقم: ٢٣٦٣)

عـن أبـي حـرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة الـمـصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ٣٥٠/٣، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٧٦٩/٢ رقم: ٥٤٩٣)

وفي الشامية: ومن السحت ما يأخذه الصهر من الختن بسبب بنته. (شامي ۹/۶۰۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کارڈ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۴۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی کارڈ کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آج کل جس طرح شادی کارڈ پر بے دریغ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اور محض ناموری اور دکھاوے کے لئے قیمتی کارڈ چھپوائے جاتے ہیں، یہ طریقہ اسراف اور فضول خرچی کی بنا پر بلاشبہ ناجائز ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص اپنے اعزاء اور متعلقین کو مدعو کرنے کے لئے سادہ انداز میں تحریر بھیجے، خواہ وہ ہاتھ سے لکھی ہوئی ہو یا مطبوعہ ہو، تو اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ بھی اطلاع اور اعلان کی ایک شکل ہے۔ (بہشتی زیور ۶/۴۰)

قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ، وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾ [بني إسرائيل: ۲۷]

قال القرطبي: والتبذير إنفاق المال في غير حقه ولا تبذير في عمل الخير. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۱۰/۲۴۷)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أعلنوا هٰذا النكاح واجعلوه في المساجد. (سنن الترمذي ۱/۲۰۷)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: حق المسلم على المسلم خمس: ...... إجابة الدعوة. (صحيح البخاري ۱/۱۶۶ رقم: ۱۲۲۶)

عن نافع قال سمعت عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنه يقول: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أجيبوا هٰذه الدعوة إذا دعيتم لها، قال: وكان عبد اللّٰه يأتي الدعوة في العرس وغير العرس وهو صائم. (صحيح البخاري ۷۷۸/۲ رقم: ٤٩٨٥)

ويندب إعلانه أي إظهاره. (شامي ٤/٦٦ زكريا)

قال تعالىٰ: ﴿وَلاَ تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ [الأنعام، جزء آيت: ١٤١]

﴿وَلا تُسْرِفُوْا﴾ أي لا تتجاوزوا الحد - إلى قوله - فقد أخرج ابن أبي حاتم أنه قال: لو كان أبو قبيس ذهبا فأنفقه رجل في طاعة اللّٰه تعالىٰ لم يكن مسرفا، ولو أنفق درهما في معصية اللّٰه تعالىٰ كان مسرفا. (روح المعاني ٥/٥٧ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا شادی کارڈ غیروں کی تقلید ہے؟

سوال (۴۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا یہ غیروں کی تقلید تو نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی کارڈ کی حیثیت محض ایک اطلاع نامہ کی ہے، اِس میں غیروں کی تقلید کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۱۱/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کارڈ میں لڑکی کا نام لکھنا؟

سوال (۴۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شادی کارڈ میں صرف لڑکے کا نام لکھا جائے اور لڑکی کا نام نہ لکھا جائے، لڑکی کا نام لکھنے میں کیا قباحت ہے؟ زید کہتا ہے کہ لڑکی کا نام بھی پردہ ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی کارڈ میں لڑکا اور لڑکی دونوں کا نام لکھا جا سکتا ہے، نکاح کے موقع پر لڑکی کے نام کے اِظہار میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ اس لئے زید کا یہ کہنا کہ ''لڑکی کے نام میں بھی پردہ ہے'' غیر ضروری ہے۔

کما یستفاد: أن الغائبة لا بد من ذکر إسمها، واسم أبیها، وجدها، وإن کانت معروفة. (شامي ٤/ ٩٠ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۳/۸/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کارڈ پر تصویر کی شکل میں ''بسم اللہ'' لکھنا؟

سوال (۴۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض کارڈوں پر بسم اللہ شریف ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ اس کا احترام مشکل ہے، پھر بعض پر بسم اللہ تو بصورتِ تصویرِ جاندار یعنی بشکل بطخ لکھی ہوئی ہوتی ہے، کیا یہ تصویر سازی اور وہ بھی بسم اللہ شریف سے ممنوع نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بسم اللہ تو جہاں بھی لکھی رہے اُس کا احترام لازم ہے، اُس میں شادی کارڈ کی کوئی تخصیص نہیں ہے، جس طرح ایک عام خط میں بسم اللہ یا اُس جیسے کلمات لکھے جاتے ہیں، اِسی طرح شادی کارڈ میں بھی لکھے جاتے ہیں۔ اب یہ مدعوین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا احترام بجالائیں؛ البتہ بسم اللہ کو تصویری شکل میں لکھنا قطعاً ناجائز ہے اور اللہ کے نام کی سخت توہین ہے، اس پر سختی سے نکیر ہونی چاہئے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۹/ ۲۴۱ دار الاشاعت کراچی)

عن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: سمعت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذابًا عند اللّٰه المصورون. (صحيح البخاري ۲/۸۸۵)

عـن سعيد بن أبي الحسن قال: كنت عند ابن عباس إذا أتاه رجل، فقال يا ابـن عبـاس! إنـي إنسـان إنـما معيشتي من صنعة يدي وإني أصنع هٰذه التصاوير، فـقـال ابـن عبـاس: لا أحـدثک إلا مـا سـمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يـقـول: مـن صـوّر صورة فإن اللّٰه معذبه حتى ينفخ فيها الروح، وليس بنافع أبدًا فـربـا الـرجـل ربوة شديدة وأحضر وجهه، فقال: ويحک أن أبيت إلا أن تصنع فعليک بهٰذا الشجر وكل شيء ليس فيه روح. (صحيح البخاري ۱/۲۹۶)

عـن عـائشة رضـي اللّٰه عنها أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم لم يكن يترک في بيته شيئًا فيه تصاوير إلا نقضه. (صحيح البخاري ۲/۸۸۰)

لا يـحـل عـمـل شـيء مـن هٰـذه الـصـور ولا يجوز بيعها ولا التجارة لها، والواجب أن يمنعوا من ذٰلک. (بلوغ القصد والمرام ۲۰، بحواله: تصویر کے شرعی أحكام)

وأمـا فـعـل الـتـصـويـر فهـو غير جائز مطلقًا؛ لأنه مضاهاة لخلق اللّٰه. (الرد المحتار مع الدر المختار ۱/۶۵۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۱/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس شادی میں فوٹوگرافی اور ویڈیو بنایا جائے اس میں شرکت کرنا

سوال (۴۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شریعتِ اسلامیہ میں نکاح ایک عبادت ہے، اس کو بطریقِ سنت ادا کرنے کے بجائے غیر شرعی چیزیں اور آلاتِ جدیدہ سے اس مبارک مجلس کو خراب وناجائز بنایا جاتا ہے، اس کے متعلق چند سوالات قابلِ دریافت ہیں، اس کے احکام بدلیل قرآن وحدیث وفقہ بیان کر کے اُمت کو راہِ

راست دکھائیں؟

مجلسِ نکاح میں فوٹو اور ویڈیو اٹھایا جاتا ہے، اس میں شرکت کرنا حرام ہے یا مکروہ؟ اور خصوصاً اس میں علماء کرام اور ائمہ مساجد کا شریک ہونا ازروئے شرع کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادیوں میں فوٹوگرافی اور ویڈیو کے ذریعہ فلم بندی جائز نہیں ہے، یہ ایک عظیم سنت یعنی نکاح کی سخت توہین ہے، ایسی مجالس میں مسلمانوں خاص کر علماء اور ائمۂ مساجد کا شریک ہونا بھی درست نہیں ہے، اس لئے کہ ان کی شرکت سے معاصی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور منکرات پر لوگوں کو جسارت ہوتی ہے۔

عن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنہ قال: سمعت النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: إن أشد الناس عذابًا عند اللّٰہ المصورون. (صحیح البخاري ۲/۸۸۵)

هٰذا إذا لم یکن مقتدی بہ أما إذا کان لم یقدر علی منعهم فإنهم یخرج ولا یقعد. (الفتاویٰ الهندیة ۵/۳۴۳)

قال النووي رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: قال أصحابنا وغیرهم من العلماء: تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم، وهو من الکبائر؛ لأنہ متوعد علیہ بهٰذا الوعید الشدید المذکور في الأحادیث، وسواء ما کان في ثوب أو بساط أو درهم أو دینار أو فلیس أو إناء أو حائط أو غیرها. (شرح النووي علی مسلم، کتاب اللباس / باب تحریم تصویر صورة الحیوان ۱/۱۹۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۵/۵/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کی فحش ویڈیو بنا کر TV پر دیکھنا؟

سوال (۴۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اس مجلس میں عورتیں بناؤ سنگار کرکے اور بغیر برقع و پردہ کے آتی ہیں اور اُن کا بھی ویڈیو اُٹھایا جاتا ہے، اور بعض وقت دولہا اور دلہن کے سر، چہرے اور سینہ کے کپڑے ہٹا کر فوٹو اور ویڈیو اٹھایا جاتا ہے، اور بعض وقت دولہا دولہن کے میل ملاقات کا ویڈیو لیا جاتا ہے، اور یہ ویڈیو اور فوٹو گراف کرنے والے اکثر اَجنبی ہوتے ہیں، اور کافر مرد ہوتے ہیں، اس طرح اس کی فلم بنا کر اس کو ٹی وی میں سب مرد عورتیں دیکھتی ہیں، اِس طرح دیکھنا زنا ہے یا اس سے بھی زیادہ گناہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوال میں جو صورت لکھی گئی ہے وہ سب حرام ہیں، اور اعلیٰ درجہ کی بے حیائیوں میں شامل ہیں، اِس طرح کی فلموں کا ٹیلی ویژن پر وغیرہ دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے، اور بالکل ناجائز ہے اور طرح طرح کے فتنوں کو اُبھارنے کا ذریعہ ہے۔

عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع. (رواه البيهقي في شعب الإيمان، مشكاة المصابيح، كتاب الآداب / باب البيان والشعر، الفصل الثالث ٤١١)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالىٰ: ''الغناء'' – بكسر الغين، ممدودًا: أي التغني – "ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع". يعني الغناء سبب النفاق ومؤدٍ إليه، فأصله وشعبته، كما قال: ...... وفي شرح السنة: قيل: الغناء رقية الزنا ...... وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه، وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهة. والغناء بآلات مطربة هو من شعار شاربي الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذا سماعه حرام ...... وأطنب في دلائل تحريمه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب / باب البيان والشعر، الفصل الثالث ٥٥٧/٨-٥٥٨ رقم: ٤٨١٠)

أما التلفزيون والفديو، فلا شكّ في حرمة استعمالها بالنظر إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة، من الخلاعة والمجون، والكشف عن

النساء المتبرجات أو العاريات، وما إلى ذٰلك من أسباب الفسوق. (تكملة فتح الملهم ١٦٤/٤ مكتبة دار العلوم كراتشي)

في الحديث: والعينان تزنيان وزناهما النظر. (مسند أحمد بن حنبل ٣٤٢/٢)

ويحتمل أن تكون العلة كون ذٰلك استمتاعاً بما لا يحل بلا ضرورة ولينظر هل يحرم النظر بشهوة إلى الصورة المنقوشة محل تردد؟ ولم أره فليراجع. (شامي / كتاب الحظر والإباحة ٣٧٢/٦ كراچی، ٥٣٥/٩ زكريا)

وقيل: الغناء رقية الزنا، وقال قتادة: هو كل لهو ولعب ﴿لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ يعني يفعله عن جهل. (تفسير البغوي المسمي معالم التنزيل / سورة لقمان ٤٩٠/٣ تاليفات أشرفية ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۵/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منکرات والی شادی میں شرکت کرنا؟

سوال (۴۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماچل پر بھارت کا ایک دور اُفتادہ اور پہاڑی علاقہ ہے، اس میں مسلمانوں کی کل تعداد تقریباً ۲ رفیصد ہے، برصغیر ہند وپاک کی تقسیم کے وقت یہاں کے مسلمانوں کی غالب تعداد جب کہ تقسیم ملک سے قبل خاصی تعداد میں تھے، یا تو پاکستان منتقل ہوگئے یا پھر حالات کا شکار ہوگئے، جو تھوڑے بہت مسلم یہاں رہ گئے تھے، ان میں سے اکثر وبیشتر نے ارتداد کا راستہ اختیار کیا، اکثر لوگوں نے اپنے نام تبدیل کرالئے، اور عملاً تمام مشرکانہ اعمال، رسومات اور غیر اسلامی روایات ان میں سرایت کرگئیں، جب ملکی حالات کچھ معمول پر آئے تو اللہ کے کچھ بندوں اور بہی خواہانِ قوم نے ہماچل پردیش میں بنام خدا اِصلاح وتربیت، دعوت وتبلیغ کا کام ان مشکل ترین حالات میں شروع کیا، جو کہ بحمد اللہ جاری ہے، دینی مکاتب اور غیر آباد مساجد کی آبادی کا کام شروع کیا، اس سب کے باوجود فاسد العقیدہ اور مرتد شدہ قوم کو راہِ مستقیم پر لانا کوئی آسان کام نہ تھا، اگرچہ دعوت وتبلیغ

تعلیم وتعلم اوراصلاح معاشرت کی جدوجہداورمحنت جاری ہے۔

تاہم یہاں کے بیشتر مسلمان سماجی تقریبات بالخصوص بیاہ شادی میں افعالِ کبیرہ مثلاً شراب نوشی، فحاشی، ناچ گانا بجانا، شادی کی اول تا آخر ویڈیو فلم تیار کرنا وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہین، تمام تر جدوجہداور محنت کے باوجود تاحال افعالِ مذمومہ سے خلاصی نہ مل سکی۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح کے غیر شرعی اور غیر اسلامی ماحول اور فضا میں جن بچوں کے والدین مذکورہ گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں، ان مسلم لڑکےلڑکیوں کا نکاح پڑھنا پڑھانا اور ایسی تقریبات میں شریک ہونا جائز ہے یانہیں؟ اور چوں کہ ان مذموم حرکات سے روک سکنا بھی دینی تنظیم یاخادمانِ قوم کے لئے اس وقت ممکن نہیں ہے؛ اس لئے ایسے بچوں کا نکاح کیا جائے یاپھر بغیر نکاح کےلڑکیاں رخصت کی جائیں؟

نیز مذکورہ حالات میں جوعلماء ائمہ مساجد، اساتذۂ دینی مکاتب اس طرح کے بیاہ شادیوں میں نکاح پڑھانے کے لئے جائیں یا مجبوراً کھانا کھائیں، ایسے مسلم رہنماؤں کی اقتداء میں نماز جائز ہے یانہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حکمتِ عملی کے ساتھ اِصلاحی کوششیں جاری رکھی جائیں اورتقریبات میں بھی اِصلاح کی نیت سے شرکت کی جائے، نکاح ضرور پڑھائیں اورامکانی حدتک منکرات سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں، اگران لوگوں سے بالکل قطع تعلق کرلیا جائے گا تو اس سے زیادہ خطرات کا اندیشہ ہے؛ اس لئے اہون البلیتین کواختیار کیا جائے۔

عن أبي بكر الصديق رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن الناس إذا رأوا منكراً فلم يغيروه، يوشك أن يعمهم اللّٰه بعقابه.

(مشكاة المصابيح / باب الأمر بالمعروف، الفصل الثاني ٤٣٦)

إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمها ضرراً بارتكاب أخفهما. (الأشباه والنظائر ١/١٤٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۶/۷/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیراحمد عفا اللہ عنہ

ڈانس کے ساتھ ناچ گانے والی تقریب میں شرکت کرنا؟

سوال (۴۲۰): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: کسی لڑکے یا لڑکی کی شادی میں جس میں ڈانس ناچ گانے فلمیں اور ڈی جے وغیرہ کا پروگرام ہو، خاص طور پر دعوتِ ولیمہ میں جب کہ بارات سے پہلے یا ولیمہ کی رات میں ڈانس وغیرہ کا پروگرام ہو، خاص کر مساجد کے اماموں مدارسِ اِسلامیہ کے مدرسین وطلبہ اور دیگر علماء وحفاظ کا شرکت کرنا کیسا ہے؟ اور عوام کا شرکت کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس تقریب میں گانا بجانا اور ڈانس وغیرہ ہو، اس میں شرکت کرنا کسی بھی مسلمان بالخصوص علماء اور طلبہ اور ائمۂ مساجد کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے، ایسی تقریبات میں شرکت سے احتراز لازم ہے؛ تاکہ منکرات پر نکیر ہوسکے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَیَتَّخِذَهَا هُزُوًا، اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴾ [لقمان: ٦]

قال العلامة البغوي في المعالم: عن عبد اللّٰه بن مسعود وابن عباس رضي اللّٰه عنهم، والحسن وعكرمة وسعيد بن جبير رحمهم اللّٰه تعالىٰ، قالوا: ﴿لَهْوَ الْحَدِیْثِ﴾ هو الغناء، والآية نزلت فيه. ومعنى قوله: ﴿یَشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ﴾: أي يستبدل ويختار الغناء والمزامير المعازف على القرآن. قال أبو الصباء الكبرىٰ: سألت ابن مسعود رضي اللّٰه عنه عن هٰذه الآية، فقال: هو الغناء، واللّٰه الذي لا إلٰه إلا هو - يرددها ثلاث مرات - وقال إبراهيم النخعي: الغناء ينبت النفاق في القلب، وكان أصحابنا يأخذون بأفواه السكك يخرقون الدفوف. وقيل: الغناء رقية الزنا. وقال قتادة: هو كل لهو ولعب ﴿لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ﴾ يعني يفعله عن جهل. (تفسير البغوي المسمى مصالح التنزيل [لقمان: ٦] ٣/ ٤٩٠ إدارة تاليفاتِ أشرفية ملتان)

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِکَ﴾ [الإسراء: ٦٤]

واستماع صوت الملاهي حرام كالضرب بالقصب وغيره، قال عليه الصلاة والسلام: "استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر". (البحر الرائق، كتاب الكراهية / فصل في الأكل والشرب ٢٤٦/٨ زكريا، وكذا في المحيط البرهانى، كتاب الاستحسان والكراهية / الفصل الثامن عشر في الغناء واللهو وسائر المعاصي والأمر بالمعروف ١١٢/٦ زكريا)

﴿وَاسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِکَ﴾ صوت الغناء والمزامير. (تفسر المدارك المسمى بمدارك التنزيل وحقائق التاويل [الاسراء: ٦٤] ٧٢١/١)

عن نافع رحمه اللّٰہ تعالیٰ قال: كنت مع ابن عمر رضي اللّٰہ تعالیٰ عنهما في طريق، فسمع مزمارًا فوضع أصبعيه في أذنيه، وناعن الطريق إلى الجانب الآخر، ثم قال لي بعد أن بَعُد: يا نافع! هل تسمع شيئًا؟ قلت: لا، فرفع أصبعيه من أذنيه، قال: كنت مع رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم، فسمع صوت يَراع، فصنع مثل ما صنعت. قال نافع: فكنت إذ ذاک صغيرًا. (رواه أحمد وأبوداؤد، مشكاة المصابيح، كتاب الأدب / باب البيان والشعر، الفصل الثالث ٤١١)

حدثني أبوعامر أو أبو مالک الأشعري – واللّٰہ ما كذبني – سمع النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم يقول: ليكونَنّ من أمتي يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف ...... فيبيتهم اللّٰہ، ويضع العلم، ويمسخ آخرين قردةً وخنازير إلى يوم القيامة. (صحيح البخاري، كتاب الفتن / باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه ٨٣٧/٢)

فإن كان مقتدي ولم يقدر على المنع خرج ولم يقعد؛ لأن فيه شين الدين، وإن علم أولاً بالـلعب لايحضر أصلاً، سواء كان ممن يقتدي به أولاً.

(شامي ٥٠٢/٩ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٣٤٣/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١٤٢٨/٥/٥ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باجہ بھانگڑااور منکرات والی شادی میں توجہ دلانے کے باوجود شرکت کرنا؟

سوال (۴۲۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جماعت اصلاح قوم مسلم ساری برائیوں میں سے ایک برائی روکنے میں مصروف ہے، اور ارادہ ہے کہ ساری برائیوں کوایک ایک کر کے روکا جائے گا، جس برائی کے روکنے کا اعلان ہوجائے گااس کے اندرشریک نہیں ہوگا، اگر باوجود اعلان کے شریک رہےتو ان کا یہ عمل بھی نہیں مانا جائے گا، جماعت اصلاح قوم مسلم نے علماء کرام سے مل کر اعلان کر دیا کہ ایسے دولہا کا نکاح جس کی بارات میں باجہ بھانگڑا شراب نوشی ہو، ایسے دولہا کا نکاح ہرگز نہ پڑھایا جائے، جماعت اصلاح قوم مسلم اور علماء کرام کا تو صرف اعلان کرنا ہے بات اللہ اوراس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، جماعت اصلاح قوم مسلم کی اتنی محنت کے باوجود لوگوں کا باراتوں میں باجہ بھانگڑا لانا اور قاضی صاحب کا نکاح پڑھانا اللہ اوراس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کوفراموش کرنا مانا جائے گا، یاحکم بجالانا مانا جائے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جولوگ باجہ بھانگڑا لاتے ہیں اور بجواتے ہیں، کیا ان کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز پڑھنا درست ہے یا غلط ہے؟ جولوگ باجہ لاتے ہیں اور جولوگ منع کرتے ہیں ایسی صورت میں دونوں کا شریک ہونا ایک مانا جائے گا؟ یا الگ الگ مانا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی یا کسی بھی موقع پر باجہ بھانگڑاوغیرہ قطعاً ناجائز اورحرام ہے، اوراگر پہلے سے نکاح خواں کومعلوم ہوکہ اس تقریب میں ناچ گانا ہوگا، تو ایسی تقریب میں نکاح خواں کو ہرگز شرکت نہ کرنی چاہئے علم کے باوجود ایسی جگہوں پر علماء کا شریک ہونا اوران باتوں پر برملا نکیر نہ کرنا شریعتِ اسلامی کی توہین اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی پامالی ہے، جس کا کوئی مسلمان تصور نہیں کرسکتا اور جو شخص ناچ گانے والی تقریبات میں بلاتکلف شریک

ہو اور باوجود توجہ دلائے جانے کے اس سے احتراز نہ کرے تو ایسا شخص امامت کے لائق نہیں، اس پر اپنے عمل سے باز آنا اور توبہ کرنا ضروری ہے، اس کے بعد ہی اس کی امامت بلا کراہت جائز ہوگی۔

وهٰذا إذا لم يكن مقتدي، فإن كان ولم يقدر على منعهم يخرج ولا يقعد؛ لأن في ذٰلک شين الدين وفتح باب المعصية على المسلمين، والمحكى عن أبي حنيفة في الكتاب كان قبل أن يصير مقتدي. (الهداية ٤/٤٥٥ أشرفي)

وفي المعراج: الملاهي نوعان: محرم، وهو الآلات المطربة من غير الغناء كالمزمار، سواء كان من عود أو قصب كالشبابة أو غيره: كالعود والطنبور، لما روى أبو أمامة أنه عليه السلام قال: ''إن اللّٰه بعثني رحمةً للعالمين، وأمرني بمحق المعازف والمزامير''. ولأنه مطرب مصدّ عن ذكر اللّٰه تعالىٰ. (البحر الرائق، كتاب الشهادات / باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل ٧/١٤٩ زكريا)

ويكره استماع صوت اللهو والضرب به، والواجب على الإنسان أن يجتهد ما أمكن حتى لا يسمع. (البحر الرائق، كتاب الكراهية / فصل في البيع ٨/٣٨٠ زكريا، وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / قبيل باب ما يفسد الصلاة ٣١٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۴/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

برسرِ عام منکرات والی شادی میں شرکت کرنا اور نکاح خوانی کی اُجرت لینا؟

سوال (۴۲۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل شادی بیاہ وغیرہ میں چند کام عام ہوگئے ہیں، اور تقریباً ہر تقریب میں مندرجہ ذیل کاموں میں سے کوئی نہ کوئی ہوتا ہے، کوئی ضروری نہیں کہ سارے ہی کام مجتمع ہوں؛ بلکہ ایک بھی ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

(۱) ڈھول بجانا (۲) بینڈ باجہ (۳) گانا بجانا (۴) فوٹو اور ویڈیو فلم (۵) آتش بازی جس

میں ہزاروں روپئے تک خرچ کی نوبت بھی آ جاتی ہے، ان سب کے علاوہ ایک آدمی کے یہاں مذکورہ بالا خرافات نہیں ہوتی ہے، لیکن اس کے گھر میں ٹی وی ہے اس کے یہاں شرکت کا کیا حکم ہے؟ اب اگر شرکت نہ کی جائے تو جواب میں وہ یہ کہتا ہے کہ ہم بھی تمہارے یہاں نہیں آئیں گے، تو اب قطع تعلق کی شکل بن جاتی ہے، جو کہ ناجائز ہے، تو ایسی حالت میں شرکت جائز ہے؟ یا ناجائز ہے؟ اور مذکورہ بالا خرافات میں سے جس کے یہاں ایک بھی ہوتی ہو تو وہاں شرکت جائز ہے یا ناجائز؟ مزید برآں محلّہ کے امام صاحب عالم صاحب ایسی شادی بیاہ میں نکاح بھی پڑھاتے ہیں، جبکہ ویڈیو فلم بن رہی ہے، اور امام صاحب نکاح پڑھانے میں مصروف ہیں، ماتھے پر شکن بھی نہیں آتی، تو کیا ان کا نکاح پڑھانا جائز ہے یا ناجائز؟ تو ایسے نکاح کی اجرات کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس تقریب میں برسرِ عام منکرات کئے جارہے ہوں، اُس میں شرکت سے احتراز لازم ہے، بالخصوص علماء ائمہ اور مقتدیانِ دین کو ایسی مجلسوں میں ہرگز شریک نہیں ہونا چاہئے؛ تاکہ برائی کرنے والوں کی حوصلہ افزائی نہ ہوسکے؛ تاہم اگر کوئی شخص اس میں شریک ہوگیا، اور اُس نے ایسی تقریب میں نکاح پڑھا کر اُجرت لے لی، تو چوں کہ نفسِ نکاح کا عمل جائز ہے، اس لئے اُس پر اُجرت کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۲/۱۷۱-۲۷۲، کفایت المفتی ۵/۱۵۳)

فإن كان مقتدي ولم يقدر على المنع خرج ولم يعقد؛ لان فيه شين الدين، وإن علم أولاً باللعب لايحضر أصلاً، سواء كان ممن يقتدي به أولاً الخ.

(شامي ۹/۵۰۲ زكريا، الفتاویٰ الهندية ۵/۳٤۳ زكريا)

وكل نكاح باشره القاضي وقد وجبت مباشرته عليه، كنكاح الصغار والصغائر فلا يحل له أخذ الأجرة عليه، وما لم تجب مباشرته عليه حل له أخذ الأجرة عليه. (الفتاویٰ الهندية ۳/۳٤۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چھٹی اور منڈھے کی رسم؟

سوال (۴۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موجودہ دور میں تقریبات کے نام پر ولادت کے موقع پر چھٹی اور نکاح سے پہلے دن منڈھا کیا جاتا ہے یا بارات وغیرہ میں ناچ گانا ہوتا ہے، تو مذکورہ تقریبات میں شرکت سے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ولادت کے بعد ساتویں دن عقیقہ کرنا مستحب ہے، اب اگر چھٹی سے یہی مراد ہے، تو اِس تقریب میں شرکت کرنا درست ہے، اور اگر چھٹی کی تقریب عقیقہ کے علاوہ ہے تو یہ محض رسم ہے، اس میں شرکت بہتر نہیں، اور نکاح سے پہلے باقاعدہ دعوت دے کر ولیمہ کے طور پر منڈھا کے نام سے کھانا شریعت میں ثابت نہیں ہے، ایسی تقریب میں بھی شرکت نہیں کرنی چاہئے، اور جن تقریبات میں ناچ گانے جیسے منکرات ہوں، اُن میں تو شرکت کی قطعاً اجازت نہیں ہے، خاص طور پر علماء، ائمہ اور مقتدیٰ حضرات کو ایسی تقریبات میں ہرگز شریک نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ ان پر کھل کر نکیر کرنی چاہئے۔

عن سمرة بن جندب رضي اللّٰه عنه عن نبي اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: كل غلام مرتهن بعقيقته تذبح عنه يوم السابع ويحلق رأسهٗ ويسمى. (سنن ابن ماجة ۲۲۸، سنن الترمذي ۲۷۸/۱، سنن النسائي ۱۶۷/۲)

وإن كان هناک لعب وغنا قبل أن يحضرها فلايحضرها؛ لأنه لايلزمه إجابة الدعوىٰ إذا كان هناک منكر. (تبيين الحقائق ۲۹/۷)

هٰذا إذا لم يكن مقتدي، فإن كان ولم يقدر على منعهم يخرج ولا يقعد؛ لأن في ذٰلک شين الدين وفتح باب المعصية على المسلمين. (الهداية ٤٥٥/٤)

ومن دعى إلىٰ وليمة فوجد ثمة لعبا أو غنا فلا بأس أن يقعد ويأكل، فإن قدر على المنع يمنعهم، وإن لم يقدر يصبروا، هٰذا إذا لم يكن مقتدىٰ به، أما إذا كان ولم يقدر علىٰ منعهم فإنهٗ يخرج ولايقعد، ولو كان ذٰلک على المائدة، لا

ينبغي أن يقعد، وإن لم يكن مقتدي به، وهٰذا كله بعد الحضور، وأما إذا علم قبل الحضور فلا يحضر؛ لانه لايلزمهٔ حق الدعوة. (الفتاویٰ الهندية ٥/ ٣٤٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۶/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی رخصتی پر لوگوں کو کھانا کھلانا؟

سوال (۴۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنی بیٹی کا نکاح کرتا ہے اور پھر رخصتی کے عنوان سے لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے، تو زید کا یہ کھانا کھلانا اور لوگوں کا اس دعوت میں شرکت کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا نبی کریم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے ایسی کوئی تقریب ثابت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: شادی میں لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کا اہتمام ولیمہ کی طرح سنت نہیں ہے، دورِ نبوت اور دورِ صحابہ میں بھی اِس دعوت کا خاص ثبوت نہیں ملتا، اور جن بعض روایات سے خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے عقدِ نکاح کی دعوت کا ذکر ملتا ہے، وہ سنداً ضعیف ہے، اس سے سنت کا اثبات نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کوئی شخص بلا کسی جبر واکراہ کے اپنی خوشی سے اپنے اعزاء اور مہمانوں کو کھانا کھلائے، تو یہ ناجائز نہیں ہے؛ بلکہ دیگر دعوتوں کی طرح مباح ہے۔ (مستفاد: انوار نبوت ۶۷۵، دینی مسائل اور ان کا حل ۲۲۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دولہا کا شریعت کے خلاف لباس پہن کر مجلس نکاح میں بیٹھنا

سوال (۴۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دولہا شرع کے خلاف لباس یا سونے کی انگوٹھی وغیرہ پہن کر مجلس میں بیٹھ گیا، کیا اہل مجلس

اُس کے اِس عمل سے گنہگار ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مذکورہ خلافِ شرع حرکت کا ذمہ دار دولہا خود ہے، حاضرینِ مجلس گنہگار نہیں ہیں؛ البتہ اہل مجلس کو چاہئے کہ وہ اس پر نکیر کریں، اور اگر اس کا موقع نہ ہو تو کم از کم دل سے برا سمجھیں۔

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من رآى منكم منكرًا فليغيره بيده، ومن لم يستطع فبلسانه، ومن لم يستطع فبقلبه، وذٰلک أضعف الإيمان. (سنن الترمذي ۲/ ۴۰)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۱۱/۱۴۲۴ھ

دولہن کے سر کی زیب وزینت

سوال (۴۲۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دولہن کے سر کا سہرہ یا چوٹی کا سہرہ دولہن کے واسطے جائز ہے یا منع ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: دلہن کے سر پر یا چوٹی کے ساتھ زیب وزینت کے لئے پھول وغیرہ باندھنا شرعاً درست ہے، اس میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

لابأس للنساء بتعليق الخرز في شعورهن من صفر أو نحاس أو شبه أو حديد ونحوها للزينة. (الفتاویٰ الهندية ۵/ ۳۵۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میاں بیوی کے حقوق

حقوقِ زوجین

سوال (۴۲۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیوی پر شوہر کے حقوق زیادہ ہیں یا شوہر پر بیوی کے؟ شادی کے بعد بیوی پر شوہر کے حقوق زیادہ ہیں یا لڑکی کے والدین اور بھائی بہنوں کے؟ اُن لوگوں کے سامنے شوہر کی کوئی حیثیت نہیں، کوئی حق نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں شوہر اور بیوی دونوں پر کچھ حقوق ہیں، اور کچھ واجبات ہیں، بیوی کے بارے میں ارشاد نبوی ہے کہ: ''اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو بیوی سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے''۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لو كنت آمر أحدًا أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن يسجد لزوجها.

(مشكاة المصابيح، كتاب النكاح / باب عشرة النساء وما لكل واحد من الحقوق، الفصل الثاني ۲۸۱)

یعنی بیوی پر شوہر کی اِطاعت لازم ہے، دوسری طرف شوہر کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اہل کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کرے، اُن کا نان نفقہ کا انتظام کرے اور اُنہیں اذیت نہ دے۔

عن حكيم بن معاوية القشيري عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: قلت یا رسول اللّٰه! ما حق زوجة أحدنا علیه، قال: أن تطعمها إذا طعمت وتكسوها إذا اكتسبت ولا تضرب الوجه ولا تُقبّح ولا تهجر إلا في البيت. (مشكاة المصابيح ۲۸۱/۲)

لہٰذا دونوں کو اَپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہئے اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا چاہئے، اور دیگر رشتہ داریوں کی وجہ سے حقوق میں کوتاہی نہ ہونی چاہئے، اور اَحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی پر اپنے بھائی بہن ودیگر رشتہ داروں سے بڑھ کر شوہر کی اِطاعت اور اُس کی عزت کرنا لازم ہے، اس لئے اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: سألت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أي الناس أعظم حقًّا على المرأة؟ قال: زوجها. قلت: فأي الناس أعظم حقًا على الرجل؟ قال: أمه. رواه البزار والحاكم، وإسناد البزار حسن. (الترغيب والترهيب ۳/٤۳ رقم: ۱٦ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نافرمان بیوی

سوال (۴۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم میاں بیوی میں عرصہ سے ناخوش گوار حالات چل رہے ہیں، میری بیوی مجھے بالکل خاطر میں نہیں لاتی، زبان درازی کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اپنی داڑھی کٹوا دے، پہلے خود وہ فضائلِ اعمال کی تعلیم کرتی تھی مگر اب نہیں کرتی، اور کہتی ہے کہ اس کی سب حدیثیں دوغلی ہیں، نعوذ باللہ منہ، بہت زیادہ جھوٹ بولتی ہے، اور ہفتہ میں ایک مرتبہ بھی حقوقِ زوجیت ادا نہیں کرتی، نہ نماز نہ تلاوتِ قرآن۔ اب بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اپنے جسم کو ہاتھ بھی لگانے نہیں دیتی، اور ایسے ایسے برے الفاظ کہتی ہے جس کی بنا پر میں نے اس کے ساتھ تعلق ہی چھوڑ دیا ہے، مہربانی فرما کر بتائیں کہ ایسی عورت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں جس عورت کا ذکر کیا گیا ہے اگر وہ واقعہ کے

مطابق ہے، تو ایسی عورت شرعاً سخت گنہگار اور فرشتوں کی لعنت کی مستحق ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو عورت بلا عذر حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے انکار کرے اُس پر رات بھر فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں؛ لہٰذا مذکورہ عورت کو سچے دل سے توبہ کرنی اور اپنے شوہر کے حقوق کی کامل ادائیگی لازم ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت أن تجيء، لعنتها الملائكة حتى تصبح. (صحيح البخاري، كتاب النكاح / باب إذا باتت المرأة مهاجرةً فراشَ زوجها ۲/۷۸۲ رقم: ۵۱۹۳ دار الفكر بيروت)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لو كنت آمر أحدًا أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن يسجد لزوجها.

عن طلق بن علي رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا الرجل دعا زوجته لحاجته فلتأته، وإن كانت على التنور. (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح / باب عشرة النساء وما لكل واحد من الحقوق، الفصل الثاني ۲۸۱)

قال العلامة الكاساني رحمه اللّٰه: ومنها وجوب طاعة الزوج على الزوجة، إذا دعاها إلى الفراش ...... وعليها أن تطيعه في نفسها وتحفظ غيبته. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح / فصل في طاعة الزوج ۳/۶۱۳ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۵/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نافرمان بیوی کی اِسلام میں کیا سزا ہے؟

سوال (۴۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نافرمان عورت کی اسلام میں کیا سزا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جو عورت جائز بات میں شوہر کی نافرمانی کرے، اس

سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، اور فرشتے اُس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (مستفاد: مشکوٰۃ شریف ۲/۲۸۰)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت أن تجيء، لعنتها الملائكة حتى تصبح. (صحيح البخاري، كتاب النكاح / باب إذا باتت المرأة مهاجرةً فراشَ زوجها ۷۸۲/۲ رقم: ۵۱۹۳ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۹/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے حکموں کو نہ ماننے اور من مانی کرنے والی عورت کا حکم؟

سوال (۴۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر بیوی شوہر کے حکموں کو نہ مانے، اور اپنی من مانی زندگی گذارے، تو کیا شرعاً گنہگار رہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جائز اُمور اور غیر خلاف شرع باتوں میں جہاں تک ممکن ہو، عورت کا شوہر کی بات ماننا ضروری ہے، خلاف ورزی اور من مانی کرنے کی صورت میں عورت سخت گنہگار رہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۸/۵۹۸ ڈابھیل)

عن معاذ بن جبل رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: لا تؤذى امرأة زوجها في الدنيا إلا قالت زوجته من الحور العين لا تؤذيه قاتلكِ الله، فإنما هو عندك دخيل يوشك أن يفارقك إلينا. (سنن الترمذي / آخر أبواب الرضاعة ۲۲۲/۱)

وحقه عليها أن تطيعه في كل مباح يأمرها به، وفي الشامي: ظاهره أنه عند الأمر به يكون واجبًا عليها كأمر السلطان الرعية. (شامي ۳۸۸/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۵/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ضربِ فاحش سے کیا مراد ہے؟

سوال (۴۳۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ضربِ فاحش سے کیا مراد ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ''بیوی کو نہ مارو، اگر ضرورت ہی پڑجائے تو مسواک سے مار سکتے ہو'' کیا اُن کا یہ کہنا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی پر ہاتھ اٹھانا شریفوں کا کام نہیں، اگر مارنا ناگزیر ہی ہوجائے، تو حکم یہ ہے کہ صرف اس قدر مار ہو کہ اُس کا نشان بدن پر نہ پڑے، اِس کی تشریح کرتے ہوئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مسواک کا بھی ذکر ملتا ہے؛ کیوں کہ اوسط درجہ کی مسواک سے عام طور پر نشان نہیں پڑتے۔

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنه خطب بعرفات – وفيه – فاتقوا اللّٰه في النساء، فإنكم أخذتموهن بأمان اللّٰه واستحللتم فروجهن بكلمة اللّٰه، ولكم عليهن أن لا يوطئن فرشكم أحداً تكرهونه، فإن فعلن فاضربوهن ضرباً غير مبرح. (صحيح مسلم ٣٩٧/١)

وفي روح المعاني: ﴿وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾ يعني ضرباً غير مبرح، كما أخرجه ابن جرير عن حجاج عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، وفسّر غير المبرح بأن لا يقطع لحماً ولا يكسر عظماً. وعن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما: أنه الضرب بالسواک ونحوه. (روح المعاني ٣٧/٤)

للزوج أن يضرب زوجته على أربعة أشياء وما في معناها ...... ما إذا ضربت جارية زوجها غيرةً، ولا تتعظ بوعظه فله ضربها. وينبغي أن يلحق به ما إذا ضربت الولد الذي لا يعقل عند بكائه. ...... ومنه: إذا شتمته أو مزقت ثيابه أو أخذت لحيته، أو قالت له: يا حمار! ...... ومنه: إذا كشفت وجهها لغير محرم، أو

كـلـمـت أجـنبيًـا، أو تـكـلـمـت عامدًا مع الزوج، أو شاغبت معه ليسمع صوتها الأجنبي. (البحر الرائق، كتاب الحدود / باب حد القذف، فصل في التعزير ۸۲/۵ زكريا، كذا فی رد المحتار، كتاب الحدود / باب التعزير ۷۷/٤-۷۹ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۷/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر اپنی بیوی کو چھوڑ کر کتنے دن تک پردیس میں رہ سکتا ہے؟

سوال (۴۳۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہر اپنی بیوی کو چھوڑ کر پردیس میں کتنے دن رہ سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی شخص کے لئے بیوی کی رضامندی کے بغیر چار مہینہ سے زیادہ پردیس میں رہنا جائز نہیں ہے، اور اگر بیوی بخوشی اِجازت دیتی ہے، تو چار ماہ سے زائد بھی پردیس میں رہ سکتا ہے۔

عـن ابـن جـريـج قـال: أخبـرني من أصدق أن عمر رضي اللّٰه عنه بينا هو يطوف سمع امرأةً تقول:

تَـطَـاوَلَ هٰـذَا اللَّيْلُ وَاسْوَدَّ جَانِبُهٗ ❖ وَأَرَّقَـنِـيْ أَنْ لَّا حَبِيْـبَ أُلَاعِبُـهٗ

فَـلَـوْ لَا حِـذَارُ اللّٰـهِ لَا شَيْءَ مِثْلُـهٗ ❖ لَـزُعْـزِعَ مِـنْ هٰذَا السَّرِيْرِ جَوَانِبُهٗ

فـقال عمر رضي اللّٰه عنه: ما لَکِ؟ قالت: أغربتُ زوجي منذ أشهر، وقد اشتقتُ إليه. قال: أردتِّ سوءًا، قالت: معاذ اللّٰه! قال: فاملكي عليک نفسک، فإنـمـا هـو البريد إليه فبعث إليه؛ ثم دخل على حفصة رضي اللّٰه عنها فقال: إني سـائـلُکِ عـن أمـرٍ قـد أهـمَّـني فأفرجيه عنِّي، في كم تشتاق المرأة إلى زوجها؟ فـخفضت رأسها واستحيت. قال: فإن اللّٰه لا يستحيي من الحق. فأشارت بيدها

ثلاثة أشهر وإلا فأربعة أشهر. فكتب عمر رضي الله عنه أن لا تُحبس الجيوش فوق أربعة أشهر. كذا في الكنز. (حيلة الصحابة ٥٠٠/١-٥٠١، المصنف لعبد الرزاق ١٥١/٧، السنن الكبرىٰ للبيهقي ٢٩/٢)

ولا تبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها. وفي الشامية: ويؤيد ذٰلک أن عمر رضي اللّٰه عنه سأل بنته حفصة كم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقال أربعة أشهرٍ فأمر أمراء الأجنداد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها. (شامي ٣٨٠/٤ زكريا)

قال المحقق ابن الهمام رحمه اللّٰه تعالىٰ: واعلم أن هٰذا الإطلاق ...... الاختيار في مقدار الدور إلى الزوج ...... لا يمكن اعتباره على صرافته، فإنها لو أراد أن يدور سنةً سنةً ما يظن إطلاق ذٰلک له؛ بل ينبغي له أن لا يطلق له مقدار مدة الإيلاء، وهو أربعة أشهر. (فتح القدير، كتاب النكاح / باب القسم ٤٣٤/٣ مصطفىٰ البابي الحلبي مصر، وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح / باب القسم ٣٨٢/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۵/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بیوی سے دور رہنے میں نئے شادی شدہ اور بوڑھے آدمی کا حکم برابر ہے؟

سوال (۴۳۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس کی نئی نئی شادی ہوئی ہو، اور جس کی شادی کو ۲۰-۲۵ رسال گذر گئے، سب کا حکم یکساں ہے یا اَلگ اَلگ؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضراتِ فقہاء نے یہ جو لکھا ہے کہ چار مہینہ سے پہلے عورت کو شوہر سے جماع کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے، چار مہینہ گذرنے پر یہ حق ہوتا ہے، اس کا

تعلق نظام قضاء اور انتظامی امور سے ہے؛ اس لئے اسی کو حرفِ آخر نہیں سمجھنا چاہئے؛ بلکہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ نکاح کا مقصد جانبین کی پاک دامنی اور غض بصر اور طلب ولد ہے، اور جب چار مہینہ سے پہلے بیوی کو اپنی عصمت اور عفت کا خطرہ ہو اور فتنہ ومعصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو دیانۃً شوہر سے جماع کے مطالبہ کا حق ہے؛ لہٰذا اگر چار مہینہ سے کم مثلاً دو مہینہ یا تین مہینہ تک شوہر کے غائب رہنے کی صورت میں بیوی کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے، تو دو مہینہ تین مہینہ بھی بیوی کو چھوڑ کر غائب رہنا شوہر کے لئے جائز نہیں ہے۔

قال عبد اللّٰه: كنا مع النبي صلى اللّٰه عليه وسلم شباباً لا نجد شيئاً، فقال لنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ''يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه الصوم فإنه له وجاء''. (صحيح البخاري ۷۵۸/۲ رقم: ٥٠٦٦)

اعلم أن المنى إذا كثر تولُّدُه في البدن صَعِد بخارُه إلى الدماغ، فحبَّب إليه النظرّ إلى المرأة الجميلة، وشَغَفَ قلبَه حبُّها، ونزل قسطٌ منه إلى الفرج، فحصل الشبقُ، واشتدت الغُلمة، وأكثرُ ما يكون ذٰلک في وقت الشباب. وهٰذا حجابٌ عظيم من حُجُبِ الطبيعة، يمنعه من الإمعان في الإحسان، ويُهيِّجه إلى الزنا، ويُفسد عليه الاخلاق، ويوقعه في مهالکَ عظيمةٍ من فساد ذات البين، فوجب إماطةُ هٰذا الحجاب. (حجة اللّٰه البالغة ۳۲۲/۲ مكتبة حجاز ديوبند)

ہاں البتہ اگر جوان بیوی نے اپنے کو قابو رکھنے کا اظہار کیا اور شوہر کو بخوشی اجازت دے دی، تب اس کی گنجائش ہے۔ اور جو عورتیں پرانی ہو گئی ہیں، جن کے متعدد اولادیں پیدا ہو چکی ہیں، اور ان کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہیں ہے، تو ایسی عورتوں کی اجازت کے بغیر چار مہینہ تک غائب رہنا شوہر کے لئے جائز ہے؛ لہٰذا نئی عورتیں اور پرانی عورتوں کے درمیان اس طرح فرق ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵۹۴/۱۸ ڈابھیل)

واعلم أن ترک جماعها لا يحل مطلقاً صرح أصحابنا بأن جماعها أحياناً واجب ديانة، ويجب أن لا يبلغ به مدة الإيلاء إلا برضاها وطيب نفسها به. (شامي ٣٧٩/٤ زكريا، فتح القدير ٩٣/٤)

ولا تبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها. وفي الشامية: ويؤيد ذٰلک أن عمر رضي اللّٰه عنه سأل بنته حفصة كم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقال أربعة أشهرٍ فأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها. (شامي ٣٨٠/٤ زكريا)

قال المحقق ابن الهمام رحمه اللّٰه تعالىٰ: واعلم أن هٰذا الإطلاق ...... الاختيار في مقدار الدور إلى الزوج ...... لا يمكن اعتباره على صرافته، فإنها لو أراد أن يدور سنةً سنةً ما يظن إطلاق ذٰلک له؛ بل ينبغي له أن لا يطلق له مقدار مدة الإيلاء، وهو أربعة أشهر. (فتح القدير، كتاب النكاح / باب القسم ٤٣٤/٣ مصطفىٰ البابي الحلبي مصر، وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح / باب القسم ٣٨٢/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۵/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی والوں کا بیوی کو جائے ملازمت میں ساتھ رکھنے پر زور ڈالنا؟

سوال (۴۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص گھر سے تقریباً ۱۵ ارکلومیٹر دور اِمامت کرتا ہے، بیوی بچے پہلے والدین کی شرکت میں رہتے تھے، بعد میں بیوی کی خواہش پر بٹوارہ ہوگیا؛ لیکن گھر ملے ہوئے ہیں، ہفتہ میں ایک مرتبہ گھر آنا ہوتا ہے، مگر بیوی اور اس کے اعزاء کا یہ مطالبہ ہے کہ ساتھ رہیں، اور وہ اس کو بیوی کا ایسا حق سمجھتے ہیں کہ جو شوہر کے اوپر لازم ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اِن حالات میں شرعی دلائل کی روشنی میں بیوی کو ساتھ رکھنا واجب ہے؟ جب کہ شوہر اس کے خلاف ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر شوہر بیوی کے اِخراجات کی پوری کفالت کرتا ہے،

اور گھر والے محفوظ مقام پر رہتے ہیں، تو ایسی صورت میں ان کو جائے ملازمت میں اپنے ساتھ رکھنا ضروری نہیں، اور نہ ملازمت چھوڑ کر گھر والوں کے ساتھ رہنا ضروری ہے؛ بلکہ ہفتہ دو ہفتہ میں اگر بیوی کے ساتھ شب گذاری کرلی جائے، تو اس کا حق ادا ہوجاتا ہے؛ اس لئے مسئولہ صورت میں بیوی کے گھر والوں کا اس پر دباؤ ڈالنا صحیح نہیں ہے؛ بلکہ آپ اپنی مصلحت کے مطابق عمل کرسکتے ہیں۔

وأما امرأة إن كان يخاف الضيعة عليها؛ فإنه لا يخرج إلا بإذنها، وإن كان لا يخاف عليها الضيعة كان له الخروج بغير إذنها وإن شق ذلک عليها. (المحيط البرهاني ٦/١٤٤)

تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله وأهلها إلا أن تختار ذٰلک، كذا في العيني شرح الكنز ...... امرأة أبت أن تسكن مع ضرتها أو مع أحمائها كأمه وغيرها، فإن كان في الدار بيوت وفرغ لها بيتاً وجعل لبيتها غلقًا على حدة ليس لها أن تطلب من الزوج بيتاً آخر. (الفتاوىٰ الهندية، النفقات / الفصل الثاني في السكنىٰ ١/٥٥٦ دار الفكر بيروت)

واعلم أن ترک جماعها لا يحل له مطلقاً صرح أصحابنا بأن جماعها واجب أحيانا ديانة لكن لايدخل تحت القضاء والإلزام إلا الوطأة الأولىٰ ولم يقدروا فيه مدة، ويجب أن لا يبلغ به مدة الإيلاء. (شامي ٤/٣٧٩ زكريا)

لاحق للمرأة عند مسافرة الزوج. (الهداية ٢/٣٤٩ أشرفي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۱/۵/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کا بیوی کی خدمت کرنا؟

سوال (۴۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: درمختار باب المہر کے حوالہ سے زید کہتا ہے کہ شوہر کا بیوی کی خدمت کرنا حرام ہے۔ ’’أما

لحر فخدمته لها حرام؛ لما فيه من الإهانة والاذلال“ معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ حکم عام ہے، بعض مرتبہ گھر میں کوئی نہیں ہوتا، بیوی بیمار ہے، اُس کا سر دبانا، پاؤں دبانا، دوائی پلانا، جسم پر دوائی یا تیل کی مالش کرنا، یہ کام شوہر کو کرنے پڑتے ہیں، کیا اس طرح کا شرعاً کوئی استثناء ہے؟ واضح فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کے لئے اپنی بیوی کی خدمت صرف اس صورت میں ممنوع ہے جب کہ تذلیل وتحقیر کے طور پر شوہر سے بیوی خدمت لے؛ لہٰذا اگر بیوی کی بیماری کی وجہ سے یا کسی اور بنا پر شوہر اپنی خوشی سے بیوی کی دل جوئی کے طور پر خدمت اور خبر گیری کرے، تو اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے؛ بلکہ یہ عمل پسندیدہ ہے، اور حسنِ معاشرت میں داخل ہے۔

قال الشامي: فليس كل خدمة لا تجوز، وإنما يمتنع لو كانت الخدمة للترذيل. (شامي ١٧٦/٤ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں کے کہنے میں آکر بیوی پر ظلم کرنا اور بیوی کے لئے علیحدہ مکان بنانا؟

سوال (۴۳۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر آصف نے بچپن سے اپنے گھر اپنی آمدنی خرچ کی، اپنی بہنوں بھائیوں کا پورا شادی کا خرچہ کیا، شوہر ایکسپورٹر ہیں، میری شادی کو چھ سال ہوگئے، ساس نندوں نے شوہر کو ہمیشہ میرے خلاف چڑھایا، شوہر نے مجھے ان کے کہنے میں آکر بہت بہت مارا بھی، ساس نندوں نے میرا زیور اور اُن کے روپئے نکالے، میری اَمی پہ چوری لگائی، مجھے گھر سے نکلوانے کے لئے، میری تین سال کی ایک بچی بھی ہے، اب ظلم سہنے کی طاقت نہیں رہی، کیا میرا اَپنے شوہر کی کمائی پر اِتنا حق

ہے کہ شوہر مجھے الگ گھر میں رکھیں یا نہیں؟ اپنی اَمی کو خوش کرنے کے لئے شوہر نے میرے اوپر ظلم کئے، کیا یہ صحیح کیا، جواب تحریر فرمادیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر پر شرعاً واخلاقاً لازم ہے کہ بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، جائز حدود میں والدین کی اطاعت لازم ہے، لیکن ان کے کہنے میں آ کر بیوی پر ظلم کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے، اگر کوئی شخص ایسا کرے گا، تو آخرت میں اس سے سخت مؤاخذہ ہوگا، نیز شوہر پر ضروری ہے کہ وہ بیوی کے لئے علیحدہ کمرے میں رہائش کا نظم کرے، اور گنجائش ہوتو الگ گھر کا انتظام کرے؛ تاکہ حقوقِ زوجیت مکمل طور پر ادا ہوسکیں اور مشترک مکان میں رہنے کی وجہ سے روز روز جونا چاقیاں ہوتی ہیں، اُن سے بچا جاسکے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: خيركم خيركم لأهله، وأنا خيركم لأهلي. (سنن ابن ماجة رقم: ١٩٧٧، الترغيب والترهيب مكمل ٤٣٤ رقم: ٢٩٩٥ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: استوصوا بالنساء؛ فإن المرأة خلقت من ضلع، وإن أعوج ما في الضلع أعلاه فإن ذهبت تقيمه كسرته، وإن تركته لم يزل أعوج فاستوصوا بالنساء. (صحيح البخاري رقم: ٣٣٣١، صحيح مسلم رقم: ١٤٦٨، الترغيب والترهيب مكمل ٤٣٤ رقم: ٢٩٩٧ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي ذر رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في ما يروى عن اللّٰه تبارك وتعالىٰ أنه قال: يا عبادي إني حرمت الظلم على نفسي وجعلته بينكم محرمًا فلا تظالموا الخ. (مشكاة المصابيح، الدعوات / باب الاستغفار والتوبة ٢٠٣)

لا طاعة لأحد من المخلوقين كائنًا من كان، ولو أبا أو أما أو زوجًا في معصية اللّٰه. (فيض القدير ٦٤٨٥/١٢ مكتبة الباز مكة المكرمة، مرقاة المفاتيح / كتاب الإمارة والقضاء ٢٤٦/٧ رشيدية)

وفي البدائع: ولو أراد أن يسكنها مع ضرتها، أو مع أحمائها كأمه وأخته وبنته فأبت، فعليه أن يسكنها في منزل منفرد؛ لأن أباء ها دليل للأذى والضرر، ولأنه محتاج إلى جماعها ومعاشرتها في أي وقت يتفق لايمكن ذٰلک مع ثالث، حتی لوکان في الدار بیوت وجعل بیتها غلقاً علی حدة قالوا: لیس لها أن تطالبه بأخر. (شامي ۵/۳۲۱ زکریا، کذا في الهندیة ۱/۵۵۶ دار الفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کی مرضی اور اِجازت کے بغیر بیوی کا زیادہ دن اَپنے میکے میں رہنا؟

سوال (۴۳۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری شادی کو تقریباً پندرہ سال ہو چکے ہیں، میری زوجہ سے مزاج نہ ملنے کی وجہ سے بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ میں ایک طلاق بطور نصیحت دے چکا ہوں، خوف ونصیحت کے بجائے بدتمیزی اور بڑھ گئی، مزاج نہ ملنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے اس کو اس کی مرضی کے مطابق دنوں تک میکہ میں رہنے کی اجازت نہ دی، ایک بار میں اپنی بیوی کو بلانے گیا تو مجھے دھکے بھی دئے، اور ان کے گھر والوں نے کہا اتنی جلدی کیوں آیا ہے چلا جا ہم نہیں بھیجیں گے؛ لیکن مجھے نبھانا تھا، اس لئے برداشت کیا، اور اپنے گھر بلا لایا، اسی طرح میرے ساتھ اکثر بدسلوکی ہوتی رہی۔

کیا بیوی کو اس کے ماں باپ کے گھر اس کی مرضی کے موافق دنوں تک رہنے کی اجازت نہ دینا شوہر کا قصور مانا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کی مرضی کے بغیر عورت کا اپنے میکہ میں زائد مدت تک رکنا جائز نہیں ہے، اور شوہر اگر اسے زیادہ رکنے کی اجازت نہ دے، تو وہ قصور وار نہیں ہے۔

قال: وإن لم يكونا كذلک ينبغي أن يأذن لها في زيارتهما في الحين بعد الحين على قدر متعارف. (شامي ٢٩٣/٤ زكريا)

ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدين في كل جمعة إن لم يقدرا على إتيانها،على ما اختاره في الاختيار، ولو أبوها زمنًا مثلاً فاحتاجها، فعليها تعاهده ولو كافرًا وإن أبى الزوج. (الدر المختار، كتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة ٦٠٢/٣-٦٠٣ دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر، كتاب الطلاق / باب النفقة ١٨٦/٢-١٨٧ كوئٹہ، فتاویٰ قاضي خان، كتاب النكاح / باب النفقة ٤٢٩/١ زكريا)

لا نفقة لأحد عشر ...... وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود. (الدر المختار، كتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير ٥٧٥/٣-٥٧٦ دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر، كتاب الطلاق / باب النفقة ١٧٩/٢ كوئٹہ، الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول ٥٤٥/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۷/۶/۵ھ

کیا عورت شوہر کو میکے میں رہنے پر مجبور کرسکتی ہے؟

سوال (۴۳۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا بیوی کے لئے ضروری ہے کہ شوہر کے ساتھ رہے؟ یا شوہر کو اپنے میکہ میں رہنے کے لئے مجبور کرسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: عورت کا شوہر کو اپنے میکہ میں رہنے کے لئے مجبور کرنا درست نہیں؛ بلکہ شوہر کو اختیار ہے کہ بیوی کے ساتھ جہاں چاہے رہے؛ البتہ اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اچھے اور دین دار لوگوں کے درمیان رہے جہاں بیوی کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔

وللزوج أن يسكنها حيث أحب، ولكن بين جيران صالحين. (شامي

۳۲۳/۵ زكريا، كذا في البحر الرائق / باب النفقة ۶۰۲/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۷/۶/۵ھ

شوہر کے انصاف کرنے کے باوجود دوسری بیوی کا ناراض رہنا؟

سوال (۴۳۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ایک آدمی نے دوشادی کی اور پہلی بیوی دوسری شادی کرنے کی وجہ سے ناراض ہوکر شوہر سے الگ رہنے لگی اور شوہر دونوں بیویوں کو اپنے پاس رکھ کران دونوں کے درمیان انصاف کرنا چاہتا ہے، باوجود کہ پہلی بیوی اپنے آپ کو اس انصاف سے محروم کئے ہوئے ہے، تو شوہر خدا کے حضور قصوروار ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کو ضرورت کے وقت دوسری شادی کرنے کا اختیار ہے؛ لیکن دونوں بیویوں کے ساتھ انصاف اور برابری کرنا لازم ہے، ورنہ گنہگار ہوگا، اور اگر شوہر برابری کرنا چاہئے؛ لیکن بیوی خود ہی روٹھ جائے اور شوہر کی اِطاعت نہ کرے، تو اب شوہر پر کوئی قصور نہ ہوگا؛ بلکہ بیوی ہی قصوروار قرار دی جائے گی۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ امْرَأَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ سَاقِطٌ. (سنن الترمذي ۱۱۴۱، الترغيب والترهيب مكمل ۴۳۸ رقم: ۳۰۲۷ بيت الأفكار الدولية)

وحقه عليها أن تطيعه في كل مباح يأمرها به. (درمختار ۳۸۸/۴ زكريا)

والمذهب عندنا هو التسوية بين الحقوق الواجبة والنافلة من المأكول والملبوس. (كما في الدر المختار ۶۵/۲، إعلاء السنن ۱۳۵/۱۱ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۷/۶/۵ھ

دو بیویوں میں سے ایک کے حقوق کی پامالی کرنا؟

سوال (۴۴۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کی شادی ہوئی، بیوی رخصت ہوکر آئی کچھ عرصہ زندگی گزری، شوہر کی مالی حالت بہتر نہیں تھی مقروض تھا، بیوی نے اپنے والد سے روپیہ لے کر قرض کی ادائیگی کی اور کئی بار ایسے حالات آئے تو بیوی نے اپنے زیورات دے دے کر شوہر کی مدد کی، اور ہر طرح سے ہر مصیبت وپریشانی میں کام آتی رہی؛ لیکن ایک مرتبہ شوہر بہار سے ایک عورت لایا اور اسے محلّہ کرولہ میں شادی کرکے رکھا، جب گھر خاندان کے لوگوں نے کہا کہ پہلی بیوی جو نیک عورت ہے، دوسری سے شادی کیوں کی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ عورت ایک باندی کی حیثیت سے رہے گی، خرچ وغیرہ کے اعتبار سے کوئی مقابلہ نہیں ہوگا اور نہ کوئی تکلیف ہوگی، پہلی بیوی سے اولادیں بھی ہیں؛ لیکن اس کے باوجود دوسری شادی کرلی اور اب حالات یہ ہیں کہ ایک مکان جو ہمارے نام ہے اس کا کچھ حصہ کرایہ پر ہے جس کا کرایہ پہلی بیوی کو ملتا ہے، اب شوہر دس ہزار روپیہ جو کرایہ کی رقم ہے وہ مانگتے ہیں دن رات لڑائی جھگڑے مار پیٹ اخراجات میں کمی کرتے ہیں، پریشان کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ سب کچھ میرا ہی ہے، ورنہ باہر بھاگ جاؤ، ایک بیمار دیوانی بچی ہے، جس کی ماہوار دوا ۵۰۰/روپیہ کی ہوتی ہے، اس روپیہ سے دوا علاج کراتی ہوں، تو کیا شرعاً شوہر پہلی بیوی کو نظر انداز کرسکتا ہے اور اس کے حقوق میں کمی کرسکتا ہے، یا دونوں کے ساتھ شریعت یکساں برتاؤ کرنے کا حکم کرتی ہے، کیا نئی بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور پرانی کے ساتھ نفرت مار پیٹ اور طرح طرح سے پریشان کرنا جائز ہے؟ پہلی بیوی تبلیغی کام بھی کرتی ہے اور شاہی مسجد میں ترجمہ بھی سننے آتی ہے، ان تمام حالات کی وجہ سے ان دینی کاموں میں بھی خلل واقع ہورہا ہے، خدا کے واسطے قرآن وحدیث کی تعلیمات شوہر وبیوی کی زندگی گزارنے سے متعلق کیا ہیں تحریر فرمائیں؟ تاکہ ہمارے شوہر کا نفاق ونفرت ختم ہو اور ہماری ازدواجی زندگی خوش گوار ہوسکے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ واقعات صحیح ہیں تو شوہر پر واجب اور لازم ہے کہ وہ اپنی نئی اور پرانی دونوں بیویوں کے حقوق کی پوری طرح ادائیگی کرے اور اُن کے ساتھ نان ونفقہ اور مکان وغیرہ میں برابری کا برتاؤ کرے، اگر ایسا نہ کرے گا تو سخت گنہگار ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی متعدد بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کا برتاؤ نہ کرے، وہ قیامت کے دن اس حال میں اللہ کے دربار میں آئے گا کہ اس کے بدن کا ایک حصہ گرا ہوا ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف ۲/۲۷۹) اور جو مکان عورت کی ملکیت ہے اس کی آمدنی شوہر کو عورت کی رضامندی کے بغیر لینے کا حق نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (سنن الترمذي، سنن أبي داؤد، سنن النسائي، سنن ابن ماجة، بحواله: مشكاة المصابيح ۲۷۹)

ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح ۲/۲۵۶)

ويجب أن يعدل فيه: أي في القسم بالتسوية في البيتوتة وفي الملبوس والمأكول والصحبة لا في المجامعة كالمحبة؛ بل يستحب (الدر المختار) قال العلامة ابن عابدين رحمه اللّٰه: قوله: بل يستحب: أي ما ذكر من المجامعة، أما المحبة فهي ميل القلب، وهو لا يملك. (الرد المحتار، كتاب النكاح / باب القسم ۳/۲۰۱-۲۰۲ كراچی، البحر الرائق، كتاب النكاح / باب القسم ۳/۳۷۹-۳۸۱ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب النكاح / باب القسم ۳/۲۲۶ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۲/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کیلئے شوہر کی اِجازت کے بغیر گھر سے نکلنا جائز نہیں

سوال (۴۴۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میری بیوی مجھ سے نااتفاقی کر کے اپنے کسی عزیز کے یہاں بغیر اجازت چلی گئی اور وہاں پر ایک ہفتہ رہی، ایک ہفتہ کے بعد اس کے عزیز دار آئے اور راضی کر کے اُنہوں نے بیوی کو میرے پاس ہی بھیج دیا، اُس کا میری اِجازت کے بغیر کسی دوسرے کے گھر چلے جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے نکاح پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کے لئے شوہر کی اِجازت کے بغیر اس کے گھر سے جانا درست نہیں ہے، مسئولہ صورت میں وہ بلا اجازت دوسرے کے گھر جا کر سخت گناہ کی مرتکب ہوئی ہے؛ تاہم اس طرح بلا اجازت چلے جانے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

لأنها كانت مامورة إلى طاعة زوجها في غير معصية. (مرقاة المفاتيح / باب عشرة النساء، الفصل الأول ٤٦٣/٣)

قالوا ليس للمرأة أن تخرج بغير إذن الزوج. (خانية على الهندية / فصل في حقوق الزوجين ٤٤٣/١ کوئٹہ، مجمع الأنهر / باب النفقة ١١٧/٩، كذا في البحر الرائق / باب النفقة ١٩٥/٤ کراچی)

فلا تخرج إلا لحق لها أو عليها. (الدر المختار ١٤٥/٣ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۹/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر عذر کے بیوی کی رضامندی سے عزل کرنا؟

سوال (۴۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص اِس دور میں اپنی بیوی کی رضامندی سے جب کہ اُس کی بیوی کو کوئی مرض لاحق نہیں ہے، طاقت ور اور صحت مند ہے، عزل کرتا ہے یا مانع حمل کوئی دوا اِستعمال کرتا ہے، تو اس کا یہ عمل کیسا ہے؟ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل ہوتا تھا، چناں چہ یہ مقولہ ہے: ”نعزل والقراٰن ینزل“ اس کا مطلب کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا عذر عزل کرنا کراہت سے خالی نہیں ہے، اگرچہ بیوی راضی ہو؛ اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وأد خفي (خفیہ زندہ درگور کرنا) قرار دیا ہے۔ (مشکوۃ شریف ۲/۲۷۶)

اور جن روایتوں میں عزل کی اجازت ہے، وہ نفسِ اِباحت پر محمول ہے۔

عن جُدامة بنت وهب قالت: حضرتُ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في أناس وهو يقول: لقد هممتُ أن أنهى عن الغيلة فنظرت في الروم وفارس، فإذا هم يغيلون أولادهم فلا يضرُّ أولادهم ذٰلک شيئًا ثم سألوه عن العزل، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ذٰلک الواد الخفي، وهي: ﴿وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ﴾ (صحيح مسلم، مشكاة المصابيح ٢٧٦)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: سئل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن العزل: فقال: ما من كل الماء يكون الولد، وإذا أراد اللّٰه خلق شيء لم يمنعه شيء. (رواه مسلم، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ٣١٦/٦ رقم: ٣١٨٧ دار الكتب العلمية بيروت)

قال ابن الهمام: وصح عن ابن مسعود أنه قال: هي الموء ودة الصغرىٰ، وصح عن أبي أمامة أنه سئل عنه، فقال: ما كنت أرى مسلمًا يفعله. وقال نافع عن ابن عمر ضرب عمر على العزل بعض بنيه. وعن عمر وعثمان أنهما كانا ينهيان عن العزل، والظاهر أن النهي محمول على التنزيه. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ٣١٨/٦ دار الكتب العلمية بيروت)

قال ابن الهمام: العزل جائز عند عامة العلماء، وكرهه قوم من الصحابة وغيرهم، والصحيح الجواز. (فتح القدير ٢٧٢/٣ دار الفكر بيروت)

قال النووي: وهو مكروه عندنا؛ لأنه طريق إلى قطع النسل. ولهٰذا أورد

العزل للوأد الخفي. قال أصحابنا: لا يحرم في المملوكة ولا في زوجته الأمة ...... أما زوجته الحرة فإن أذنت فيه فلا يحرم وإلا فوجهان أصحهما لا يحرم.
(مرقاة المفاتيح / باب المباشرة ۳/٦ تحت رقم: ۳۱۸٤ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/۱۲/۳ھ۱۴۱
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میاں بیوی کے باہمی نزاع کو سلجھانے کا طریقہ

سوال (۴۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر نے مجھے بیس سال پہلے گھر سے نکال دیا تھا، جب سے آج تک مجھے نان نفقہ کے لئے کوئی خرچ وغیرہ انہوں نے نہیں دیا اور مزید شادیاں انہوں نے کرلی ہیں، جس سے مجھے کوئی اختلاف نہیں، میرے ساتھ جو بچے ہیں وہ میرے ہی ساتھ رہتے ہیں، ان بچوں کی دیکھ بھال بھی وہ نہیں کرتے، دولڑکیوں کی شادی بھی میں نے ہی کی، بچیوں کی شادی میں بھی انہوں نے کسی بھی قسم کا کوئی تعاون نہیں کیا، جب کہ میرے شوہر اہل ثروت ہیں، اب اس سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنی برادری کے معزز افراد کو بیچ میں ڈال کر اپنا معاملہ سلجھانے کی کوشش کریں، اِس نزاعی معاملہ میں محض یک طرفہ فتویٰ سے مسئلہ حل نہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا اِنْ يُرِيْدَا اِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا﴾ [النساء: ۳۵]

السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلهما ليصلحوا بينهما؛ فإن لم يصطلحا جاز الطلاق والخلع. (شامي / باب الخلع ۳/٤٤۱ دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر ۲/۱۰۲ دارالكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۴/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بیوی پر شوہر کے گھر والوں کے لئے کھانا بنانا اور کپڑے دھونا ضروری ہے؟

سوال (۴۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کسی کی بیوی کے ذمہ ضروری ہے اپنا کھانا بنانا، بچوں کا کھانا بنانا، شوہر کے بھائیوں اُن کے ماں باپ کا کھانا بنانا، یا مذکورہ تمام لوگوں کا کپڑا دھونا اور دوسری ضروریات جھاڑو دینا وغیرہ، کیا ان مذکورہ کاموں کے نہ کرنے پر شوہر کو یہ حق پہنچتا ہے کہ عورتوں پر تعزیر کرے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت پر تمام گھر والوں کی خدمت کرنا قضاءً یا شرعاً لازم نہیں ہے؛ بلکہ وہ صرف اپنے شوہر اور بچوں کی ذمہ دار ہے؛ تاہم عرفاً واخلاقاً اگر کوئی یہ کام کرے، جیسا کہ ہمارے علاقہ میں معمول ہے، تو یہ اس کی طرف سے گھر والوں پر احسان ہے؛ لیکن اسے بہرحال مجبور نہیں کیا جاسکتا، اور اگر وہ یہ خدمت نہ کرے تو اس پر لعن طعن یا سختی کی اجازت نہیں۔

ولا یجوز لها أخذ الأجرة علی ذٰلک لوجوبه علیها دیانة، ولو شریفة، وفي الشامي: ولٰکنها لا تجبر علیه إن أبت. (شامي، الطلاق / باب النفقة ۵/ ۲۹۱ زکریا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر شوہر کے ذمہ بیوی کا علاج کرانا واجب نہیں، تو غریب بیوی علاج کیسے کرائے؟

سوال (۴۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر شوہر کے ذمہ دواء وغیرہ کرانا ضروری نہیں ہے، تو ایسی عورت جو غریب ہے، وہ دوا وغیرہ کہاں سے کرائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہاء نے اگرچہ شوہر پر بیوی کی دوا دارو ضروری قرار نہیں دی ہے؛ لیکن جس طرح عورت پر اخلاقاً گھر والوں کی خدمت ضروری سمجھی جاتی ہے، اسی طرح اگر وہ بیمار ہو تو شوہر پر اس کی مناسب دوا دارو کرنا بھی ضروری ہونا چاہئے، یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ عورت سے خدمت پوری لی جائے اور اس کی ضروریات کا خیال نہ رکھا جائے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۹]

وقال تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۲۸]

ولا تجب الدواء للمرض ولا أجرة الطبیب. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق / الباب السابع عشر، الفصل الأول ۵۴۹/۱، کذا في الرد المحتار، الطلاق / باب النفقة ۲۹۱/۵ زکریا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جو اُمور عورت پر قضاءً واجب نہیں اُن میں شوہر کا زجر وتوبیخ کرنا؟

سوال (۴۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عالم صاحب نے یہ کہا کہ عورت کو جائز اُمور میں مرد کی فرماں برداری دیانۃً واجب ہے؛ لہٰذا جھاڑو دینا وغیرہ اُمور اس میں داخل ہوگئے، قضاءً حکم کی بجا آوری ضروری نہیں، وہ ان اُمور میں اس کو مجبور نہیں کرسکتا، تو اصل میں سوال یہ ہے کہ اگر علامات سے یہ بات ثابت ہوجائے کہ عورت مجبوری میں نہیں؛ بلکہ جان بوجھ کر حکم کی بجا آوری نہیں کرتی ہے، تو کیا مرد کو یہ حق پہنچتا ہے کہ زجر وتوبیخ کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جواُمور عورت پر قضاءً ضروری نہیں ہیں، ان میں جبر اور زجر وتوبیخ کی شوہر کو اجازت نہیں ہے، اور گھر کی صفائی کرنا ایسے ہی امور میں شامل ہے جو عورت پر قضاءً لازم نہیں؛ لہٰذا اگر کوئی عورت صراحتاً گھر کی صفائی سے انکار کردے، تو شوہر اسے مجبور نہیں کرسکتا، صرف ترغیب دے سکتا ہے۔

لایجوز لها أخذ الأجرة علی ذٰلک أي علی الطحن والخبز لوجوبه علیها دیانةً، فیقضی به، ولکنها لا تجبر علیه إن أبت. (شامي، الطلاق / باب النفقة ۵/ ۲۹۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۷/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آدابِ مباشرت

جماع کے وقت میاں بیوی کا برہنہ ہونا؟

سوال (۴۴۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بوقتِ جماع میاں بیوی مکمل کپڑے اُتار سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اُتار سکتے ہیں؛ لیکن صرف بقدرِ ضرورت ہی ستر کھولنا مستحسن ہے۔

لا بأس بأن يتجردا في البيت كذا في القنية. (الفتاویٰ الهندية ۳۲۸/۵) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴/۷/۱۴۱۱ھ

بیوی کا پستان منہ میں لینا؟

سوال (۴۴۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بکر نے صحبت کے وقت بیوی کے پستان کو اپنے منہ میں لے کر چوسا، جس کی وجہ سے کچھ دودھ بکر کے منہ میں آیا؛ لیکن حلق کے اندر نہیں گیا اور باہر پھینک دیا، تو دریافت طلب یہ ہے کہ بیوی کو طلاق ہوگئی؟ یا بکر کے لئے اس کی بیوی حرام ہوگئی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں بکر نے بیوی کا دودھ حلق کے اندر

نہیں دیا؛ اس لئے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا؛ البتہ جان بوجھ کر اُس کا دودھ پینا حرام ہے؛ لیکن اس کے باوجود بیوی اُس پر حرام نہ ہوگی؛ اس لئے کہ حرمت کے لئے مدتِ رضاعت (ڈھائی سال) کے اندر دودھ پینا شرط ہے۔

وإذا مضت مدة الرضاع لم يتعلق بالرضاع تحريم. (الهداية ٢/ ٥٠ ياسر نديم، فتاویٰ رحيميه ٦/ ٢٥٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میاں بیوی کا ایک دوسرے کی شرم گاہ کو چاٹنا؟

سوال (۴۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میاں بیوی رضامندی سے ایک دوسرے کی شرم گاہ کو منہ سے زبان سے چاٹتے ہیں چوستے ہیں، تو اُن کا اِس طرح کرنا کیسا ہے؟ اور یہ فعل اس لئے کرتے ہیں کہ اُن کا کہنا ہے اس سے خواہش زیادہ اُبھرتی ہے، اگر کسی سے یہ فعل صادر ہو جائے تو اُن کی تلافی کی کیا صورت ہے؟ اور یہ فعل شرعا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں لکھا گیا عمل جانوروں کا طریقہ ہے، کوئی بھی شریف آدمی اس غلاظت اور گندگی کو گوارہ نہیں کرسکتا ہے، ایسے گھناؤنے عمل سے توبہ واستغفار لازم ہے۔

إذا لم تستحي فاصنع ما شئت. (صحيح البخاري ٢/ ٩٠٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۲/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی سے صحبت کرتے وقت کنڈوم کا استعمال کرنا؟

سوال (۴۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کنڈوم (نرودھ) کا استعمال اپنی بیوی کے لئے کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کنڈوم کا استعمال کرنا منشاءِ شریعت کے خلاف ہے، اور اس کو ''وأدِ خفی'' (زندہ درگور کرنا) قرار دیا گیا ہے؛ البتہ اگر کوئی مجبوری ہو، مثلاً بیوی کمزور ہو اور حمل کی وجہ سے اس کی جان کو خطرہ لاحق ہو، تو ایسی صورت میں ایسی مانع حمل شئ کے استعمال کی گنجائش ہوگی۔

ثم سألوه عن العزل، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ذٰلک وأد الخفي، وهي إذا المؤودة سئلت. (صحیح مسلم ٤٦٦/١)

إن خاف من الولد السوء في الحرة یسعد العزل بغیر رضاها لفساد الزمان، فلیعتبر مثله من الأعذار مسقطاً لإذنها. (شامي ٣٣٥/٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶؍۱۱؍۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ہم بستری کی دعا نہ پڑھنے سے شیطان کا نطفہ داخل ہو جاتا ہے اور نسب حرام ہوتا ہے؟

سوال (۴۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے ایک دوسرے بھائی نے دورانِ بیان فرمایا کہ بیوی سے صحبت کے وقت جو ہمبستری کی دعا نہیں پڑھتا اس میں شیطان کا نطفہ شامل ہو جاتا ہے، جب شیطان کا نطفہ شامل ہوگیا تو اولاد کیسی ہوگی، ظاہر ہے، پھر اصلاح کہاں ہوگی، لوگ روتے ہیں کہ اولاد بگڑ گئی بھائی بگڑ گئی؛ کیوں نہیں؛ کیوں کہ حرام نطفہ شامل ہوگیا؛ بلکہ انگلش کے یہ الفاظ بھی بولے گئے، انگلو انڈین۔ سلسلہ نسب بھی کہاں صحیح رہا؟ کیا یہ صحیح ہے کہ دعا نہ پڑھنے سے شیطان کا نطفہ شامل ہو جاتا ہے، سلسلہ نسب بگڑ جاتا ہے، اور اولاد بھی راہِ راست پر نہ آئے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حالتِ مباشرت میں بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ سے نسب میں کسی طرح کا کوئی اثر نہیں پڑتا، اوراس سلسلہ میں واردا حادیث کی شرح کرتے ہوئے حضرات محدثین نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ بسم اللہ کے بغیر جماع سے پیدا شدہ اولاد پر شیطان کواپنا اثر چلانے کا زیادہ موقع ملتا ہے،اس کے برخلاف جواولاد بسم اللہ کے بعد پیدا ہوتی ہے اُس پر شیطان کا اثر نہیں چلتا ہے، یہ ایسی بات ہے جونہ آنکھوں سے نظر آتی ہے اور نہ اُسے عقل پر پرکھا جاسکتا ہے، اس طرح کے امور میں شارع علیہ السلام کے بیان پر مطلقاً ایمان رکھنا ضروری ہے، نیز حدیث مذکور کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بغیر بسم اللہ کے پیدا شدہ اولاد کبھی بھی راہِ راست پر نہ آسکے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کوہدایت سے نواز سکتا ہے،جب بڑے بڑے کفار حالت شرک میں پیدا ہوکر بعد میں سچے پکے مسلمان؛ بلکہ مقتداء دین بن گئے تو دیگر لوگ تو بدرجۂ اولیٰ سدھر سکتے ہیں؛ البتہ سدھارنے کی کوشش متواتر جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔

لو أن أحدكم إذا أراد أن يأتي أهله قال: ''بسم اللّٰه اللّٰهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا''. فإنه إن قضي بينهما ولد من ذٰلك لم يضره الشيطان أبداً. (صحيح البخاري ٢/٦ ٧٧)

وفي فيض القدير: بإضلاله وإغوائه ببركة التسمية أبداً فلا يكون للشيطان سلطان في بدنه ودينه ولا يلزم عليه عصمة الولد من الذنب؛ لأن المراد من نفي الإضرار كونه مصونا من إعفائه بالتسمية للولد الجاهل بلا تسمية أو لمشاركة أبيه في جماع أمه، والمراد لم يضره الشيطان في أصل التوحيد، وفيه بشارة عظمىٰ أن المولود الذي يسمى عليه عند الجماع الذي قضي بسببه يموت على التوحيد، وفيه أن الرزق لا يختص بالغذاء والقوت؛ بل كل فائدة أنعم اللّٰه بها على عبد رزق اللّٰه، فالولد رزق وكذا العلم والعمل به.

(فيض القدير ۵/ ۳۷۲-۳۷۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۶/ ۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی حیض ونفاس میں ہوتو استمتاع کس طرح کیا جائے؟

سوال (۴۵۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خواہش کی سخت ضرورت ہے اور بیوی نفاس وحیض وغیرہ میں ہے، تو اس صورت میں کیا کریں؟ دوسری شادی کرنے کی گنجائش بھی نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اس شخص کو چاہئے کہ متواتر روزے رکھے؛ تاکہ شہوت پر قابو پاسکے۔

فقال عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه لقد سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من استطاع منكم الباءة فليتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع منكم فعليه بالصوم؛ فإنه له وجاء. (مشكاة المصابيح ۲۷۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۲/ ۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالتِ حیض میں بیوی کے پیچھے کے راستہ سے خواہش پوری کرنا؟

سوال (۴۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) ایک شخص بیوی سے لواطت کرتا ہے، اُس کا فعل کیسا ہے اگر صدور ہو جائے تو اُس کی تلافی کی کیا صورت اور مرد سے کرے، تو اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟

(۲) حالتِ حیض میں کبھی اپنی خواہش سے بیوی سے لواطت کرتا ہے، کبھی ہاتھ سے فائدہ اٹھاتا ہے، منی خارج کرواتا ہے، کبھی بیوی کے بدن پر رگڑ کر خواہش پوری کرتا ہے، ان کا کرنا کیسا

ہے؟ اگر صدور ہوجائے تو اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) لواطت کسی بھی حالت میں جائز نہیں، خواہ بیوی پاک ہو یا حالتِ حیض میں ہو، اگر یہ فعل ہوجائے تو صدق دل سے توبہ واستغفار لازم ہے، اور بہتر ہے کہ توبہ کی نیت سے کچھ صدقہ بھی کردے اور خواہش کا تقاضہ اس قدر ہو کہ گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اور بیوی ناپاکی میں ہو تو عورت کے ناف سے لے کر گھٹنے کے علاوہ حصۂ بدن مثلاً ہاتھ وغیرہ سے لذت اندوزی کی گنجائش ہے اور ران وغیرہ سے بلا حائل استمتاع کی قطعاً اِجازت نہیں۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به. (سنن الترمذي ۱/۲۷۰)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا ينظر اللّٰه إلى رجل أتى رجلا أو امرأة في الدبر. (سنن الترمذي ۲۷۲)

عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: في الرجل يقع على امرأته وهي حائض قال: يتصدق بنصف دينار. (سنن الترمذي ۱/۳۵)

ويمنع...... دخول مسجد...... وقربان ماتحت إزار يعني ما بين سرة وركبة ولو بشهوة وحل ماعداه مطلقًا. (الدر المختار) **وتحته في الشامية: فيجوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وما تحتها ولو بلا حائل وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطئ ولوتلطخ دما.** (الدر المختار مع الشامي ۹/۴۸۶ زكريا)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا حضت يأمرني أن أتزر ثم يباشرني. (سنن الترمذي ۱/۳۵)

زاد في معراج الدراية ...... ويجوز أن يستمنى بيد زوجته وخادمته. (شامي ٣٧١/٣ زكريا)

يجوز له أن يلمس بجميع بدنه حتى بذكره جميع بدنها إلا ما تحت الإزار. (شامي ٤٨٧/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۲/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کی دبر میں وطی کرنا؟

سوال (۴۵۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میاں بیوی نے بجائے وطی فی القبل کے وطی فی الدبر کی اور یہ دونوں ایک بچہ کے ماں باپ بھی ہیں تو کیا اس کی وجہ سے میاں بیوی میں مفارقت ہوگی۔ اس مسئلہ کی مدلل وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اِس غیر انسانی حرکت کی وجہ سے زوجین میں مفارقت نہیں ہوئی، اگرچہ یہ فعل انتہائی شنیع اور سخت ترین گناہ کا باعث ہے اور دونوں پر توبہ لازم ہے۔

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ [البقرة:] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۹/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ناپاک آدمی کے کمرے میں فرشتے نہیں آتے؟

سوال (۴۵۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جہاں جنبی ناپاک آدمی ہو وہاں فرشتے نہیں جاتے، اگر کسی مکان میں تین بھائی ہوں اور وہ اپنے کمرہ میں الگ الگ ہوں، اور اس میں ایک جنبی ہو تو یہ نحوست پورے مکان میں رہے گی یا

صرف ایک کمرے تک ہی محدود رہے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ناپاک جنبی کی وجہ سے جونحوست آئی ہے، وہ اُس کے کمرے تک محدود رہے گی، گھر کے دیگر کمروں کے رہنےوالے اس سے متاثر نہ ہوں گے۔

عن علي بن أبي طالب کرم اللّٰہ وجهه عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: لا تدخل الملائکة بیتاً فیه صورة ولا کلب ولا جنب. (سنن أبي داؤد رقم: ۲۲۷-۴۱۵۲، سنن النسائي ۱٤۱/۱، الترغیب والترهیب مکمل رقم: ۲۸۳ بیت الأفکار الدولیة)

والمراد بالبیت الذي یستقر الشخص سواء کان بناءً أو خیمة أم غیر ذلک. (فتح الباري ۳۸۱/۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میاں بیوی کا نطفہ ٹیوب میں پرورش کر کے اولاد حاصل کرنا؟

سوال (۴۵۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کی شادی کے کئی سال گذر گئے؛ لیکن ابھی تک اولاد نہیں ہے، اس وجہ سے وہ پریشان ہے، اور اولاد کی بہت خواہش ہے، ڈاکٹروں کو بتایا تو انہوں نے یہ رائے دی کہ عورت کا بیضۃ المنی اور شوہر کا مادۂ منویہ حاصل کیا جائے، پھر دونوں کو ملا کر مخصوص مدت تک ٹیوب میں پرورش کی جائے، پھر اس کو عورت کے رحم میں منتقل کیا جائے، اس طرح اولاد ہوتی ہے، تو کیا ایسا طریقہ اختیار کرنا شریعت میں درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ حصولِ اولاد کا جدید طریقہ خلافِ فطرت ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے، اور اس میں کھلی ہوئی بے حیائی بھی پائی جاتی ہے، اس لئے

اسے اختیار کرنا ہرگز درست نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۸/۳۲۳ ڈابھیل، فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/۱۷۹)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ [الأنعام: ۱۵۲]

وقال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ [النساء: ۱۱۹] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

بے بی ٹیسٹ ٹیوب طریقۂ کار کا شرعی حکم؟

سوال (۴۵۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موجودہ دور میں نت نئے انکشافات سائنسی ترقیات کی وجہ سے بہت سے مسائل سہولت بخش ہوگئے ہیں، ان ہی میں ایک ’’ٹیسٹ ٹیوب بے بی‘‘ کا مسئلہ بھی ہے کہ شوہر کے مادۂ منویہ کو کچھ مدت باہر رکھ کر پھر اُس کو بیوی کے مادر رحم میں داخل کیا جاتا ہے اور بالیقین یہ بات طے ہے کہ وہ مادۂ منویہ اسی کے شوہر کا ہوتا ہے۔ ڈی این اے ٹیسٹ کی وجہ سے، تو کیا وہ عورتیں جو فطری تولد کے نظام سے عاجز ہیں، وہ اس ’’ٹیسٹ ٹیوب‘‘ کے طریقۂ کار کو استعمال کرسکتی ہیں یا نہیں؟ شرعی نقطۂ نظر سے کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا طریقہ خلافِ شریعت ہے، اس لئے اکثر علماء اسے ناجائز قرار دیتے ہیں؛ البتہ بعض علماء ومفتیان نے اس شرط کے ساتھ مجبوری میں اِس کی اجازت دی ہے کہ اِس عمل کو انجام دینے میں کسی تیسرے کا دخل نہ ہو، اس لئے اگر دین دار مسلمان ڈاکٹر کسی بے اولاد جوڑے کے بارے میں یہ فیصلہ کرے کہ ٹیسٹ ٹیوب کے علاوہ ان کے لئے اولاد کے حصول کی کوئی اور شکل نہیں ہے، تو مذکورہ شرائط کے ساتھ اجازت دی جاسکتی ہے۔ (مستفاد فتاوی محمودیہ ۲۷/۳۴۹ میرٹھ، فقہی مضامین ۳۰۹، اسلام اور جدید میڈیکل مسائل ۱۶۰)

الحمل قد يكون بإدخال الماء الفرج بدون جماع مع أنه نادر. (البحر الرائق ١٥٦/٤ كوئٹہ)

إن الحبل قد يكون بإدخال الماء الفرج دون جماع فنادر. (فتح القدير ٣١٥/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جدید تکنیک کے مطابق دوسرے کا مادّہ منویہ لے کر بیوی کے رحم میں ڈالنا؟

سوال (۴۵۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اولاد کے لئے جدید تکنیک کے مطابق بلڈ بینک کی طرح اسپرم بینک سے اسپرم لے کر لیڈی ڈاکٹر سے حمل کرایا جائے، اس عمل میں زید کا پیسہ خرچ ہوگا؛ لیکن اس کا جسمانی دخل نہیں ہوگا، یہ طریقہ شریعت کے مطابق کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جدید تکنیک کے مطابق دوسرے کا مادۂ منویہ لے کر استقرار کرانے میں بےحیائی اور فحاشی پائی جاتی ہے، اور یہ ایک طرح کی زنا کاری ہے، اس لئے یہ طریقہ شرعاً ہرگز جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فقہی مضامین ۳۰۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۶/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچے کے حصول کے لئے مرد کی منی بذریعہ انجکشن عورت کے رحم میں ڈالنا؟

سوال (۴۵۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص شادی شادہ ہے، ۱۳؍سال بعد بھی بے اولاد ہے، ڈاکٹروں سے جانچ کرانے پر ان کا کہنا یہ ہے کہ اس شخص کے جسم میں حمل ٹھہرنے والا جراثیم ہے؛ لیکن قدرتی نظام کے مطابق باہر نہیں نکلتا؛ لیکن اگر انجکشن کے ذریعہ وہ جراثیم شوہر کے جسم سے نکال کر بیوی کے رحم میں ڈال دئے جائیں، تو انشاء اللہ حمل ٹھہر جائے گا، اور اولاد بھی ہوگی، اس مسئلہ کو بندہ نے تلاش کیا تو مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی کتاب ''جدید میڈیکل مسائل'' میں صورتِ مذکورہ کو جائز لکھا ہے۔ جدید فقہی مسائل ۵/۱۵۴ میڈیکل مسائل ودلائل بھی موجود ہیں، شوہر ہی کے مادہ منویہ کو بیوی کے رحم میں بذریعہ انجکشن ڈالنے کی اس صورت میں دیگر حضرات مفتیانِ کرام کیا فرماتے ہیں؟ کیا حصول اولاد کے لئے یہ صورت اختیار کرنا دلیل مذکورہ کی وجہ سے جائز ہے؟ دلائل کو پیش کرنے کے بعد حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ اس لئے اس بے مایہ کا خیال ہے کہ اولاد سے محروم شوہر و بیوی کے لئے اولاد کا حصول ایک فطری اور طبعی داعیہ ہے کہ اس کے لئے شوہر کی مرد طبیب اور عورت کی عورت طبیبہ کے سامنے بے ستری گوارہ کی جاسکتی ہے۔ جہاں تک یہ خلافِ فطرت ہونے کی بات ہے تو یہ ممانعت کی کوئی قوی دلیل نہیں ہے، ایک فطری ضرورت اور تقاضہ کی تکمیل کے لئے ایسی غیر فطری صورت اختیار کرنا جس کی ممانعت پر نص وارد نہ ہو، جائز ہوگا؟ دواؤں کے ایصال کی اصل راہ منہ اور حلق ہے؛ لیکن مصلحۃً حقنہ کی اجازت ہے، بچہ کی ولادت کی اصل راہ عورت کی شرم گاہ ہے؛ لیکن ضرورت ہو تو آپریشن کی اجازت ہے۔ قیاساً علیہ۔ (جدید میڈیکل مسائل ۵/۱۶۰)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں دو شکلیں ہوسکتی ہیں: اول یہ کہ کسی ڈاکٹر یا ڈاکٹرنی یا میاں بیوی کے علاوہ کسی تیسرے شخص کے ذریعہ یہ استقرار حمل کرایا جائے، تو یہ صورت بالکل ناجائز ہے، چوں کہ اس میں انتہائی درجہ کی بے حیائی لازم آتی ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ خود میاں بیوی آپس میں یہ عمل انجام دیں یعنی شوہر خود اپنا مادہ انجکشن میں نکال کر بیوی کے رحم میں پہنچائے، یا بیوی یہ عمل کرے تو شرعاً اس کی گنجائش ہوگی؛ کیوں کہ میاں بیوی کا آپس میں یہ

عمل کرنا بے حیائی میں داخل نہیں ہے، اور یہ دعویٰ کرنا کہ کسی تیسرے شخص کے ذریعہ اس عمل کو انجام دینے کی ممانعت پر نص وارد نہیں ہے، یہ صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ میاں بیوی والے عمل میں کسی دوسرے کا دخل دینا حتیٰ کہ میاں بیوی کی مخصوص بات چیت کی اطلاع دینا بھی ناجائز ہے، تو پھر اس سے آگے بڑھ کر یہ کھلی ہوئی بے حیائی کا عمل کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ اور رہ گئی اس طرح پیدا شدہ بچہ کی نسب کی بات، تو وہ بہر حال شوہر سے ثابت ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۳۸۶/۸)

عـالـج جـاريتـه فيما دون الفرج فأخذت ماءً وجعلته في فرجها وعلقت منه صارت أم ولد. (الفتاویٰ البزازية ۳۵۹/۵)

إن مـن شـر الـنـاس عـنـد الـلّـه منزلة يوم القيامة الرجل يفضي إلى امرأته وتفضي إليه ثم ينشر أحدهما سر صاحبه. (صحيح مسلم ۴۶۴/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۳/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متفرقات

کیا آدم اور حوا کا نکاح جنت میں ہوا تھا؟

سوال (۴۶۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آدم وحوا علیہما السلام کا نکاح جنت میں ہوا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس کی صراحت کہیں نظر سے نہیں گذری؛ البتہ قرآنِ کریم کی آیت: ﴿یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ﴾ میں حضرت حوا علیہا السلام پر زوج کا اطلاق کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنت ہی میں حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ بنادی گئی تھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۲/۴/۳ھ

نکاح کے بعد مذکورہ دعا نہ پڑھنے پر فسخ نکاح کا حکم لگانا؟

سوال (۴۶۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایجاب وقبول کے بعد طرفین کی رضامندی سے ولی وکیل مع دو گواہوں اور حاضرین مجلس کی گواہی سے سواپانچ ہزار روپیہ مہر معجّل (نقد مہر) کے ساتھ اللہ اور رسول کی شریعت کے مطابق مع نکاح خطبہ مسنونہ کے ایک عقد نکاح عمل میں آیا، یہاں تک متفقہ صورت مسئلہ ہے، نکاح کے بعد دولہا دولہن کے لئے جو دعا کی جاتی ہے، اس میں اختلاف شروع ہوا، قاری نکاح نے درود شریف کے بعد قرآنِ کریم کی چند آیات جو ”رَبَّنَا“ سے متعلق ہیں، نیز ”بارک اللہ لکما وجمع

بینکما بالخیر“ اور ”**اللّٰھم**“ سے متعلق چند دعاؤں کے بعد ار دو سے دولہا اور دولہن کی فلاح وبہبود اور دونوں کے لئے تاحیات زندگی جوڑے کی سلامتی کے لئے دعا کی، اور اخیر میں درود شریف کے بعد دعا ختم کردی۔

اختلاف یوں ہوگیا کہ زید نے کہا کہ نکاح کے بعد ایک مخصوص دعا ہے جو نہیں پڑھی گئی، اس لئے نکاح نہیں ہوا، زید کی مخصوص دعا یہ ہے:

اللّٰھم ألّف بینھما کما ألفت بین اٰدم وحوا، اللّٰھم ألف بینھما کما ألفت بین إبراھیم وسارہ وھاجرہ، اللّٰھم ألف بینھما کما ألفت بین موسیٰ وصفوراً، اللّٰھم ألّف بینھما کما ألفت بین یوسف وزلیخا، اللّٰھم ألّف بینھما کما ألفت بین محمد رسول اللّٰہ وخدیجة الکبریٰ وعائشة الصدیقة، اللّٰھم ألّف بینھما کما ألفت بین علی المرتضی وفاطمة الزھراء وصلی اللّٰہ علیه وعلیٰ اٰله وأصحابه أجمعین برحمتک یا أرحم الراحمین.

کیا نکاح کے لئے یہ مخصوص دعا ضروری ہے اس مخصوص دعا کے بغیر نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں، اس مخصوص دعا کی اصلیت کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح ایجاب وقبول سے منعقد ہو جاتا ہے، نکاح کے بعد کوئی دعا پڑھنا لازم نہیں ہے، اور نہ کسی دعا پر نکاح کی صحت کا مدار ہے؛ لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ فلاں خاص دعا نہیں پڑھی، اس لئے نکاح ہی نہیں ہوا، یہ محض غلط ہے اور جہالت کی بات ہے۔

وینعقد بإیجاب من أحدھما وقبول من الاٰخر، وشرط حضور شاھدین حرین أو حر وحرتین سامعین قولھما معًا. (الدر المختار ۳/۹ کراچی، ٤/٦٨ زکریا، کذا في البحر الرائق ۳/۸۱–۸۷ زکریا، الفتاویٰ الھندیة ۱/۲٦۷ کراچی، الھدایة ۲/۳۰۵ دیوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۲/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کا اپنے شوہر کو ''بھیا'' کہنے سے نکاح کا حکم

سوال (۴۶۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اشتیاق کی شادی ہوئی، اشتیاق کی بیوی نے مذاق میں اپنے شوہر کو کسی بات پر ''بھیا'' کہہ دیا تو کیا ایسی صورت میں بیوی شوہر پر حرام ہوگئی، یا تجدید نکاح کی ضرورت پڑے گی؟ جب کہ حدیث میں ہے: ثلاثة جدّهن جد وهزلهن جدّ۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی کی طرف سے شوہر کو بھائی کہنے سے رشتہ زوجیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

المستفاد: وظهارها منه لغو فلا حرمة عليها ولا كفارة به يفتى، جوهرة. قوله: وظهارها منه لغو أي إذا قالت أنت علي كظهر أمي أو أنا عليك كظهر أمك فهو لغو؛ لأن التحريم ليس إليها. (الدر المختار مع الشامي ۱۲۷/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۲/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہن کے بارے میں یہ کہنا کہ ''تمام شہر میں چکر لگاؤ رشتہ نہ ملے گا''

سوال (۴۶۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بھائی اپنی بہن کے بارے میں اپنی ماں اور اور بڑی بہن سے یہ کہہ سکتا ہے کہ ''تمام شہر کا چکر لگاؤ کہیں رشتہ نہیں ملے گا''؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اچھے بھائی ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ بہنوں کا ہمدرد اور خیر خواہ ہو، اور بہنوں کے ساتھ خیر خواہی اسی میں ہے کہ ان کے لئے بہتر رشتہ تلاش کیا جائے، پس اگر کوئی بھائی اس کے برخلاف بہن کے بارے میں رشتہ نہ ملنے کے طعنے دے، جیسا کہ سوال

میں مذکور ہے، تو اس بھائی کا یہ عمل قابل مذمت ہے، اسے ایسی باتوں سے توبہ کرنی چاہئے۔

فقال عبد الرحمن: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: قال اللّٰہ تعالیٰ: أنا اللّٰہ وأنا الرحمٰن خلقت الرحم وشققت لها من اسمي، فمن وصلها وصلته ومن قطعها قطعته. (سنن الترمذي / کتاب البر والصلة ۱۲/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۱/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں کو ناراض کر کے بھاوج کی بہن سے نکاح کرنا؟

سوال (۴۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بیوہ نے بڑی کوشش سے اپنے بچہ کو تعلیم دینا چاہا اس کی خواہش تھی کہ اس کا بچہ پڑھ لکھ کر اپنے باپ کا نام روشن کرے؛ لیکن اس کی بڑی بھاوج نے اپنی بہن کے چکر میں پھنسا دیا، گھر پر لڑکی کا حد سے زیادہ آنا جانا فون پر لڑکے سے بات چیت اور ملنا جلنا شروع ہو گیا، پڑھائی بھی مکمل نہیں ہو پائی اس کا علم بھاوج اور اس کے میکہ والوں کو بھی تھا؛ لیکن وہ انجان بنے ہوئے ہیں، ماں کو یہ رشتہ قطعی پسند نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس کی بڑی بہو حد سے زیادہ چالاک اور بدتمیز ہے اس کی نظر میں ساس نندوں اور گھر والوں کی کوئی عزت نہیں ہے، اس کا بڑا بیٹا بھی بیوی کے کہنے میں آ کر ماں کو حد سے زیادہ ذلیل کرتا رہتا ہے، وہ جانتی ہے کہ خدا نہ کرے دوسری بہن آ گئی تو گھر کا ناس ہو جائے گا، بیٹے نے بہو کے کہنے میں آ کر چار سو بیس سے باپ کا مکان بھی اپنے نام کرا لیا، اس وجہ سے زیادہ پریشان کرتی ہے، باپ نے بچوں سے منع کر دیا ہے بچے دادی سے یا گھر میں اور کسی سے بات نہیں کرتے، کیا ماں کی موجودگی میں بھاوج کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی مرضی سے یہ رشتہ کرے جبکہ ماں اور گھر کے سب لوگ اس بات کے خلاف ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ماں کی ناراضگی بڑے خطرہ کی چیز ہے، اس لئے مذکورہ بیٹے کو چاہئے کہ وہ ماں کی مرضی کے خلاف رشتہ نہ کرے، اور کسی بیٹے کو ماں کی نافرمانی پر ابھارنا بڑا

گناہ ہے، اس لئے مذکورہ بھاوج کو اپنے فعل سے باز آنا چاہئے اور حکمتِ عملی کے ساتھ آپسی رضامندی سے رشتہ کرنا چاہئے، اسی میں خیر ہوگی۔

أن رجلاً أتى أبا الدرداء، فقال: إن أبي لم يزل بي حتى زوجني وأنه الآن يأمر بطلاقها، قال: ما أنا بالذي آمرک أن تعق والدک ولا بالذي آمرک أن تطلق امرأتک غير أنک إن شئت حدثتک ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم سمعته يقول: الوالد أوسط أبواب الجنة فحافظ ذلک إن شئت أودع. (مرقاة المفاتيح ٩/٢٠٠–٢٠١ أشرفية)

إن اللّٰه حرم عليكم عقوق الأمهات أي مخالفتهن وهو القطع والشق المراد صدور ما يتأذى به أحد الوالدين من ولده عرفًا بقول: أو فعل. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح / باب البر والصلة، الفصل الأول ٤/٦٦٥ ممبئي)

عن عائشة رضي الله عنها قال: قلت يا رسول اللّٰه! أي الناس أعظم حقًا على المرأة، قال: زوجها، قلت: فأي الناس أعظم حقًا على الرجل؟ قال: أمه. (رواه الحاكم في المستدرك ٤/١٥٠، بحواله: الأحاديث المنتخبة في الصفات الست / إكرام المسلم ٢٨٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۶/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو بچوں کی پیدائش کے درمیان شرعاً کتنا وقفہ ہونا چاہئے؟

سوال (۴۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں محمد ارشد ولد محمد الطاف پہلی حویلی چوک کا مٹی تقریباً سات مہینہ قبل الیکشن میں وارڈ نمبر ۱۷ سے کامیاب ہو چکا، میری اس کامیابی پر جناب محمد شکیل ولد محمد ظہیر محروم اور ان کے بھتیجے جناب محمد شارق ولد محمد شبیر صاحب نے دنیاوی عدالت میں میرے خلاف ایک مقدمہ دائر کیا، جس کا مختصر مضمون یہ ہے کہ الیکشن لڑنے کے لئے دنیا کے سرکاری محکمہ کے مطابق جس کسی کے بھی دو بچے ہوں، اور ان دو بچوں کے علاوہ تیسرا بچہ ۲۰۰۱ء کے بعد پیدا ہوتا ہے، تو وہ الیکشن نہیں لڑسکتا، جناب

مفتی صاحب شرعی قانون کے اندر بچوں کی زائد پیدائش پر روک تھام ہے، کیا ان کی پیدائش پر اور ان کی تعداد پر قید ہے؟ اور کیا ایک بچے کی پیدائش سے دوسرے بچے پیدائش اور دوسرے بچے سے تیسرے بچے کی پیدائش تک کوئی سال کوئی وقفہ کی قید، بندش رکاوٹ ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعی طور پر دو بچوں کے درمیان وقفہ کے متعلق کوئی تحدید ثابت نہیں ہے، اور اگر اس بارے میں قانوناً کوئی تحدید کی جاتی ہے، تو شرعاً اس کی تعمیل لازم نہیں، اور ایسی تحدید کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، شریعت کی نظر میں اولاد کی کثرت پسندیدہ ہے، اور بلامعقول شرعی عذر کے اولاد کی پیدائش پر پابندی نہیں لگانی چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۹۴/۱۸)

عن معقل بن يسار رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... ثم أتاه الثالثة، فقال له: تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم. (سنن أبي داؤد ۲۸۰/۱ رقم: ۲۰۵۰، سنن النسائي ٦٥/٦، الترغيب والترهيب مكمل ٤٣٣ رقم: ۲۹۹۰ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۸/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ووٹ دینے کے لئے اپنے کو دوسرے کی بیوی قرار دینا؟

سوال (٤٦٦): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل دھوکہ دھڑی کا زور ہے، ووٹنگ کے معاملے میں بھی ایسا ہوتا ہے، جیسے عورت ہے زید کی مگر ووٹ ڈالنے گئی تو بکر کی عورت بن کر، اب وہاں موجود دو شخصوں نے پوچھا تم بکر کی عورت ہو؟ اس عورت نے پرزور الفاظ میں کہا جی ہاں، تو اب سوال یہ ہے کہ یہ عورت زید ہی کی رہی یا زید کے نکاح سے خارج ہوگئی؟ بینوا توجروا

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کی بیوی کا اپنے آپ کو بکر کی بیوی ہونے کا اقرار

کرنا، کھلا ہوا جھوٹ ہے؛ لیکن اِس جھوٹے اقرار سے وہ زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوگی۔
(مستفاد: کفایت المفتی ۵/۱۵)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ [الحج، جزء آیت: ۳۰]

قال ابن الفضل رحمہ اللّٰہ: کان لھا زوج معروف، فتزوجت بآخر وقالت: تزوجت بالثاني، وأنا في عدۃ الأول، فالقول لھا، إن کان بین النکاحین أقل من شاھدین. (بزازیۃ علی ھامش الفتاویٰ الھندیۃ ۳۶۸/۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح طلاق کے اعتراض وجواب سے متعلق کتاب

سوال (۴۶۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کوئی ایسی کتاب آپ کے نظر میں ہے، جس میں نکاح، طلاق وغیرہ کے اعتراضات کے جوابات ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس کے لئے آپ حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کی کتاب ''اشرف الجواب'' اور ''احکام اِسلام عقل کی نظر میں'' کا مطالعہ فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۷/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متارکہ کی کیا حقیقت ہے؟

سوال (۴۶۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ''متارکہ'' کی حقیقت کیا ہے؟ متارکہ کے لئے ترکِ وطی کا عزم کافی ہے یا اس کا اظہار بھی ضروری ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: متارکہ میں ترک وطی کا عزم کافی نہیں ہے؛ بلکہ زبان سے اس کا اظہار لازم ہے، اس کے بغیر متارکہ کا تحقق نہ ہوگا۔

وقد صرحوا في النكاح الفاسد بأن المتاركة لا تتحقق إلا بالقول، إن كانت مدخولاً بها كتركتك أو خلّيت سبيلك، وأما غير المدخول بها فقيل: تكون بالقول وبالترك على قصد عدم العود إليها، وقيل: لا تكون إلا بالقول فيهما، حتى لو تركها ومضى على عدتها سنون لم يكن لها أن تتزوج بآخر. (شامي ١١٤/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١٦/١/١٤٣١ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا وطی کو حقِ تفریق کے سقوط کا سبب مانا جا سکتا ہے؟

سوال (٤٦٩): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فقہاء نے عدم کفاءت کی بناء پر اولیاء کو مطالبۂ تفریق کا حق ولادت حمل ظاہر ہونے تک دیا ہے، جب کہ بعض دفعہ بیماری کی وجہ سے سالہا سال استقرار حمل کی نوبت نہیں آتی ہے؛ اس لئے کیا اس کیلئے کوئی اور مدت مقرر کی جاسکتی ہے؟ نیز کیا اس سلسلہ میں وطی تک کی مدت مقرر کی جاسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرات فقہاء نے حمل ظاہر ہونے یا ولادت کو اولیاء کے حق تفریق کے ساقط ہونے کا سبب جو بنایا ہے، اس کی وجہ بچہ کے نسب کا تحفظ ہے، ظاہر ہے کہ یہ وجہ کسی اور صورت میں نہیں پائی جاتی؛ اس لئے تلاش کے باوجود کوئی ایسا جزئیہ نہیں مل سکا، جس میں محض وطی یا کسی اور عمل کو حق تفریق کے سقوط کا سبب مانا گیا ہو۔

لكن للولي حق الاعتراض في غير الكفؤ أي للولي حق الفسخ، إذا تزوجت ما لم تلد من الزوج، أما إذا ولدت منه فليس للأولياء حق الفسخ كيلا

يضيع الولد. (البحرالرائق ۳/ ۱٦۰ کراچی)

وله أي للولي إذا كان عصبة الاعتراض في غير كفؤ فيفسخه القاضي – إلى قوله – ما لم يسكت حتى تلد منه لئلا يضيع الولد. (الدر المختار مع الشامي ٤/ ١٥٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱٦/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے انتقال کے بعد بغیر نکاح کے غیر مرد کے ساتھ رہنا؟

سوال (۴۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آسیہ کا نکاح عبداللہ سے ہوا، اور چند اولاد بھی ہیں، آسیہ عبداللہ کی منکوحہ بیوی ہوتے ہوئے ایک شادی شدہ مرد یعنی زید سے نکاح کرکے ایک ساتھ رہ رہی ہیں، اور اس سے ایک لڑکی بھی ہوگئی ہے، اس کے بعد آسیہ کے شوہر اول یعنی عبداللہ کا انتقال ہوگیا ہے۔

اب دریافت یہ ہے کہ آسیہ اور زید ان دونوں کیا حکم ہیں، اب یہ دونوں زید اور آسیہ ایک ساتھ زندگی گذارنا چاہتے ہیں، کچھ علماء کہتے ہیں کہ زید اور آسیہ کے درمیان تجدید نکاح کی کوئی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ آسیہ کے شوہر اول عبداللہ کا انتقال ہوگیا ہے، نیز شوہر ثانی زید سے جو ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے اس کا نسب کس سے ہوگا، فی الحال آپ حضرات کے جواب کے انتظار میں ہیں، لہٰذا برائے کرم مع تفصیل ودلیل مذکورہ مسئلہ کا صاف صاف جواب تحریر کیجئے؛ تاکہ ہر ایک بآسانی معلوم ہوجائے؟ عین نوازش ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عبداللہ کے نکاح میں رہتے ہوئے آسیہ کا زید سے جسمانی تعلق قائم کرنا سخت ترین گناہ اور انتہائی قابلِ مذمت فعل ہے، اور ان دونوں میں فوری طور پر تفریق اور ندامت کے ساتھ توبہ اور استغفار لازم ہے، اب حسبِ تحریر سوال چوں کہ شوہر عبداللہ کا انتقال ہوچکا ہے، تو اس کی عدت چار ماہ دس دن گذرنے کے بعد آسیہ اور زید آپس میں نکاح

کر کے باعفت زندگی گزار سکتے ہیں، جو پہلے نکاح کیا تھا اُس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اور رہ گئی اس دوران پیدا شدہ بچی کے نسب کی بات، تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر زید کو آسیہ سے تعلق کرتے وقت یہ بات معلوم تھی کہ وہ عبداللہ کی منکوحہ ہے، تو اس بچی کا نسب زید سے ثابت نہیں؛ بلکہ شوہر اَول عبداللہ ہی سے ثابت ہوگا اور اگر زید کو عبداللہ کے مرنے کی خبر نہیں تھی، گویا اس کو دھوکہ دے کر نکاح کیا گیا، تو اس صورت میں یہ وطی بالشبہ کے درجہ میں ہوگی، اور بچی کا نسب زید سے ثابت ہوگا۔

ولو تزوج بمنكوحة الغير وهو لايعلم أنها منكوحة الغير فوطئها تجب العدة، وإن كان يعلم أنها منكوحة الغير لا تجب حتى لا يحرم على الزوج وطئوها. (الفتاویٰ الهندية ۱/۲۸۰ زکریا)

الأصل في هذا أن كل امرأة لم تجب عليها العدة؛ فإن نسب ولدها لا يثبت من الزوج إلا إذا علم يقينا أنه منه وهو أن يجيء لأقل من ستة أشهر، وكل امرأة وجبت عليها العدة، فإن نسب ولدها يثبت من الزوج. (الفتاویٰ الهندية ۱/۵۳۷ زکریا)

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (شامي ۴/۲۷۴، ۵/۱۹۷ زکریا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۳/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رشتہ فسخ ہوجانے پر بہو کے نام زمین رجسٹری کرانے کا خرچہ واپس لینا؟

سوال (۱۷۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے لڑکی کے والدین کے مزید اصرار پر اپنے لڑکے کا رشتہ فصیح الدین صاحب کی دختر کے ساتھ طے کر کے منگنی کی تھی، اور لڑکی ہی کے گھر والوں کے مزید اصرار پر منگنی کر کے پچاس گز

زمین کا بیع نامہ بھی لڑکی کے نام کرایا تھا، جس میں میرا کافی روپیہ خرچ ہوا ہے، اب لڑکی کے والدین لڑکی کی غیر رضامندی ہونے پر شادی سے انکار کررہے ہیں، میں نے جو کچھ روپیہ لڑکی کے نام زمین کی رجسٹری کرانے اور منگنی میں خرچ کیا ہے اس کے مطالبہ کا مجھے شرعی طور سے حق ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں لڑکی کے باپ پر لازم ہے کہ وہ مذکورہ زمین آپ کے نام دوبارہ منتقل کرائے اور اس میں جو صرفہ آئے اسے ادا کرے، اس کے علاوہ کسی اور صرفہ کا وہ ذمہ دار نہیں ہے۔

خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوجها أبوها، فما بعث للمهر يسترد عينه قائماً فقط، وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكاً؛ لأنه معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد، وكذا يسترد ما بعث هدية وهو قائم. (الدر المختار ۱۵۳/۳ کراچی، ۳۰٤/٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۸/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک حریف کے شادی میں شرکت کرنے سے دوسرے حریف کا شریک نہ ہونا؟

سوال (۴۷۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور زبیر کے درمیان جھگڑا ہوجانے سے بول چال بند ہے، احمد نے شادی کے ولیمہ یا کسی اور تقریب میں زید اور زبیر کو بھی مدعو کیا، مظلوم زید نے احمد کی دعوت قبول کرنے کے بجائے یہ جواب دیا کہ اگر تم زبیر کو بلاتے ہو تو میں شادی میں ہرگز شامل نہیں ہوں گا، دعوت کے جواب میں زید کا اختیار کیا ہوا طرز عمل کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے بلا کسی شرعی عذر

کے تین دنوں سے زیادہ بول چال بند رکھنا شرعاً جائز نہیں، اور زید کا احمد کو یہ کہنا کہ تم زبیر کو بلاتے ہو تو میں شادی میں ہرگز شامل نہیں ہوں گا، اخلاقی اور شرعی اعتبار سے قطعاً درست نہیں۔

قال تعالیٰ: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ [آل عمران: ١٠٣]

عن أبي أيوب الأنصاري رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلث ليالٍ، يلتقيان فيعرض هٰذا، ويعرض هٰذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام. (رواه مالك الموطأ ٩٠٧/٢، صحيح البخاري رقم: ٦٢٣٧، صحيح مسلم رقم: ٢٥٦٠، سنن الترمذي رقم: ١٩٣٢، سنن أبي داؤد رقم: ٤٩١١، الترغيب والترهيب مكمل ٥٨٤ رقم: ٤١٨٩ بيت الأفكار الدولية) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خودکشی کی کوشش کرنے والے مرد یا عورت سے نکاح کرنا؟

سوال (۴۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو مرد یا عورت بار بار سمجھانے کے باوجود خودکشی کرنے کی کوشش کرتے ہوں، کیا ایسی عورت یا مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا جائز ہے؟ اسلامی شریعت کی روشنی میں جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِسلام میں خودکشی حرام ہے، کسی بھی مسلمان کو کسی بھی حالت میں اس فعل حرام کا ارادہ نہیں کرنا چاہئے؛ تاہم جو شخص خودکشی کی دھمکی دیتا ہو، اس کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم رکھنا شرعاً منع نہیں ہے، اور زوجین کو آپس میں افہام وتفہیم کرتے رہنا چاہئے اور ایک دوسرے کو غلط اقدام سے بچانے کی فکر کرتے رہنا چاہئے۔

وإن ذٰلک (أي قتل الرجل نفسه) في التحريم كقتل سائر النفوس المحرمة. (مرقاة المفاتيح ٥٢/٧ أشرفية)

عن تميم الداري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه

وسلم: إن الدين النصيحة، إن الدين النصيحة، إن الدين النصيحة، قالوا لمن يا رسول اللّٰه! قال: للّٰه وكتابه ورسوله وأئمة المسلمين وعامتهم. (سنن أبي داؤد ٦٧٦/٢ رقم: ٤٩٤٤)

والنصيحة لعامة المسلمين، إرشادهم إلى مصالحهم. (بذل المجهود ٣٤٦/١٣ دار البشائر الإسلامية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹؍۱۱؍۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَجنبی عورتوں کو فروخت کر کے اُن کا نکاح کرانا؟

سوال (۴۷۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں بہت سی عورتیں حیدرآباد، کلکتہ وغیرہ سے ایسی لائی جاتی ہیں، جن کے ساتھ کوئی اُن کا محرم تو نہیں ہوتا، دوسرے اَجنبی لوگ ہوتے ہیں، اور وہ ان عورتوں کو غیر منکوحہ، مطلقہ یا بیوہ بتا کر یہاں فروخت کردیتے ہیں، امام مسجد کو اُن کا نکاح پڑھانا پڑتا ہے۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ امام کس طرح ان کی تسلی کرے جو لوگ ان عورتوں کے ساتھ آئے ہیں، ان کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اب لوگ عورتوں کی تجارت بھی کرتے ہیں، اگر عورت خود کوئی تسلی دلائے تو اسے مانا جائے گا یا نہیں؟ اگر شہادت کا معاملہ ہو تو وہ لوگ باشرع بھی نہیں ہوتے، برائے کرم اس مسئلہ کا شرعی حل تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عورت خود اس طرح کا دعویٰ کرے اور سننے والوں کو اس کی سچائی کا یقین یا غالب گمان ہوجائے یا کوئی ثقہ اور بااعتماد شخص اس طرح کی خبر دے، تو اس پر بھروسہ کرتے ہوئے ان عورتوں سے نکاح کی گنجائش ہے، اور نکاح پڑھانے والے پر بھی گناہ نہیں ہے۔

وكذا لو قالت لرجل طلقني زوجي وانقضت عدتي فلا بأس أن يتزوجها، وكذا إذا قالت المطلقة الثلاث انقضت عدتي وتزوجت بزوج اٰخر ودخل بي

ثم طلقني وانقضت عدتي، فلا بأس بأن يتزوجها الزوج الأول. وفي الحاشية: أي إذا كانت ثقة أو وقع في قلبه أنها صادقة. (كذا في الهداية ٤٥٣/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۱۴/۳/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نوکر کے ساتھ بھاگنے کی وجہ سے نکاح کی تجدید ضروری نہیں

سوال (۴۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ اپنے شوہر کو چھوڑ کر اپنے نوکر کے ساتھ چلی گئی، چھ مہینہ کے بعد پتہ چلا، اس کو اپنے گھر لایا گیا، اب شوہر اُس کو اپنے ساتھ رکھنے پر راضی ہے اور ہندہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے؛ لہٰذا ایسی صورت میں کیا شوہر اُس کو اپنے پاس رکھنے کے لئے نکاح کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نوکر کے ساتھ بھاگ جانے سے شوہر کا نکاح ختم نہیں ہوا؛ لہٰذا اَب جب کہ وہ عورت واپس آ گئی ہے تو بغیر تجدید نکاح کے شوہر اسے اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے، باقی جو عورت نے گناہ کیا ہے، اُس سے توبہ واستغفار کرنا لازم اور ضروری ہے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل لامرأة تومن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفراً يكون ثلاثة أيام فصاعداً إلا ومعها أبوها أو ابنها أو زوجها أو أخوها أو ذو محرم منها. (صحيح البخاري رقم: ١١٩٧، صحيح مسلم، ٤٣٤/١ رقم: ٨٢٧، سنن أبي داؤد رقم: ١٧٢٦، سنن الترمذي رقم: ١١٦٩، سنن ابن ماجة رقم: ٢٨٩٨، الترغيب والترهيب مكمل ٦٤٥ رقم: ٤٦٧٧ بيت الأفكار الدولية)

كذا تستفاد من العبارة الآتية: لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة.

(الدر المختار ٥٠/٣ كراچی، ١٤٣/٤ زكريا)

الأصل فيه الحظر: معناه أن الشارع ترك هٰذا الأصل، فأباحه؛ بل يستحب لو موزية. (الدر المختار على هامش رد المحتار / أول كتاب الطلاق ٤٢٨/٤ زكريا،

البحر الرائق ۲۳٦/۳ زكريا)

قال العلامة الكاساني: ومنها وجوب طاعة الزوج على الزوجة...... وعليها أن تطيعه في نفسها وتحفظ غيبته. (بدائع الصنائع / فصل في طاعة الزوج ٦١٣/٣ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۸/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جان بوجھ کر غیر مطلقہ کا نکاح پڑھانے والے کی اِمامت

سوال (۴۷۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مذکورہ مسجد کے امام صاحب نے ایک ایسی عورت کا نکاح پڑھایا ہے جس کی طلاق نہیں ہوئی ہے، ایک صاحب نے ان سے کہا کہ اس کی طلاق نہیں ہوئی ہے، آپ نکاح پڑھانے کے لئے آگئے، تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے لئے جائز ناجائز کچھ نہیں، صرف ۲۰۰/روپیہ بہت کچھ ہیں، اس حالت میں نکاح ہوگا یا نہیں؟ نیز امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر واقعةً امام نے جان بوجھ کر غیر مطلقہ کا نکاح پڑھایا ہے، تو وہ سخت معصیت اور گناہ کا مرتکب ہوا اور اس کا یہ جملہ کہ ”میرے لئے جائز ناجائز کچھ نہیں، صرف دوسو روپیہ بہت کچھ ہیں“، یہ بہت خطرناک ہے، اس پر توبہ سچے دل سے کرنا لازم ہے، جب تک توبہ نہ کرے گا اس کی امامت مکروہ تحریمی رہے گی۔

لا يجوز للرجل أن يزوج زوجة غيره. (الفتاویٰ الهندية ۲۸۰/۱ زكريا)

ويكره إمامة فاسق وأعمىٰ. (الدر المختار مع الشامي ۲۹۸/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/٦/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ